مکمل و مدلل

مسائل رفعت قاسمی جدید

قرآن وحدیث کی روشنی میں
حضرات مفتیان کرام دار العلوم دیوبند
کی تصدیق وتائید کے ساتھ

مسائل امامت

مسائل نماز

مسائل تراویح

مؤلف
مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دار العلوم دیوبند

حامد کتب خانہ کراچی
0333-9596150

مکمل و مدلل

مسائلِ امامت

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل امامت

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیر نگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان
وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمر گرہ: اسلامی کتب خانہ تیمر گرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

☆......تمت بالخیر......☆

انتساب

بندہ اپنی اس بے مایہ خدمت کو امام ربانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے نام منسوب کرتا ہے۔
جن کے فیضان علوم دینیہ سے ایک عالم فیض یاب
ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت ہوتا رہے گا۔

محمد رفعت قاسمی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دعائے مستجاب

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم
مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند
باسمہ سبحانہ وتعالیٰ حامداً ومصلیاً
بندۂ ناکارہ بھی دعاء کرتا ہے حق تعالیٰ مؤلف سلمہ کی خدمت
ومحنت کو قبول فرمائے اور ناظرین کو نفع بخشے۔ آمین
احقر محمود غفرلہ
۷ اشوال المکرم ۱۴۰۸ھ یوم جمعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی مدظلہ مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ

(الحمد لولیہٖ والصلوٰۃ علی اہلہٖ وعلی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین)

وبعد

رسالہ پیش نظر

مؤلفہ مولانا قاری رفعت قاسمی سلمہ

موصوف کے دیگر رسائل کی طرح یہ بھی نہایت

مستند حوالوں کے ساتھ تیار ہوا ہے اور امامت کے ضروری

مسائل پر مشتمل ہے۔ رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی مسئلہ بغیر مستند حوالہ کے

نہیں دیا گیا ہے۔ حوالہ لینے میں بہت احتیاط کی گئی ہے۔ معتمد کتابوں

سے بعینہٖ عبارتیں لی گئی ہیں، بس اس سے رسالہ کی افادیت بہت

بڑھ گئی ہے اور عوام وخاص ہر ہی طبقہ کے ائمہ مساجد کے

لیے بے حد مفید مجموعہ تیار ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور موصوف کو

نافع رسائل لکھنے اور شائع کر

نے کی توفیق ہو۔

آمین۔

فقط: العبد نظام الدین

اعظمی مفتی دارالعلوم دیوبند

۸۸/۸/۲۴ھ۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ مفتی دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(الحمدُ للّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہِ الّذینَ اصطفیٰ)

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے اور دن رات کے پانچ وقتوں میں مسجد کی اندر جماعت کے ساتھ جس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے الحمدللہ مسلمان اس کو اہتمام سے بجالاتے ہیں چنانچہ ہماری تمام مسجدیں آباد نظر آتی ہیں۔

امام مسجد یا نماز کا امام اپنی جگہ ایک اہم ذمہ داری کا مالک ہوتا ہے عہد نبوی میں یہ منصب خود سرور کائنات ﷺ کے سپرد تھا آپ نمازوں کی امامت خود ہی فرماتے رہے جب آپ بیمار ہوئے تو اس منصب عظیم پر آپ نے اپنے یار غار حضرات ابوبکر صدیق ؓ کو فائز کیا۔ اسی طرح اس منصب پر یکے بعد دیگرے خلفائے راشدین فائز ہوتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے امامت کے منصب پر جلیل القدر شخصیت کو فائز کرنے کی تاکید کی ہے مگر افسوس ہے کہ آج سب سے زیادہ یہی منصب پست ہو کر رہ گیا ہے گھٹیا سے گھٹیا شخص کا اس منصب کے لیے انتخاب ہوتا ہے اور خاص و عام اسی کو پسند کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے قاری محمد رفعت استاذ دار العلوم دیوبند کو انہوں نے اس منصب کی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر امامت سے متعلق ان تمام مسائل کو یکجا کر دیا ہے جو فتاویٰ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے، قابل ذکر کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو اس کتاب میں نہ آ گیا ہو۔

زیر نظر ''مسائل امامت'' نامی کتاب ہم مسلمانوں کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔ جس سے ہر نمازی مسلمان بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ قاری صاحب کی دو تین کتابیں اس سے پہلے بھی چھپ کر اہل علم کے سامنے آ چکی ہیں اور عام مسلمان ان سے مستفید بھی ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت بھی قبول فرمائے اور ان کے لیے زاد آخرت بنائے۔

طالب دعا: محمد ظفیر الدین غفرلہٗ مفتی دار العلوم دیوبند، ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ۔

عرض مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(نحمدهٗ ونصلّی علیٰ رسوله الکریم...... امابعد!)

شریعت میں نماز کی امامت کا مسئلہ بڑی اہمیت اور عظمت رکھتا ہے، امام چونکہ تمام مقتدیوں کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے امام مقرر کرنے کے سلسلے میں شریعت نے کچھ شرائط و ضوابط بیان کیے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اس جلیل القدر منصب کا حامل کون شخص ہوسکتا ہے اور اس کو مقرر کرتے وقت کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے نیز یہ کہ امامت کا استحقاق کن لوگوں کو حاصل ہے اور اس بلند و بالا منصب کے فرائض اور اس کے متعلقہ مسائل کیا ہیں۔

احقر نے زیرنظر رسالہ ''مسائل امامت'' میں مستند و مفتیٰ بہ اقوال کو اپنی بساط کے مطابق مدلل اور عام فہم انداز میں جمع کردیا ہے یہ سب اللہ رب العزت کا فضل و کرم اور اپنے مشفق اساتذہ و مفتیان کرام کی توجہ کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میرے لیے زادِ آخرت بنائے۔

(ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم)

محتاج دعا

محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند۔

بسم الله الرحمن الرحيم

امامت

دین کے تمام اعمال خیر میں سب سے اہم اور مقدم چیز نماز ہے نظام دینی میں اس کا درجہ اور مقام گویا وہی ہے جو جسم انسانی میں قلب کا ہے نماز کی امامت بلاشبہ ایک عظیم الشان دینی منصب اور ذمہ داری ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک طرح کی نیابت ہے، اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازیوں میں دوسروں کی نسبت اس عظیم منصب کے لئے زیادہ اہل اور موزوں ہو اور وہ وہی ہوسکتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ سے نسبۃً زیادہ قرب اور مناسبت حاصل ہو اور آپ کی دینی وراثت سے جس نے زیادہ حصہ لیا ہو، اور چونکہ آپ کی وراثت میں اول اور اعلیٰ درجہ قرآن مجید کا ہے، اس لئے جس شخص نے ایمان نصیب ہونے کے بعد قرآن مجید سے خاص تعلق پیدا کیا، اس کو یاد کیا اور اپنے دل میں اتارا نیز اس کی دعوت و تذکیر اور اس کے احکام کو سمجھا، اس کو اپنے اوپر طاری کیا، وہ رسول اللہ ﷺ کی وراثت کے خاص حصہ داروں میں ہوگا (اور ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اس سعادت میں اس سے پیچھے ہوں آپ کی اس نیابت یعنی امامت کے لئے زیادہ اہل اور زیادہ موزوں ہوگا) اور اگر بالفرض سارے نمازی اس لحاظ تو سے برابر ہوں چونکہ قرآن مجید کے بعد سنت کا درجہ ہے اس لئے اس صورت میں ترجیح اس کو دی جائے گی جو سنت و شریعت کے علم میں دوسروں کے مقابلہ میں امتیاز رکھتا ہو اور اگر بالفرض اس لحاظ سے بھی سب برابر ہوں تو پھر ان میں جو تقویٰ اور پرہیزگاری اور محاسن اخلاق میں ممتاز ہوگا، وہ امامت کے لئے لائق ترجیح ہوگا، اور اگر بالفرض اس طرح کی صفات میں بھی یکسانی ہو تو پھر عمر کی بڑائی کے لحاظ سے ترجیح دی جائے گی، کیونکہ عمر کی بڑائی اور بزرگی بھی ایک مسلم فضیلت ہے۔ بہرحال امامت کے لئے یہ اصولی ترتیب بھی عقل سلیم کے بالکل مطابق اور مقتضائے حکمت ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و ہدایت ہے۔

امامت کی ترتیب

عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یؤم القوم اقرأهم لکتاب الله فان کانوا فی القراءة سواء فعلمهم بالسنته فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمهم سناً ولا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانه ولا یقعد فی بیته علی تکرمته الا باذنه. (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ پڑھنے والا ہو اور اگر اس میں سے یکساں ہوں تو پھر وہ آدمی امامت کرے جو سنت و شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں (یعنی سب کا زمانہ ہجرت ایک ہی ہو) تو پھر وہ شخص امامت کرے جو سن کے لحاظ سے مقدم ہو اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے حلقہ سیادت اور حکومت میں اس کا امام نہ بنے اور اس گھر میں اس کے بیٹھنے کی خاص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح:۔ حدیث کے لفظ "**اقراء اھم لکتاب الله**" کا لفظی ترجمہ وہی ہے جو یہاں کیا گیا ہے یعنی کتاب اللہ کا زیادہ پڑھنے والا لیکن اس کا مطلب نہ صرف حفظ قرآن ہے اور نہ مجرد کثرت تلاوت بلکہ اس سے مراد ہے حفظِ قرآن کے ساتھ اس کا خاص علم اور اس کے ساتھ خاص شغف عہد نبویؐ میں جو لوگ قراء کہلاتے تھے ان کا یہی امتیاز تھا، اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کی امامت کے لئے زیادہ اہل موزوں وہ شخص ہے جس کا کتاب اللہ کے بارے میں علم اور اس کے ساتھ شغف و تعلق دوسروں پر فائق ہو، اور ظاہر ہے کہ عہد نبویؐ میں یہی سب سے بڑا دینی امتیاز اور فضیلت کا معیار تھا اور جس کا اس سعادت میں جس قدر زیادہ حصہ تھا، وہ اسی قدر رسول اللہ ﷺ کی خاص وارثت و امانت کا حامل اور امین تھا، اس کے بعد سنت و شریعت کا علم فضیلت کا دوسرا معیار تھا اور یہ دونوں علم یعنی قرآن اور علم سنت

جس کے پاس بھی تھے، عمل کے ساتھ تھے، علم بلا عمل کا وہاں وجود نہیں تھا۔

فضیلت کا تیسرا معیار عہد نبوت کے اس خاص ماحول میں ہجرت میں سابقیت تھی، اس لئے حدیث میں تیسرے نمبر پر اس کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن بعد میں یہ چیز باقی نہیں رہی، اس لئے فقہاء کرام نے اس کی جگہ صلاح وتقویٰ میں فضیلت وفوقیت کو ترجیح کا تیسرا معیار قرار دیا جو بالکل بجا ہے۔

ترجیح کا چوتھا معیار اس حدیث میں عمر میں بزرگی قرار دیا گیا ہے کہ اگر مذکورہ بالا تین معیاروں کے لحاظ سے کوئی فائق اور قابل ترجیح نہ ہوتو پھر جو کوئی عمر میں بڑا اور بزرگ ہو وہ امامت کرے۔

حدیث کے آخر میں دو ہدایتیں اور بھی دی گئی ہیں، ایک یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسری شخص کے امامت وسیادت کے حلقے میں جائے تو وہاں امامت نہ کرے بلکہ اس کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھے (وہاں اگر وہ شخص خود ہی اصرار کرے تو دوسری بات ہے۔)
دوسری یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے کے گھر جائے تو اس کی خاص جگہ پر نہ بیٹھے، ہاں اگر وہ خود بٹھائے تو کوئی مضائقہ نہیں، ان دونوں ہدایتوں کی حکمت ومصلحت بالکل ظاہر ہے۔ (معارف الحدیث ج۳ ص۲۱۵)

اپنے میں سے بہتر کو امام بنایا جائے

عن عبدالله بن عمر قال رسول الله ﷺ اجعلوا ائمتكم خياركم فانهم وفدكم فيمابينكم وبين ربكم. (رواه الدارقطني والبيهقي (كنز العمال)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ، کیونکہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔ (دارقطنی بیہقی)

تشریح:۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امام اللہ تعالیٰ کے حضور میں پوری جماعت کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے خود جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس اہم اور مقدس مقصد کے لئے اپنے میں سے بہترین آدمی کو منتخب کرے۔

رسول اللہ ﷺ جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے خود امامت فرماتے رہے اور مرض وفات میں جب معذور ہو گئے تو علم و عمل کے لحاظ سے امت کے افضل ترین فرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے نامزد اور مامور فرمایا۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں حق امامت کی جو تفصیلی ترتیب بیان فرمائی گئی ہے ان کا منشاء بھی دراصل یہی ہے کہ جماعت میں جو شخص سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو امام بنایا جائے اقرأ ھم لکتاب اللہ او راعلمھم بالسنة ...الخ یہ سب اسی بہتری اور افضلیت فی الدین کی تفصیل ہے۔

افسوس ہے کہ بعد کے دور میں اس اہم ہدایت سے بہت تغافل برتا گیا اور اس کی وجہ سے امت کا پورا نظام درہم برہم ہو گیا۔ (معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۱۷)

امام کے لئے صحیح معیار اور رہنما اصول یہی ہے کہ اس کی نماز ہلکی اور سبک بھی ہو، اور ساتھ ہی مکمل اور تام بھی۔ یعنی ہر رکن اور ہر چیز ٹھیک ٹھیک اور سنت کے مطابق ادا ہو۔

(معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۲۲)

امام کی ذمہ داری اور مسؤلیت

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من ام قوما فلیتق اللہ ولیعلم ان ضامن مسؤل لما ضمن وان احسن کان لہ من الاجر مثل اجر من صلی خلفہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیء وما کان نقص فھو علیہ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط (کنز العمال)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص جماعت کی امامت کرے اس کو چاہیئے کہ خدا سے ڈرے اور یقین رکھے کہ وہ (مقتدیوں کی نماز کا بھی) ضامن یعنی ذمہ دار ہے اور اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں بھی سوال ہوگا، اگر اس نے اچھی طرح نماز پڑھائی تو پیچھے نماز پڑھنے والے سب مقتدیوں کے مجموعی ثواب کے برابر اس کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ مقتدیوں کے ثواب میں کوئی کمی آجائے، اور نماز میں جو نقص اور قصور رہے اس کا بوجھ تنہا امام پر ہوگا۔ (معجم اوسط للطبرانی)

مقتدیوں کی رعایت

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذاصلی احدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم والضعيف والكبير واذاصلى احدكم لنفسه فليطول ماشاء

(راوه البخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ طول نہ دے) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بوڑھے بھی (جن کے لئے طویل نماز باعث زحمت ہوسکتی ہے)اور جب تم میں سے کسی کو بس اپنی نماز اکیلے پڑھنی ہو تو جتنی چاہے لمبی پڑھ لے۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح:۔بعض صحابہ کرامؓ جو اپنے قبیلے یا حلقے کی مسجدوں میں نماز پڑھاتے تھے اپنے عبادتی ذوق وشوق میں بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے جس کی وجہ سے بعض بیمار یا کمزور یا بوڑھے یا تھکے ہارے مقتدیوں کو کبھی کبھی بڑی تکلیف پہنچ جاتی تھی، اس غلطی کی اصطلاح کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مختلف موقعوں پر اس طرح کی ہدایت فرمائی، آپ کا منشاء اس سے یہ تھا کہ امام کو چاہیئے کہ وہ اس ہدایت کا لحاظ رکھے کہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار یا کمزور بوڑھا بھی ہوتا ہے اس لئے نماز زیادہ طویل نہ پڑھے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہروقت کی نماز میں بس چھوٹی سے چھوٹی سورتیں ہی پڑھی جائیں اور رکوع سجدہ میں تین دفعہ سے زیادہ تسبیح بھی نہ پڑھی جائے ،خود رسول اللہ ﷺ جیسی معتدل نماز پڑھاتے تھے وہی امت کے لئے اس میں اصل معیار اور نمونہ ہے اور اسی کی روشنی میں ان ہدایات کا مطلب سمجھنا چاہیے۔

مقتدیوں کو ہدایت

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لاتبادروا الامام اذا اكبر فكبروا واذا قال ولاالضالين فقولوا امين واذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنالك الحمد.(رواه البخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: لوگو امام پر سبقت نہ کرو (بلکہ اس کی اتباع اور پیروی کرو) جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو، اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنالک الحمد کہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان اور اجزء میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے رہنا چاہیئے کسی چیز میں بھی اس پر سبقت نہیں کرنی چاہیئے مسند بزار میں حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے وہ اس سے ایسا کراتا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت صحیح مسلم وصحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کو ڈرنا چاہیئے کہ مبادا اس کا سر گدھے کا سا نہ کر دیا جائے۔ (معارف الحدیث ج ۳ ص ۳۲۳)

امام کے اوصاف

امام میں مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ اس شخص میں خود امامت کی خواہش نہ ہو، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو (اگر دوسرا کوئی شخص یہ اہلیت نہ رکھتا ہو تو پھر خواہش کرنا درست ہے۔)

۲۔ جب اس سے افضل شخص امامت کے لئے موجود نہ ہو تو بھی خود آگے نہ بڑھے۔

۳۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو ایسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن ماری جائے تو میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی امامت کروں جس میں ابوبکر صدیق موجود ہوں۔

۴۔ امام قاری ہو، دین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت سے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں ہے کہ اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کر دو اور قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔ ایک دوسری

حدیث اس سلسلے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں۔

حضور ﷺ نے یہ تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ دین دار امام اور علم وفضل رکھنے والے لوگ، اللہ کو جاننے اور اس ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی نماز اور مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں اور نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں۔

''قاری قرآن'' سے حضور ﷺ کی مراد بے عمل قاری نہیں بلکہ باعمل حافظ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اس قرأت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اس کو پڑھتا نہ ہو یعنی سرے سے حافظ وقاری نہ ہو یا وہ قاری تو ہو لیکن قرآن پر عمل کرنے والا اور حدود الٰہی کی پرواہ نہ کرنے والا ہو، اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرتا ہو اور نہ اس کی ممنوعات سے احتراز واجتناب کرتا ہو اللہ بھی ایسے شخص کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا شخص کسی عزت وتکریم کا مستحق ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا لوگوں کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں۔

امامت کا لائق وہی ہے جو سب سے زیادہ عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو۔

۵۔ امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور خود بھی اس پر عمل کرے، دوسروں کو برائی سے منع کرے اور خود بھی باز رہے۔ نیکی اور نیک لوگوں سے محبت رکھے۔ بدی اور بدوں سے نفرت کرے۔ اوقات نماز سے واقف ہو، حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو، فعل حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرنے والا ہو، دنیا کی حرص وطمع اس میں نہ ہو۔ نیز حلیم وصابر اور شر وفساد سے کوسوں دور رہنے والا ہو، لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے۔ برے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے، اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو برداشت کرے اور کہہ دے کہ ''اللھم سلاما'' لوگ اس کی طرف سے امن وسلامتی پائیں (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو) لیکن خود اپنے نفس کی طرف سے بے چین ہو۔

نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو، اور ان سے اپنے نفس کو رہا کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت جیسے عظیم المرتبت کام کو اس کے سپرد کر کے اس کی آزمائش کی گئی ہے، امامت کا درجہ بہت بلند و بالا ہے امام کے پیش نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت رہنی چاہیے۔

امام کو ہدایت

امام کو لازم ہے کہ بے کار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جداگانہ ہے جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت کو سمجھنا چاہئے کہ میں انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور رب العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔

نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رسی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو امام بنایا ہے ان کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے، نماز مختصر پڑھائے، اس طرح کے تمام ارکان پورے ادا ہوں۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں۔ اس لئے اپنے کو کمزور و ناتواں لوگوں میں شمار کرے۔

اللہ تعالیٰ امام سے خود اس کے بارے میں اور مقتدیوں کے متعلق باز پرس فرمائے گا۔ اپنی امامت کی ذمہ داری پر افسوس کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور ضائع کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے، اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے۔ کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اسے برا نہ سمجھے۔ اگر اس کی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیش نظر ہٹ دھرمی اور ضد نہ کرے۔ اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، تعریف اور مذمت دونوں کو برا سمجھے۔ امام کا لباس صاف ستھرا اور خوراک پاک ہو اس کے لباس سے اتراہٹ اور بڑائی ظاہر نہ ہوتی ہو اور اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو، کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو، یعنی سزا یافتہ نہ ہو لوگوں کی نظر میں متہم نہ ہو، حکام سے کسی کی لگائی بجھائی نہ کرتا ہو، لوگوں کے رازوں کی حفاظت کرے (پردہ دری نہ کرے)

کسی سے کینہ نہ رکھے، امانت، تجارت اور مستعار چیزوں میں خیانت کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔
خبیث کمائی والا امامت کا اہل نہیں ہے، جس کے دل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے، دوسروں کے عیب کی تلاش کرنے والے لوگوں کو فریب دینے والے مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ فساد پیدا کرنے والے شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہیئے۔
(غنیۃ ص ۸۵۸)

امام کے لئے مزید شرطیں

امام کے لئے ضروری ہے کہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نہ فتنہ کو تقویت پہنچائے بلکہ باطل پرستوں کے خلاف اہل حق کی مدد کرے، ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے، اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ان کی مدد کا خواہاں ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی برا کہنے والے کے برا کہنے کا خیال نہ کرے، اپنی تعریف کو پسند نہ کرنے نہ اپنی مذمت کا برا مانے دعاء میں اپنے لئے تخصیص نہ کرے بلکہ جب دعاء کرے تو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عام طور پر دعا کرے اگر تنہا اپنے لئے دعا کرے گا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔

اہل علم کے سوا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "نماز میں مجھ سے قریب اہل علم اور ذی فہم لوگ کھڑے ہوں" اس طرح امام سے پیچھے یعنی اگلی صف میں ایسے ہی لوگوں کو ہونا چاہیئے دولت مند کو اپنے قریب اور غریب کو حقیر جان کر دور کھڑا نہ کرے۔ ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے۔ اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اس کی امامت کو پسند اور کچھ ناپسند کرتے ہوں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو امام کو محراب چھوڑ دینی چاہیے (یعنی نماز نہ پڑھائے) لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدیوں کی ناگواری اور ناپسندیدگی کی وجہ حقانیت اور علم وآگہی پر ہو اگر ناگواری کا باعث جہالت اور باطل پرستی ہو یا وہ فرقہ وارانہ تعصب اور نفسانی خواہش پر مبنی ہو تو پھر مقتدیوں کی ناگواری کی پرواہ نہ کرے اور نہ ان کی وجہ سے نماز پڑھنا ترک کرے، اگر قوم میں اس بناء پر فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو البتہ کنارہ کش ہو جائے اور محراب کو چھوڑ دے اور اس وقت تک محراب کے پاس نہ جائے جب تک لوگ آپس میں صلح نہ کر لیں اور اس کی امامت

پر راضی نہ ہو جائیں۔

امام جھگڑنے والا، زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو۔امام کو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام پر جانا مناسب نہیں اسکو چاہیئے کہ نیک لوگوں کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے۔

امام کو لازم ہے کہ فتنہ وفساد اٹھانے والوں، گناہ اور گناہ گاروں نیز سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے، اگر لوگ اسے ایذاء پہنچائیں تو صبر کرے اور اس کے عوض ان سے محبت کرے اور ان کی بھلائی کا طالب ہو اور خیر خواہی کی کوشش کرتا رہے۔

امامت کے لئے جھگڑا کرنا منع ہے

امامت کے لئے جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اس کی جگہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس سے اس معاملے میں نہ جھگڑے، اکابر ملت اور سلف صالحین کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے امام بننے سے گریز کیا اور اپنے بجائے ایسے لوگوں کو امامت کے لئے بڑھا دیا جو بزرگی اور تقویٰ میں ان کے برابر نہیں تھے۔

اس طرز عمل سے ان کا مدعا یہ تھا کہ خود ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں امامت کے دوران میں ان سے کوئی قصور اور کوتاہی نہ ہو جائے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۷۶۵)

امام کی اجرت

امامت کی اجرت کے بارے میں شروع ہی سے اختلافی مسئلہ چلا آرہا ہے۔امام شافعیؒ و امام احمدؒ بن حنبل رحمہما اللہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی طاعت پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہو۔عقدِ اجارہ منعقد کرنا اور اجرت لینا دینا جائز ہے جیسے تعلیم قرآن، اذان و امامت وغیرہ۔

امام اعظم ابوحنیفہ، زہری اور قاضی شریح رحمہم اللہ اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعت پر اجارہ ناجائز ہے۔

متقدمین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ طاعت پر اجرت لینا دینا جائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتویٰ دیتے اور عمل کرتے رہے۔

علم دین پڑھانے والوں، اذان کہنے والوں اور امامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے رہتے تھے، کچھ عرصہ بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بیت المال کے مصارف میں بعض مسلمان بادشاہوں کے شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور مؤذنین وائمہ کے وظائف بند ہو گئے اور تعلیم علوم دینیہ یا اذان وامامت کی انجام دہی میں جو فراغت قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی چونکہ یہ لوگ بھی آخر انسان تھے اور انسانی ضروریات معاش ان کی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں۔ اس لئے مجبوراً مال حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا، جس کے ذریعہ اپنی اور اپنی اولاد متعلقین کی گزر بسر ہو سکے۔

ذرائع معاش چونکہ مختلف اقسام کے ہیں، کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت اور کسی نے صنعت ودستکاری اختیار کی۔ اسی طرح ضرورتیں بھی کم وبیش مختلف تھیں۔ اس لئے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسب معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں۔ ان حالات کی وجہ سے مجبوراً بہت سے علماء مؤذن اور امام تعلیم علوم دینیہ یا اذان وامامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے اور بالآخر ان خدمات کو چھوڑنا پڑا۔

لیکن تعلیم چھوڑنے سے یہ نقصان تھا کہ علم دین کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضرورت معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طلباء کو پڑھا سکیں تو علوم دین کی زندگی اور بقاء کی کیا صورت تھی؟

اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معین مؤذن ہونے کی صورت میں ہوسکتا ہے درہم برہم ہو جاتا چونکہ اس زمانہ میں بڑے بڑے شہروں میں بلکہ بعض قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں، میں مزدوری پر کام کرتے ہیں اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز اور جماعت کی اجازت حاصل کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معین ہو کہ اس کے

موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں۔ اگر اذان و جماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں۔ تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے گی یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں کی ناراضگی پیش آئے گی اور اپنے ذرائع معاش کھونا پڑے گا۔

امام معین نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا اور پورے انضباط سے نماز نہیں ہوسکتی۔

پس متاخرین فقہاء حنفیہ نے اس ضرورت شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعیؒ کے قول کے موافق یہ فتویٰ دے دیا کہ مواقع ضرورت میں طاعت پر اجرت لینا جائز ہے اور قرآن شریف وحدیث، وفقہ کی تعلیم اور اذان و امامت پر اجرت لینے کے جواز کے تصریح کردی کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے باقی نہ رہنے سے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا مشکل ہے۔ (خدمات اور معاوضہ ص ۱۷۶)

حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے

اگر حاضرین میں حاکم وقت موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر امامت کے آگے نہ بڑھے اسی طرح جب کسی گاؤں یا قبیلہ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کے اجازت کے بغیر امامت نہ کرے، اسی طرح کسی قافلے یا سفر میں بہت سے لوگوں کا ساتھ ہو جائے تو ساتھیوں کے اجازت کے بغیر ان کی امامت نہ کرے۔

نماز لمبی نہیں پڑھنی چاہئے بلکہ مختصر پڑھنی چاہئے مگر ارکان پورے ادا کرے، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی پہلے گزر چکا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی امام ہو تو نماز کو مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے بچے، بوڑھے اور کام کرنے والے لوگ بھی کھڑے ہوتے ہیں۔"

ہاں اگر تنہا پڑھے تو پھر جتنی چاہے لمبی پڑھے، حضرت ابو واقدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو بہت ہی مختصر نماز ہوتی اور جب بہ نفس

نفیس ادا فرماتے تو سب سے زیادہ لمبی نماز ہوتی۔ (غنیۃ الطالبین ص ۸۶۹)

امام اور محراب

امام کو جائز نہیں ہے کہ محراب کے بالکل اندر گھس کر کھڑا ہو اور پیچھے والے لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے، بلکہ اس کو محراب سے قدرے باہر کھڑا ہونا چاہیے (یعنی امام کی ایڑیاں باہر ہوں جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے، امام کے لئے مناسب ہے کہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد زیادہ دیر تک محراب میں نہ ٹھہرے بلکہ باہر نکل کر سنتوں کیلئے کھڑا ہو جائے یا محراب کے بائیں جانب کھڑے ہو کر سنتیں ادا کرے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام نے جس جگہ کھڑے ہو کر فرض پڑھائے ہیں، اس جگہ سنتیں اور نفل نہ پڑھے البتہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جگہ کھڑے ہو کر سنتیں اور نفل پڑھ لے، چاہے تو ادھر ادھر ہٹ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔)

قرأت کے اول و بعد سکوت

امام کو دو بار وقفہ کرنا چاہیے، ایک بار تو نماز کے شروع میں اور دوسری بار قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہ اس وقفہ میں اس کو دم لینے کا موقع مل جائے گا اور قرأت سے جو جوش پیدا ہوا تھا وہ سکون سے بدل جائے گا۔

قرأت کا اتصال رکوع کی تکبیر سے بھی نہیں ہوگا، حضرت سمرہ جندب سے روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول منقول ہے۔

تسبیح میں جلدی نہ کرے

رکوع میں جائے تو تین بار تسبیح پڑھے، تسبیح پڑھنے میں عجلت نہ کرے بلکہ بہت آہستگی اور جم کر الفاظ ادا کرے کیونکہ اگر امام تسبیح کو عجلت سے پڑھ لے گا تو مقتدی اس کو نہیں کہہ پائیں گے۔ اسی طرح رکوع سے سر اٹھا کر (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) کہہ کر ٹھیک ٹھیک کھڑا ہو جائے اور بغیر عجلت کے ''ربنا لک الحمد'' کہے تا کہ مقتدی بھی اتنی دیر میں کہہ سکیں۔ حضرت انسؓ بن مالک نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر مبارک اٹھا کر اتنی

دیر تک (سجدہ کرنے سے) توقف فرماتے تھے کہ خیال ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے ہیں‘‘ اسی طرح سجدہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان توقف کرے اور اس شخص کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرے جو یہ کہتا ہے کہ اس صورت میں مقتدی امام سے پہلے بعض ارکان ادا کرلے گا اور کوئی رکن مقدم کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

جب لوگ امام کے وقفہ کو دیکھیں گے تو سمجھ لیں گے کہ امام ہمیشہ یہ وقفہ کرتا ہے اور دونوں سجدوں کے درمیان وقفہ امام کی عادت ہے اس لئے پھر وہ بھی ٹھہرا کریں گے اور امام سے پہلے سجدہ نہیں کریں گے۔ (غنیۃ ص ۸۶۹)

امام نماز سے قبل مقتدیوں کو تنبیہ کرے

امام کو چاہیئے کہ نماز شروع کرنے سے قبل مقتدیوں کو سمجھا دیا کرے کہ تم کسی رکن میں مجھ سے پہل نہ کرنا بلکہ مجھے رکن ادا کرنے دینا پھر تم میری اقتداء کرنا، اگر تم مجھ سے پہلے ارکان ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرو گے اور اپنی نمازیں بھی خراب کرو گے۔

امام کو چاہیئے کہ اپنے مقتدیوں کو نصیحت کرتا اور سمجھاتا رہے تاکہ وہ رکوع اور سجود اور دوسرے ارکان نماز میں جلد بازی سے کام نہ لیں اور نماز اچھی طرح ادا کریں کیونکہ امام ان کا نگہبان ہے، قیامت کے دن امام سے لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام کو چاہیئے کہ اپنی نماز بھی اچھی طرح ادا کرے اگر ان میں کوتاہی کرے گا تو جس طرح اس کے مقتدی کو گناہ کی سزا ملے گی اسی طرح امام کو بھی اس کی کوتاہی وغفلت کی وجہ سے ان لوگوں کی نمازیں خراب کرنے کی سزا دی جائے گی۔ (غنیۃ الطالبین ص ۸۷۱)

امام کا دل اور زبان سے نیت کرنا

امام کو چاہیئے کہ دل سے نیت کئے بغیر نہ نماز شروع کرے اور نہ تکبیر تحریمہ کہے اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لے تو زیادہ اچھا ہے، امام کو چاہیئے کہ پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کرائے اور مقتدیوں سے کہے کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے، ٹھیک کھڑے ہو جایئے اللہ تم سے راضی ہو، درمیان کے خلا کو پُر کرنے

کے لئے حکم دے کہ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جائیں، صفوں کی کجی سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے، شیطان لوگوں کے ساتھ صفوں میں گھس کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "صفیں جوڑ لیا کرو، شانے سے شانہ ملا لیا کرو اور درمیانی خلا کو پُر کر لیا کرو تا کہ بکری کے بچوں جیسے شیطان تمہارے درمیان گھس کر نہ کھڑے ہو جائیں۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپؐ تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں کے لوگوں کو شانے برابر رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ ہو ورنہ ان میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ حضور ﷺ نے ایک روز نماز کے وقت دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا تم کو اپنے مونڈھے برابر کر لینے چاہئیں ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔

بخاریؒ اور مسلمؒ کی متفق علیہ حدیث ہے کہ سالم بن جورؒ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں فرق پیدا کر دے گا۔ ایک اور حدیث میں حضرت قتادہؓ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھنا تکمیل نماز میں سے ہے۔ (یعنی نماز کی تکمیل کا ایک حصہ ہے)

صحابہ کرام کا معمول

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو محض صفیں سیدھی کرنے پر مقرر کر رکھا تھا جب تک وہ شخص صفوں کے ہموار ہونے کی اطلاع آپ کو نہیں دے دیتا تھا آپ تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بھی یہی معمول تھا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت بلالؓ (مؤذن رسول ﷺ) صفیں ہموار کراتے تھے اور ایڑیوں پر کوڑے مارتے تھے تا کہ لوگ ہموار کھڑے ہو جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

حضرت بلالؓ یہ خدمت رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اقامت کے وقت نماز شروع ہونے سے پہلے انجام دیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ کے بعد کسی امام کے لئے اذان نہیں دی۔ صرف ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں جب کہ آپ ملک شام سے واپس آئے تھے تو حضرت صدیق اکبر اور دوسرے صحابہؓ نے عہد نبوی کی یاد اور اشتیاق میں حضرت بلالؓ سے درخواست کی تھی تو آپ نے اذان دی تھی۔ اذان میں جب آپ ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه'' پر پہنچے تو رک گئے اور آگے کچھ کہہ نہ سکے۔ حضور ﷺ کی محبت اور آپ کے عشق میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مدینہ کے انصار و مہاجرین میں ایک کہرام پڑ گیا۔ یہاں تک کہ محبت رسول میں عورتیں بھی پردے سے باہر نکل آئیں۔

غرض اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت بلالؓ کا ایڑیوں پر درے مارنا رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں تھا۔ (غنیۃ ص ۸٦۹)

امام کی تقرری کا حق

سوال:۔ اگر کسی مسجد کے اکثر مقتدی اور اہل محلہ وممبران کمیٹی ایک پیش امام صاحب کو ان کی خدمات سے سبکدوش کر کے دوسرے امام کو ان کی جگہ تقرر کریں تو ایسی صورت میں اکثریت کی رائے کا احترام ضروری ہے یا اقلیت کی ہٹ دھرمی کو تسلیم کیا جائے؟

جواب:۔ اگر دونوں امام علم وفضل اور تقویٰ میں برابر ہیں قوم میں سے اہل صلاح کی اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۴ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۲۲)

فتاویٰ محمودیہ ج (۲) ص ۸۵ بحوالہ انتباہ ص ۱۴۱ میں ہے کہ ''امام مقرر کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے پھر اس کے خاندان والوں (اولاد وغیرہ کو) پھر اہل محلہ کو۔ لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے۔''

اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہیں اور اہل مسجد کسی لائق کو تو اہل مسجد کا حق راجح ہوگا۔'' (فتاویٰ قاضی خان ہندیہ ص ۳۴۸ جلد ۳)

کیا امامت میں وراثت ہے؟

سوال:۔خطیب صاحب نے اپنی زندگی میں بھائی کے ہوتے ہوئے اپنے بھتیجے کو اپنا نائب مقرر کیا۔پانچ سال بڑی دیانت داری کے ساتھ خدمت انجام دی اب خطیب صاحب کا انتقال ہو گیا کیا ان کی اولاد اپنا نائب مقرر کر سکتی ہے؟

(۲) امام صاحب نے بھائی کے ہوتے ہوئے بھتیجے کو مقرر کیا اور جماعت نے منظور کیا اب بھائی دعویدار ہے کیا اس کا دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔جس کو خطیب سابق نے اپنی زندگی میں امام مقرر کیا اور قوم اور جماعت نے اس کو منظور کیا وہی امام مقرر ہو گیا، کیونکہ درحقیقت امام کے تقرر کرنے کا حق مسجد کے بانی اور اس کے اولاد کے بعد قوم اور جماعت کو ہے لہٰذا جس کو قوم نے امام تسلیم کر لیا وہ امام ہو گیا۔

اب کسی کا دعویٰ صحیح نہ ہو گا نہ اولاد نہ بھائی کا کیونکہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۹۵ بحوالہ ردالمختار جلد اول باب الاذان ص ۳۷۲)

امامت میں وراثت نہیں ہے بلکہ امام مقرر کرنے کا حق اول بانی مسجد کو ہے اور پھر اس کی اولاد و اقارب کو اس کے بعد نمازیوں اور اہل محلہ کو ہے کہ امام مقرر کریں بلکہ اگر بانی مسجد نے کسی کو امام بنایا اور وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کر دیا تو وہی امام مقرر ہو گا جس کو نمازیوں نے مقرر کیا ہے۔

ردالمختار جلد۳ ص ۳۷۵ میں ہے کہ امام سابق بدعتی ہو گیا اور مسجد کے نمازی اس سے خوش نہیں ہے اس کی خرابی کے سبب تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر مسائل نماز سے واقف شخص کو امام مقرر کرنا چاہیئے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۸۵)

امام کی تقرری میں اگر اختلاف ہو جائے

سوال:۔محلے کی مسجد میں دو شخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کردہ امام رہے گا اور جماعت کے زیادہ افراد کہتے ہیں کہ ہم جو امام مقرر کریں گے وہ رہے گا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔جس کو جماعت کے زیادہ افراد امام مقرر کریں وہی امام رہے گا۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۹۷ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۲۲ باب الامامت)

اگر اہل مسجد کسی کو امام مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ امام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہوگا اور اگر دونوں فریق کے امام لائق ہوں تو بڑے فریق کا امام راجح ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد اول ص ۸۸)

کیا عدالت امام مقرر کر سکتی ہے؟

سوال:۔ کیا عدالت کو کوئی حق شرعی حاصل ہے کہ قوم کا ایسا امام زبردستی مقرر کرے کہ قوم اس کو امام بنانے پر رضا مند نہیں؟

جواب:۔ عدالت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کا نفع و نقصان قوم کو ہے لہذا بلا رضا مندی قوم کے ان کے لئے عدالت کوئی امام مقرر نہ کرے اور عدالت کو اس میں کچھ حق نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۹۵ بحوالہ ردالمختار ص ۵۲۳ باب الامامت)

امامت کا دعویٰ اور مقتدیوں کا انکار

سوال:۔ ایک خانقاہ کا سجادہ بحیثیت سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثاء جو کہ اس کے اہل برادری اور مقتدی ہیں اس کی امامت منظور نہ کریں تو دعوائے امامت درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کتب فقہ میں ہے کہ بانی مسجد اور واقف کو زیادہ حق ہے امام کے تقرر وغیرہ کرنے میں اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی اولاد و اقارب حقدار ہیں اس کے بعد اہل محلہ و اہل مسجد جس کو امام مقرر کریں وہ امام ہوتا ہے پس خانقاہ کا سجادہ نشین اگر واقف اولاد میں سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے امام وغیرہ مقرر کرنے کا لیکن دیگر اہل قرابت واقف کو بھی یہ حق ہے۔ سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔

اگر امام مقرر کرنے کی گنجائش نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ کسی شہر میں مساجد زیادہ ہوں اور نمازی کم اور ہر ایک مسجد میں امام مقرر کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔ اگر قریب محلہ والے مل کر ایک مسجد میں امام مقرر کرلیں اور دیگر مساجد چھوڑ کر ایک مسجد میں باجماعت امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ بہتر یہ ہے کہ حتی الوسع جہاں تک ہوسکے سب مسجدوں کو آباد کریں اور تھوڑے تھوڑے نمازی سب مسجدوں میں نماز پڑھیں۔ بحالت مجبوری جیسا موقع ہو کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۶۷ بحوالہ ردالمختار باب احکام المسجد جلد اول ص ۲۱۷)

امام کے فرائض منصبی

امام اپنے منصب کے لحاظ سے صرف نماز پڑھانے کا ذمہ دار ہے البتہ اگر اس سے وعظ یا طلباء کو تعلیم وغیرہ دینے کی شرائط کر لی جائیں اور وہ منظور کر لے تو پھر اس کی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوگی۔ یہ ضروری ہے کہ امام سے ایسے کاموں کے لئے شرائط نہ کی جائیں جو اس کی حیثیت امامت اور وقت کے خلاف ہوں۔ (کفایت المفتی جلد۳ص ۴۶)

اگر امامت اور پانی گرم کرنے پر وہ ملازم ہے اور اس کی اجرت میں محلہ سے روٹیاں لانا بھی ہے تو اس سے اس کی امامت میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ اگر محلہ سے روٹیاں لانا اجرت میں نہیں بلکہ ویسے ہی مانگ کر لاتا ہے اور باوجود کسی مشروع طریق پر کمانے کی قدرت کے اس مانگنے کو پیشہ بنا رکھا ہے تو یہ پیشہ ناجائز ہے ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جب کہ کوئی دوسرا آدمی امامت کا اہل موجود ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۷ص ۶۸)

اگر امام مقرر کرتے وقت سب نے امام کے ذمہ جھاڑ دینا اور حمام میں پانی بھرنے کی شرط قرار دی ہے تو امامت کی طرح یہ بھی امام کے ذمہ ضروری ہوگا۔ اگر تقرر صرف امامت پر رہو ہے تو یہ امام کے ذمہ ضروری نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۷ص ۶۸)

پیش امام کا رتبہ

پیش امام کی عزت وتوقیر کرنی چاہیئے۔ اس کی بے عزتی اور توہین اور ہتک کرنی گناہ ہے۔ (کفایت المفتی جلد۳ص ۹۲)

کیا امام اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے؟

(۱) اگر مسجد کی کوئی کمیٹی ہے تو وہ امام یا نائب امام مقرر کرنے کی مستحق ہے لیکن اگر کمیٹی نہیں ہے تو مسجد کے نمازیوں کی جماعت کا حق ہے۔

(۲) نائب امام وہی ہوگا جس کو مسجد کی کمیٹی یا نمازیوں کی کثرت رائے سے مقرر کیا گیا ہو۔ تنہا امام کو اس کا اختیار نہیں۔ خصوصا جب کہ امام خود بھی امامت کا تنخواہ دار ملازم ہو۔ (کفایت المفتی جلد۳ ص۸۳)

امام کے عزل ونصب کا حق

فقہاء نے لکھا ہے کہ امام کو رکھنے یا معزول کرنے کا حق بانی مسجد کی اولاد کو ہے۔
اگر متولی واقف کی جانب سے شرائط کے ساتھ ہے تو وہ بھی قائم مقام ہے اور اگر نمازیوں کی اکثریت کسی نیک صالح شخص کو امام مقرر کرے تو امام مقرر ہو جائے گا۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص۸۷، بحوالہ رد المختار کتاب الوقف جلد اول ص۵۷۳)

ائمہ مساجد کی تنخواہ اور شرعی ذمہ داریاں

سوال:۔ امام مسجد سے امامت کے علاوہ جھاڑو دلانا، نالیاں صاف کرانا، اذان دینا اور اس کے علاوہ اور چھوٹے موٹے کام لیے جاتے ہیں اور تنخواہ صرف امامت کی دی جاتی ہے کیا اتنی قلیل تنخواہ کے عوض اتنے سارے کام لینا جائز ہیں؟ شرعاً امام کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ ائمہ مساجد کی تنخواہ کیا ہونی چاہیئے؟ تنخواہ کا معیار کم دینے پر متولی اور اہل محلہ گنہگار ہونگے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:۔ حدیث شریف میں ہے "مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۵۸)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز جن تین آدمیوں کے خلاف دعویٰ ہوگا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی کو مزدور رکھے اور اس سے پورا کام لے لے مگر مزدوری پوری نہ دے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۲۵۸)

مزدوری پوری نہ دینے کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کی مزدوری مارے اور پوری نہ دے بلکہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ جتنی اجرت اس کام کی ملنی چاہیئے اتنی نہ دے اور اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے کہ کم سے کم اجرت پر کام لے لے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ

نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مسجد کے متولی اور مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے کہ خادمان مساجد اور مدارس کو ان کی حاجت کے مطابق اور ان کی علمی قابلیت اور تقویٰ وصلاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ ومشاہرہ (تنخواہ) دیتے رہیں، باوجود گنجائش کے کم دینا بری بات ہے اور متولی خدا کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔ (درمختار والشامی جلد۳ ص ۳۸۹، ج۲ ص ۷۸)

صرف امامت کی تنخواہ دے کر امام پر اذان کی ذمہ داری ڈالنا ان سے جھاڑو دینے اور نالیاں صاف کرنے وغیرہ امور کی خدمات لینا ظلم شدید اور توہین ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: حاملین قرآن (حفاظ وقراء علمائے کرام) کی تعظیم کرو۔ بے شک جس نے ان کی تکریم کی اس نے میری تکریم کی۔ (الجامع الصغیر للامام الحافظ السیوطی جلد اول ص ۱۴۵)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: حاملین قرآن اسلام کے علمبردار ہیں اور اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے ہیں جس نے ان کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے ان کی تذلیل کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۵۵)

تنخواہ معقول نہ ہونے کیوجہ سے امام اور مؤذن کے لئے (مسجد میں چندہ) کیا جائے اور مصلی حضرات بخوشی چندہ دیں اور تنخواہ کی کمی کو پورا کیا جائے لیکن چندہ جبراً نہ وصول کیا جائے اگر اس طرح امام ومؤذن کی امداد نہ کی گئی تو ان کا گزارہ کیسے ہوگا؟ اور وہ کس طرح رہ سکیں گے؟ بہتر تو یہی ہے کہ تنخواہ معقول دی جائے اور چندہ کی رسم کو ختم کیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۴۲۷)

امامت کی اجرت

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ امام مسجد نہ اجیر ہے اور نہ نوکر کیونکہ اس کو مال وقف سے تنخواہ ملتی ہے اور عمر کہتا ہے کہ امام اجیر اور نوکر ہے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب:۔ جو امام امامت کی تنخواہ لیتا ہے اس کے اجیر ہونے میں کیا تامل ہے؟ امامت پر اجرت لینا فقہاء نے جائز لکھا ہے اور وقف مال سے تنخواہ ملنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ اجرت نہ ہو اور تنخواہ دار اجیر نہ ہو۔ کیا اگر وقف کی تعمیر کے لئے مال وقف سے عاملین تعمیر مقرر کئے جائیں تو وہ اجیر نہ ہوں گے۔ قول عمر اس میں صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۸۷)

امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ ردالمختار جلد اول ص ۳۷۴ کتاب شروط الصلوٰۃ میں ہے۔ تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۳۲۰)

کیا امام کو چھٹی کا حق حاصل ہے؟

سوال:۔ اگر کوئی امام امامت کی تنخواہ پانے کے باوجود کبھی کبھی غیر حاضر ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ شامی جلد ۳ کتاب الوقف میں ہے کہ امام کو اپنی ضروریات یا راحت کے لئے ایک ہفتہ یا اس کے قریب یعنی پندرہ دن سے کم تک عادۃً غیر حاضری عرفاً شرعاً جائز ہے۔ پھر آگے تصریح کی ہے کہ سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ غیر حاضر ہو تو معاف ہے پس صورت مسئولہ کا حکم بھی اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ کبھی کبھی غیر حاضری امام کی معاف ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۸۴ بحوالہ ردالمختار کتاب الوقف جلد ۳ ص ۵۶۴)

کیا غیر حاضری کے زمانے کی تنخواہ لے سکتا ہے؟

سوال:۔ کسی عذر یا بلا عذر نصف ماہ سے کم اگر امام صاحب امامت کا کام انجام نہ دیں تو وہ تنخواہ پورے ماہ کی پانے کے مستحق شرعاً ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ حاصل جواب یہ ہے کہ "المعروف کالمشروط" پس جس قدر غیبت (غیر حاضری) معروف ہو اس کی تنخواہ لینا درست ہے اور امامت بھی درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۸۹ بحوالہ ردالمختار کتاب الوقف جلد ۳ ص ۴۴۷)

ایسا کرنا (یعنی تنخواہ کاٹنا) جائز نہیں ہے اور یہ امر خلاف عرف و شرع ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۳۷۴ بحوالہ ردالمختار کتاب الوقف جلد ۳ ص ۵۲۵)

امام کی غیر حاضری کا حکم

سوال:۔ کسی شخص کے کام کی وجہ سے امام پانچ سات مرتبہ ہفتہ میں غیر حاضر رہا اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب:۔ بہتر یہ ہے مقتدیوں کی رضامندی سے ایسا کرے۔ مقتدیوں کی رضامندی کے

بغیر ایسا کرنا اچھا نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۱۳۳)

امام کے احاطہ مسجد میں رہنے کا حکم

احاطہ مسجد میں امام ومؤذن کے لئے کمرہ بنا ہو تو اس میں امام ومؤذن کا رہنا درست ہے لیکن بال بچوں کے ساتھ رہنے میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے۔ استنجے کی جگہ الگ نہیں ہوتی اور بچوں کے شور وشغب کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف اور حرج بھی ہوگا اس لئے ممنوع ہوگا۔ اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۶ ص ۹۵)

کیا امام احاطہ مسجد میں اپنا کام کرسکتا ہے؟

اگر کمرہ کا دروازہ مسجد کے اس حصے میں نہ کھلتا ہو جو نماز کے لئے مخصوص ہوتا ہے یعنی خرید وفروخت کرنے والوں کو مسجد میں نہ گزرنا پڑے تو امام کو ایسا کام کرنا مباح ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص ۱۴۳)

مسجد یعنی اس حصہ میں جو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خرید وفروخت کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو یا احترام مسجد کی منافی ہو جائز نہیں ہے۔ باقی مسجد کے احاطہ میں دوسرے حصے جو نماز کے لئے استعمال نہیں کئے جاتے ان میں خرید وفروخت جائز ہے مگر متولی کی اجازت سے ہونا چاہیئے۔ (کفایت المفتی جلد۳ ص ۱۶۷)

کیا امام چوبیس گھنٹے کا پابند ہے؟

سوال:۔ امام ومؤذن کو مقید کر دینا کہ چوبیس گھنٹے آپ کو مسجد میں حاضری دینا ہوگی یہ حکم کس حد تک جائز ہے؟

جواب:۔ امام یا مؤذن کا متولی سے معاہدہ ہو تو اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا اگر معاہدہ نہیں ہے تو ایسی پابندی ظلم وزیادتی ہے اور ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۶۲)

ایک وقت میں دو جگہ امامت

جب ایک شخص کو معاوضہ مقرر کر کے ایک مسجد کی امامت کے لئے رکھا ہو تو اس

مسجد کی امامت اس کے ذمہ ضروری ہے۔ اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں امامت کے لئے جانا ناجائز ہے۔ اگر اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں امامت کرے گا تو وہ اس معاوضہ کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر امام مذکورہ ایک ہی نماز دو مرتبہ دو مسجدوں میں پڑھاتا ہے تو دوسری نماز درست نہیں ہوگی۔ دوسری مسجد کے مقتدیوں کی فرض نماز اس طرح ساقط نہیں ہوگی بلکہ ان کے ذمہ بدستور اس کی ادائیگی باقی رہے گی۔

چونکہ امام کی اول مرتبہ فرض ادا ہوگی دوسری مرتبہ امام کی نفل نماز ہوگی اور مقتدیوں کی فرض اور یہ جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۷۹)

ایک امام کا دو جگہ امامت کرنا

سوال:۔ جو امام تین وقت کی نماز ایک مسجد میں پڑھائے اور دو وقت کی دوسری مسجد میں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کوئی وجہ ممانعت کی اس میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۶۹)

ایک مسجد میں دو اماموں کی امامت

اگر دو امام اس لئے ہوں کہ ایک امام چند لوگوں کو نماز پڑھائے اور دوسرا امام وہی نماز دوسرے لوگوں کو پڑھائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر منشا یہ ہے کہ دو امام رکھ لئے جائیں کبھی ایک پڑھائیں اور کبھی بضرورت دوسرا تو گنجائش ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۳۶۹ بحوالہ عالمگیری باب فی الاذان جلد اول ص ۵۱)

کیا ایک شخص امامت و اذان انجام دے سکتا ہے؟

سوال:۔ اذان و امامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایک ہی شخص اذان کہے اور امامت کرے، یہ شریعت میں درست ہے اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۹۵ بحوالہ رد المحتار باب الاذان جلد اول ص ۳۷۲)

☆☆

امام متوفی کے یتیم بچوں کی امداد

سوال :۔امام صاحب کا انتقال ہوگیا چند بچے چھوڑے ،اب جو وظیفہ ان کے باپ کو بیت المال سے یا اہل محلہ کی جانب سے ملتا تھا اس وظیفے کے شرعاً حق دار اس کے یتیم بچے ہیں یانہیں؟

جواب:۔ بیت المال کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے ان بچوں کی ان کے باپ کے وظیفہ سے امداد کی جائے اور اہل محلہ اپنے چندہ سے جو کچھ امام مرحوم کو دیتے تھے ان یتیم بچوں کو بھی دیں اور بقدر ضرورت ان کی مدد کریں اور ہر طرح دیکھ بھال رکھیں۔ اگر چہ ان کو جدید امام کی بھی ضرورت ہوگی اور اس کی تنخواہ کا غالباً انتظام کرنا ہوگا اور اگر کوئی امام بلا تنخواہ نہ ملے تب بھی یتیم بچوں کی امداد کو وہ اپنے اوپر لازم اور ضروری سمجھیں اور ثواب اخروی حاصل کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص۲۷۳ بحوالہ مشکوۃ باب الشفقہ ص۴۲۳)

کیا امامت میں ذات کا لحاظ ہے؟

امامت کے لئے ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں، افضلیت کا لحاظ ہے۔اور یہ کہ جماعت میں کمی نہ آئے اور نمازی منتشر نہ ہوں۔

پس نمازیوں میں جو افضل ہو وہ امامت کا حق دار ہے تاکہ نماز صحیح اور کامل ادا ہو جائے اور مقتدی زیادہ سے زیادہ شریک ہوں پس کسی ایسی قوم کا آدمی جس کو لوگ ذلیل اور رذیل سمجھتے ہیں اگر علم وتقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور اس بناء پر لوگ اس کا ادب کرتے ہیں تو بلا شبہ اس کے پیچھے نماز درست ہے کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں، البتہ اگر اس کے افعال ایسے ہیں جن کی بناء پر وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور بے وقعت ہے تو اس بناء پر اس کو امام بنانا مکروہ ہے کہ لوگ جب اس کی عزت اور وقعت نہیں کرتے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی پسند نہ کریں گے اور جماعت میں کمی ہو جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۸۳ میں ہے ''افضل کو امام بنانے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگ اس کو پسند کر کے شرکت کریں گے اور جماعت بڑھے گی۔''

امام افضل وہ ہے جو شرعی احکام سے سب سے زیادہ واقف ہے، قرآن مجید تجوید اور صحت کے ساتھ پڑھتا ہو، پرہیز گار ہو، صحیح العقیدہ اور اعلیٰ حسب والا ہو، حسین وجمیل اور معمر ہو، نسبی شرافت، خوش اخلاق اور پاکیزہ لباس والا امامت کا زیادہ حق دار ہے کہ لوگ رغبت سے اس کی اقتداء کریں اور جماعت بڑی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری نمازیں عنداللہ مقبول ہوں تو چاہیئے کہ علماء اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ نیک ہو، وہ تمہاری امامت کرے۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں۔ (شرح نقایہ جلد اول ص ۸۶)

لہٰذا امام کو افضل بنایا جائے اور اس سے ایسا کوئی کام نہ لیا جائے جس سے لوگ اسے حقیر سمجھیں، ہاں اگر کسی جگہ افضل امام نہ ہو بلکہ فاسق ہو تو جماعت نہ چھوڑے جماعت کی فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر تنہا نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔" (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۲۸)

جس کا ایک بازو کٹا ہوا ہو اس کی امامت

سوال:۔ جس شخص کا ایک بازو نہ ہو اور وہ نابینا بھی ہو، اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے لیکن دوسرا امام جو بینا ہو اور اس کے دونوں ہاتھ پیر صحیح وسالم ہوں اور مسائل نماز سے واقف ہو اور نیک شخص ہوں بہتر ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۶۵ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۲۳ باب الامامت)

چھوٹے ہاتھ والے کی امامت

سوال:۔ میرا داہنا ہاتھ کان کی لو تک نہیں جاتا ایسی حالت میں میری امامت (نماز پنجگانہ وجمعہ وغیرہ میں) جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں سائل کی امامت نماز پنجگانہ وجمعہ میں بلا کراہت جائز ہے کوئی وجہ کراہت، امامت کی نہیں ہے کیونکہ فقہاءؒ نے جو لکھا ہے کہ انگوٹھوں کو تحریمہ کے وقت کانوں کی لو سے لگا دے تو وہ اصل محاذات حاصل کرنے کے لئے ہے جیسا کہ تحقیق فقہاء اور

روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

پس اگر عذر کیوجہ سے کان کی لو کا چھونا نہ ہو سکے اور انگوٹھوں کی کانوں سے محاذات حاصل ہو جائے تو یہ سنت ادا ہو جائے گی، حنفیہ کے نزدیک انگوٹھوں کو کانوں کے محاذی (مقابل) کردے، پس اگر کسی عذر کی وجہ سے، ہاتھ کانوں کی لو تک نہ پہنچے اور محاذات حاصل ہو جائے تو یہ سنت ادا ہو جائیگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۲۰۲ بحوالہ ہدایہ جلد اول ص ۹۴)

ہاتھ کٹے ہوئے شخص کی امامت

سوال:۔(۱) مقطوع الید (ہاتھ کٹے ہوئے شخص) کی امامت کا کیا حکم ہے؟ (۲) عرصہ دراز تک اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں بعد میں کچھ خودغرض لوگ کسی وجہ سے مقطوع الید ہونے کا الزام دے کر خود بھی نماز نہیں پڑھتے اور دوسروں کو بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو منع کرتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب:۔(۱) اگر وہ شخص طہارت اور پاکی ٹھیک طور پر کرلیتا ہے اور اس کا اہتمام رکھتا ہے تو اس کی امامت شرعاً درست ہے ورنہ مکروہ ہے صحیح اور سالم کی امامت بہرحال اولیٰ ہے۔

(۲) اختلاف سے بچنا چاہیے اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کوئی شرعی عذر مانع ہو تو اتفاق کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرلیا جائے، محض خودغرضی کی بناء پر اختلاف پیدا کر گناہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۳ ص ۱۰۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۸۷)

جس کی ٹانگیں کٹی ہوئی ہوں اس کی امامت

سوال:۔ ایک شخص کی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک کٹی ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے رکوع وجلسہ کما حقہ ادا نہیں ہوتا البتہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے نماز روزہ کا پابند ہے اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں ہے؟

جواب:۔ نماز اس کے پیچھے صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسرا امام مقرر کیا جائے جس کے ہاتھ پیر صحیح وسالم ہوں اور وہ عالم وصالح متصف بصفات امامت ہو۔

(ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۵) میں ہے مقطوع الرجلین (پیر کٹے ہوئے) کی

امامت بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے اگر چہ اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ دوسرا امام مقرر کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۳۰۸)

جو سجدہ پر قدرت نہ رکھتا ہو اس کی امامت

سوال:۔ جو شخص سجدہ سے عاجز ہو اور باقی تمام ارکان رکوع اور قومہ وغیرہ بخوبی ادا کرتا ہو اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس کے پیچھے نماز، ان لوگوں کی جو سجدہ کر سکتے ہیں صحیح نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۱۵۷)

کانے، لولے، چغل خور اور کوڑھی کی امامت

ایک چشم (کانے) کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہے اور اندھا اگر نجاست سے نہ بچتا ہو اور غیر محتاط ہو اور سب سے بڑا عالم نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

جذامی کوڑھی، لولے اور چغل خور کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور جس کی مستورات پردہ نہ کرتی ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرے اور نہ ان کی بے پردگی سے راضی ہو تو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے اور اگر وہ اپنے گھر والوں کو بے پردہ پھرنے سے منع کرے اور اس کو برا سمجھے تو پھر اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے، اور جھوٹ بولنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۱۹۵ بحوالہ رد المختار (۱) ص ۵۲۳)

برص والے کی امامت

سوال:۔ ایک امام صاحب دینیات پڑھے ہوئے ہیں بعض حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی اس لئے چھوڑ دی ہے کہ ان کے بدن پر چند دانے برص کے ہیں، جن کا وہ علاج کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟

جواب:۔ ان امام صاحب کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے کیونکہ فقہاء نے اس حالت میں برص والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ بکراہت تنزیہی لکھا ہے جبکہ برص اس کا ظاہر و

باہر ہو یعنی زیادہ نشانات برص کے ہوں جس کی وجہ سے مقتدیوں کو تنفر ہو، اور اگر برص ظاہر نہ ہو اور نہ مقتدیوں کو تنفر ہو تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۲۵۶ بحوالہ باب الامامت، ردالمحتار جلد اول ص ۵۲۵)

مبروص (برص والے) کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، البتہ برص اس حد تک ظاہر ہو جائے کہ مقتدیوں کو نفرت اور کراہت پیدا ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے، حوض میں وضو کر سکتا ہے کیونکہ برص میں ظاہری طور پر کوئی نجاست نہیں ہوتی، صرف جلد پر دھبے ہوتے ہیں اور مسجد کے برتن بھی وضو کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ص ۸۶ جلد ۳)

بیٹھ کر پڑھانے والے کی امامت

کھڑے ہونے والے کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے درست ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے (مرض الوفات میں) بیٹھ کر امامت فرمائی ہے۔

پس اگر امام اس قدر معذور ہو کہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو اسکو بیٹھ کر نماز پڑھانا درست ہے اور اس کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کی نماز درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۲۱۶ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۵۱)

گنجے کی امامت

سوال:۔ گنجے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور گنجے کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

جواب:۔ گنجے کے پیچھے نماز جائز ہے جبکہ وہ اچھا ہو گیا ہو اور زخم اس کے سر پر نہیں رہا تو اس پیچھے بلا کراہت درست ہے۔

گنجے کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۳۰۱)

نابینا کی امامت کا حکم

فقہائے کرام نے ایسے نابینا کی امامت جو غیر محتاط ہو اور نجاست سے نہ بچتا ہو، مکروہ تنزیہی قرار دی ہے لیکن یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ غیر محتاط کے ساتھ خاص ہے لہذا جو نابینا

محتاط ہو اور نجاست سے بچنے کا پورا اہتمام کرتا ہو اور پاک وصاف رہتا ہو اس کی امامت کو بلا کراہت جائز لکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک میں تشریف لے جانے کے موقع پر حضرت عبداللہ بن ام کلثومؓ کو جو نابینا تھے مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کے لئے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمیرؓ باوجود نابینا ہونے کے بنی حطمہ کے امام تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں بنی حطمہ کا امام تھا۔ حالانکہ میں نابینا تھا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۶۳)

نابینا کی اقتداء مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر یہ امام سب سے افضل ہو اور مسائل سے زیادہ واقف ہو تو کوئی کراہت نہیں، بلکہ اس کو امام بنانا افضل ہے (احسن الفتاویٰ جلد۳ص ۲۶۰)

صاحب ہدایہ نے نابینا کی امامت، مکروہ ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں ایک یہ کہ وہ نجاست سے نہ بچتا ہو، دوسرے یہ کہ لوگوں کو اس کی امامت سے تنفر ہو، پس اگر یہ دونوں وجہیں نہ ہوں تو امامت نابینا کی بلا کراہت درست ہے، عبداللہ بن ام مکتوم اور عتبانؓ کو رسول اللہ ﷺ نے امام مقرر فرمایا تھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۱۳۷)

داڑھی کٹانے والے کی امامت

سوال:۔ داڑھی کٹانے یا مونڈانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ داڑھی ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، بلکہ یہ دوسرے گناہوں سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ اسکے علانیہ ہونے کی وجہ سے اس میں دین اسلام کی کھلی توہین ہے اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے بغاوت کا اظہار واعلان ہے، اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فیصلہ تحریر فرمایا کہ جو شخص رمضان میں اعلانیہ کھائے پیئے، وہ واجب القتل ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر شریعت کی مخالفت کر رہا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: ''میری امت لائق عفو ہے مگر اعلانیہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے گناہ کسی خاص وقت میں ہوتے ہیں، مگر داڑھی کٹانے کا گناہ ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے، سو رہا ہو تو بھی گناہ ساتھ ہے حتیٰ کہ نماز وغیرہ میں مشغول

ہونے کی حالت میں بھی اس گناہ میں مبتلا ہے، قوم لوط کو عذاب دینے کی ایک وجہ داڑھی کٹانا بھی تھا۔ (درمنثور)

غرض داڑھی کٹانے یا منڈانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا جبراً امام بن گیا یا مسجد کی منتظمہ نے بنادیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کرے، اگر نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ فاسق کے پیچھے ہی نماز پڑھ لے، کہ اس کا وبال وعذاب مسجد کے منتظمین پر ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۶۰)

اگر دوسرا امام اس سے بہتر مل سکتا ہے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ ایک مشت داڑھی رکھنے کے لئے اس سے کہا جائے اگر وہ داڑھی بڑھا لے تو ٹھیک ہے۔
(کفایت المفتی جلد۳ ص ۸۷)

امداد المفتین میں داڑھی منڈانے یا کٹوانے والے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ واجب الاہانت ہے، اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لئے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (امداد المفتین جلد اول ص ۲۶۱ بحوالہ شامی جلد اول ص ۲۷۶ باب الامامت)

داڑھی منڈانے والے کی امامت مکروہ ہے ہاں سب مقتدی داڑھی منڈے ہوں تو داڑھی منڈانے والا امام بن جائے۔ (کفایت المفتی جلد۳ ص ۵۷)

داڑھی کٹوانے سے تائب کی امامت

سوال:۔ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے، اس نے سچے دل سے توبہ کرلی ہے اور اس نے داڑھی رکھنے کا عزم کرلیا ہے، کیا اس حالت میں جبکہ وہ توبہ کرچکا ہے مگر داڑھی نہیں ہے اور نہ جلدی داڑھی اگانا اس کی بس کی بات ہے آیا اس کے امام بننے میں کراہت ہوگی؟

جواب:۔ توبہ کے باوجود ایسے شخص کی امامت دووجہ سے مکروہ ہے، ایک یہ اس پر ابھی تک اثر صلاح نمایاں نہیں ہوا، یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آئندہ کبیرہ سے احتراز کا اہتمام کرے گا یا نہیں؟ دوسری وجہ یہ کہ جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہوگا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ

فاسق نماز پڑھا رہا ہے۔(احسن الفتاویٰ جلد۳ص ۲۶۳)
اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔البتہ اگر وہ خود امام بن کر نماز پڑھادے تو نماز ہو جائیگی، گو وہ ثواب نہ ملے جو متقی امام کے پیچھے پڑھنے سے ملتا ہے۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۷ص ۴۳)

بواسیر میں مبتلا کی امامت

سوال:۔ایک شخص کو خونی بواسیر کا مرض ہے اور ہر وقت اس کے جاری رہنے کا خوف رہتا ہے۔ایسے شخص کی امامت باوجود تندرست امام کے درست ہے یا نہیں؟
جواب:۔خون جاری ہونے کے خوف سے وہ شخص معذور شرعاً نہیں ہو سکتا،شرعاً معذور اس وقت ہوتا ہے کہ اس کو تمام وقت نماز میں اتنا موقع نہ ملے کہ وہ وضو کر کے بغیر اس مرض کے نماز پڑھ سکے، جب کہ وہ ابھی معذور نہیں ہوا، امامت اس کی درست ہے، کچھ کراہت اس کی اس وجہ سے امامت میں نہیں ہے۔
جس وقت وہ معذور ہوگا اس وقت وہ امام تندرستوں کا نہیں ہو سکتا، اس وقت اس کی امامت عذر کی وجہ سے بالکل ناجائز ہوگی۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ص ۱۰۳ بحوالہ شامی جلد اول ص ۲۰۳ و (۱) ص ۳۸۹)

سلسل البول کے شک میں مبتلا کی امامت

سوال:۔سلسل البول تو نہیں ہے مگر عضو دبانے سے پیشاب کا قطرہ نکل آتا ہے، اور بعض وقت ایسا خیال ہوتا ہے کہ پیشاب کے قطرے نے اپنی جگہ سے خروج کیا مگر دیکھنے سے ظاہر نہیں ہوتا، ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟
جواب:۔جس حالت میں خروج قطرہ نہ ہو، امام ہو سکتا ہے، وہم اور شک کا اعتبار نہیں۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ص ۱۰۵ بحوالہ الاشباہ والنظائر ص ۷۵)

رعشہ والے کی امامت

جس کے ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ص ۱۰۴)

کمزور نگاہ والے کی امامت

سوال:۔ایک صاحب چالیس سال سے امامت کرتے ہیں لیکن اب تین چار سال سے ان کی نظر میں فرق آگیا ہے لیکن پاکی وناپاکی کو خود دیکھ سکتے ہیں۔لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز مکروہ ہوتی ہے صحیح کیا ہے؟

جواب:۔صورت مذکورہ میں امام مذکور کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص۱۹۴)

حجام کی امامت

حجام (بال کاٹنے والا) اگر نماز کے مسائل سے واقف ہواور دیندار ہوتو امام بن سکتا ہے لیکن اگر وہ لوگوں کی داڑھی مونڈتا ہوتو فاسق ہوگا،اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی اوراگر وہ جاہل ہواور دیندار بھی نہ ہواور حجامت کا پیشہ کرتا ہوتو اس کو نماز نہیں پڑھانا چاہیئے لیکن اگر امام کی غیر موجودگی میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہوتو مجبوراً اس وقت اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے اس لئے کہ جماعت کی اہمیت اورتاکید بہت زیادہ ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص۳۵۷)

ہکلے کی امامت

سوال:۔احقر امام مسجد ہے،کچھ مدت سے میری زبان میں لکنت آگئی ہے اوروہ بھی صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کے الف لام پر،جب سورۃ فاتحہ شروع کرتا ہوں تو آ آ آ ہوکر ہمزہ کی تکرار ہو جاتی ہے اور کچھ دیر بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا تلفظ ہوتا ہے اس کے بعد باقی تلاوت صاف ہوتی ہے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔اس بارے میں زیادہ بہتر بات یہی ہے کہ آپ کی امامت میں نماز صحیح نہ ہوگی اورقابل اعادہ ہوگی اورالفاظ آ آ آ قبیح اور لحن جلی ہے۔آپ نماز پڑھانے کی جرأت نہ فرمائیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص۳۵۲ بحوالہ شامی جلد اول ص۵۴۴)

اس مسئلہ کی تفصیل کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں اس طرح ہے۔

صحت امامت کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ امام کی زبان (تلفظ) ٹھیک ہو، ایک حرف کے بجائے کوئی اورحرف نہ ادا ہو جاتا ہو۔ مثلاً (ر) کے بجائے (غ)، (س) کے (ت)، (ذ) کے بجائے (ز)، یا (ش) کی جگہ (س) وغیرہ حروف ہجا کی آواز نکلے۔ اسی وجہ سے ایسے شخص کو ''الثغ'' کہتے ہیں۔ کیونکہ الثغ کے لغوی معنی زبان کا ایک حرف سے دوسرے حرف کی جانب مڑ جانا یا ایسی ہی کیفیت کا لاحق ہونا ہے۔

ایسے شخص پر واجب ہے کہ اپنے الفاظ کو درست کرے اور جہاں تک ہو سکے حرف کی تلفظ کو صحیح طور پر ادا کرنے کی کوشش کرے اگر پھر بھی قاصر رہے تو اس کے لئے اپنے ہی جیسوں کے علاوہ دوسروں کا امام بننا درست نہیں ہے۔ اگر کسی میں یہ خامی ہے اور اس نے اپنی زبان کی اصلاح کی کوشش نہ کی تو اس کی نماز بھی سرے سے باطل ہوگی، امام بننے کا تو ذکر ہی کیا؟

اس مسئلے میں ''ہکلے'' کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہی حکم اس شخص کا ہے جو غلط طریقے سے ایک حرف کو دوسرے حرف میں مدغم کر دیتا ہو مثلاً (س) کو (ت) سے بدل کر (س) کے بعد جو حرف (ب) ہے اس میں ملا دے، جیسے لفظ ''مستقیم'' کو صحیح طور پر ادا کرنے کے بجائے ''متقیم'' کہے۔ ایسے نمازی کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنی زبان کی اصلاح میں کوشاں ہو۔ اگر (اصلاح میں) ناکامی ہو تو اس کے لئے اپنے جیسوں کا امام بننا صحیح ہوگا، اگر (اصلاح کی کوشش میں) کوتاہی کی، تو اس کی نماز بھی باطل اور امام بننا بھی باطل۔

ایک اور خامی ہے جسے (فافا) کہتے ہیں، یعنی بولنے میں بار بار حرف (ف) کی آواز نکلے یا ''تمتام'' ہو یعنی بار بار (ت) کا تلفظ کرنا، تو ایسے شخص کی امامت کا وہی حکم ہے جو ہکلے کا ہے یعنی اس جیسے شخص کا مذکورہ بالا شرائط نہ ہونے پر امام بننا مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۶۵۸)

جھکی کمر والے کی امامت

صحت امامت کے لئے شرط ہے کہ امام کی کمر اتنی نہ جھکی ہوئی ہو جتنی رکوع کی

حالت میں ہوتی ہے، اگر امام کی کمر اتنی جھکی ہوئی ہو کہ وہ رکوع میں معلوم ہو تو پھر تندرست آدمی کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

ہاں امام اور مقتدی دونوں ایسے ہی ہوں تو پھر اس کی امامت درست ہے۔

(کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۷۳)

توتلے کی امامت

سوال:۔ ایک توتلا آدمی بے پڑھے لکھے مقتدیوں کو نماز پڑھا رہا تھا ایک رکعت کے بعد ایک عالم صاحب نماز کے لئے آئے وہ جماعت میں شریک ہوں یا نہ ہوں؟

جواب:۔ وہ عالم جو بعد میں آیا، اگر اپنی نماز علیحدہ پڑھے تو اس کی نماز بھی صحیح ہوگی اور جو امی پہلے سے نماز پڑھ رہے تھے انکی بھی نماز صحیح ہوگی، اگر وہ عالم توتلے کے پیچھے اقتداء کرے گا تو پھر کسی کی بھی نماز صحیح نہ ہوگی، نہ اس عالم کی اور نہ امیوں کی جو پہلے سے پڑھ رہے تھے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۱۲ بحوالہ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۴۵)

توتلہ بعض حرفوں کے ادا کرنے پر قادر نہیں اس لئے اس کی امامت جائز نہیں مگر اپنی طرح کے توتلوں کا اس وقت امام بن سکتا ہے جب قوم میں کوئی ایسا شخص حاضر نہ ہو جو ان حرفوں کو ادا کر سکے اور اگر قوم میں کوئی شخص ایسا موجود ہو تو، توتلے امام اور ساری قوم کی نماز فاسد ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ جلد اول ص ۱۳۴)

لنگڑے کی امامت

لنگڑے کی امامت جائز ہے مگر ایسے شخص سے عموماً طبعی انقباض ہوتا ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر وہ صاحب علم وتقویٰ ہو اور اس سے لوگوں کو انقباض نہ ہو تو کراہت تنزیہی بھی نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۱۸ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۲۵)

فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ ایسا لنگڑا جو پورے طور پر کھڑا نہ ہو سکتا ہو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے، اگر صحیح وسالم شخص مسائل نماز سے واقف وہاں موجود ہو تو پھر وہی اولیٰ ہے، اگر دوسرا کوئی شخص ایسا موجود نہ ہو جو نماز کے مسائل سے واقف ہو اور یہ لنگڑا ان سے واقف ہو تو پھر امامت کے لئے وہی افضل ہے۔

بہرے کی امامت

سوال:۔ جو شخص بہرہ ہو اور بالکل نہ سنتا ہو اس کی امامت کیسی ہے؟
جواب:۔ بہرہ کی امامت درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۸۲)

نماز میں سونے والے کی امامت

نماز میں سونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔ البتہ اگر کوئی غلطی قرأت میں ایسا کرے جس سے معنیٰ بدل جائیں اور وہ غلطی مفسدِ نماز ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی مگر اس میں سونے والا غیر سونے والا برابر ہے۔

تعویذ گنڈا کرنے والے کی امامت

چونکہ آیات قرانیہ اور ادعیہ ماثورہ سے تعویذ گنڈا کرنا درست ہے۔ اس لئے ایسا کرنے والے کی امامت میں کچھ کراہت نہیں۔ البتہ اس میں جھوٹ اور افترا پردازی کی خصلت موجب فسق اور معصیت ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۸۸، بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۲۳)

غیر مختون کی امامت

سوال:۔ بغیر ختنہ ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟
جواب:۔ ختنہ سنت ہے جو شخص بلا عذر اس کو چھوڑ دے وہ تارک سنت ہے اگر باوجود قدرت و وسعت کے بدن کو غسل و استنجا کر کے پاک نہیں رکھتا۔ تب اس کو امام ہرگز نہ بنایا جائے اور اگر پاک رکھتا ہے تو پھر اس کی امامت درست ہے نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی۔ اگر چہ اس تارک سنت کے مقابلے میں عامل سنت کی امامت مقدم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۹۸)

بشرطیکہ وہ اتفاقی طور پر غیر مختون رہ گیا ہو، اور ختنہ کے سنت ہونے کا قائل ہو۔
(کفایت المفتی جلد ۳ ص ۴۴)

معذور کی امامت

طاہر (پاک شخص) کو معذور کی اقتداء کسی طرح جائز نہیں، ہاں معذور کو طاہر کی اقتداء جائز ہے اور ایک معذور کی اقتداء دوسرے معذور کو جائز ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں، اگر دونوں کا عذر علیحدہ علیحدہ ہے تو جائز نہیں۔

اگر امام شرعی طور پر معذور نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ طور پر وہ عذر کبھی ہو جایا کرتا ہے تو پھر اس کی امامت درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۰۰)

نامرد کی امامت

سوال:۔ (۱) اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نامرد ہو جائے تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟
(۲) شروع پیدائش ہی سے کوئی شخص اگر نامرد ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ (۱) اگر کوئی مانع نہ ہو تو جائز ہے۔ (۲) جائز ہے بشرطیکہ خنثیٰ نہ ہو اور خنثیٰ کی امامت عورت کے لئے جائز ہے مرد کے لئے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۰۱)

طوائف زادہ کی امامت

سوال:۔ ایک حافظ صاحب ہیں، خوش الحان نماز روزہ کے پابند اور خلیق بھی ہیں، قرآن شریف یاد ہے لیکن ولد الزنا یعنی ایک طوائف کے لڑکے ہیں کیا ان کو امام بنایا جا سکتا ہے، ان کے پیچھے فرض نماز اور تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر یہ حافظ صاحب صالح اور نیک اور معاشرت کے لحاظ سے محفوظ ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، ولد الزنا ہونا ایسی صورت میں موجب کراہت نہیں۔ (کفایت المفتی جلد۳ ص۶۴)

حمل ساقط کرانے والے کی امامت

سوال: ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا دو ماہ بعد تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ ماہ کا حمل حرام سے ہے، تب اس حمل کو باعث رسوائی سمجھ کر قصداً ساقط کرا کر پھر دوبارہ

نکاح کیا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا، حمل ساقط کرا کر دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی البتہ وضع حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا لیکن اگر حمل نکاح کرنے والے ہی کا ہو تو اس کے لئے وضع حمل سے پہلے بھی ہم بستری درست ہے، قصداً حمل کو ساقط کرنا، ایسی صورت میں سخت گناہ ہے، اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو توبہ کرنا لازم ہے اور توبہ نہ کرے تو اسکو امام نہ بنایا جائے، بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہو اور جب یہ صدق دل سے توبہ کر لے تو امام بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۹۲)

گنڈے دار نماز پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں مگر وہ امامت کرنے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہل محلہ اس کی تنخواہ مقرر کر کے اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کیوجہ سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ خود بغیر تنخواہ کے اس نیت سے امام بن جائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ جب تک نماز کا عادی نہیں تھا فاسق تھا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی تھی، جب توبہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اس کی امامت جائز ہوگی، کچھ تنخواہ مقرر کر کے امامت کرے یا بلا تنخواہ کے دونوں حالتوں میں اس کی امامت صحیح ہے۔
ریانیت کا سوال تو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے محض قیاس سے اس کی نیت کو فاسد کہہ کر اس کی امامت کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۹۳)

نو مسلم لڑکے کی امامت

سوال:۔ نو مسلم لڑکا شرعی احکام سے بخوبی واقف ہو تو نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟
جواب:۔ اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، وہ غلطی پر ہے اس کو مسئلہ معلوم نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۲۰۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۳۰)

لنجے کی امامت

سوال:۔ زید کا بایاں ہاتھ بازو سے کٹا ہوا ہے، قرآن مجید کے قاری ہیں، سنت کے مطابق ان کی داڑھی ہے اور علم فقہ میں ان کو واقفیت ہے، کیا ان کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو نماز میں کراہت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ چونکہ اس قسم کے معذور سے طبعاً نفرت ہوتی ہے، نیز اس کے لئے طہارت کاملہ ممکن نہیں، اس لئے دوسرے صحیح امام کی موجودگی میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے، اگر اس سے زیادہ مستحق امامت کوئی شخص موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں۔

(احسن الفتاوی جلد۳ ص ۲۶۹ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۲۵)

خنثیٰ کی امامت

سوال:۔ ہجڑے کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور نماز مقتدیوں کی ہوگی یا نہیں؟ جبکہ یہ ہجڑا متبع سنت و شریعت ہو اور نمازی و دیندار ہو اور داڑھی بھی شریعت کے مواقف ہو۔

جواب:۔ اگر اس خنثیٰ میں مرد کی علامتیں زیادہ ہیں تو اس کی امامت صحیح ہے اور اگر زنانہ علامتیں زیادہ ہوں یا دونوں علامتیں برابر ہوں تو اس کا امام بننا صحیح نہیں، بلکہ ہم جنس کا بھی امام نہیں بن سکتا، البتہ اس کے پیچھے عورتوں کی اقتداء درست ہے۔

(احسن الفتاوی جلد۳ ص ۲۷۶ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۴۰)

زیر ناف کے بال نہ بنانے والے کی امامت:۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص موئے زیر ناف بوجہ کمزوری کے نہ بنائے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نماز اس کی صحیح ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ (فتاوی دارالعلوم جلد۳ ص ۱۷۷)

اگر معقول عذر نہ ہو تو ہر جمعہ کو صاف کرنا چاہیئے اور چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ردالمحتار فی کتاب الحظر جلد۵ ص ۳۵۸)

پوپلے کی امامت

سوال:۔جس کی منہ میں ایک بھی دانت نہ ہو، جس کی وجہ سے حروف کی ادائیگی برابر نہ ہو یا جس کے پاؤں کی انگلیاں ادھر ادھر رہتی ہیں اور اچھا شخص مل سکتا ہے تو امامت کیسی ہے؟
جواب:۔سب صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ امام ایسے شخص کو بنائیں جس سے مقتدیوں کو نفرت نہ ہو اور وہ امام صالح نماز کے مسائل سے واقف ہو اور قرآن شریف اچھا پڑھتا ہو۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد اول ص۱۲۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۵۲۰ باب الامامت)

مصنوعی دانت والے کی امامت

مصنوعی دانت والے کی امامت درست ہے اس لئے دانت لگوانا فقہاء نے درست لکھا ہے خواہ چاندی کا ہی کیوں نہ ہو بلکہ امام محمدؒ سونے کا دانت لگوانا بھی درست کہتے ہیں۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص۲۰۶ بحوالہ ردالمختار کتاب الحظر جلد۵ ص۳۸)

قاتل کی امامت

سوال:۔قاتل سے قصاص نہیں لیا گیا، اور نہ مقتول کے ورثاء سے خون معاف کرایا گیا، قاتل نے فقط توبہ کرلی اور حق العباد ادا کرنے کی ذمہ داری اس کے سر باقی رہی جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جائے گا، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟
جواب:۔درمختار میں ہے کہ قاتل کی صرف توبہ واستغفار کافی نہیں ہے جب کہ مقتول کے وارث معاف نہ کردیں۔(تفصیل ردالمختار باب الجنایات جلد اول ص۴۰۴ میں ملاحظہ ہو)
اس سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ محض توبہ سے قتل کا گناہ معاف نہ ہوگا اور فاسق رہیگا اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوگی۔(فتاوئی دارالعلوم جلد۳ ص۱۱۲)

عورتوں کا امام بننا

صحت امامت کے لئے ایک شرط (امام کا) حقیقی معنوں میں مرد ہونا ہے لہذا عورت اور خنثیٰ مشکل (یعنی ایسا مخنث جس کی جنس متعین نہ کی جاسکے) کا امام بننا جبکہ اس کے

پیچھے مرد مقتدی ہوں، درست نہیں ہے، لیکن اگر عورتیں مقتدی ہوں تو ان کی امامت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کوئی عورت اپنی جیسی عورتوں یا مخنث کی امام بنے تو درست ہے۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۵۳)

امام کے عاقل ہونے کی شرط

صحت امامت کی شرائط میں سے ایک شرط عقل ہے لہٰذا فاتر العقل کی امامت، اگر اس کو جنون سے افاقہ نہیں ہوتا تو درست نہ ہوگی، البتہ اگر اس کی حالت ایسی ہے کہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے اور کبھی جنون لاحق ہو جاتا ہے تو افاقہ کی حالت میں اس کی امامت صحیح ہوگی اور جنون کی حالت میں بالاتفاق باطل ہوگی۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۵۴)

خواندہ شخص کا ان پڑھ کی اقتداء کرنا

امامت کے صحیح ہونے کی ایک شرط ہے کہ اگر مقتدی خواندہ ہے تو امام (بھی) خواندہ ہو۔ ناخواندہ شخص کا خواندہ کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور (خواندہ ہونے کی) شرط یہ ہے کہ امام اتنی قرأت سے واقف ہو کہ جس کے بغیر نماز درست نہیں ہو سکتی، پس اگر کسی گاؤں کا امام اتنی قرأت جانتا ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی تو تعلیم یافتہ کے لئے جائز ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، لیکن اگر وہ آمی (قطعاً ناخواندہ) ہے تو اس کے لئے اپنے جیسے ناخواندہ کا امام بننے کے علاوہ کسی اور کا امام بننا درست نہیں ہے۔ قطع نظر اس کے کوئی خواندہ شخص ان کے ساتھ شریک جماعت ہو یا نہ ہو۔

(کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۵۴)

امامت کے لئے صحت مند ہونے کی شرط

صحت امامت کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ امام کسی معذوری میں مبتلا نہ ہو (یعنی کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جس سے اس کا شمار شرعی معذوری میں ہو) مثلاً سلسل البول یعنی پیشاب کا نہ رکنا۔ دائمی پیچس میں مبتلا ہونا، ریح کا مسلسل خارج ہوتے رہنا اور نکسیر کا جاری رہنا وغیرہ۔ پس اگر امام ان میں سے کسی مرض میں مبتلا ہو تو اس کے لئے ایسے اشخاص کی امامت

صحیح نہیں جن کو یہ مرض لاحق نہ ہو لیکن اپنے جیسے معذوروں کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ بھی امام والے مرض میں مبتلا ہوں۔

اگر امراض مختلف ہیں مثلاً ایک پیشاب کا مریض ہے اور دوسرے کی نکسیر جاری ہے تو ان میں سے ایک کے لئے دوسرے کا امام بننا درست نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۵۵)

دوران عدت نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ایک شخص نے عدت کے دنوں میں نکاح پڑھایا ہے اس کی امامت کیسی ہے؟

جواب:۔اگر باوجود علم کے ایسا نکاح پڑھایا تو نکاح پڑھانے والا اور اس نکاح میں شریک ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح کو نہ روکنے والے سب گناہ گار ہوئے، سب کے ذمہ توبہ علی الاعلان لازم ہے۔اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے دوسرے کو امام بنانا چاہیئے، تاوقتیکہ توبہ نہ کرلے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۱۴)

رہن سے فائدہ اٹھانے والے کی امامت

شامی کی تحقیق یہ ہے کہ نفع اٹھانا مرہونہ زمین سے سود میں داخل ہے اور **کل قرض جر نفعا فھو ربوا** میں داخل ہے پس جو شخص اس فعل حرام کا مرتکب ہوگا وہ عاصی و فاسق ہوگا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۱۱۱ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۲۳ باب الامامت)

زمین مرہونہ کا نفع مرتہن کو لینا صحیح نہیں ہے کہ سود میں داخل ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا ممنوع ہے، نماز اس کے پیچھے اگرچہ بکراہت ادا ہوتی ہے لیکن مستقل دائمی امام نہ بنانا چاہیئے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۲۱۹ بحوالہ رد المحتار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۳)

عاق کی امامت

حدیث شریف میں ہے ''صلوا خلف کل بر و فاجر'' پس عاق مسلمان ہے کافر نہیں اس لئے نماز اس کے پیچھے صحیح، مگر مکروہ ہے کیونکہ عاق والدین اور عاق استاد فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۱۲۲ بحوالہ رد المحتار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۳)

کم تولنے والے کی امامت

ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے، اس حالت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے محلّہ والوں کو چاہیئے کہ اس کو معزول کر کے لائق تر کو امام بنائیں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۷۱ بحوالہ رد المختار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۵)

سفید بال اکھڑوانے والے کی امامت

سوال:۔ امام صاحب اپنی داڑھی کے سفید بال اکھڑوا دیتے ہیں ان کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ یہ فعل اچھا نہیں ہے، مکروہ ہے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے، مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۲۰۱ بحوالہ ابوداؤد کتاب الترغیب ص ۱۹۶)

مرتکب کبائر کی امامت

سوال:۔ ایک امام صاحب اکثر محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں نیز بہت باتوں میں جھوٹ بولنا بھی ثابت ہوا، پاک عورت پر زنا کی تہمت لگائی، اور بھی بعض باتیں نا قابل ذکر ہیں کیا ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا یا نہیں؟ اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ غیبت کرنا کسی پاک دامن پر تہمت لگانا وغیرہ گناہ کبیرہ ہے ایسے امور کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امور مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہیئے بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہئے اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کر لے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کر دیا جائے۔

اور اگر اس کی علیحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۱۰۶ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۸۸۴)

بلا ٹوپی و عمامہ والے کی امامت

سوال:۔ایک امام صاحب کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی صرف ایک چادر تھی جو تمام بدن پر اوڑھ رکھی تھی ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے۔امام صاحب نے کہا میں اسی طرح پڑھاؤں گا جس کی مرضی ہو پڑھے اور جس کی مرضی نہ ہو نہ پڑھے اس کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جبکہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہئے تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۱۴)

جنبی کی امامت

سوال:۔اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں امامت کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔وہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو بھی غارت کرتا ہے، اگر اس طرح نماز پڑھنے سے نماز کا استخفاف مقصود تو یہ کفر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۷۶ بحوالہ شامی جلد اول ص ۵۵)

جاہل چور کی امامت

سوال:۔زید امام ہے صرف حافظ ہے وہ بھی غلط پڑھتا ہے اور اگر موقع ملے تو چوری بھی کر لیتا ہے، غسالی اس کا پیشہ ہے، نکاح سابقہ پر دیگر نکاح کرا دیتا ہے، مسجد میں رہتا ہے تو نماز پڑھ لیتا ہے، ورنہ قضاء کر دیتا ہے قوم کو اس سے نفرت ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔اگر واقعی یہ امور اس میں موجود ہیں اور اس سے بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔بہتر شخص کو امام بنانا چاہئے، اگر یہ شخص ان امور سے توبہ کر لے اور آئندہ ایسی مصنوعات نہ کرے نیز قرآن شریف صحیح پڑھے تو اس کی امامت منع نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۰۵)

فیشن پرست کی امامت

سوال:۔ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، داڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کا ازخود امامت کے لئے مصلےٰ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب:۔جس شخص کے سر کے بال، داڑھی، لباس خلاف شرع ہوں اس کو نہ دوسرے لوگ امام بنائیں نہ وہ خود امامت کے لئے مصلےٰ پر جائے۔ چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۷۷ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۳۷۷)

اگر حافظ (امام) اپنی قبیح عادتوں کو چھوڑ دینے کا عہد کرے تو امام تراویح بنا سکتے ہیں اور اگر انکار کرے تو پھر ایسا شخص امامت کے منصب کے لائق نہیں اور اس وجہ سے اگر نمازی اس ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی حق ہوگی، حدیث میں ہے ''شرعی سبب سے اگر نمازی امام سے ناراض ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز مقبول نہیں ہوتی۔'' اگر حافظ اپنے طرز زندگی کو بدلنے کے لئے تیار ہو تو اس کو امام بنایا جا سکتا ہے، ورنہ امامت کا مقدس منصب اس کے سپرد نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۷ بحوالہ درمختار مع شامی جلد اول ص ۵۲۲)

بچے کی امامت

صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغ کو نفل نماز میں بھی اقتداء کرنا صحیح نہیں اگر ایسا کر لیا گیا تو نفل کا اعادہ احتیاطاً کر لیا جائے۔'' (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۷۷)

فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۱۱۵ پر یہ مسئلہ اسطرح ہے ''حنفیہ'' کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نابالغ کی اقتداء بالغین کو فرض و نفل کسی میں درست نہیں ہے۔ پس تراویح بھی نابالغ کے پیچھے نہیں ہوگی۔ مذہب صحیح حنفیہ کا ہے اور بالغ پندرہ سال کی عمر میں شمار ہوگا، بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہوئی، لہٰذا جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔

ویسے بچہ کا نفلوں میں قرآن مجید سنتے رہیں، یعنی وہ لڑکا نفل کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور سننے والے ویسے ہی بیٹھ کر اس کا قرآن شریف سنتے رہیں، اور جب پندرہ

سال کا ہو جائے تو امام تراویح بنا دیں۔" (بحوالہ ردالمختار جلد۵ص ۵۳۹)

بچے کی تراویح صرف نفل ہے اور بالغ کی سنت مؤکدہ۔ دوسرے بچے کی نفل شروع کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی اور بالغ پر واجب ہو جاتی ہے۔ بس بچے کی نماز ضعیف ہوگی اس پر بالغ کی قوی نماز کا بنا کرنا خلاف اصول ہونے کے سبب جائز نہیں رہے گا۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۶۱)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں ہے، البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۳۵۰)

امامت کا مستحق

سوال:۔ عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں کہ عید کی نماز امام صاحب جو ہمیشہ پڑھاتے ہیں وہ پڑھائیں اور بعض کا اصرار حافظ کے لئے ہے اور کہتے ہے کہ حافظ کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی آخر کار نماز امام صاحب نے پڑھائی اور حافظ صاحب نیت توڑ کر چلے گئے، اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:۔ تفرقہ مسلمانوں میں برا ہے، نماز حافظ کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے پیچھے بھی۔ نفسانیت بری ہے جو کوئی نفسانیت سے جماعت سے علیحدہ ہوا، اور نیت توڑ کر نماز سے چلا گیا، اس نے برا کیا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے، اور سب کو باہم اتفاق سے رہنا چاہیئے اور اتفاق کے ساتھ امام مقرر کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۹۲)

(قاعدہ میں عالم امامت کا زیادہ حقدار ہے، بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نہ پا سکے، لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو کثرت رائے پر فیصلہ کرنا چاہئے اور پھر سب ہی کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیئے۔)

امامت میں شیخ وسید کی تخصیص نہیں

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے شیخ وسید کی تخصیص نہیں ہے، شیخ وسید کی نماز غیر شیخ وسید کے پیچھے ہو جاتی ہے امام کو امامت کا لائق ہونا چاہیئے، نسب کی اس میں کچھ قید نہیں ہے

جو شخص نماز کے مسائل سے واقف ہو اور متقی ہو وہ ہی زیادہ حقدار امامت کا ہے خواہ سید ہو، یا دُکاندار ہو، یا بوڑھا ہو یا جوان ہو، غرضیکہ کوئی بھی پیشہ والا ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص۲۱۹ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۵۲۳)

جس امام سے بعض مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت

کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام میں کوئی نقص نہ ہو تو مقتدیوں کی ناراضگی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔ امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے۔

اور اگر امام میں کچھ شرعی نقص ہو اور مقتدی اس وجہ سے ناخوش ہوں تو امام کے اوپر مواخذہ ہے اور اس کا امام بننا مکروہ ہے۔

اگر امام میں کوئی خلل یا نقص نہ ہو اور مقتدی بلاوجہ اس سے ناراض ہوں تو اس کا گناہ ان مقتدیوں پر ہی ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص۱۰۴ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۵۲۲)

غیر صالح اولاد والے کی امامت

"اگر کوئی شخص خود صالح اور لائق امامت ہو، تو اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے بلکہ احق بالامامت ہے۔" (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص۱۰۲)

جس امام کی بیوی ساڑی باندھتی ہو اس کی امامت

پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص۳۰۳)

لڑکی کی شادی پر روپیہ لینے والے کی امامت

لڑکی کے والدین کو شوہر سے یا شوہر کے والدین سے کچھ روپیہ لینے کو فقہاء نے رشوت اور حرام لکھا ہے پس اس روپیہ کو واپس کرنا ضروری ہے اور توبہ اس کی یہی ہے کہ روپیہ واپس کردے، اگر روپیہ واپس نہ کیا تو فاسق رہا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے اور فاسق امام بنانے کے لائق نہیں ہے، اس کے اور اس کے معاونین کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے لیکن مکروہ ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص۲۶۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۵۲۳ باب الامامت)

مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرنے والے کی امامت

(مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرنا) یہ صریح خیانت ہے، اور ضمان اس کے ذمہ لازم ہے، اور اگر وہ امام تو بہ نہ کرے اور ضمان ادا نہ کرے تو امام رکھنے کے لائق نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۷۸ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۲۳)

شیعہ کی امامت

شیعہ کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی، چونکہ ان کے بعض عقائد ایسے ہیں جو موجب کفر ہیں، لہذا اس صورت میں نماز کا صحیح نہ ہونا امر یقینی ہے، اور اگر شیعہ غالی نہ ہو تب بھی احتیاط لازم ہے کہ عقیدہ امر مخفی ہے اور سب شیخین سے جو عند البعض کفر ہے، اور قذف عائشہؓ سے جو بالاتفاق کفر ہے، کوئی شیعہ خالی نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۲۰۲)

موچی، غسال اور نو مسلم کی امامت

موچی، غسال اور نو مسلم کے پیچھے نماز درست ہے اور محض اس وجہ سے ان کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے البتہ اگر کوئی دوسری وجہ کراہت کی ہو تو نماز ان کے پیچھے مکروہ ہوگی اور بہتر امامت کے لئے وہ شخص ہے جو مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو، اور صالح ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۴۸ و جلد ۳ ص ۱۶۰ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۴۱)

مردہ کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین کرنے سے امامت میں خرابی نہیں آتی، لیکن اہل محلہ کے لئے نہایت بری اور شرم کی بات ہے کہ وہ اپنے امام سے ایسے کام لیتے ہیں جن کو خود کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذلت کا کام سمجھتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ غسل میت وغیرہ میں خود بھی حصہ لیں اگر نہ جانتے ہوں تو امام سے سیکھ لیں اسکو ذلت کا کام نہ سمجھیں کیونکہ میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اور ثواب کا کام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۴۲)

غیر مقلد کی امامت

سوال:۔ غیر مقلد کے پیچھے، مقلد کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ غیر مقلد امام اگر رعایت اس امر کی کرتا ہے کہ وہ امر نماز میں نہ کرے جس سے حنفی کی نماز فاسد یا مکروہ ہو اور متعصب نہ ہو تو اقتداء اس کی درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۳۰۸ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۵۲۶)

منکرین حدیث کی امامت

قادیانی فرقہ جو کہ حدیث کا منکر ہے وہ کافر ہے ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور غیر مقلدوں کا فرقہ جو کہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے وہ بھی درحقیقت اہل حدیث نہیں ہیں، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، امام عالم حنفی کو مقرر کرنا چاہیئے (فرقہ منکرین حدیث کی امامت بھی درست نہیں ہے، علماء نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۷۴ بحوالہ عالمگیری کشوری باب الامامت جلد اول ص ۸۳)

گانا بجانے والی کی شوہر کی امامت

اگر امام اپنی عورتوں کے روکنے پر قادر ہوں اور پھر نہیں روکتے تو وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کے ذمہ واجب ہے کہ عورتوں کو ناشائستہ اور ناجائز افعال سے منع کریں۔ اگر وہ روکنے پر قادر نہیں، یا روکتے ہیں، لیکن عورتیں نہیں مانتیں تو پھر ان پر عورتوں کے ان افعال کا گناہ نہیں اور اس صورت میں ان کی امامت میں بھی اس سے کراہت نہیں آتی، البتہ اگر باوجود قدرت کے نہیں روکتے، بلکہ عورتوں کے افعال مذکورہ (ناچ، گانا وغیرہ) کو اچھا سمجھتے ہیں تو ان کی امامت منع ہے بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو، اگر مقاطعہ کرنے سے ان کی اصلاح کی توقع ہو تو مقاطعہ کرنا مناسب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۵۹)

نامحرموں سے پردہ نہ کرنے والی کے شوہر کی امامت

سوال:۔ (۱) زید کی بیوی اپنے ماموں اور چچا کے لڑکے سے پردہ نہیں کرتی ہے بلکہ سامنے آتی ہے اور زید اس کو منع بھی کرتا ہے مگر صرف زبان سے منع کرتا ہے کوئی تشدد نہیں کرتا تو زید پر بیوی کے پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوتا ہے یا نہیں اور، زید کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے،

یا مکروہ اور زید کو کس قدر تشدد کرنا چاہیئے، اگر تشدد کرنے سے فساد کا اندیشہ ہو تو پھر بھی تشدد کرے یا نہیں؟

(۲) اگر زید کی بیوی اور زید کا بھائی عمر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں دوسرے گھر میں رہنے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں پردہ کی کیا صورت ہوگی، اگر زید کی بیوی عمر سے پردہ نہ کرے تو اس کا گناہ عمر کو بھی ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔(۱) چچا اور ماموں کے لڑکے سے شرعاً پردہ ضروری ہے، اگر زید کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تو گنہگار ہے اور زید کو منع کرنا ضروری ہے، اگر منع نہ کرے تو گنہگار ہوگا، زید کو تشدد کرنا اور اپنی بیوی کو پردہ نہ کرنے پر شرعاً مارنا بھی درست ہے، اگر نا قابل برداشت فساد کا خیال ہو اور اس وجہ سے زید اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے، اور بلا تشدد کے وہ نہ مانے تو شرعاً زید پر گناہ نہیں اول صورت میں زید کی امامت مکروہ ہے جب کہ اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو، ثانی صورت میں زید کی امامت مکروہ نہیں۔

(۲) پردہ ہر حال میں ضروری ہے خواہ اندیشہ فساد ہو یا نہ ہو، مگر شریعت نے جن مواقع کو مستثنیٰ کر دیا ہے وہ مستثنیٰ ہیں۔

اگر وسعت ہے تو زید کے ذمہ اپنی بیوی کے لئے مستقل مکان کا انتظام کرنا ضروری ہے جس میں اس کا بھائی وغیرہ کوئی نہ رہتا ہو، اگر وہ پردہ کرنے کو کہتا ہے اور زید کی بیوی باوجود کوشش وفہمائش کے پردہ نہیں کرتی تو اس کا گناہ زید کے ذمہ نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۹۹ بحوالہ خیریہ ص ۱۱۸)

جس کی عورت بے پردہ ہو اس کی امامت

اگر امام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس کے اس فعل (بے پردگی) سے راضی نہ ہو مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو امام پر اس کا مواخذہ نہیں ہے اور اس کی امامت جائز ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۸۰)

اگر امام کی بیوی شرعی طور پر پردہ نہیں کرتی اور وہ بے پردگی سے نہیں روکتا، بلکہ اس کے اس فعل سے خوش ہے اور اس سے بہتر امامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہے تو ایسی حالت

میں اس کو امام بنانا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا شخص شرعاً فاسق ہوتا ہے اگر وہ (امام) بے پردگی سے روکتا ہے اور بیوی نہیں مانتی تو امامت مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۴۵)

جس امام کی لڑکیاں بے پردہ ہو اس کی امامت

سوال:۔ جس نے اپنے جوان لڑکیوں کو نامحرم اشخاص کے یہاں رکھ رکھا ہو اور اگر اس کو سمجھا دیا جاتا ہے تو گمراہی کے چند الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ نامحرم اشخاص سے پردہ فرض ہے اور نامحرم کے ساتھ خلوت حرام ہے پس اگر شخص مذکورہ اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم سے پردہ کرانے پر قادر ہے لیکن پھر بھی نہیں کراتا تو گنہگار ہے اس کو اپنے اس فعل سے بچنا ضروری ہے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو شخص مذکورہ کو امام نہ بنایا جائے، ایسی حالت میں اس کی امامت مکروہ ہے، اور دوسرے اہل شخص کو امام بنانا چاہئے اور خاص کر جب کہ سمجھانے پر گمراہی کے الفاظ بھی زبان سے نکالتا ہو ایسی حالت میں اس کی امامت سے زیادہ احتراز کرنا چاہئے، گو ان الفاظ پر جب تک ان کی تعیین نہ ہو کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۱۰۱)

ضد میں طلاق دینے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص نے مولوی عالم ہو کر اپنی عورت کو محض اس وجہ سے طلاق دی کہ میرے بہنوئی نے میری بہن کو طلاق دی۔ یعنی ایک کی بہن دوسرے کو بیاہی تھی، جب پہلے اس نے مولوی صاحب کی بہن کو طلاق دے دی تو مولوی صاحب نے بھی ضد میں اس کی بہن کو طلاق دے دی ہے پھر علاوہ ازیں مہر خرچ نہیں دیتا تو ایسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھنا اور سلام کلام کا معاملہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ جو لوگ اس ظلم یا اس سے بڑے ظلم (حق اللہ یا حق العباد کے تلف کرنے میں) ملوث نہ ہوں ان کو چاہئے کہ ایسے شخص کو اپنی نماز کے لئے امام تجویز نہ کریں۔ سلام کلام وغیرہ ترک کرنے سے بہتر یہی ہے کہ ان کو اصلاح پر آمادہ کریں ورنہ آج کل سلام و کلام ترک

کرنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے خاص کر اہل علم حضرات جن کا کسی صاحب نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق نہ ہو، اور خود فکر اصلاح سے خارج ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۸۷)

رکوع وسجود جلدی کرنے والے کی امامت

سوال:۔ جو نماز میں اس قدر جلدی کرے کہ مقتدی تین تسبیح بھی پوری نہ کر سکیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اتنی جلدی کرنا مکروہ ہے امام کو مقتدیوں کی رعایت اس قدر چاہئے کہ جس سے وہ لوگ کم از کم تین تین مرتبہ رکوع سجدہ میں تسبیحات کہہ لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۰۸)

بدعتی کی امامت

سوال:۔ کیا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے؟

جواب:۔ آج کل کے فرقہ مبتدعہ کے عقائد حد شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، البتہ اگر کوئی بدعتی، شرکیہ عقائد نہ رکھتا ہو بلکہ موحد ہو، صرف تیجہ چالیسواں وغیرہ جیسی بدعات میں مبتلا ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

کوئی صحیح العقیدہ امام مل جائے تو بدعتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے، ورنہ اسی کے پیچھے پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے، بدعتی کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اگرچہ مکروہ تحریمی ہے مگر واجب الاعادہ نہیں۔

یہ ایسے بدعتی کا حکم ہے جو مشرک نہ ہو، شرکیہ عقائد رکھنے والے کا حکم لکھا ہے کہ اس کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۹۰)

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت

سوال:۔ جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حافظ صاحب کے پیچھے قرآن سننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر فرائض میں صحیح العقیدہ امام میسر نہ ہو تو اس

کے پیچھے پڑھ لیں۔ مگر تراویح بہر کیف اس کی اقتداء میں نہ پڑھیں صحیح امام نہ ملے تو تنہاء پڑھ لیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۹۱)

خضاب لگانے والے کی امامت

سوال:۔ جو حافظ صاحب داڑھی کو خضاب لگاتے ہیں کیا وہ تروایح کی نماز پڑھا سکتے ہیں؟

جواب:۔ سیاہ خضاب لگانے والا فاسق ہے، لہٰذا ایسے امام کی اقتداء میں تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، صحیح قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے۔ صالح امام نہ ملے تو تراویح تنہا پڑھ لیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۹۴)

سینما دیکھنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک حافظ صاحب سینما اور ناٹک دیکھنے اور ناچ گانے کی بھی بہت شوقین ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ جو شخص سینما دیکھتا ہو اور ناچ گانے کی محفلوں میں شرکت کرتا ہو ایسا شخص منصب امامت کے قابل نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

اگر توبہ نہ کرے اور امامت بھی نہ چھوڑے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھنی چاہیئے، اگر دوسری مسجد نہ ہو تو تنہا پڑھنے کی بجائے اسی امام کے پیچھے پڑھ لے اس لئے کہ جماعت کی اہمیت اور تاکید زیادہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۲۲۸ بحوالہ شامی باب الامامت جلد اول ص ۵۲۵)

ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت

سوال:۔ کیا ایسے امام کی اقتداء کرنا جو ٹیلی ویژن دیکھتا ہو جائز ہے؟

جواب:۔ ٹیلی ویژن دیکھنا ناجائز ہے اور ایسے امام کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے مگر نماز ہو جائے گی لوٹانا ضروری نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۸۸)

جس کے یہاں شرعی پردہ نہ ہو اس کی امامت

سوال:۔ اگر امام صاحب کی بیوی پردہ نہ کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جس شخص کے یہاں شرعی پردہ کا اہتمام نہ ہو وہ فاسق ہے اس کا امام بنانا جائز نہیں اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۸۹)

اگر امام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس فعل سے راضی نہ ہو، مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو امام پر اس کا مواخذہ نہیں اور اس کی امامت جائز ہے۔
(کفایت المفتی جلد۳ ص ۸۰)

خصّی کی امامت

سوال:۔ جس شخص کو جبراً خصی کیا گیا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ خصی سے طبعاً قدرے انقباض ہوتا ہے، اس لئے اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس سے زیادہ مستحق امامت موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۸۶)

ہجڑے کی امامت

ہجڑا جب عالم باعمل ہو اور باقی سب جاہل ہوں تو اس کی امامت جائز ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۷۳ بحوالہ رد المختار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۳)

نسبندی کرانے والے کی امامت

مکرم و محترم جناب مفتیان کرام دار العلوم بعد سلام مسنون!

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مدلل عنایت فرمائیں۔

(۱) نسبندی کرانے والے کے امام پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(۲) اگر امام کی نسبندی زبردستی کی گئی تو کیا حکم ہے؟

(۳) امام نے نسبندی خود تو نہیں کرائی لیکن اپنی بیوی کی کرائی تو اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔

(۱) توبہ سے پہلے مکروہ تحریمی اور توبہ کے بعد بلا کراہت درست ہے۔

(۲)،(۳) دونوں صورتوں میں بعد توبہ واستغفار اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی

مفتی دارالعلوم دیوبند نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۹۔۱۔۱۴۰۸ھ

نسبندی کے باوجود آدمی مرد ہی رہتا ہے عورت یا مخنث کے حکم میں نہیں ہوجاتا۔ اس لئے امامت کے مسئلے میں بھی اس کے احکام عام مردوں کے ہیں۔

اس کی امامت درست اور جائز ہے اگر اس کی نسبندی جبراً کی گئی ہے تو اب اس کا قصور بھی نہیں اور اگر اس نے از خود رضا اور رغبت سے کرائی ہو تو موجب فسق ہے۔

توبہ اور ندامت کے بعد کراہت ختم ہوجائے گی، جب تک تائب نہ ہو چونکہ نسبندی ناجائز ہے اور خلق اللہ میں تبدیلی ہے، اس کے فاسق ہونے کے باعث اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ (جدید فقہی مسائل ص ۵۹)

دیوانے کی امامت

جنون اور دیوانگی ایسی ہو کہ کسی وقت اس کو ہوش نہ آئے اور ایسی حالت میں نماز پڑھائے تو اس کی پیچھے نماز درست نہیں اور اگر نماز پڑھانے کے وقت ہوش میں ہو تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۳۰۱ بحوالہ شامی جلد اول ص ۶۰۴)

جماع پر غیر قادر کی امامت

سوال:۔ مخنث امام نہیں ہوسکتا، لیکن اگر کوئی شخص امراض کی وجہ سے نا قابل جماع ہوجائے تو یہ شخص امام ہوسکتا ہے یا نہیں، جبکہ جماعت میں یہی شخص صاحب فضل و کمال ہے؟

جواب:۔ عنین یعنی نامرد کی امامت صحیح ہے نامرد کا حکم خنثی کا سا نہیں ہے لہذا معذور مذکور کی امامت صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۳۰۰)

اس موقع پر حاشیے میں یہ عبارت بھی موجود ہے کہ خنثی کی امامت تو اس لئے درست نہیں ہے کہ اس کے عورت ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور عنین (نامرد) میں اس طرح

کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔"

وہم کی وجہ سے امامت چھوڑے یا نہیں؟

سوال:۔ میں عرصہ سے امامت کرتا ہوں، اب مجھ کو وہم سا ہونے لگا ہے کہ وضوٹوٹ گیا ہوگا اس وجہ سے قلب کے اندر یہ تقاضا ہے کہ امامت سے علیحدہ ہوجاؤں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وہم پر کچھ کاربند نہیں ہونا چاہیئے اور ایسے وسوسے کو دفع کرنا چاہیئے اور **لاحول و لاقوۃ الاباللہ** اکثر پڑھتے رہیں۔ اور جب تک یقین، وضوٹوٹنے کا نہ ہو اس وقت تک کچھ التفات اس طرح نہ کرنا چاہیئے اور امامت کرنا چاہیئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جب تک حدث (ریح خارج ہونے) کی آواز یا بدبو معلوم نہ ہو اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔" (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۱۲۸ بحوالہ مشکوٰۃ باب مایوجب الوضو)

جونمازیں اس نے پڑھائی ہیں اگر ان میں ریاح خارخ ہونے کا یقین نہیں تو نمازیں سب کی ہوگئیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۳۳۴)

سوزاک والے شخص کی امامت

سوال:۔ ایک امام کو مرض سوزاک ہے دھبہ برابر آتا رہتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر وہ شخص عذر کی حد کو پہنچ گیا ہے اور معذور ہو گیا ہے کہ ہر وقت دھبہ آتا ہے کوئی وقت نماز کا خالی نہیں رہتا ہے تو اس کے پیچھے نماز غیر معذورین کی صحیح نہیں ہوگی اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۳۰۹ بحوالہ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۴۱)

مسافر کی امامت

سوال:۔ امام مسافر اگر چار رکعت پوری پڑھ لے تو مقتدی جو مسافر نہیں، ان کی نماز اس کے پیچھے صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ امام کی آخری دو رکعت نفل ہیں، اور مقتدی کی فرض اور فرض پڑھنے والے کی اقتداء

نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہ ہوگی اس لئے مقتدیوں کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

البتہ اگر مقتدی آخری دو رکعتیں اپنے طور پر پڑھیں، امام کی اقتداء ملحوظ نہ رکھیں تو ان کی نماز صحیح ہو جائیگی۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۶۴)

انعامی بونڈ رکھنے والے کی امامت

سوال:۔ کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے جو پرائز بونڈ رکھے اور اس پر انعامی رقم وصول کرے، اور انعام سودی رقم سے تقسیم ہوتے ہیں؟

جواب:۔ انعامی بونڈ، سود اور قمار کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اس لئے انعامی بونڈ رکھنے والا فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاوی جلد۳ ص ۲۹۷)

نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملاتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والا فاسق ہے، اس لئے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۹۹)

بینک ملازم کی امامت

سوال:۔ اوقاف کے ملازم ائمہ جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے، نیز بینک ملازم حفاظ وقراء داڑھی خور کی امامت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ داڑھی خور بینک میں ملازمت کی وجہ سے سود خور بھی ہے، ان دو گناہوں میں سے ہر ایک موجب فسق ہے، اس لئے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۰۲)

ابرص اور جذامی کی امامت

جس کو برص ہو اور برص بھی معمولی نہ ہو بلکہ بدن میں پھیلا ہوا ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔

جذامی کا درجہ تو اس معاملے میں برص سے بڑھا ہوا ہے کہ جذام اگر پھیلا ہوا ہو اور

ہر وقت ٹپکتا ہو تو ایسے شخص کو مسجد میں آنا منع ہے اس سے جماعت بھی ساقط ہے اور وہ امام بھی نہیں بنایا جا سکتا۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۸۲ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۳۷۸ و بحوالہ فتاویٰ ہندیہ جلد اول ص ۴۴۱)

سود خور کی امامت

سوال:۔ سود خور اور داڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور ان کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۸۲ بحوالہ در مختار جلد اول ص ۳۷۶)

مرتکب مکروہ کی امامت

سوال:۔ مکروہات کے مرتکب اور سنت و مستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسی ہوگی؟

جواب:۔ مکروہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۸۴ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح (مصری ۲۴۵)

قوالی سننے والے کی امامت

اگر کوئی امامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہو تو قوالی سننے والے اور عرس میں شریک ہونے والے کو امام نہیں بنانا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۸۴ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح (مصری)

اگلی پشت میں خراب نسب والے کی امامت

اگر اولاد صالح اور قابل امامت ہو مثلاً یہ عالم ہو مسائل شریعت سے واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے، بلکہ افضل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص۱۳۰ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۳۵۱)

متہم بالزنا کی امامت

سوال:۔ ایک عورت اپنی زبان سے کہتی ہے کہ فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔عورت کے کہنے سے مرد پر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں آتی۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۱۸)

ولد الزنا کی امامت

ولد الزنا، والد کے نہ ہونے کی وجہ سے صحیح تربیت یافتہ نہیں ہوتا نیز اس سے طبعاً انقباض ہوتا ہے اس لئے اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

اور اگر اس میں یہ علت کراہت نہ پائی جائے بلکہ وہ عام متقی ہو تو کراہت باقی نہ رہے گی بلکہ دوسروں کی نسبت اس کی امامت افضل ہے اور یہی حکم دوسرے دینی مناصب کا ہے۔(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۹۵ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۲۳)

طوائف کے گھر پرورش یافتہ بچہ کی امامت

سوال:۔ایک بچہ کے والدین بچپن میں مرگئے اس نے طوائف کے گھر پرورش پائی، قرآن شریف بھی پڑھ لیا، وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔وہ لڑکا جس نے طوائف کے گھر پرورش پائی ہے اگر اس نے قرآن شریف پڑھ لیا ہے، اور مسائل نماز سے واقف ہے تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۹۱)

زانی تائب کی امامت

زانی اگر تائب ہوجائے اور پچھلے افعال شنیعہ سے توبہ کرلے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۹۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب التوبہ ص ۲۰۶)

غیر شادی شدہ کی امامت

سوال:۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس کا نکاح نہ ہو اس کی امامت جائز نہیں، جبکہ امام صاحب یوں کہتے ہیں کہ میں علم دین حاصل کررہا ہوں، فارغ ہونے کے بعد نکاح کروں گا۔کس کی

بات صحیح ہے؟ غیر شادی شدہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امامت صحیح ہونے کے لئے امام کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے اگر وہ پاکبازی کی زندگی گزار رہا ہو اور علم دین حاصل کرنے میں مشغول ہو اور تعلیم پوری کر کے شادی کے لئے کہتا ہو تو کیا برا ہے؟

جو لوگ خوامخواہ پیچھے پڑے ہیں اور امامت کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ زیادتی کر رہے ہیں، اگر ابھی شادی ہوگئی اور تعلیم رک گئی تو اس کے حق میں کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ البتہ تعلیم پوری ہونے کی مدت میں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ شادی کا انتظام کردیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ ص ۳۵۱)

اگر اس پر شہوت کا غلبہ نہیں تو اس کے ذمہ شادی ضروری نہیں اور اس سے اس کی امامت میں خلل نہیں آتا البتہ اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہے اور خیالات پراگندہ رہتے ہیں تو بہ نسبت اس کے ایسے شخص کو امام بنانا افضل ہے جس کی بیوی موجود ہے اور خیالات پراگندہ نہیں رہتے بلکہ اس کو اطمینان حاصل ہے اور امامت کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۴۰)

جو شادی شدہ ایک سال تک گھر نہ جائے اس کا حکم

سوال:۔ ہمارے امام صاحب ڈھائی سال سے امامت کر رہے ہیں اور ان کی شادی کو تین سال ہوئے ہیں ایک سال سے وہ گھر نہیں گئے ہیں کچھ ان پڑھ لوگ کہتے ہیں جو شادی شدہ امام ایک سال تک اپنے گھر نہ جائے اس کی امامت جائز نہیں ہوتی، یہاں پر اس کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہے، صحیح کیا ہے؟

جواب :۔ شادی شدہ مرد اپنی عورت کے اجازت اور رضامندی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ مدت دور نہ رہے۔ (شامی جلد ۲ ص ۵۴۷)

اس امام کی بیوی نے اجازت دی ہوگی، اور ملازمت کی وجہ سے دور رہنے پر رضامند ہوگی، لہذا اس کے پیچھے نماز صحیح ہونے میں شبہ نہ کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۳۵۷)

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننے والے کی امامت

سوال:۔امام کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا ہے،سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پائجامہ کو اوپر چڑھالیتے ہیں اور پھر سجدہ میں جاتے ہیں ، یہ فعل نماز میں ہر رکعت میں برابر جاری رہتا ہے ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

جواب:۔امام مذکور کو ایسا نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اول تو ٹخنوں سے نیچا پائجامہ نماز سے باہر بھی پہننا حرام اور ممنوع ہے یہ امر موجب فسق امام ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام بنانا فاسق کو بغیر توبہ کے مکروہ ہے۔

دوسرے نماز میں بار بار ایسی حرکت کرنا بھی نہیں چاہیئے کہ اس میں بھی کراہت ہے اور بعض صورتوں میں نماز کے فاسد ہونے کا خوف ہے بہر حال امام مذکور کو فعل مذکور سے روکنا چاہیئے اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو معزول کر دینا چاہیئے ،اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور جماعت کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ص۱۱۷ بحوالہ رد المختار باب الامامت جلد اول ص۵۲۳)

پینٹ پہننے والے کی امامت

سوال:۔ایک شخص پینٹ پہن کر نماز پڑھاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔نماز ہو جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ص۳۱۸)

چوڑا پاجامہ پہننے والے کی امامت

اس کے پیچھے نماز صحیح ہے اس لئے کہ چوڑے پائنچے کا پاجامہ پہننا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ص۱۳۰)

دھوتی پہن کر امامت کرنا

سوال:۔دھوتی اور دو پلی ٹوپی اور اونچا کرتا پہن کر امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ستر عورت (پردہ پوشی) پورا ہے تو نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ عمامہ اور لباس شرعی کے ساتھ نماز پڑھائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۱۶۹ بحوالہ ردالمختار باب شروط الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۷۲)

شلوار قمیص پہن کر امامت کرنا

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے، نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکیں قمیص پہننا جائز ہے لیکن کرتا افضل ہے ہر جگہ ہر صلحاء کا لباس ہے، وہ اختیار کرنا چاہیئے۔ خصوصاً نماز اور امامت کے وقت۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۷۲)

صحت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص قرأت صاف صحت کے ساتھ نہ کر سکے یعنی الف اور خ، ت اور ط، ث اور س، ج اور ح اور ض، ڈ، ل، ظ میں فرق نہ کرے تو ایسے امام کی اقتداء کرنی درست ہے یا نہیں اور اگر بعض لوگ بستی والے ایسے امام کو رکھیں تو اس کا گناہ امام پر یا بستی والوں پر ہوگا؟

جواب:۔ اگر اس سے بہتر مسائل سے واقف قرآن صحیح پڑھنے والا متبع سنت ہو تو اس کو امام نہ بنانا چاہیئے اور امام مذکور کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو اگر اس سے بہتر دوسرا شخص امامت کے لائق موجود نہ ہو بلکہ سب اسی طرح پڑھنے والے ہوں تو پھر اس کی امامت میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن تصحیح حروف کی کوشش بہر حال لازم ہے، جس کا تارک گناہ گار ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۴۷ بحوالہ درمختار مع ردالمختار جلد اول ص ۳۷۷)

رشوت خور کی امامت

اگر اس سے بہتر امام موجود ہو تو رشوت خور کو امام بنانا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۴۷ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۳۷۶)

تارک جماعت کی امامت

سوال:۔ تارک جماعت کی امامت جمعہ وعیدین میں شرعا درست ہے یا نہیں؟
جواب:۔ جو شخص بلا عذر ترک جماعت کا عادی ہو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بہ حالت مجبوری اس کے پیچھے جو نماز ادا کی جائے گی اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔
(فتاوی محمودیہ جلد۲ ص ۷۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۳۷۱ و بحوالہ شامی جلد اول ص ۳۷۶)

اہل حدیث کی امامت

سوال:۔ اہل حدیث کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور یہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں یا نہیں؟
جواب:۔ اہل حدیث اگر ائمہ مجتہدین پر سب وشتم نہ کریں اور فرائض وواجبات میں حنفی مسلک کی رعایت کر کے نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی۔ ایسے اہل حدیث بھی اہل سنت والجماعت سے الگ نہیں جو کہ دیانتداری سے حدیث پر عمل کرتے ہیں اور فقہاء سے بغض نہیں رکھتے۔ (فتاوی محمودیہ جلد۲ ص ۷۱)

رضا خانی کی امامت

سوال:۔ ایک شخص بریلوی خیال کا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں اور آپ مختار کل ہیں، نیز آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور یہ شخص ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، کیا اس شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
جواب:۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے حضور ﷺ کے لئے اس صفت کو ماننا بے دلیل ہے بلکہ خلاف نص ہے، اسلئے ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں۔ تمام نمازیوں کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹا کر دوسرے صحیح العقیدہ مسائل طہارت اور نماز سے واقف، متبع سنت آدمی کو امام تجویز کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

(فتاوی محمودیہ جلد۳ ص ۷۹ بحوالہ درمختار مع ردالمختار جلد اول ص ۳۷۶)

کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دینے والے کی امامت

سوال (۱) کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننا اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ووٹ دینا جائز ہے نہیں اور ووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اور اس کا حمایتی بھی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) بکر حافظ قرآن ہے، اس نے کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے ووٹ بھی دیا ہے، اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہب اسلام کے مخالف ہیں اور ان کے اس بنیادی نظریے کی پابندی کرتے ہوئے ان کی پارٹی کا ممبر بنانا مذہب اسلام کی مخالفت کرنا ہے۔ ان کو ووٹ دینا، مذہب اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے، اس بات کو سمجھتے اور اعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اور اس کو ووٹ دینے والے کو امام بنانا درست نہیں، بعض آدمی مذہب اسلام کے معتقد اور پابند ہو کر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بناء پر کمیونسٹ یا کسی اور مخالف اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اور ان کی اس مصلحت کے پیش نظر، سچے پکے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں، ان کا یہ حکم نہیں ہے، لیکن اس روش سے ایک مخالف اسلام پارٹی کو فروغ ہو کر اقتدار حاصل ہوتا ہے جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی اسلام کے خلاف نہیں بلکہ موافق سمجھیں گے، اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ جنہوں نے ان کو واقعۃً کمیونسٹ سمجھ کر ووٹ دیا ہے ان سے اپنے مطالبات پورے کرائیں گے جو اسلام مخالف ہوں گے۔

اور اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے تو ووٹ دینے والے ان کو غدار اور مکار قرار دیں گے اور یہ غداری و مکاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتبار ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔

نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کرسکتا کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو

دھوکہ دیکر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے۔ ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا اسلام میں ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآن پاک و حدیث میں آئی ہے ایسے لوگوں پر نبی کریم ﷺ کا اعتماد نہ تھا اور نہ خود ان کی پارٹی کو۔ ان لوگوں کا حال یہ تھا۔ **مذبذبین بین ذالک لاالی ھولاء والاالی ھولاء.** (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۸)

غیر معزز کی امامت

سوال:۔ کیا امامت کا حق سوائے معزز قوم کے دوسری قوم کو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صرف مندرجہ ذیل قوموں کے آدمی نماز پڑھا سکتے ہیں۔ یعنی سید، شیخ، مغل، پٹھان اور دوسری قوم کو امامت کا حق حاصل نہیں ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ جماعت کا استحقاق ہر اس مسلمان کو ہے جو اہلیت امام ہونے کی رکھتا ہے پھر جس قدر لوازمات امامت مثلاً مسائل علم، تجوید و قرأت اور صلاح و تقویٰ اس میں زیادہ ہوگا اسی قدر وہ اولیٰ والیق بالامامت متصور ہوگا۔ (یعنی سب میں سے زیادہ مستحق ہوگا) درمختار وغیرہ میں ہے کہ جس میں اہلیت، امامت کی ہو وہ امام ہوسکتا ہے۔

اس حکم میں جملہ اقوام اور اہل حرفہ برابر ہیں (تمام پیشہ کرنے والے اور ہر برادری کے لوگ مراد ہیں) البتہ اگر شرافت علمی وغیرہ کے ساتھ شرافت نسبی (خاندانی) بھی مثلاً وہ قریشی ہو، سید ہو، یا شیخ ہو، یا انصاری ہو تو وہ افضل ہوگا۔ مقابلہ دوسرے حضرات کے **"ثم الاشرف نسباً"** کا حاصل ہے۔

ان لوگوں کا قول جو یہ کہتے ہیں کہ سوائے شیخ و سید وغیرہ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، غلط ہے، کوئی قوم ہو خواہ سید یا شیخ یا پٹھان وغیرہ یا نور باف (جولاہے) یا نداف (روئی دھننے والے) اور حجام (نائی) وغیرہ جو لائق امامت ہیں، ان کے پیچھے نماز صحیح ہے اور ان میں زیادہ علم و تقویٰ و قرأت والوں کو ترجیح دی جائیگی۔ اور اگر سب علم و تقویٰ اور قرأت میں برابر ہیں تو جو اشرف ہے نسب کے اعتبار سے وہ زیادہ مستحق امامت ہوگا۔

اللہ کے نزدیک بزرگ تر وہ ہے جو متقی زیادہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔

لیکن باوجود سعادت وتقویٰ کے اگر شرافت نسبی بھی ہوتو نور علی نور ہے لیکن حقیر کسی مسلمان کو اور کسی پیشہ ور کو سمجھنا درست نہیں ہے۔ انما المومنون اخوۃ (عام مسلمان بھائی ہیں) کو اس موقع پر ضرور یاد رکھنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص۱۸۱بحوالہ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص۵۲۱)

صحیح مخارج پر غیر قادر کی امامت

سوال:۔ ایک امام صاحب اچھا پڑھنے والے نہیں ہیں، اور کئی حروف سمجھ میں نہیں آتے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ امامت سے معزول کردیا جائے، وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے چونکہ نئے دانت لگوائے ہیں اس لئے تاروں کی وجہ سے آواز بھاری ہو جاتی ہے۔ باقی رہا اشکال حروف سمجھ میں نہ آنے کا تو امام صاحب کا کہنا ہے کہ تمام حروف سمجھتا ہوں کیا ان کی امامت درست ہے؟

جواب:۔ اگر یہ امام حروف کو ان کے مخارج سے صحیح طرح سے ادا کرتا ہو اور قریب سے سننے والے تمام حروف کو بخوبی سمجھ بھی سکیں تو یہ امام زیادہ حقدار ہے امامت کا، اسی کو برقرار رکھنا چاہیئے اور اگر حروف کو صحیح طریقہ سے مخارج سے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، خواہ یہ عدم قدرت نئے دانتوں کی وجہ سے ہو یا اور کوئی سبب ہو، اور قریب سے سننے والے تمام حروف کو بخوبی صاف اور واضح طور پر نہ سمجھ سکیں تو اس کی امامت درست نہیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ص۳۰۲)

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس کی معنی بگڑ جاتے ہیں تو اس کے پیچھے بالکل ان پڑھ لوگوں کی جن کو تین آیتیں بھی صحیح یاد نہیں نماز درست ہے اور جس کو تین آیتیں صحیح یاد ہیں ان کی نماز درست نہیں کسی صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہیئے جس سے سب کی نماز درست ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۷ص۳۹)

فرض پڑھ چکنے کے بعد پھر فرض کی امامت

مسئلہ یہ ہے کہ جس نے فرض پڑھ لیے ہوں، وہ پھر امام، فرض پڑھنے والوں کا نہیں ہوسکتا، جس نے اپنی نماز فرض تنہا پڑھ لی تو فرض اس کے ادا ہو گئے اب ان کو نفل نہیں کرسکتا، بلکہ اگر دوبارہ اسی نماز کو پڑھے گا تو وہ نفل ہوگی اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۰۸ بحوالہ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۴۲)

ایسے شخص کی امامت جس کے ذمہ قضاء نماز ہو

سوال:۔ زید صاحب ترتیب ہے، اور ایک مسجد میں امام ہے اتفاق سے اس کی ایک نماز قضاء ہوگئی دوسری نماز کی جماعت کا وقت ہوگیا، مگر وہ اس سے پہلے قضاء نماز نہیں پڑھ سکا اس لئے زید نے اس وقت وقتی نماز پڑھادی، اور مزید چار نمازیں گزرنے کے بعد قضاء نماز پڑھ لی، اس صورت میں مقتدیوں کی نماز میں کوئی فساد تو نہیں آیا؟

جواب:۔ اس صورت میں مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ امام کو پہلے قضاء نماز پڑھنے کا موقع دیں امام کو لازم ہے کہ امامت نہ کرے، بلکہ کوئی دوسرا شخص نماز پڑھائے، اور یہ قضاء نماز پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہو، اسی طرح زید نے نماز پڑھادی تو اس کی نماز کی طرح مقتدیوں کی نماز بھی موقوف ہوگئی، اگر فوت شدہ نماز کی قضاء سے پہلے ایسی پانچ نمازوں کا وقت گزر گیا کہ ان کی ادائیگی کے وقت قضاء نماز بھی یاد تھی تو سب کی نمازیں درست ہوگئیں۔ ردالمختار جلد اول ص ۵۶۹ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے یاد ہونے کی صورت میں مقتدیوں کی نماز کا کوئی الگ حکم نہیں بیان کیا گیا، اس سے ثابت ہوا کہ امام کی طرح مقتدیوں کی نماز بھی بالآخر صحیح ہو جائے گی قانون تبعیت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔

مگر امام کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اگر اس دوران میں امام یا مقتدیوں میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو قضاء رہ جانے والی نمازوں کا عذاب امام پر ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۰۴)

جس امام کے ذمہ وتر کی قضاء ہو

سوال:۔زید ایک مسجد میں امام ہے، آخر شب آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے زید کے وتر قضاء ہو گئے اور ایسے وقت بیدار ہوا کہ فجر کی جماعت کا وقت قریب تھا اس لئے وتر کی قضاء پڑھے بغیر فجر کی جماعت پڑھادی، دوسرے دن اشراق کے وقت وتر کی قضاء پڑھی، تو مقتدیوں کی نمازیں صحیح ہوں گی یا نہیں؟ اگر دوسرے دن فجر سے قبل وتر کی قضاء پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔امام کی طرح مقتدیوں کی نمازیں بھی موقوف تھیں، قضائے وتر سے قبل چھ نمازوں کا وقت گزر جانے سے سب کی نماز صحیح ہوگئی، بشرطیکہ ان نمازوں کی ادائیگی کے وقت قضاء نماز یاد ہو اگر دوسرے روز طلوع آفتاب سے قبل وتر کی قضاء پڑھ لیتا تو امام اور مقتدی سب کی درمیانی نماز باطل ہو جاتیں۔

تنبیہ:۔امام کو ایسا کرنا جائز نہیں، اگر اس دوران میں امام یا کسی مقتدی کا انتقال ہو گیا تو قضاء رہ جانے والی نمازوں کا عذاب امام پر ہوگا۔(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۰۵)

سنت موکدہ نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔اگر جماعت سے پہلے سنت مؤکدہ نہیں پڑھ سکا تو امام ہو سکتا ہے یا نہیں اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ فرق آئے گا یا نہیں؟

جواب:۔وہ شخص امام ہو سکتا ہے اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ کراہت اور خلل نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۹۶)

احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۸۶ پر یہ مسئلہ اس طرح ہے" امام کو وقت معین کی رعایت رکھنا لازم ہے اس لئے جماعت کے وقت سے پہلے سنتوں سے فراغت کا اہتمام کرے اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوگئی تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ امام کو سنتیں ادا کرنے کا موقع دیں۔اور اگر ایسا نہیں کیا گیا اور بغیر سنتیں ادا کے نماز پڑھادی تو بھی درست ہے۔

مستقل امام کا حق

سوال:۔ایک امام ایک جگہ امامت پر متعین ہے کیا اس جگہ دوسرا شخص جو اس سے علم میں زائد

ہو بلا اجازت امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا تو بلا اجازت نکاح خوانی کس طرح کر سکتا ہے؟

جواب:۔ احادیث اور روایات فقہیہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو شخص امام کسی محلہ کا ہو اس کی موجودگی میں اس کی مرضی کے خلاف دوسرا امام نہ ہو اور نکاح خوانی کے لئے شارع علیہ السلام نے قاضی نکاح خواں کو معین اور مقرر نہیں کیا بلکہ یہ کام اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ پس نکاح خوانی کو امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۸۱ بحوالہ رد المحتار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۳)

موجودہ امام کی اجازت ضروری ہے

سوال:۔ ایک مسجد میں امام مقرر ہے اس کی موجودگی میں اس سے زیادہ افضل شخص اگر آ جاتا ہے تو مقتدی امام صاحب کے اجازت کے بغیر اس کو امام بنا لیتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد کا جو امام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہو تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت، امامت کا زیادہ مستحق ہے اگر چہ دوسرا شخص افضل واعلم واقرا ہو، لیکن اگر چند مقتدیوں نے اس دوسرے شخص کو امام بنا دیا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

رد المحتار جلد اول ص ۵۳۲ میں ہے کہ اگر زیادہ فضیلت والے کو کسی مقتدی نے امام بنا دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کی جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۸۶)

نائب امام کی موجودگی میں کسی اور کی امامت

سوال:۔ محلہ کے امام صاحب موجود نہیں لیکن وہ اپنا نائب کسی مقتدی کو بنا گئے ہیں اس نائب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا امامت کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کے لئے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۲۳۲ ص ۷۷)

ضرورت کے وقت بلا اجازت امام بنانا

سوال:۔ صبح یا عصر کی نماز کا وقت قریب الختم ہے اور پیش امام صاحب موجود نہیں۔ (نامعلوم ضرورت یا سستی کی بناء پر وہ مسجد میں موجود نہیں) تو اب اگر مقتدیوں نے کسی پڑھے لکھے کو آگے بڑھا دیا تو اس کی بلا اجازت امام، امامت کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۸۲)

امام کی اجازت مقتدی کے لئے شرط نہیں

سوال:۔ زید امام مسجد ہے۔ بکر سے کہتا ہے کہ تم ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھنا، تو کیا بکر زید کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ زید کے پیچھے بکر نماز پڑھ سکتا ہے اور نماز صحیح ہے، زید کی اجازت اور حکم کی ضرورت نہیں ہے، بکر ہر حال میں اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور زید کا یہ کہنا بیجا اور خلاف شریعت تھا۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۲ص ۱۴۸ بحوالہ رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ جلد اول ص ۳۹۴)

قعدہ اخیر میں امام فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

,,اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی،،

(فتاوٰی رحیمیہ ج۳ص ۳۸ بحوالہ شامی ج اص ۵۸۸)

شافعی امام کا اتباع اختلافی مسائل میں

سوال:۔ (۱) امام شافعی المذاہب کے پیچھے حنفی مقتدی کو سورہ حج کے سجدہ ثانیہ کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہیئے یا نہیں نیز سورۂ حج میں شافعی امام تو سجدہ نہ کرے گا مقتدی اس وقت کرے یا بعد میں ساقط ہو گیا؟ (۲) نیز حنفی امام کے ساتھ فجر میں قنوت پڑھے یا نہیں اگر پڑھ لیا تو نماز فاسد تو نہ ہو گی۔ (۳) عید میں تکبیرات زائدہ شافعی امام کے پیچھے چھ کہیں یا بوجہ متابعت امام نو، اگر نو پڑھیں تو نماز ہوئی یا نہیں؟ (۴) اگر عصر کا وقت حنفیہؒ کے نزدیک نہ ہوا ہو اور شافعی امام ابتدائے وقت میں عصر پڑھے تو کیا حنفی اقتداء کر سکتا ہے اگر کر لی تو اعادہ

واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔(۱) امام کی متابعت سورۂ حج کا سجدہ ثانیہ مقتدی کو کر لینا چاہیئے ۔ (شامی جلد اول ص ۸۰۱) اور سورۂ ص سجدہ امام نہ کرے تو مقتدی کو بھی نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ سجدہ سورۂ ص مختلف فیہ ہے اور وہ جوب اتباع امام متفق علیہ (شامی جلد اول ص ۴۹۰) جب نماز میں سجدہ نہ کیا تو بعد میں بھی نہ کرے گا۔

(۲) مقتدی کو ایسی حالت میں خاموش کھڑا رہنا چاہیئے اگر قنوت پڑھے گا تو مکروہ کا مرتکب ہوگا۔ (درمختار جلد اول ص ۷۰۰)

(۳) نو تکبیریں امام کی متابعت میں کہنے سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی۔

(شامی جلد اول ص ۴۹۲)

(۴) بہتر یہ ہے کہ عصر کی نماز مثلین سے قبل نہ پڑھی جائے تاہم اگر کسی نے پڑھی تو صحیح ہو جائے گی۔ (کبیری ص ۲۲۵)

امام شافعی المذہب کے متعلق اگر وثوق ہو کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تو حنفی کو اس کا اقتداء جائز ہے۔

اگر وثوق سے معلوم ہے کہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کا اقتداء درست نہیں، اور اگر رعایت اور عدم رعایت کچھ معلوم نہیں تو اقتداء مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۹۵)

شافعی اور اہل حدیث کی امامت

سوال:۔ حنفی مسلک والے کی نماز اہل حدیث یا شافعی امام کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر یہ یقین ہو کہ امام نماز کے ارکان و شرائط میں دوسرے مذاہب کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں بلا کراہت جائز ہے اور اگر رعایت نہ کرنے کا یقین ہو تو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح نہ ہوگی۔

اور جس کا حال معلوم نہ ہو اس کی اقتداء مکروہ ہے، آج کل غیر مقلدین کی اکثریت یہی نہیں کہ رعایت مذاہب کا خیال نہیں رکھتی، بلکہ اس کو غلط سمجھتی ہے اور عمداً اس کے خلاف

اہتمام کرتی ہے اور اس کو ثواب سمجھتی ہے اس لئے ان کی اقتداء سے جہاں تک ممکن ہو احتراز لازم ہے، مگر ضرورت کے وقت ان کے پیچھے نماز پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ یہ امام صحیح العقیدہ ہو، اگر اس کا عقیدہ فاسد ہے مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سب سلف کرتا ہے تو اس کی امامت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۸۲ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۲۶)

شافعی امام کی اقتداء میں رفع یدین

سوال:۔ زید مذہباً حنفی ہے، وہ باجماعت نماز ایک ایسے امام کے پیچھے پڑھتا ہے جو شافعی یا حنبلی ہے، لہٰذا زید نہ تو آمین زور سے کہتا ہے اور نہ رفع یدین کرتا ہے، چونکہ یہ امام کی اتباع یا تقلید نہ ہوئی تو ایسی صورت میں زید کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اسی طرح شافعی یا حنبلی، حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھے اور وہ امام کی اتباع کے خلاف رفع یدین کرے اور آمین زور سے کہے، اس کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔ ان امور میں امام کی اتباع لازم نہیں۔ لہٰذا حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے درست ہے، احناف رفع یدین نہ کریں۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۱۶ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۷۸۰)

حنفی مقتدی اگر شافعی امام کے پیچھے عید کی نماز پڑھے تو اس کو تکبیرات عید میں اتباع شافعی امام کی کرنی چاہیئے، لیکن شافعی وغیرہ امام کی مستقل طور پر فجر میں پڑھی جانے والی قنوت رفع یدین اور نماز جنازہ کے چار سے زائد تکبیروں میں اتباع نہ کی جائے کہ وہ منسوخ ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۷۳)

حنفی امام شافعی مقتدیوں کی کس طرح امامت کرے

سوال:۔ میں حنفی المذہب ہوں، شافعی المذہب کے مکتب میں پڑھاتا ہوں، کبھی کبھی جہری نماز پڑھاتا ہوں، تو اگر میں شافعی المذہب مقتدیوں کا لحاظ کر کے سورۂ فاتحہ کے بعد اتنی دیر خاموش رہوں جتنی دیر میں وہ لوگ جلدی سے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں، پھر دوسری سورت

شروع کردوں تو اس میں کوئی حرج ہے؟

جواب:۔حنفی امام کے لئے اس طرح (سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے میں) تاخیر جائز نہیں ہے، ممنوع ہے۔''نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوگی یعنی دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی۔

سجدہ سہو بھی کافی نہ ہوگا کیونکہ صورت مسئولہ میں قصداً تاخیر کی گئی ہے یہ سہو نہیں ہے کیونکہ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص۱۶۶)

حنفی امام شوافع کو عید کی نماز پڑھا سکتا ہے مگر اپنے طریقہ پر پڑھائے۔مقتدیوں کو اس کا اتباع کرنا ہوگا اور اگر مقتدی رضامند نہ ہوں تو ان میں سے کوئی امام بن جائے اور حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں اور ان کو امام کی اتباع میں تکبیریں زیادہ کہنی ہوں گی۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۶ ص ۳۵۹ بحوالہ درمختار مع شامی جلد اول ص ۷۳)

ناپاک حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔اگر کسی امام نے حالت حدث یا حالت جنابت میں نماز پڑھادی تو ان نمازوں کا کیا حکم ہوگا جبکہ یہ یاد نہ ہو کہ اس وقت کون کون نمازی تھے اور کس کس کو اطلاع دے؟

جواب:۔درمختار میں ہے کہ اگر امام نے حالت جنابت میں یا حالت حدث میں نماز پڑھادی تو اس کو لازم ہے کہ مقتدیوں کو اطلاع کردے۔

پس امام مذکور کو چاہیئے کہ جہاں تک ہوسکے جو جو مقتدیوں میں یاد آجائیں ان کو اطلاع کردے کہ فلاں وقت کی نماز کا اعادہ کرلیں کیونکہ وہ نماز نہیں ہوئی تھی اور جو یاد نہ آئے اس کی نماز ہوگئی۔اس کو اطلاع نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے اگر پھر کبھی یاد آجائے تو اس کو بھی اطلاع کردی جائے اور خود امام مذکور بھی اس نماز کا اعادہ کرے اور اس گناہ سے توبہ واستغفار کرے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۷۷ بحوالہ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۵۳)

عرصہ دراز تک امامت کے بعد اقرار کفر

سوال:۔ایک شخص مدت تک نماز پڑھاتا رہا اب وہ خود اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ کفر کی حالت میں امامت کرتا رہا ہے، کیا مقتدیوں پر اس مدت مدیدہ کی نمازوں کا اعادہ

واجب ہے؟

جواب:۔ اگر اس کے کفر پر سوائے اقرار کے اور کوئی دلیل نہیں تو اس کو اقرار کے وقت سے مرتد قرار دیا جائے گا گذشتہ زمانے میں اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۷۹ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۵۴) (عنوان باقی ص ۶۷)

کیا تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے؟

سوال:۔ امام صاحب پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھاتے ہیں مگر تراویح سنانے کی عادت نہیں رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ تراویح میں جب کہ امام قرآن شریف سنانے سے عاجز اور قاصر ہیں تو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر مقتدی حضرات تراویح میں قرآن شریف سننے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انتظام مقتدی حضرات خود کریں امام صاحب کو مجبور نہ کریں۔

بوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا نہ مل سکے تو کسی حافظ کو رمضان کے لئے نائب امام مقرر کرلیں۔ عشاء وغیرہ ایک دو نمازیں اس کے ذمے لازم کردینی چاہئیں اور وہ تراویح بھی پڑھائے تو اجرت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۴۹)

تراویح میں امامت کا حق

سوال:۔ بکر ایک مسجد میں امام مقرر ہوا ہے اور حافظ قرآن ہے زید بھی حافظ قرآن ہے اور وہ زمانہ بعید سے اس مسجد میں تراویح پڑھاتا تھا مگر اب بکر کہتا ہے میں امام مقرر ہوا ہوں۔ تراویح پڑھانے کا حق مجھ کو ہے زید کہتا ہے کہ میرا قدیمی حق ہے تو کس کو حق ہے؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں جبکہ بکر امام مقرر ہوگیا ہے تو تراویح کی بھی امامت کا حق اسی کو حاصل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۸۲ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۵۲۳ باب الامامت)

تراویح میں معاوضہ کی شرعی حیثیت

سوال:۔ رمضان شریف میں ختم قرآن شریف کی غرض سے حافظ صاحب کا لینے دینے کی

نیت سے سننا سنانا اور بعد میں لینا دینا کیسا ہے؟ نیت دونوں کی لینے دینے کی ہوتی ہے بغیر اس کے سننا سنانا نہیں ہے اگر کسی مسجد میں قرآن شریف نہ سنایا جائے محض تراویح پڑھنے پر اکتفا کیا جائے تو وہ لوگ فضیلت قیام رمضان سے محروم ہوں گے یا نہیں؟

جواب:۔ اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے اس میں ثواب بھی نہیں ہے اور بحکم "**المعروف کالمشروط**" جس کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔ اس حالت میں صرف الم تر کیف سے تراویح پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے۔ اور صرف تراویح ادا کرنے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۶ بحوالہ ردالمختار مبحث التراویح جلد اول ص ۶۶۰)

امامت تراویح کے لئے بلوغ شرط ہے

مسئلہ یہ ہے کہ اگر لڑکے میں اور کوئی علامت بلوغ مثلاً احتلام وانزال نہ پائی جائے تو پورے پندرہ سال ہونے پر شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے پس جس کی عمر یکم رمضان شریف کو چودہ سال گیارہ ماہ کی ہوئی اس کی امامت، تراویح اور وتر میں درست نہیں ہے کیونکہ صحیح مذہب امام ابوحنیفہؒ کا یہی ہے کہ نابالغ کی امامت، فرائض ونوافل اور واجب میں درست نہیں ہے البتہ اگر کوئی علامت بلوغ کی پائی جائے تو درست ہے۔

نیز چودہ سال کے عمر کے لڑکے کے پیچھے فرائض وتراویح کچھ درست نہیں، جب تک پورے پندرہ سال کا نہ ہو جائے البتہ چودہ سال کی عمر میں بالغ ہونے کے آثار پیدا ہو چکے ہوں اور وہ بھی کہے کہ میں بالغ ہو چکا ہوں تو اس کے پیچھے درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۲۶ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۳۹)

معذور حافظ کی امامت

حافظ صاحب اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائیں اور مقتدی حضرات کھڑے ہوں تو بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سب کی نماز صحیح ہو جائے گی اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مقتدیوں کا بیٹھنا مستحب ہے تا کہ امام کی متابعت باقی رہے، مخالفت کی صورت نہ

رہے۔ (دونوں صورتیں جائز ہے) (ترجمہ عالمگیری جلد اول ص ۱۸۹)

جس نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اس کی امامت

سوال:۔ عشاء کی جماعت ہوگئی۔ اس کے بعد تراویح کی جماعت ہونے لگی تو حافظ صاحب جنہوں نے ابھی عشاء کے فرض ادا نہیں کیئے تھے نماز تراویح پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت تراویح پڑھادی، مقتدیوں میں سے بعض نے اعتراض کیا تو حافظ کو ہٹا دیا گیا اس کے بعد امام صاحب کی اقتداء میں بقیہ تراویح ادا کی گئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقتدیوں کی پہلی دو رکعتیں ہوئیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئیں تو کیا ان کا اعادہ ضروری ہے؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں تراویح کی دو رکعتیں قابل اعادہ تھیں کیونکہ تراویح عشاء کے بعد ہے پہلے نہیں۔

اسی وقت اعادہ کر لینا تھا اور اگر اعادہ نہیں کیا گیا تو بعد میں صبح صادق سے پہلے تنہا پڑھی جا سکتی تھی۔ اب وقت نکل گیا اس کی قضاء نہیں ہے۔ استغفار کریں اور ان دو رکعتوں میں جتنا قرآن شریف پڑھا گیا تھا اس کو لوٹایا نہ گیا ہو تو دوسرے دن لوٹا لیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۵ بحوالہ کبیری ص ۳۸۵)

وتر کی امامت

وتر کی جماعت کا امام فرض نماز کے امام کے علاوہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۵۸)

یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض نماز پڑھائے وہی وتر پڑھائے اگر دوسرا شخص وتر پڑھائے تو جائز نہیں۔ یہ غلط ہے دوسرا شخص وتر پڑھا سکتا ہے، درست ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۶۸)

یہ صورت جائز ہے، تراویح پڑھانے والا وتر بھی پڑھا سکتا ہے جب کہ وہ بالغ ہو کیونکہ نابالغ کے پیچھے نہ تراویح درست ہے اور نہ وتر۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۱۹۲)

امام صرف فرض پڑھائے اور حافظ وتر

سوال:۔ امام صاحب اگر عشاء کے فرض اور وتر پڑھائے یا صرف فرض پڑھائیں اور حافظ

صاحب تراویح پڑھائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔اس میں مضائقہ نہیں، حضرت عمرؓ فرض نماز اور وتر پڑھاتے تھے اور حضرت ابی بن کعبؓ تراویح پڑھاتے تھے۔اسی طرح سے امام صرف فرض پڑھائے اور حافظ صاحب تراویح اور وتر پڑھائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص۳۹۴ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص۸۴)

نوٹ:۔تفصیل کے لئے دیکھئے احقر کی کتاب۔(مکمل و مدلل مسائل تراویح)

ٹیلی ویژن سے امامت

نماز کوئی مشینی عمل نہیں ہے بلکہ ایک عبادت ہے جس میں انسان اپنے پوری وجود، ظاہری اور باطنی کیفیت، قلب وروح ودل ودماغ، زبان اعضاء(جوارح) اور حرکات و سکنات کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے، یہ خدا سے ہم کلامی اور قلب کے خوف و عاجزی سے لبریز ہونے کا اظہار اور نشان ہوتا ہے، امام جو کچھ بولتا ہے وہ گویا غایت درجہ احترام و ادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے مقتدیوں کی بات خدا تک پہنچانے کا کام کرتا ہے۔

ٹیلی ویژن کی امامت میں جو نماز ہوگی وہ محض ایک مشینی حرکت ہوگی۔اس میں وہ خوف وخشیت، تواضع وانکساری، ادب وشائستگی اور خوف ورجا کہاں ہوسکتا ہے اس لئے فقہی نقطہ نظر سے ہٹ کر عبادت و بندگی کی روح اور اس کی شان وکیفیت بھی اس کے مغائر ہے کہ انسان ان مصنوعی کل پرزوں کی اقتداء میں نماز ادا کرنے لگے۔فقہی اعتبار سے ''اقتداء'' صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ امام ومقتدی کے درمیان شارع عام، بڑی نہر، یا کسی پل وغیرہ کا فاصلہ نہ ہو، اتنے فاصلے کی موجودگی میں اقتداء درست نہ ہوگی۔

(فتاویٰ ہندیہ جلد اول ص۴۵)

یہی حکم ٹیلی ویژن میں بھی ہے کہ اگر اصل امام اور مقتدی کے درمیان صفوں کے تسلسل کے بغیر اس قدر فصل ہو تو اقتداء درست نہ ہوگی اور اگر بڑا مجمع ہو اور صفوں کا تسلسل بھی قائم ہو البتہ نمازگاہ میں آسانی اور نقل وحرکت کے اندازہ کے لئے مختلف جگہ ٹیلی ویژن لگادئے جائیں تو نماز ہوجائے گی لیکن عمل کراہت سے خالی نہ ہوگا اس لئے کہ ٹی وی کی فقہی

حیثیت سے قطع نظر نماز کے سامنے اس طرح صورتوں کا آنا بجائے خود بھی مکروہ ہے اور اس لئے بھی کہ اس سے خشوع متاثر ہوگا۔ جہاں تک نقل وحرکت کی اطلاع کا مسئلہ ہے تو وہ لاؤڈ سپیکر سے بھی ممکن ہے۔ (جدید فقہی مسائل ص ۵۸)

ٹیپ ریکارڈ سے امامت

ٹیپ ریکارڈ سے نہ امامت درست ہے اور نہ اذان۔ اس لئے کہ امام اور مؤذن وہی ہوسکتا ہے جو "ناطق" اور "گویا" ہو اور ٹیپ ریکارڈ میں خود گویائی نہیں ہے بلکہ ایک بے ارادہ غیر مختار نقل کرنے کا آلہ ہے جو کسی آواز کی نقل کرتا ہے، اذان وامامت عبادت ہے جو قلب کی کیفیت کے ساتھ انجام دی جاتی ہے اور ٹیپ ریکارڈ ایک جامد اور غیر حساس شے ہے جس کی آواز کو عبادت نہیں کہا جا سکتا اس کی آواز کی حیثیت مستقل "بول" کی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ تابع محض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص ٹیپ ریکارڈ پر طلاق دیتے ہوئے کہے کہ میں نے طلاق دے دی ہے اور تین دفعہ بجایا جائے تو طلاق ایک ہی واقع ہوگی اس کی تکرار کیوجہ سے اصل طلاق میں تکرار نہ ہوگا۔ کوئی اسی طرح ٹیپ پر ہزار کا اقرار کرے اور اسے بار بار بجایا جائے تو اقرار ایک ہی ہزار کا ہوگا، اس لئے کہ اس آواز کی حیثیت تابع کی ہے۔

لہذا اس طرح دی گئی اذان اور امامت، اذان وامامت نہ ہوگی، بلکہ محض اس کا صوتی اور لفظی تکرار ہوگا، اس کی نظریہ ہے کہ فقہاء نے سکھائے ہوئے پرندوں کی آواز اور تلاوت کو اصل تلاوت کا درجہ نہیں دیا ہے اور اسی لئے اس کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ (جدید فقہی مسائل ص ۵۸ بحوالہ فتاوی ہندیہ ص ۶۸)

امامت کا سب سے زیادہ مستحق

حنفیہؒ کے نزدیک امامت کا زیادہ مستحق وہ ہے جو نماز کے درست یا نادرست ہونے کے مسائل کو زیادہ جانتا ہو اور کھلے گناہوں سے بچتا ہو۔

اس کے بعد وہ شخص ہے جو قرآن مجید کی تلاوت اور تجوید میں بڑھ کر ہو، اس کے

بعد جو اسلام لانے والوں میں دوسروں پر مقدم ہو اور پھر وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور مقتدی اور امام دونوں پہلے سے مسلمان ہوں، پھر وہ جس کی جسمانی ساخت بہتر ہو، پھر وہ جس کی صورت سب سے اچھی ہو، پھر وہ جو خاندان میں سب سے اعلیٰ ہو، پھر وہ جس کا لباس زیادہ ستھرا ہو اگر ان تمام امور میں سب برابر ہوں اور امامت کے بارے میں باہمی نزاع و جھگڑا ہو تو قرعہ اندازی سے کام لیا جائے ورنہ جسے بھی چاہے امامت کے لئے آگے کردیں۔

اگر لوگ قرعہ اندازی پر راضی نہ ہوں تو جس کے حق میں اکثریت کی رائے ہو اسے امام بنالیا جائے اگر کبھی اکثریت نے غیر مستحق کو امام چن لیا تو برا کیا لیکن گناہ نہیں ہے یہ تمام مسائل اس صورت میں ہیں جب کہ قوم کا کوئی بادشاہ یا اس جگہ کا جہاں لوگ جمع ہوئے ہیں مالک یا وظیفہ پانے والا نہ ہو ورنہ امامت کے لئے سب سے مقدم سلطان (بادشاہ) ہے پھر صاحب خانہ اسی طرح کسی مسجد کا مقرر شدہ امام۔

اگر گھر میں مالک اور کرایہ دار دونوں ہوں تو زیادہ حق کرایہ دار کا ہے اگر وہ گھر کسی عورت کا ہو تو حق امامت اسی عورت کا ہے لیکن اس عورت پر واجب ہے کہ وہ امامت کیلئے کسی کو اپنا نائب بنادے کیونکہ عورت کا امام بننا درست نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۸۴)

امامت کا مسئلہ بڑا اہم اور عظیم الشان ہے اس لئے امام اعلیٰ درجہ کا متقی و پرہیزگار عالم، عامل، عاقل، اخلاق حمیدہ سے متصف، حسن قرأت سے اچھی طرح واقف، صحیح العقیدہ تندرست وجیہہ الصورت نماز کے مسائل کا جاننے والا، اور ظاہر عیوب سے پاک ہونا چاہیئے۔ (مسلمانوں کے لئے امام کی حیثیت فوج کے کمانڈر سے زیادہ ہی ہے اور فوجی افسر ظاہری عیب والا یعنی اندھا، لولا، ہاتھ کٹا، لنگڑا، یک چشم، بیمار اپاہج وغیرہ نہیں ہوتا ہے۔) نیز یہ بھی ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والوں نے امام کو اپنی مرضی اور خوشی سے امامت کے لئے مقرر کیا ہو اور اس کی امامت کو دل و جان سے قبول کرتے ہو۔

امامت کے مکروہات کا بیان

(۱) فاسق کا امام بننا مکروہ ہے، ہاں وہ اپنے جیسے کا امام ہو تو مکروہ نہیں۔

(۲) بدعتی کی امامت مکروہ ہے، لیکن بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو۔

(۳) امام کا نماز کو طول دینا مکروہ تحریمی ہے، بجز اس صورت کے جب کہ کوئی شخص محدود اشخاص کا امام ہو اور وہ لوگ طول دینے پر راضی ہوں، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "من ام فلیخفف" (یعنی جو امام ہو وہ نماز مختصر کرے۔)

(۴) نابینا شخص کا امام بننا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر وہ سب میں افضل ہو (تو مکروہ نہیں ہے) یہی حکم ولد الزنا (ناجائز اولاد) کا ہے۔

(۵) عالم کی موجودگی میں بے علم کا امام بننا، خواہ دیہات کا ہو یا شہر کا باشندہ۔

(۶) گوری چٹی صورت والے بے ریش لڑکے کا امام بننا، اگرچہ وہ زیادہ علم رکھتا ہو، مکروہ تنزیہی ہے، یہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ امامت سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

(۷) ایسے شخص کا امام بننا جو بے وقوف ہو اور بھونڈا ہو یا فالج زدہ یا کوڑھ کا مریض ہو جس کے برص کے داغ پھیلے ہوں، اور جزامی اور اپاہج کا جو پورے قدموں پر کھڑا نہ ہوسکتا ہو۔ نیز جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو اس کا امام بننا مکروہ ہے۔

(۸) ان کی امامت بھی مکروہ ہے جو اجرت لے کر لوگوں کی امامت کرے[1] البتہ وقف کرنے والے نے اس کی اجرت کے لئے شرط لگا دی ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ اجرت یک گونہ صدقہ وامداد ہے۔

(۹) اس شخص کی امامت مکروہ ہے جو فروعی مسائل میں مقتدی کے مسلک سے اختلاف رکھتا ہو۔ بشرطیکہ اس امر کا اندیشہ ہو کہ وہ ایسے اختلاف کی پرواہ نہ کرے گا جس سے نماز یا وضو جاتا رہتا ہے لیکن اس امر میں شک نہ ہو۔ بایں طور کہ وہ جانتا ہو کہ اسے اختلاف کی پرواہ ہے یا یہ کہ اس سے اختلاف کا علم ہی نہیں تو امامت مکروہ نہ ہوگی۔

(۱۰) امام کا دوسرے تمام مقتدیوں سے ایک ہاتھ یا زیادہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس سے کم اونچی جگہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح مقتدیوں کا بھی امام سے اتنی اونچی جگہ پر ہونا مکروہ ہے۔

(۱) متاخرین فقہاء نے امامت کی اجرت جائز قرار دی ہے، پس دور حاضر میں ایسے شخص کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

ان دونوں صورتوں میں کراہت اسی حالت میں ہوگی جبکہ امام کے ساتھ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کوئی فرد واحد بھی شریک جماعت نہ ہو اگر ایک شخص یا زیادہ اشخاص اس کے ساتھ (اس جگہ پر) کھڑے ہو جائیں تو کراہت نہ رہے گی۔

(۱۱)　اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اور اس کی کسی دینی خرابی کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کتراتے ہوں۔

(۱۲)　نماز جنازہ کے سوا عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر جنازہ کی نماز عورتیں پڑھا جائیں تو امام عورت ان کے درمیان (صف کے اندر) کھڑی ہو جیسے ان آدمیوں کی جماعت جن کا ستر ڈھکا ہوا نہ ہو۔ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے خواہ جمعہ یا عید کا دن ہو یا رات کو وعظ ہو، ہاں دن میں ضرورتاً کہیں پردہ کے ساتھ آنا جائز ہے جب کہ کسی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۱۳)　اسی طرح مرد کے لئے عورتوں کا امام بننا مکروہ ہے جبکہ جماعت والے ایسے گھر میں ہوں جہاں ان کے ساتھ مرد مقتدی نہ ہوں یا عورتیں امام کی محرم جیسے ماں یا بہن نہ ہوں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۶۸۸)

(۱۴)　کسی خصی، زنخے یا نامرد کا امامت کے عہدہ پر تقرر کیا جانا، مکروہ ہے اسی طرح اس کی بھی امامت مکروہ ہے جس کی باتوں میں عورتوں کا سا انداز ہو، یا جو نا جائز اولاد ہو لیکن ایسے اشخاص اگر مقرر شدہ امام نہ ہوں تو ان کے امامت مکروہ نہیں ہے۔

(۱۵)　کسی غلام کا امام مقرر کیا جانا مکروہ ہے۔

(۱۶)　غیر مختون کی امامت مکروہ تنزیہی، اسی طرح اس شخص کی امامت جس کا حال معلوم نہ ہو کہ نیکو کار ہے یا بدکار ہے، یا وہ شخص جس کا نسب معلوم نہ ہو۔

(۱۷)　امام کا مسجد کے محراب میں نفل پڑھنا یا محراب کے اند ہیئت نماز میں محض بیٹھنا مکروہ ہے

(۱۸)　نابینا شخص کا امام بننا جائز ہے تاہم بینا افضل ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۹۰)

لاوڈسپیکر (مائک) پر امامت

لاوڈسپیکر کے ذریعہ نماز درست ہے یا نہیں؟ ابتداء میں ہند اور بیرون ہند کے علماء

کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف تھا، بعض حضرات کی رائے تھی کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں، بلکہ اس آواز کی بازگشت ہے۔اس طرح اس آواز پر مقتدیوں کی نقل وحرکت گویا امام کے بجائے ایک دوسری آواز کی بناء پر ہوگی اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ مقتدی امام کے بجائے کسی اور کی آواز پر نقل وحرکت شروع کردیں۔

اس کے مقابلے میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کے باوجود نماز کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال صحیح ہے اور شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے کہ نماز کے باہر ایک شخص کی تلقین پر نمازیوں نے نقل وحرکت کی، چنانچہ بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا اور مدینہ کے مضافات کی بعض مساجد میں جہاں بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے لوگ نماز ادا کررہے تھے، قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع ایک شخص نے دی اور سبھوں نے اپنا رخ بدل لیا۔ظاہر ہے یہ نقل وحرکت ایک ایسے شخص کی آواز پر عمل میں آئی جو نماز سے باہر تھا۔

اب یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز امام کی آواز کی نقل اور اس کا چربہ نہیں ہے بلکہ بعینہ امام کی وہی آواز ہے جو اس کی زبان سے نکلتی ہے اس طرح اب لاؤڈ سپیکر سے نماز وامامت کے جواز پر علماء کا اتفاق ہو چکا ہے۔

بعض علماء اس کے استعمال میں ایک گونہ کراہت سمجھتے ہیں اور ناگریز ضرورت ہی پر اس سے کام لینے کو درست سمجھتے ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے بلاضرورت امام کی آواز کو تقویت دینے والے ''مکبرین'' کے تقرر کو مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے لہذا یہی حکم لاؤڈ سپیکر کا بھی ہوگا مگر یہ استدلال قابل غور ہے کہ مکبرین کی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں ہوتی جبکہ لاؤڈ سپیکر (مائک) کی آواز کا بعینہ امام کی آواز ہونا ثابت ہو چکا ہے پھر ان دونوں کو ایک درجہ کیونکر دیا جاسکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ لاؤڈ سپیکر کو حسب ضرورت اور اس طرح استعمال کرنا چاہیئے کہ اس کی آواز مناسب حدود اور مسجد میں رہے جیسا کہ آج کل یہ بات ممکن ہوگئی ہے۔(جدید فقہی مسائل ص ۵۷)

امام جمعہ کے لئے باہر جائے یا ظہر کی امامت کرے؟

سوال:۔گاؤں کے امام صاحب جمعہ کے دن دوسرے قصبہ یا شہر وغیرہ میں جمعہ پڑھنے کے

لئے چلے جاتے ہیں امام کو اپنے گاؤں میں جماعت ظہر کرنی بہتر ہے یا دوسری جگہ جمعہ پڑھنا؟ اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ کہ ''جس نے تین یا چار جمعہ ترک کیئے گویا اس نے اسلام کو پیٹھ دکھلائی''۔

جواب:۔ اس حدیث شریف میں وعید، ترک جمعہ پر آتی ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جس جگہ جمعہ فرض ہو اور پھر کوئی شخص جان بوجھ کر بلا عذر جمعہ ترک کرے تو اس کے لئے یہ وعید ہے اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ فرض نہیں ہے اور جمعہ وہاں ادا نہیں ہوتا، وہاں یہ وعید اور حکم نہیں ہے بلکہ ان کے لئے یہ حکم ہے کہ ان کو گاؤں میں ظہر باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔

لیکن اگر کوئی شخص قصبہ یا شہر میں جا کر جمعہ پڑھے تو ثواب کی بات ہے اور جو شخص قصبہ یا شہر میں نہ جائے وہ گاؤں میں ظہر کی نماز پڑھے اس کو اس قصبہ یا شہر میں جا کر جمعہ نہ پڑھنے سے کچھ گناہ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۵ ص۹۳ بحوالہ عالمگیری مصری باب فی الجمعہ جلد اول ص۱۳۶)

امام جمعہ میں قرأت طویل کرے یا خطبہ

خطبہ مختصر ہونا چاہیئے اور قرأت سنت کے موافق ہونی چاہیئے جیسے سورہ سبح اسم ربک اعلیٰ وغیرہ۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۵ ص۹۳ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ جلد اول ص۷۵۸)

امام کا خطبہ کی حالت میں کسی کا تعظیم کرنا

سوال:۔ امام نے خطبہ کی حالت میں خطبہ بند کر کے کسی کی تعظیم کی اور اس کو ممبر پر چڑھا دیا پھر باقی خطبہ ادا نہیں کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز ہوگئی مگر آئندہ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۵ ص۹۴ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ جلد اول ص۷۵۸)

امام و خطیب کی عدم موجودگی کا حکم

سوال:۔ (۱) نماز اور خطبہ میں مقررہ وقت پر امام صاحبؒ اور نہ نائب صاحب حاضر نہ ہوں تو کیا آدھا گھنٹہ انتظار کر کے بعد متولی صاحب کسی دوسرے کو امام بنا سکتے ہیں؟

(۲) دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
(۳) خطیب صاحب اکثر پنج وقتہ نماز میں غیر حاضر رہتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔(۱) وہ بنا سکتے ہیں۔(۲) دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے اور وہ نماز صحیح ہے۔
(۳) نماز درست ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۵ ص ۱۳۱)

منبر کے درجات کی تعداد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر کے تین درجے تھے، اس کی موافقت اولیٰ ہے اور کمی وزیادتی بھی جائز ہے۔(احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۱۴۰)

کیا امام کا منبر پر کھڑا ہونا ضروری ہے؟

منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا درست ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدینؓ کا یہی معمول تھا۔(احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۱۳۵ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۷۷۰)

منبر کے کس زینہ پر خطبہ دے؟

اس میں شرعاً کچھ تحدید نہیں ہے جونسے درجہ (سیڑھی) پر کھڑا ہو جائے جائز ہے اور سنت منبر پر چڑھنے کی ادا ہو جائے گی۔

پس اس سے زیادہ کچھ قید شرعاً نہیں ہے، دوسرے یا تیسرے جس درجہ پر کھڑا ہو جائے درست ہے، اس میں کچھ سوئے ادبی کسی کی نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۵ ص ۱۱۶ بحوالہ ردالمختا باب الجمعہ جلد اول ص ۷۷۰)

خطبہ میں افراد کی شرط

سوال:۔(۱) اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتیں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟
(۲) اگر ایک یا دو افراد کے سامنے خطبہ پڑھے، اور تین یا زیادہ آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھے

تو درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے خطبہ کے لئے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے جن سے جماعت قائم ہو سکے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۱۲۳)

امام کا عصا لے کر خطبہ دینا

اس سے متعلق عبارات فقہیہ مختلف ہیں۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ فی نفسہٖ سنت غیر مؤکدہ ہے مگر اس کا التزام واستمرار مکروہ بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۱۴۲)

تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ضرورت ہو تو چھڑی ہاتھ میں رکھ لے کچھ حرج نہیں ہے اور ضرورت نہ ہو تو نہ لے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۵ ص ۶۶ بحوالہ ردالمحتار باب الجمعہ جلد اول ص ۷۷۳)

عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھنا ثابت تو ہے لیکن بغیر عصا کے خطبہ پڑھنا اس سے زیادہ ثابت ہے پس حکم یہ ہے کہ عصا ہاتھ میں لینا بھی جائز ہے اور نہ لینا بہتر ہے اور حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے پس اس کو ضروری سمجھنا اور نہ لینے والے کو طعن و تشنیع کرنا درست نہیں اسی طرح لینے والے کو ملامت کرنا درست نہیں ہے۔ (کفایت المفتی جلد ص ۲۱۴)

اذان خطبہ کا حکم

پہلی صفت کی قید تو کہیں نہیں ملتی، البتہ کتب فقہ کے الفاظ امام المنبر، عند المنبر اور بین یدی المنبر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اذان منبر کے سامنے اور قریب ہونی چاہیئے۔ منبر سے قریب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ صف اول ہی میں ہو۔

(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۱۲۶ بحوالہ جامع الرموز جلد اول ص ۱۸)

کیا امام اقامت سے پہلے مسئلہ بتا سکتا ہے؟

سوال:۔ اقامت سے پہلے امام کے لئے کوئی مسئلہ بیان کرنا یا وعظ و نصیحت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مختصر طور پر کوئی مسئلہ بتانا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر (برائی سے

روکنا اور بھلائی کا حکم کرنا) جائز ہے، طویل وعظ جائز نہیں۔
(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۲۱۳ بحوالہ ردالمحتا جلد اول ص ۷۷۰)

خطبہ اور جمعہ میں فصل ہونا

سوال:۔ جمعہ اور خطبہ میں زیادہ فصل ہوجائے تو کیا خطبہ کا اعادہ ضروری ہے؟
جواب:۔ خطبہ اور جمعہ میں معتد بہ فصل ہوجانے سے اعادۂ خطبہ ضروری ہے۔
(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۱۱۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۷۷۱)

غیر خطیب کی امامت جمعہ

خطبہ جمعہ دینے والے کے علاوہ دوسرے شخص کی امامت جائز ہے بشرطیکہ نماز پڑھانے والا شخص خطبہ میں حاضر ہوا ہو، خواہ کل خطبہ میں یا بعض میں۔
(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۱۱۸)

کیا امام جمعہ سنت پڑھنے والوں کا انتظار کرے؟

خطیب کو انتظار کرنا، سنت پڑھنے والوں کی فراغت کا لازم نہیں ہے، جب مقررہ وقت ہوجائے، خطیب خطبہ کے لئے کھڑا ہوسکتا ہے، اس پر کچھ مواخذہ اور گناہ نہیں ہے کیونکہ امام متبوع ہے، تابع نہیں ہے، مقتدیوں کو تو یہ حکم ہے کہ جس وقت خطیب جمعہ کے لئے منبر پر آجائے تو نوافل وسنن نہ پڑھیں، لیکن خطیب کو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ فراغت کا انتظار کرے، اگر دو چار منٹ کا امام صاحب انتظار کرلیں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن انتظار نہ کرنے سے امام گنہگار نہ ہوگا۔
(فتاویٰ دارالعلوم جلد۵ ص ۷۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۰۱ باب الجمعہ ردالمختار جلد اول ص ۷۶۷)

خطبہ پڑھنے کا طریقہ

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب خطبہ دیتے تو چشم مبارک سرخ ہوجاتی، آواز بلند اور طرز کلام میں شدت آجاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر حملہ کرنے والا

ہے اور آپ مخاطبین کو اس خطرہ عظیم سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ (مسلم شریف جلد اول ص۲۸۴)
پر جوش مقرروں کی طرح آپ ہاتھ تو نہیں پھیلاتے تھے، البتہ سمجھانے یا آگاہ کرنے کے مواقع پر انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے لہٰذا اگر عالم خطیب حسب موقع حاضرین کو خطاب کرے اور خطبہ کو ترغیب و ترتیب کے انداز میں پڑھے تو جائز اور مسنون ہے لیکن دائیں بائیں رخ پھیرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ''بدائع'' میں ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ کے وقت قبلہ پشت ہو کر اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے رہتے تھے۔ (جلد اول ص۲۶۴) اس لئے علامہ ابن حجرؒ وغیرہ محققین دائیں بائیں رخ کرنے کو بدعت کہتے ہیں (شامی جلد اول ص۷۵۹) ہاں رخ سامنے رکھ کر دائیں بائیں نظر کرنے میں حرج نہیں ہے۔ (ردالمختار جلد اول ص۷۰۹) نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ترغیب و ترہیب کے مضامین وہی شخص صحیح انداز میں ادا کر سکتا ہے جو معنی اور مضمون سے واقف ہو۔ ناواقف شخص ایسی غلطی کر سکتا ہے جو واقف کی نظر میں مضحکہ انگیز ہو۔ لہٰذا خطبہ میں جو بھی انداز اختیار کیا جائے وہ سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص۲۶۴)

کیا خطبہ میں جہر شرط ہے؟

خطبہ میں اس قدر جہر (زور سے پڑھنا) شرط ہے کہ پاس بیٹھنے والا سن سکے۔
(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص۱۳۴)

غلطی پر خطیب کو لقمہ دینا

چونکہ خطبہ میں کوئی متعین مضمون پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر ایک مضمون میں خطیب رک گیا (اور آگے چل نہ سکا) تو اور کچھ پڑھ سکتا ہے۔
لہٰذا لقمہ دینے کی ضرورت نہیں، اور حالت خطبہ میں ہر قسم کا تکلم (بات چیت کرنا) ناجائز ہے، اس لئے لقمہ دینا بھی ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۴ ص۱۴۱)

کیا مکبّر کے لئے امام کی اجازت ضروری ہے؟

سوال:۔ جمعہ و عیدین میں بلا اجازت امام، تکبیر پکار کر رکوع و سجدہ میں کہنا تاکہ نمازیوں

کو سہولت ہو، جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم امام فرماتے ہیں بلا اجازت امام تکبیر پکارنے سے مکبر کی نماز نہیں ہوتی، صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ نمازیوں کی سہولت اور اطلاع کے لئے تکبیر پکار کر کہنا درست ہے، اس میں امام کی اجازت ضروری نہیں ہے، اس عالم امام کا مذکورہ قول غلط ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۵ ص۱۵۰)

عید کا خطبہ کسی نے دیا اور نماز کسی اور نے پڑھائی

اس طرح نماز ہو جاتی ہے مگر بہتر و مناسب یہ ہے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۵ ص۱۸۴ بحوالہ ردالمحتار باب الجمعہ جلد اول ص۷۷۱)

کیا امام دو جگہ عید کی امامت کر سکتا ہے؟

دو جگہ عیدین یا جمعہ کی نماز دو مرتبہ نہیں پڑھا سکتا، اگر ایسا کیا تو دوسری مرتبہ والے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی کیونکہ امام کی دوسری نماز نفل ہوئی اور نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض اور واجب پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۵ ص۲۲۴)

اجرت پر جمعہ و عیدین پڑھانا

امامت پر اجرت لینا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۵ ص۲۲۴)

مراہق خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے

افضل یہ ہے کہ امام و خطیب ایک ہی ہونا چاہیئے تاہم اگر مراہق ذی شعور خطبہ پڑھے اور بالغ آدمی نماز پڑھائے تب بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۳۴۲)

امام کا خطبہ میں ذکرِ معاویہ کرنا

سوال:۔ حضرت مولانا دوست محمدؒ اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہٗ نے جو خطبات شائع کیے ہیں جن میں سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کی بقیہ تین صاحبزادیوں کے نام بھی درج ہیں اور صحابہؓ میں سے باقی صحابہؓ کے ساتھ حضرت سیدنا معاویہؓ کا نام بھی درج ہے۔ یہ خطبات جمعہ میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہیں تو صرف مباح کی حد تک

یا موجودہ حالات کے پیش نظر افضل و مؤکد ہے؟ اگر یہ جائز و افضل ہے تو ہمارے عمائدین متقدمین و متاخرین کے زمانے میں جو خطبات مروج تھے ان میں مندرجہ بالا نام کیوں درج نہیں تھے؟ نیز یہ کہ ان خطبات سے اکابر سلف صالحین مثلاً حضرت تھانویؒ کے مسلک سے انحراف تو لازم نہیں آئے گا؟

جواب:۔ ہر زمانہ کے خطبہ کے مضمون کی ترتیب میں اسلام میں پیدا ہونے والے فتنوں سے مسلک اہل سنت کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ کے اسمائے مبارکہ اور ان کے لئے دعاء اور ان کے مناقب خطبہ میں لانے سے روافض و خوارج کی تردید اور مسلک اہل سنت کا اعلان مقصود ہے، سابق زمانہ میں جو فتنے تھے ان کی تردید کے لئے ان ہی صحابہؓ کا ذکر کافی تھا جو مطبوعہ خطبوں میں مذکور ہیں۔

موجودہ دور کا ایک نیا فتنہ ایک ایسی جماعت کا ظہور ہے جو اپنے آپ کو اہل سنت کا دعویٰ کرتی ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے عقیدت کا دعویٰ کرتی ہے مگر قلوب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مسموم ہیں، بالخصوص حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے متعلق ان کے قلوب کی نجاست ان کی زبان و قلم سے مسلسل ابل رہی ہے۔

مسلک اہل سنت میں کسی صحابیؓ سے ادنیٰ سے ادنیٰ بدگمانی کی گنجائش نہیں۔ کسی صحابی کے بارے میں ذرا سی بدگمانی بھی اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کی موجب ہے اس لئے یہ لوگ اہل سنت سے خارج ہیں اور الحاد میں روافض کی راہ پر چل رہے ہیں نیز روافض کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا دوسری صاحبزادیوں سے بھی بغض ہے، اس لئے ان فتنوں کی تردید کے پیش نظر خطبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنات مکرمات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مناقب اور فضائل کا ذکر اور ان کے لیئے رضی اللہ عنہم کہنے کا معمول بنانا چاہیئے۔ اس سے حضرت تھانوی قدس سرہ کے مسلک سے انحراف لازم نہیں آتا، بلکہ ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے خطبات جس نظریہ پر مبنی ہیں۔ ان میں یہ اضافہ بھی اسی نظریہ کے تحت کیا گیا ہے جس کی تفصیل اوپر بتائی جا چکی (احسن الفتاویٰ جلد۴ ص۱۴۶)

بعد نماز جمعہ دعاء مختصر یا طویل؟

دعاء میں زیادہ طول نہ دینا چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۵ ص۱۰۹ بحوالہ رد المختار صفت الصلوٰۃ جلد اول ص۴۹۴)

اور یہ مسئلہ کفایت المفتی جلد۳ ص۲۸۹۶ میں اس طرح ہے کہ: ”دعاء اتنی مانگی جائے کہ مقتدیوں پر شاق نہ ہو اور ان کو تطویل ناگوار نہ ہو۔“

امام کا جمعہ کی ثانی دعاء کرانا

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعاء کر لیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھر مل کر دعاء کرنا جیسا کہ بعض علاقوں میں اس کا رواج ہو چکا ہے اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سب وشتم اور طعن ولعن کی نوبت آتی ہے یہ ثابت نہیں بلکہ غلط طریقہ ہے اس کو چھوڑنا چاہیئے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۳۰۲)

امام جس وقت نماز سے فارغ ہو، مع مقتدیوں کے سب اکٹھے دعاء مانگیں پھر سنتیں اور نفلیں پڑھ کر اپنے کاروبار میں جائیں، دوبارہ سہ بارہ دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اور نمازیوں کو مقید رکھنا دوسری تیسری دعاء تک جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۱۳۰)

امامت میں اپنے مسلک کی رعایت

سوال:۔عیدین میں امام حنفیؒ ہے اور نصف مقتدی سے زائد شافعی ہیں اور نصف سے کم حنفی ہیں تو امام کو کس کے مذہب کے موافق نماز پڑھانی چاہیئے؟

جواب:۔عیدین کی نماز میں امام حنفی اپنے مذہب کے موافق تکبیرات زوائد کہے یعنی تین تکبیرات ہر رکعت میں علاوہ تکبیر افتتاح اور رکوع کے۔

مقتدی جو شافعی المذہب ہیں وہ اپنے مذہب کے موافق تکبیرات پوری کرلیں اگر ان کے نزدیک یہ جائز ہو کہ حنفی امام کے پیچھے تکبیرات پوری کر لی جائیں الغرض امام حنفی کو ان کے مذہب کا اتباع ضروری نہیں ہے، لیکن امام اگر ان کی رعایت سے ان کے

مذہب کے موافق تکبیرات کہے گا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۵ ص ۲۲۹ بحوالہ رد المحتار باب العیدین جلد اول ص ۱۱۴)

اگر امام تکبیرات عیدین بھول جائے؟

سوال:۔ اگر امام، نماز عید کی تکبیرات زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آئیں تو کیا رکوع میں یہ زوائد تکبیرات کہے، اور رکوع کی تسبیحات چھوڑ دے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر تکبیرات کہہ کر پھر رکوع کا اعادہ کرے؟

جواب:۔ ایسی صورت میں نہ تکبیرات زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کھڑا ہو کر کہے، نہ سجدۂ سہو کرے، کہ ہر صورت میں نمازیوں کو پریشانی ہوگی اور ان کی نماز خراب ہونے کا قوی امکان رہے گا۔ ایسی حالت میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا، اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں، جو کہ بحر، بدائع، فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں لیکن رد المحتار جلد اول ص ۵۶۱ میں علامہ شامیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے جو یہاں درج کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۳۰۷)

جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو

سوال:۔ اگر جمعہ یا عیدین کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے تب تو سجدہ سہو کر لیا جائے، اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیر دیا ہے تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۳۰۸ بحوالہ طحطاوی ص ۲۵۳)

عیدین میں دعاء کس وقت کی جائے؟

سوال:۔ عیدین میں امام دعاء کس وقت کرائے نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟

جواب:۔ عیدین کی نماز کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعاء مانگنا مستحب ہے، خطبہ کے بعد

دعاء مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، اور عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنے کا استحباب ان ہی حدیثوں اور روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعاء مانگنا وارد ہوا ہے، اور نماز کے بعد دعاء مقبول ہوتی ہے۔ حصن حصین میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے اکابر حضرات کا یہی معمول رہا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۵ ص ۲۲۹ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۹۵)

نقش ونگار والے مصلے پر نماز پڑھانا

مصلوں پر جو کعبہ وغیرہ کا نقشہ ہوتا ہے چونکہ وہ اصل نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک مصنوعی نقشہ ہے لہذا احترام ضروری نہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے اہانت کا خیال بھی نہیں ہوتا اس لئے اگر نادانستہ اتفاقاً پیر پڑ جائے تو گناہ نہیں ہوگا، اور بہتر تو یہ ہے کہ ایسے مصلے پر نماز نہ پڑھی جائے کہ خشوع وخصوع میں خلل ہوگا۔ اور نماز کی روح خشوع وخضوع ہے اور بغیر اس کے نماز بے جان ہے۔ نمازی کے سامنے نقش ونگار کا ہونا نمازی کی توجہ اور خیال کو اپنی طرف متوجہ کریگا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے دروازے پر خوبصورت پردے دیکھ کر فرمایا اس کو ہٹالو اس کے بیل بوٹے میری نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری شریف جلد اول ص ۵۴)

آپؐ نے پھول دار چادر بھی اپنے لئے پسند نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر مجھے نماز میں غافل کرتی ہے۔ (صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۲۰۸)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ محراب مسجد اور قبلہ کی دیوار کی نقش ونگار کی کراہت اس لئے ہے کہ یہ چیزیں نمازیوں کے خیالات اور توجہات کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے پھول دار چادر کو اتار دینے پر یہی علت بیان فرمائی تھی کہ اس کے نقش ونگار نے میری توجہ نماز سے ہٹادی۔

(نووی شرح مسلم، (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ ص ۲۷۴ بحوالہ فتاوی رحیمیہ جلد ۲ ص ۱۷۲)

کعبہ کی تصویر والے مصلوں پر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں اور اس تصویر

سے خانہ کعبہ کی تعظیم میں کوئی فرق نہیں آتا۔(فتاویٰ محمودیہ جلد اول ص ۱۱۱)

امام چوکی پر اور مقتدی فرش پر

سوال:۔گرمی اور برسات میں بچھو اور سانپ کے خوف سے اگر عشاء اور صبح کی نماز امام صاحب، مسجد کے فرش پر چوکی بچھا کر پڑھائیں اور مقتدی فرش پر پڑھیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔اگر وہ چوکی ایک ذراع (۶۴ سینٹی میٹر) کے بقدر اونچی ہے تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے، بہرحال ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۳ ص ۳۴۳ بحوالہ ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ جلد اول ص ۶۰۴)

امام فرش پر اور مقتدی مصلے پر

اگر امام کے نیچے جائے نماز ہو اور مقتدیوں کے نیچے نہ ہو یا برعکس ہو تو نماز دونوں صورتوں میں صحیح ہے(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۱۱) اس لئے کہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی صرف جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے خواہ اس پر جائے نماز بچھی ہو یا نہ ہو۔

(حاشیہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۴ ص ۱۱۱)

امام کا بیچ کی منزل میں کھڑا ہونا

سوال:۔ایک مسجد تین منزلہ ہے، بیچ کی منزل میں امام کھڑا ہوتا ہے، اور نیچے کی منزل میں اور اوپر کی منزل میں مقتدی کھڑے ہوتے ہیں، تو نیچے کی مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ طریقہ مذکور پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔اقتداء صحیح ہو جائے گی مگر امام کو نیچے کی منزل میں کھڑا ہونا چاہیئے، بالائی منزل پر بلا ضرورت کھڑا نہ ہو۔

مسجد کی اصل وضع اور امت کے متوارث تعامل کے خلاف ہے۔(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۸۱)

مسجد کی بالائی منزل میں جماعت

گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ یا صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح

وغیرہ کی امامت کرنا مکروہ ہے۔

ہاں! جن صاحب کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے، یہ مجبوری ہے۔

کعبہ شریف کے اوپر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے ہاں! اگر تعمیر اور مرمت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح سے کوئی بھی مسجد ہو، اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بناء پر یہ بھی مکروہ ہے۔

گرمی کی شدت سے چھت پر جماعت نہ کریں، مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔

بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری نہیں پیدا کرتی کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی اور جب مشقت بڑھ جاتی ہے تو اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اس کو مجبوری نہیں کہا جا سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد۵ ص۳۲۲ پر ہے کہ تمام مسجدوں کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے ہاں اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورتاً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

گرمی میں مسجد کے صحن میں باجماعت نماز بغیر حرج کے صحیح ہے، اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو، مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کر لیں۔ (تو وہ مقام مسجد میں داخل ہو جائے گا) اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص۳۱ بحوالہ کبیری ص۳۹۲ و مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص۱۴۸)

اگر مسجد کے اوپر مستقل مسقّف منزل نہ ہو تو ایسی حالت میں بلا ضرورت مسجد کے اوپر چڑھنا اور نچلی منزل میں حبس (گرمی) وغیرہ کی وجہ سے بالائی منزل میں جماعت کرنا مکروہ ہے البتہ مسجد کے اندر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ مقتدیوں کا مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص۲۸۷)

اگر مسجد میں امام کے نیچے منزل خالی ہو؟

سوال:۔ مسجد کے نیچے دو ایک منزلہ مکان ہے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ٹھوس نہیں ہے

بلکہ خالی ہے، اس میں کچھ حرج تو نہیں؟
جواب:۔اگر امام کے کھڑے ہونے کی جگہ نیچے سے خالی ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، ٹھوس ہونا اس جگہ کا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۱۶۶)

امام کا درمیان محراب سے ہٹ کر کھڑا ہونا

سوال:۔امام کو نماز کے لئے محراب کا نصف حصہ چھوڑ کر دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا کیسا ہے؟ اگر محراب کے اندر ہی منبر بنا ہو جیسا کہ اکثر مسجدوں میں ہوتا ہے تو اس صورت میں امام کو کس جگہ کھڑا ہونا چاہئے؟
جواب:۔محراب سے مقصد یہ ہے کہ امام صف کے ٹھیک بیچ میں کھڑا ہو، اور یہ سنت ہے پس اگر محراب صحیح طور پر صف کے درمیان میں ہے تو محراب کے عین درمیان چھوڑ کر دائیں یا بائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہونا مکروہ ہے خواہ منبر محراب کے اندر ہو یا نہ ہو، بہر حال محراب کے درمیان کھڑا ہونا چاہیئے۔
اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ امام منبر کو چھوڑ کر بقیہ محراب کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے مکروہ ہے۔اس کی اصلاح لازم ہے، اور اس مسئلے کی اشاعت ضروری ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تعمیر مساجد میں اس اصلاح کی اشد ضرورت ہے کہ منبر کی جگہ دائیں جانب چھوڑ کر مسجد کے ٹھیک درمیان میں اس طرح محراب بنائیں کہ محراب کا عین وسط جہاں امام کھڑا ہوگا۔وہاں سے مسجد کا دونوں طرف فاصلہ برابر ہو۔
(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۹۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۳۱)

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا

سوال:۔امام کے محراب کے اندر کھڑے ہونے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟
جواب:۔امام پاؤں محراب سے باہر رکھے، بلا عذر محراب میں پاؤں رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، وجہ کراہت میں دو قول ہیں۔
(۱) محراب میں کھڑے ہونے سے دونوں طرف کے مقتدیوں پر امام کی حالت مشتبہ

رہتی ہے، البتہ اشتباہ نہ ہونے کی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔

(۲) اہل کتاب سے تشبہ ہے اس بناء پر جانبین میں مقتدیوں کیلئے کوئی اشتباہ نہ ہونے کے باوجود بھی امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر قدم محراب سے باہر ہوں تو کراہت نہیں رہتی۔ (جلد ۳ ص ۴۷، احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۳۱۱ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۶۰۴)

نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے امام کا در میں کھڑا ہونا

سوال:۔ رمضان المبارک میں نمازیوں کی کثرت اور مسجد کا فرش چھوٹا ہونے کی وجہ سے امام کو مسجد کے در میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امام کے در میں کھڑے ہونے کو شامی میں مکروہ لکھا ہے اور امام اعظمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے، اس لئے امام کو چاہیئے کہ اگر ضرورت در میں کھڑے ہونے کی ہو، نمازیوں کی کثرت وغیرہ کی وجہ سے تو قدم در سے باہر رکھے اور سجدہ اندر کے حصے میں کرے تو بہتر ہے۔ ورنہ بضرورت در میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن بچنا اس سے بہتر ہے (فتاوی دار العلوم جلد ۴ ص ۱۲۹ بحوالہ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیھا جلد اول ص ۶۰۴)

جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام کا درمیان میں کھڑا ہونا

سوال:۔ ہجوم کی وجہ سے صفوں کا توازن نہ ہو، امام و مقتدی برابر کھڑے ہو جائیں یعنی چھوٹی مسجد کی توسیع ہوئی جس میں سابقہ مسجد صرف بائیں جانب آئی اور مسجدہ موجودہ کے عین محراب کے مقابل صرف امام اپنے بائیں دو آدمی کھڑے کر کے جماعت کرائے جو فی الوقت خارجی جگہ مسجد کی سیڑھیوں کا راستہ ہے ایسی صورت میں جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، مگر جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے۔

(احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۵۱۴)

امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہئے، دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں ہاں ایک طرف زیادہ مقتدیوں کا کھڑا ہونا خلاف سنت ہے، طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو دونوں طرف مقتدی برابر ہوں پھر بعد میں جو آ کر شریک ہوں ان کو بھی یہ

لحاظ رکھنا چاہیئے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں اور امام کا حد سے زیادہ جہر یا حد سے زیادہ اخفاء (آہستہ یا زور سے) دونوں خلاف سنت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ ص ۳۴۷ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۸۳)

جس مسجد میں محراب نہ ہو امام کیسے کھڑے ہو؟

سوال:۔ایک مسجد میں امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی نہیں ہے امام صاحب ایک قدم کے قریب مقتدیوں سے آگے کھڑے ہوتے ہیں آدھی صف اس کے دائیں اور آدھی صف بائیں بیچ میں جگہ خالی ہے تو کیا نماز درست ہے؟

جواب:۔جب مسجد اتنی تنگ ہے تو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا درست ہے جس طرح ایک مقتدی ہو تو داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے۔اسی طرح تمام آدمی داہنی طرف اور بائیں طرف کھڑے ہو جائیں۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۸۶)

امام کے دائیں یا بائیں کھڑا ہونا

سوال:۔مسجد کی تنگی کی وجہ سے دو صفیں نہیں ہوسکتی اس لئے امام صاحب کے دائیں بائیں پیچھے کو خالی چھوڑ کر صف کر لیتے ہیں۔آیا اس طرح نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔صف کو بھرنے اور خالی جگہ کو پُر کرنے کی بہت تاکید آئی ہے اس لئے درمیان میں جگہ نہیں چھوڑنی چاہیئے اگر عذر ہو اور کوئی صورت نہ ہوسکتی ہو تو امام کو زیادہ آگے نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس قدر آگے ہو جائے کہ امام کے پیر مقتدی کے پیروں سے آگے رہیں یعنی ایڑی۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۲۴۳)

مقتدی کے کہنے پر امام کا نماز میں آگے بڑھنا

سوال:۔امام صاحب حسب قواعد شرعیہ ایک مقتدی کے ساتھ نماز پڑھا رہے تھے دوسری رکعت کی قرأت ختم ہونے سے پہلے ایک اور مقتدی آکر شامل جماعت ہونا چاہ رہا تھا کیونکہ پہلے مقتدی کو پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں تھا اس لئے دوسرے مقتدی نے امام صاحب سے کہا

آپ ایک قدم آگے بڑھ جایئے، چنانچہ امام صاحب نے ایک قدم بڑھ کر قرأت بدستور جاری رکھی اور نماز ختم کر دی۔ زید کہتا ہے کہ سب کی نماز فاسد ہوگئی کیونکہ مقتدی کو بجائے کہنے کے ہاتھ سے اشارہ کرنا چاہیئے تھا، کیا نماز کے اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں بعض فقہاء کا قول نماز کے فاسد ہونے کا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہوگئی ہے۔ واقعی اس مقتدی کو اشارہ سے امام صاحب سے آگے بڑھنے کو کہنا چاہیئے تھا لیکن بہر حال نماز ہوگئی اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۳۸ بحوالہ رد المختار باب الامامت جلد اول ص ۵۳۲)

اگر امام کے ساتھ ایک شخص ہو؟

سوال:۔ اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی نماز پڑھتا ہو اور دوسرا آجائے یا جماعت کی پوری صف بھر گئی ہو اور ایک نمازی بعد میں آئے گا تو اس کی اگلی صف میں سے مقتدی کو کھینچنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہے پھر دوسرا آجائے تو بہتر یہ ہے پہلا مقتدی پیچھے ہو جائے اور دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں اور اس میں یہ شرط لکھی ہے کہ اگر مقتدی کی نماز کے فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو پیچھے کو ہٹا دے ورنہ نہ ہٹائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیچھے کرنے کی ضرورت اس وقت ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ پیچھے ہٹ جائے گا اور اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو۔

اس طرح صف میں اکیلے کھڑے ہونے کا حکم ہے اگر صف میں سے کوئی شخص اس کے پیچھے ہٹانے سے بے تکلف ہٹ جائے تو ایسا کرے ورنہ تنہا کھڑا ہو جائے جیسا کہ شامی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۳۵۸ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۳۱)

(مطلب یہ ہے کہ اگر پیچھے آنے کی جگہ ہے تب تو مقتدی پیچھے ہٹ آئیں اور اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہیں ہے تو پھر امام کو آگے بڑھنا چاہیئے اور اگر اس کی بھی گنجائش نہیں ہے تو دوسرا مقتدی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جائے ذرا پیچھے ہٹ کر جیسا کہ پہلا مقتدی کھڑا ہے۔)

صرف عورت یا بچہ مقتدی ہو تو کہاں کھڑا ہو؟

سوال:۔ زید اپنے گھر میں جماعت سے نماز پڑھا رہا ہے۔ اگر مقتدی صرف ایک نابالغ لڑکا یا صرف ایک عورت ہو یا بچہ اور عورت دونوں اقتداء کریں تو یہ کہاں کھڑے ہوں؟ محرم اور غیر محرم عورت میں کیا کچھ فرق ہے؟

جواب:۔ بچہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور عورت امام کے پیچھے، عورت محرم ہو یا غیر محرم دونوں کا یہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۹۹ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۳۰)

مقتدی ایک مرد یا ایک بچہ ہو تو کیسے کھڑے ہوں؟

سوال:۔ مسجد میں جماعت کے وقت امام کے علاوہ ایک مرد اور ایک نابالغ لڑکا موجود ہے ان کی صف بندی کس طرح کرنی چاہیئے؟

جواب:۔ مرد اور نابالغ بچہ دونوں مل کر کھڑے ہوں۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۰۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۳۴)

اقتداء کی شرعی حدود

سوال:۔ اقتداء کے لئے شرعی کیا حدود مقرر ہیں۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں کون سی جائز ہے اور کون سی ناجائز؟

(۱)　امام بلند مقام پر ہے، مقتدی نیچے خواہ دائیں یا بائیں یا پیچھے پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ امام سے قریب ہوں خواہ درمیان میں دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو، دوسری صورت یہ کہ امام سے دور ہوں خواہ دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو۔

(۲)　امام نیچے کے مقام پر ہے اور مقتدی اوپر، اس کی بھی مذکورہ بالا چار صورتیں ہونگی۔

(۳)　افریقہ میں اکثر مکانات کا زیریں حصہ فرش، کاٹ اور چوبیں کا ہوتا ہے اور اس کے نیچے زمین تک قد آدم کے برابر کم وبیش مجوف ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں جماعت خانہ کے زیریں حصہ میں بھی مقتدی کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴)　مسجد کے متصل رہنے والا یا دور رہنے والا مگر ایسا کہ تکبیرات انتقال وغیرہ سن سکتا

ہے ایسا شخص اپنے مکان میں اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔(۱) و (۲) امام اگر تنہا اونچے مقام پر ہو تو مکروہ ہے اور اگر امام کے ساتھ کچھ مقتدی ہوں تو پھر کسی حالت میں کراہت نہیں ہے۔ دور اور نزدیک جب کہ صفوف متصل ہوں دونوں درست ہے۔ (۳) اس میں بھی وہی جواب ہے کہ اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی ہیں حصہ زیریں (نیچے کا حصہ) میں کھڑے ہو کر اقتداء کرنا درست ہے۔ (۴) مسجد کے امام کی، اپنے مکان میں رہتے ہوئے اقتداء نہیں کرسکتا، لیکن اگر مقتدیوں کی صف اس کے مکان تک مل جائے تو اس وقت اپنے مکان میں رہتے ہوئے امام مسجد کی اقتداء جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۳۵۶)

مقتدی کے امام سے آگے بڑھ جانے کا حکم

سوال:۔ مسجد میں جماعت کے دوران دوسری منزل کے نمازی امام سے کچھ آگے بڑھ گئے ہیں، ان کے نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہوگئی تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اگر ایڑی برابر ہو تو نماز ہو جائے گی، اگرچہ مقتدی کے پاؤں کی انگلیاں امام کے پاؤں سے آگے ہوں۔

البتہ اگر مقتدی اور امام کے پاؤں میں اتنا زیادہ تفاوت نہ ہو کہ دونوں ایڑیاں برابر ہونے کے باوجود مقتدی کے پاؤں کا اکثر حصہ امام کے پاؤں سے آگے بڑھ گیا تو نماز نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۹۸ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۱۴)

نماز کے اوقات کون مقرر کرے؟

بہتر یہ ہے کہ امام اور مقتدی سب کی متفقہ رائے سے شریعت کے مطابق مقرر کیا جائے، اگر مقتدی ناواقف ہوں اور شرعی وقت کی شناخت نہ رکھتے ہوں تو امام وقت مقرر کر کے اعلان کر دے اور اس کی سب پابندی کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۶۸)

مقررہ وقت سے پہلے نماز پڑھانا

اگر نماز کا وقت ہی نہ ہوا ہو تو نماز پڑھنا پڑھانا ناجائز ہے۔ اگر وقت تو ہوگیا لیکن

کسی عارض کی وجہ سے وقت مقررہ سے دوچار منٹ پہلے امام نے نماز پڑھادی اور پابند جماعت نمازی بھی آچکے تھے، تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اگر پابند جماعت نمازی نہیں آئے تھے، تو وقت مقررہ تک ان کا انتظار کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۱۳۷)

کیا امام پر متعین وقت کا اہتمام کرنا ضروری ہے؟

عموماً مساجد میں جب امام صاحب نماز کے صحیح وقت پر نہیں پہنچتے تو نمازی اعتراض کرتے ہیں، ان کو دوچار منٹ انتظار کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے، حالانکہ انتظار نماز کی حدیث ہے اور اذان کے بعد پورے وقت میں کسی وقت بھی جماعت کرنے کی اجازت ہے اور وقت کا تعین محض سہولت کے لئے ہے، تاکہ نمازی اس وقت پر جمع ہوجائیں۔ سوال یہ ہیں کہ:۔

(۱) امام کا انتظار کیا جانا چاہیئے یا نہیں اور کتنا انتظار کیا جائے؟

(۲) کیا امام پر گھڑی کے وقت کی ایسی پابندی کہ دوچار منٹ بھی تاخیر نہ ہو، ازروئے شرع ضروری ہے؟

(۳) جو امام اکثر دوچار منٹ دیر سے مسجد میں پہنچ کر نماز پڑھاتا ہو اس کو کس بات کی احتیاط ضروری ہے؟

(۴) جو نمازی تاخیر پر مسجد میں شوروغل مچاتے ہیں اور چرچا کرتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

(۵) نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور قرون اولیٰ میں کس طرح عمل رہا ہے؟

(۶) فقہاء کرام اس مسئلہ میں کیا تفصیل بتاتے ہیں؟

جواب:۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک اور قرون اولیٰ میں نیز حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں نہ دنیوی مشاغل زیادہ تھے اور نہ ہی گھڑیاں تھیں، اس لئے جماعت کا اصول یہ رہا کہ وقت ہوجانے کے بعد اذان ہوئی اور اس کے بعد نمازیوں کا اجتماع ہوگیا، جماعت ہوگئی۔

اس زمانہ میں ایک طرف دنیوی مشاغل میں مصروفیت، انہماک اور دوسری جانب دین سے غفلت اور بے اعتنائی کے پیش نظر گھڑیوں کی سہولت سے استفادہ ناگزیر ہوگیا ہے، لہذا آج کل کے حالات کے پیش نظر گھڑی سے وقت کی تعیین اور امام کے لئے وقت معین کی پابندی ضروری ہے۔

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں لوگوں کے اجتماع کو ملحوظ رکھا جاتا تھا، اب چونکہ گھڑی کے معین وقت پر ہی نمازی جمع ہوجاتے ہیں، لہذا یہ امر بھی مقتضی ہے کہ معین وقت سے تاخیر نہ کی جائے۔

علاوہ ازیں قرون اولیٰ کے ائمہ تنخواہ نہیں لیتے تھے، اور اس زمانہ کا امام تنخواہ دار ملازم ہے، اس لئے بھی اس پر متعین وقت کی پابندی لازم ہے، البتہ نمازیوں کو امور ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اگر کبھی بتقاضائے بشریت امام کو چار پانچ منٹ تاخیر ہوجائے تو بے صبری اور چیخ وپکار کے بجائے صبر وتحمل سے کام لیں۔ اور اس تاخیر کو کسی عذر پر محمول کر کے امام پر زبان درازی اور طعن سے احتراز کریں۔

(۲) اگر امام ہمیشہ تاخیر سے آنے کا عادی ہو تو اس کو اچھے اور نرم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

(۳) اگر سمجھانے کے باوجود امام کی روش نہ بدلتی ہو تو منتظمہ امام کو معزول کرسکتی ہے، مگر اس صورت میں بھی امام سے متعلق بدزبانی اور اس کی غیبت ہرگز جائز نہیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ص ۳۰۱)

اگر امام ٹھیک وقت پر تیار ہوکر نماز کے لئے مسجد میں پہنچے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ وقت سے پہلے مسجد میں نہ آنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ اذان سن کر فوری تیاری شروع کردینا چاہیئے تاکہ عین وقت پر مقتدیوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ص ۹۱)

نماز شروع کرنے میں امام متولی کا پابند نہیں

نماز کے اوقات، شریعت کی جانب سے مقرر ہیں، مگر اس میں وسعت ہے، اس لئے ایسے وقت نماز شروع کی جائے کہ شرع کے نزدیک وہ وقت مستحب ہو اور پابند جماعت نمازی اکثر اس وقت آجاتے ہوں۔ اگر متولی جماعت شروع کرانے میں اس کی رعایت رکھتا ہے تب تو اس میں کوئی کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر اس کی رعایت نہیں رکھتا بلکہ صرف اپنی آمد پر موقوف رکھتا ہے خواہ وقت مستحب ہو یا غیر مستحب، خواہ اکثر جماعت کے پابند نمازی

آ گئے ہوں یا نہ آئے ہوں، بلکہ جب خود آ گیا تو نماز فوراً شروع کرادے، اور جب تک خود نہ آئے تو امام کو انتظار کا حکم دے۔ اگر چہ وقت مستحب نکل کر وقت مکروہ میں داخل ہو گیا، یا ابھی وقت مستحب شروع نہیں ہوا تو ایسی حالت میں اس کی رعایت شرعاً پسندیدہ نہیں اور امام کو اس میں اس کی اتباع بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ نماز شروع کرنے میں امام مستقل ہے متولی یا اور کسی کے تابع نہیں، بلکہ سب لوگ امام کے تابع ہیں۔ تاہم امام کو ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے تمام مقتدیوں کو تکلیف ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۱۲۶)

امام کا کسی فرد کے لئے جماعت میں تاخیر کرنا

سوال:۔ اکثر جہلاء متولیان، امام عالم پر حکومت کرتے ہیں مثلاً نماز کے اوقات مقررہ پر جب امام نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو متولی کہتا ہے کہ امام صاحب ذرا ٹھہریئے، فلاں نہیں آیا ہے۔ کیا انتظار جائز ہے؟

جواب:۔ نمازیوں کے اجتماع کے بعد کسی فرد کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ کوئی شخص شریر ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے تاخیر کی جا سکتی ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۰۶ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۶۲)

جو شخص متولی ہو کر اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گناہ گار ہے، اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہے۔ ہاں عام مسلمانوں کا انتظار درست ہے بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں، تکلیف نہ ہو، اور وقت بھی مکروہ نہ ہو جائے مگر رئیسوں اور دنیاداروں کا انتظار نہ کرے۔ وقت پر سب آجائیں یا اکثر آ جائیں تو نماز پڑھائے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۷)

کیا امام کے لئے عمامہ ضروری ہے؟

(۱) عمامہ مستحب ہے۔

(۲) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا، بطور عادت ثابت ہے نہ کہ بطور عبادت۔

(۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا اولیٰ مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) امر واجب کا سا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہئے خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب، حد کراہت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے فساد پر آمادہ ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۷ ص ۵۶)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے، لیکن بغیر عمامہ کے بھی بلا کراہت درست ہے، البتہ جس جگہ عمامہ کا اتنا رواج ہو کہ بغیر عمامہ کے کسی معزز مجلس میں نہیں جاتے ہوں بلکہ اپنے گھر سے بھی نہ نکلتے ہوں تو ایسی جگہ بغیر عمامہ نماز پڑھانا اور پڑھنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۴۷)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے، لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تا کہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۳۵۷)

رومال لپیٹ کر نماز پڑھانا

سوال:۔ ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھائے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ ٹوپی پہننی چاہیئے، نماز کے وقت اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی حصہ کھلا رہے، یہ مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۱۸۵ بحوالہ فتاویٰ قاضی خان جلد اول ص ۵۷)

عمامہ اور شملہ کی لمبائی

سوال:۔ کتنا لمبا عمامہ باندھنا سنت ہے اور اس کا کتنا شملہ پیچھے چھوڑنا مسنون ہے؟ اگر کوئی سرین تک چھوڑے تو نماز میں نقصان آتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے اگر شملہ سوا بالشت سے زیادہ چھوڑے تو نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اس بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ درمختار میں ہے عمامہ کا شملہ پیچھے چھوڑنا مستحب ہے اور وسط ظہر یعنی کمر کے درمیان تک شملہ کا ہونا مستحب ہے اور بعض نے کہا ہے ایک بالشت ہوگا اور اس شخص کا یہ کہنا ہے کہ اگر سوا بالشت سے زیادہ شملہ چھوڑے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، غلط ہے۔ وسط ظہر تک ہونا شملہ کا یا ایک بالشت ہونا، یہ سب امور مستحبہ میں سے ہیں۔ اس کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے اور نماز میں کچھ کراہت نہیں آتی۔ ایک قول شملہ کے بارہ میں درمختار میں یہ بھی ہے کہ موضع جلوس تک شملہ کا ہونا مستحب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کمر کی جڑ تک یعنی سرین کے شروع تک بھی شملہ کا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ شملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اسی طرح عمامہ کے طول (لمبائی) کی شرعاً کوئی خاص حد نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کا عمامہ کبھی بارہ ہاتھ کا ہوا ہے اور کبھی سات ہاتھ کا، اور دوسروں کو آپؐ نے کسی متعین لمبائی والے عمامہ کا حکم نہیں فرمایا۔ پس جتنا لمبا عمامہ ہو اور جتنا باندھنے کی عادت ہو باندھ لے، کچھ وہم نہ کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۳۸ بحوالہ بحرالرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا جلد ۲ ص ۲۷)

امام پر مقتدی کی رعایت

سوال:۔ جو امام قرأت ختم کرنے کے بعد رکوع میں جاتے وقت لفظ اللہ اکبر کو اس قدر لمبا کر کے کہتا ہے کہ اکثر نمازی اس سے پہلے رکوع میں چلے جاتے ہیں کیا ایسی صورت میں مقتدیوں کی رعایت کے لئے معمولی قرأت اور دیر نہ لگا کر رکوع میں چلا جانا امام پر واجب ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بے شک مقتدیوں کی رعایت ایسے موقع پر مناسب ہے اور تکبیر کو زیادہ طویل نہ کرے، بلکہ مختصر کرے تاکہ مقتدیوں کی تکبیر پہلے ختم نہ ہو۔ اور مقتدیوں کو مناسب ہے کہ

دیر میں تکبیر شروع کریں تا کہ امام پر سبقت نہ ہو جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۹۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱)

امام کے لئے تسبیحات کی تعداد

منفرد (تنہا پڑھنے والے) کو اجازت ہے خواہ تین مرتبہ تسبیحات پڑھے یا پانچ یا سات یا اور زیادہ، مگر طاق پڑھے۔

البتہ امام زیادہ تسبیحات نہ کہے بلکہ اس کا لحاظ رکھے کہ مقتدی اطمینان کے ساتھ تین بار تسبیح پوری کر لیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۹۶ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۴۶۲)

مستحب یہ ہے کہ امام پانچ بار تسبیح پڑھے۔ اگر تین بار کہے تو اس طرح کہے کہ مقتدیوں کو تین بار تسبیح کہنے کا موقع میسر آئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۷۱)

امام صاحب سنتیں پڑھنے والے کا انتظار کریں یا نہیں؟

سوال:۔ ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، ابھی دو بجنے میں تین منٹ باقی تھے، ایک شخص نے سنتوں کی نیت باندھ لی، تیسری رکعت میں دو بج گئے تو کیا امام صاحب کو اتنی تاخیر کرنے کی اجازت ہے یا نہیں کہ وہ شخص چار رکعت پوری کر لے؟

جواب:۔ اس قدر اجازت ہے (فتاویٰ دار العلوم جلد۳ ص ۴۷ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۵۳)

مقتدی نہ آئیں تو امام تنہا نماز پڑھ سکتا ہے

سوال:۔ ایک مسجد فاصلہ پر ہے، اس لئے اس میں اکثر جماعت نہیں ہوتی امام جو وہاں مقرر ہے اس صورت میں مقتدیوں کے نہ پہنچنے پر تنہا نماز پڑھ لے تو ترک جماعت کا گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب:۔ اس صورت میں ترک جماعت کا گناہ امام صاحب پر نہیں ہے بلکہ جب کوئی نہ آئے تو امام، اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھ لیا کرے، اس میں جماعت کا ثواب بھی اس کو حاصل ہوگا اور مسجد کا حق بھی ادا ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد اول ص ۵۳ بحوالہ رد المختار باب احکام المسجد جلد اول ص ۶۱۷)

امام کے لیے معین آدمی کا انتظار

سوال:۔کیاایک شخص کے باعث جماعت میں تاخیر کرنا جائز ہے جبکہ مستقل امام موجود ہو۔ اگر وہ شخص نہیں آتا تو بجائے ایک بجے کے ڈیڑھ اور دو بجے جماعت ہوتی ہے اور اس کے بلانے کے لئے، پے در پے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ یہ فعل شریعت کی نظر میں مذموم ہے یا ممدوح؟

جواب:۔وقت مقررہ پر اگر اور نمازی آجائے تو کسی خاص شخص کا انتظار جائز نہیں مگر جب وقت مستحب میں گنجائش ہو اور قوم پر گرانی بھی نہ ہو، یا یہ شخص شریر اور فتنہ پرداز ہو تو کسی قدر انتظار میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر وہ دینی امور میں مشغول رہتا ہے تو اس کو نماز کی اطلاع کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۲۲۳ بحوالہ طحطاوی جلد اول ص ۲۲۰)

امام اگر کسی دنیادار رئیس کا انتظار کرتا ہے اور حاضرین کی رعایت نہیں کرتا تو امام اور مکبر دونوں گنہگار ہیں، مگر نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۲۸)

آنے والے کے لئے قرأت یا رکوع لمبا کرنا

سوال:۔اگر امام نمازی کے آنے کی وجہ سے قرأت یا رکوع لمبا کرے کہ نمازی شامل ہو جائے، تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب:۔اگر امام نے کسی نمازی کو پہچان لیا، اور اس کی خاطر قرأت یا رکوع کو لمبا کرلیا تو مکروہ تحریمی ہے، البتہ بدون پہچانے لمبا کرنے میں کوئی کراہت نہیں (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۱۴)

امام کے سلام کے وقت اقتداء کرنا

سوال:۔امام صاحب نے نماز ختم کی پہلا سلام پھیرتے ہوئے ابھی ''السلام'' کا لفظ بولا ''علیکم'' نہیں بولا کہ کسی نے اقتداء کی، اس کی یہ اقتداء صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔مذکورہ بالا اقتداء صحیح نہیں ہے۔ دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ ص ۲۰۵ بحوالہ شامی جلد اول ص ۴۳۶)

ذاتی رنجش کی بناء پر جماعت سے گریز

سوال:۔ بعض لوگ ذاتی رنجش کی بناء پر اپنے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور دوسرے نمازیوں کو بھی بہکاتے ہیں کہ جب ہمارا دل صاف نہیں تو ہماری نماز نہیں ہوتی تو کیا ان کا یہ قول درست ہے؟

جواب:۔ امام سے دل صاف نہ رکھنا اگر چہ برا ہے، لیکن نماز پھر بھی ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۸۲)

بغیر وجہ شرعی امام کے پیچھے نماز کا ترک

کتب فقہ میں لکھا ہے کہ امام بے قصور ہو، اور لوگ اس کی اقتداء سے کراہت کریں تو گناہ نماز چھوڑنے والوں پر ہے اور اگر امام میں قصور ہو تو اس امام کو امامت کرنا ایسے لوگوں کی جو اس کی امامت سے ناخوش ہوں مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۷۷ بحوالہ ردالمختار باب الامامت جلد اول ص ۵۲۲)

امام ومقتدیوں کو کب کھڑا ہونا چاہیئے؟

اگر امام پہلے سے مصلے سے قریب ہو تو جب مکبر (تکبیر کہنے والا) حی علی الصلوٰۃ کہے، امام صاحب اور مقتدی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام صاحب صفوف کی طرف سے آئیں تو جس صف پر امام پہنچتا جائے اس صف کے نمازی کھڑے ہوتے جائیں، یہاں تک کہ جب امام مصلے پر پہنچے تو سب کھڑے ہو چکے ہوں۔ اگر امام صاحب سامنے سے آئیں تو جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب نمازی کھڑے ہو جائیں، مصلے تک پہنچنے کا انتظار نہ کریں۔

پہلی صورت میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو لکھا گیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد نہ بیٹھا رہے (مثلاً کوئی شخص تسبیح پڑھ رہا ہے اور ختم ہونے سے پہلے تکبیر شروع ہوگئی تو مکبر کے حی علی الصلوٰۃ پر پہنچنے تک اگر پوری کر سکے تو پوری کر لے، اس کے بعد نہ بیٹھا رہے) پس اگر شروع اقامت ہی کے وقت کھڑا ہو جائے تب

بھی مضائقہ نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۱۸۱)

اس وقت کھڑا ہونا چاہیئے لیکن احادیث میں توصفیں سیدھی کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے اور عام طور پر لوگ مسائل سے نا آشنا ہیں۔اس لئے تکبیر شروع ہونے سے پہلے ہی صفیں سیدھی کرلی جائیں تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں، اور اس وقت کسی قسم کا شور نہ ہو۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۳۴۴)

امام کے پیچھے کیسے لوگ کھڑے ہوں؟

امام کے قریب اہل علم اور اہل عقل کا کھڑا ہونا بہتر ہے، لیکن اگر امام کے قریب دوسرے نمازی آگئے ہوں، تو ان کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نماز ہر طرح ہو جاتی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۳۵۷)

فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۳۵۷ کے حاشیہ پر ہے کہ "امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا حق تو قانوناً بھی ان ہی کو ہے جو پہلے آئیں۔اس لئے امام کو وسط میں رکھنے کا حکم ہے اور پھر اگر صف پوری ہو جائے تو دوسری صف بھی امام کے سامنے ہی سے شروع ہوتی ہے۔

لیکن اگر اہل علم کو دوسرے لوگ ترجیح دیں اور اپنی جگہ امام کے پیچھے کھڑا کریں تو یہ فعل بھی (ایسا کرنا) درست بلکہ مطلوب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۳۵۷ بحوالہ ردالمحتار باب جواز الایثار بالقرب جلد اول ص ۵۳۲)

جب کوئی شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا ہے تو کسی دوسرے نمازی یا امام کو اس کا حق نہیں کہ اس کی جگہ سے اس کو ہٹا دے، ہاں اگر وہ خود ہٹنے پر رضامند ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۱۹۶، بحوالہ طحطاوی ص ۳۰۴)

امام کے پیچھے موذن کی جگہ متعین کرنا

مسجد میں کسی کے لئے بھی جگہ متعین کرنا جائز نہیں، موذن اگر امام سے قریب رہنا چاہتا ہے تو دوسرے نمازیوں سے پہلے آجائے، ورنہ جہاں بھی جگہ ملے وہیں اقامت کہہ دے، اقامت کے لئے صف اول یا امام کے پیچھے (قریب کی) کوئی قید نہیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ص ۹۵)

امام کا تکبیر کے وقت مصلے پر ہونا

یہ ضروری ہے کہ جب امام مصلے پر کھڑا ہوتب تکبیر شروع کی جائے بلکہ امام جب کہ مسجد میں موجود ہو، تکبیر کہنا درست ہے۔امام تکبیر سن کر خود مصلے پر آجائے گا، جیسا کہ درمختار کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔**ویقوم الامام والموتم حین حی علی الفلاح اذا کان الامام لقرب المحراب والافیقوم کل صف ینتھی الیہ الامام علی الاظھر** ۔الخ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۱۱۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۴۷)

تکبیر کے بعد امام کا دیر تک رک کر نیت باندھنا

سوال:۔ایک شخص نے ظہر کی سنتوں کی نیت باندھی صرف ایک رکعت پڑھی تھی کہ تکبیر ہوگئی، جس وقت تک شخص مذکورہ کی چار رکعت پوری نہیں ہوئی امام صاحب مصلے پر نہیں گئے، جب وہ چاروں رکعتیں ادا کر چکا تب امام صاحب مصلے پر پہنچے اور پہلی تکبیر سے نماز ادا کی گئی، نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب:۔اس صورت میں نماز ہوگئی اور تکبیر کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۳۱۷ بحوالہ ردالمختار باب الاذان جلد اول ص ۳)

امام نے بغیر تکبیر کے جماعت شروع کردی تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔امام صاحب نے مصلے پر کھڑے ہوکر مقتدیوں کو تکبیر کے لئے کہا تکبیر میں کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی، امام نے بقدر تکبیر تاخیر کر کے بوجہ ضعف سماع کے نہ سنا اور نیت باندھ لی تو نماز یا ثواب جماعت میں کچھ حرج واقع ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔اس صورت میں نماز ہوگئی اور ثواب جماعت بھی مل گیا، اور اقامت جو کہ سنت ہے، متروک ہوگئی لیکن بوجہ عدم سماع (نہ سننے کی وجہ سے) ایسا ہوا اس لئے کچھ گناہ نہیں ہوا۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۹۲ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۵۰ باب الاذان)

امام کے عمامہ باندھتے وقت اقامت ختم ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔امام مصلے پر عمامہ یا رومال باندھ رہا تھا، موذن نے تکبیر ختم کردی، امام نے کہا پھر تکبیر کہو، تو کیا دوبارہ تکبیر کی ضرورت تھی؟

جواب:۔دوبارہ تکبیر کہنے کی اس صورت میں ضرورت نہ تھی۔

(فتاوی دار العلوم جلد۲ص۱۱۶بحوالہ ردالمحتار باب الاذان جلداول ص۳۷۶، ۳۷۲)

امام کے قد قامت الصلوٰۃ پر ہاتھ باندھنے کا حکم

سوال:۔اگر کوئی امام پوری تکبیر نہ ہونے دے، ہمیشہ قد قامت الصلوٰۃ پر نیت باندھ لے تو کیسا ہے؟

جواب:۔بہتر یہ ہے کہ تکبیر ختم ہونے پر امام نیت باندھے اور اگر قد قامت پر نیت باندھے تو یہ بھی جائز ہے مگر پہلی صورت اولیٰ ہے۔(فتاوی دار العلوم جلد۲ص۱۱۳)

اصح اور معتدل مذہب یہ ہے کہ جب تک تکبیر سے فارغ نہ ہو، اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے، کیونکہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے جو کہ مستحب و مسنون ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس وقت مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا تو آنحضرت ﷺ اقامھا اللہ و ادامھا پڑھتے تھے۔(فتاوی دار العلوم جلد۲ص۲۱۳بحوالہ حدیث، ابوداؤد و مشکوٰۃ)

امام کس طرح نیت کرے؟

اس طرح نیت کرے:۔

(۱)　میں خالص خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں۔

(۲)　فرض نماز پڑھتا ہوں (واجب وغیرہ ہوں تو اس کا خیال کرے)

(۳)　جس وقت کی نماز ہو (ظہر ہو یا عصر وغیرہ) اس کا تصور کرے۔

وکفی مطلق نیۃ الصلوٰۃ لنفل وسنۃ وتراویح ولا بد من التعین عند النیۃ لفرض ولو قضاء وواجب دون عدد رکعاتہ وینوی المقتدی المتابعۃ (تنویر الابصار)

امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے چنانچہ تنہا نماز پڑھنے والے کے پیچھے کوئی نیت باندھ رہا ہے تو اس کو امامت کی نیت کر لینی چاہیئے تا کہ اس کو امامت کا ثواب مل جائے۔ ہاں! مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۱۶۷ بحوالہ درمختار مع شامی جلد اول ص ۳۹۴)

نماز کی نیت کس زبان میں ضروری ہے؟

نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کہے بہتر ہے اور زبان سے کسی زبان میں اردو فارسی وغیرہ میں کہہ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۲ ص ۱۴۹ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۶۱)

امام کو مقتدی عورت کی نیت کرنا

اگر عورت مرد کے محاذی نہ کھڑی ہو تو امام کو اس کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۲ ص ۴۹ بحوالہ ردالمختار باب فی النیۃ جلد اول ص ۳۹۴)

حنفیہؒ کے نزدیک صحت نماز کے لئے امام کا امامت کی نیت کرنا اس حال میں شرط ہے جبکہ وہ عورتوں کی امامت کر رہا ہو پس اگر عورتوں کا امام بننے کی نیت نہیں کی تو عورتوں کی نماز فاسد ہوگی، ہاں امام کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۶۶۶)

حنفیہ کہتے ہیں کہ امامت کی نیت صرف ایک صورت میں لازم آتی ہے جبکہ کوئی شخص عورتوں کی امامت کر رہا ہو تا کہ محاذات یعنی عورت کے مرد کے برابر کھڑے ہو جانے کے مسئلے میں گڑبڑ نہ ہو۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد اول ص ۳۴۶)

زبان سے قلبی نیت کے خلاف کا حکم

نیت صرف ارادہ سے ہو جاتی ہے، زبان سے الفاظ کہنے کی ضرورت نہیں، بلکہ زبان سے قلبی نیت کے خلاف بھی ہو جائے تو نماز ہو جائے گی۔ قلب کی نیت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی کے سوال کرنے پر فوراً بتا سکے کہ کیا پڑھنا چاہتا ہے۔ قلبی نیت میں نفل، سنت اور تراویح وغیرہ کسی قسم کی تعیین کی ضرورت نہیں۔ مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ فرض اور

واجب میں صرف اتنی تعیین ضروری ہے کہ ظہر کے فرض ہیں یا عصر کے اور واجب میں یہ کہ وتر ہیں یا نذر، اور ان میں دن اور رکعات کی تعداد کی نیت کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں بھی قلبی نیت کی غلطی مضر نہیں۔

اگر نماز سے قبل زبان اور دل میں اختلاف پایا جائے تو قلب کی نیت کا اعتبار ہے، زبان کی غلطی معتبر نہیں اور اگر نماز شروع کرنے کے بعد دل سے نیت بدلے تو معتبر نہیں۔

(احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۱۶، ۱۷ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۳۹۰)

تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرنے سے نماز نہ ہوگی

سوال:۔ زید نے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ ناف پر باندھ کر پھر زبان سے پوری نیت کر کے تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور قرأت کر کے نماز پوری کی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ تکبیر تحریمہ ختم ہونے سے پہلے نیت ضروری ہے۔ اس لئے زید کی نماز نہیں ہوئی اور اگر تکبیر تحریمہ ختم ہونے سے قبل، دل میں نماز کی نیت کر لی تھی تو اگرچہ قلبی نیت کیوجہ سے نماز کی ابتداء صحیح ہوگئی مگر بعد میں نیت کے الفاظ کہنے سے نماز فاسد ہوگئی۔

(احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۱۳ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۴۴۸)

تحریمہ میں انگلیوں کی کیفیت

تکبیر تحریمہ کے وقت انگلیوں کو نہ کھولنے کی کوشش کرے اور نہ آپس میں ملانے کی، بلکہ اصل حالت پر رہنے دے، انگوٹھوں کو کانوں کی لو سے لگائے اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے

(احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۱۹ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۴۵۰)

امام تکبیر تحریمہ میں عجلت نہ کرے

ردالمحتار باب الامامت جلد اول ص ۵۳۱ کی عبارت "ویصف الامام الخ" سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام کیلئے کو یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑا ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا حکم کرے۔ پس امام کو چاہیئے کہ تکبیر تحریمہ میں ایسی عجلت نہ کرے کہ صف پوری ہو یا نہ ہو، اور صف سیدھی ہو یا نہ ہو، اور سب نمازی برابر کھڑے ہوں یا نہ ہوں فوراً نیت باندھ

لے، ایسا ہرگز نہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۲ ص ۲۱۶)

یعنی امام کو چاہیئے جس وقت نماز کے لئے کھڑا ہو پیچھے مقتدیوں کو چیک کر لے کہ سب ٹھیک طرح کھڑے ہیں یا نہیں اور صفیں سیدھی بھی ہیں یا نہیں اور مقتدیوں کی درمیان خلا تو نہیں، یعنی مونڈھے سے مونڈھا ملا ہونا چاہیئے۔ اس کی حدیث میں تاکید آئی ہے۔

تکبیر تحریمہ کا طریقہ

سوال:۔ تکبیر تحریمہ کب کہے، ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر؟

(۱) اگر امام کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک لے جائے تو اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام کا ہاتھ ناف تک پہنچنے پر تکبیر کا ایک لفظ ''اللہ'' کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا ''اکبر'' کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے؟

(۴) رکوع وسجود کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام نماز میں تکبیرات، خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے تو تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے

(۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کردے۔

(بحر الرائق جلد اول ص ۳۰۵ ودر مختار مع شامی جلد اول ص ۳۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے اور تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں۔ (ہدایہ جلد اول ص ۸۴)

اور جوہرہ میں ہے: اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کانوں کے محاذات میں پہنچ کر ٹھہر جائیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ جلد اول ص ۴۹)

صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر موخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے۔ یہ ثناء پڑھنے کا محل ہے نہ کہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہوجانی چاہیئے ہاتھ باندھنے تک موخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کے رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہنے کی بناء پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ ''اللہ'' کہنے میں مقتدی سبقت کرے، یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ ''اکبر'' امام کے ختم کرتے سے پہلے ختم کردے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ (درمختار مع شامی جلد اول ص ۴۴۸) لہذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہیئے

جواب:۔ (۲) رکوع وسجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کردے اور رکوع میں پہنچتے ہی ختم کرے۔ رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ ایک کراہت ترک محل کی، کیونکہ یہ تکبیریں، تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں، رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہیئے تھا۔ یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کردیا۔

دوسری کراہت ادائے بے محل کی یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے۔ **سبحان ربی العظیم یاسبحان ربی الاعلیٰ** کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا۔ اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ (منیۃ المصلی ص ۸۸ ص ۹۴ وکبیری ص ۳۲۵)

مختصر یہ کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۳۳)

تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے پہلے، اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لیے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کہیں سے ثابت نہیں۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قرأت کرنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا حکم

ہے (ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قرأت کے آداب میں سے ہے) یعنی جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے، نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثنا پڑھے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۳۷ بحوالہ نور الایضاح ص ۶ والجواہرۃ النیرۃ جلد اول ص ۵۰)

امام کو تکبیرات کس طرح کہنی چاہیئے

اکثر و بیشتر اماموں کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز پڑھاتے وقت تکبیرات انتقالیہ، حرکت انتقالیہ کے ساتھ ساتھ نہیں کہتے، بلکہ کبھی تو منتقل ہونے کے بعد تکبیر کہتے ہیں اور کبھی دوسرے رکن تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیتے ہیں۔ مثلاً قیام کی حالت سے منتقل ہو کر رکوع میں جاتے ہیں تو بعض امام جھکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور امام اس قدر جلد اللہ اکبر کہتے ہیں کہ رکوع میں پورے طور پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ ان دونوں صورتوں میں تکبیر کی سنت کامل ادا نہیں ہوئی۔ کامل سنت اس وقت ہی ادا ہوتی ہے جبکہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ تکبیرات شروع کرے اور جونہی دوسرے رکن میں پہنچے، تکبیر کی آواز بند ہو جائے اور بعض امام اللہ اکبر کو اس طرح کھینچتے ہیں کہ دوسرے رکن میں پہنچ جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک ان کی تکبیر کی آواز آتی رہتی ہے۔ اس درجہ تکبیر کو کھینچنا مکروہ ہے۔

(مسائل سجدہ سہو ص ۱۷۱ بحوالہ کبیری ص ۳۱۳)

بعض امام تکبیر کہنے میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہنے کے بجائے اللہ اکبار کہتے ہیں، یعنی با اور را کے درمیان الف بڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض امام اللہ اکبر کے شروع میں مد کرتے ہیں اور آللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تکبیر تحریمہ میں اس طرح کہہ دیا تو نماز کا

شروع کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔ (مسائل سجدہ سہوص ۴۳)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیہ وغیرہ سے نقل فرمایا ہے کہ تکبیر میں اسم ذات ''اللہ'' اور اکبر کے الف کو کھینچ کر پڑھنا مفسد نماز ہے ، اور لام کو اتنا کھینچنا کہ ایک الف مزید پیدا ہو جائے مکروہ ہے، مفسد نہیں، اسی طرح باء کو کھینچنا مکروہ ہے۔ باکی مد کے مفسد ہونے میں اختلاف ہے اور راپر پیش کھینچ کر پڑھنا مفسد نہیں ہے۔

مگر غلبہ جہل کی وجہ سے متاخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ اعراب اور مد کی غلطی مفسد نہیں۔ البتہ اگر کوئی تنبیہ کے باوجود اصلاح کی کوشش نہیں کرتا تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور غلط خواں کو امام بنانا بہر صورت ناجائز ہے۔ بجز اس مجبوری کے کہ کوئی صحیح پڑھنے والا موجود نہ ہو۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۴۲۴)

تحریمہ میں عام غلطی

بعض مرتبہ مقتدی بھی ایسی غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ جس سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، مثلاً امام کے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنے سے پہلے مقتدی اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں یا امام کے لفظ اللہ ختم ہونے سے پہلے ہی لفظ اللہ کہہ دیتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوتا۔ ان مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ پھر سے دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر امام کے پیچھے نیت باندھیں۔ (مسائل سجدہ سہوص ۴۷ بحوالہ صغیری ص ۱۴۳)

اکثر مقتدیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا تو اس کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے کے لئے سیدھے کھڑے ہوئے بغیر، اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں، اس طور پر کہ ان کی اللہ اکبر کی آواز رکوع میں پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔

اس طرح نماز میں شریک ہونا درست نہیں ، تکبیر تحریمہ سے فارغ ہونے تک کھڑا ہونا فرض ہے، یعنی سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جائے اس کے بعد رکوع کے لئے جھکنا چاہیئے۔ اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام یعنی قیام کی حالت میں ختم نہ ہوں تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۹۱)

مسنون طریقہ یہ ہے کہ قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا

رکوع میں چلا جائے، تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے رکوع میں امام کے ساتھ ذرا سی شرکت کافی ہے۔ یہاں تک کہ اگر مقتدی اس حالت میں رکوع کے لئے جھکا کہ امام رکوع سے اٹھ رہا ہے مگر امام ابھی سیدھا نہیں ہونے پایا تھا کہ اس کے ہاتھ رکوع تک پہنچ گئے، تو اس کو یہ رکعت مل گئی، اس لئے کہ ایک تسبیح کے برابر (بقدر تسبیحۃ واحدۃ) رکوع میں ٹھہرنا واجب ہے، اس کے بعد بقیہ تسبیحات چھوڑ کر امام کی اتباع واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۸۸)

تکبیر میں جہر کی مقدار

سوال:۔ امام کا بعض تکبیرات کو اس طرح جہر (زور) سے بولنا کہ مسجد سے باہر سڑک تک سنائی دے اور بعض تکبیرات کو اتنی آہستہ بولنا کہ دوسری، تیسری صف والے بھی نہ سنیں، کیسا ہے؟

جواب:۔ امام کو قرأت اور تکبیرات کے جہر میں درمیانی طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے، اور قدر حاجت کے موافق جہر کرنا چاہیئے اور یہ فرق اور تفاوت تکبیرات کے درمیان، کہ بعض کو جہر مفرط سے ادا کرنا اور بعض کو قدر حاجت سے بھی کم کر دینا مذموم اور بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ صرف سلام میں تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ پست آواز سے کہیں اور اس کے علاوہ اور کسی جہر میں تفاوت درجات نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص ۱۸۰ بحوالہ ردالمختار فصل فی القراۃ جلد اول ص ۴۹۸ و باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۴۳)

امام کے لئے زور سے تکبیر کہنا مسنون ہے۔ اسی لئے اس کے ترک سے سجدہ سہو تو نہیں البتہ ترک سنت کا گناہ ہوگا اور جہر کی حد یہ ہے کہ پوری صف اول تک آواز پہنچے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۲۶ ۳ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۹۹)

قرأت میں جہر کی مقدار

سوال:۔ امام تراویح وغیرہ میں جہری نمازوں میں قرأت کس قدر زور سے کرے؟

جواب:۔ افضل یہ ہے کہ امام جہری نمازوں میں بلا تکلف اس قدر زور سے پڑھے کہ مقتدی قرأت سن سکیں، اس سے زیادہ تکلف کر کے پڑھنا مکروہ اور منع ہے۔

ارشاد ربانی ہے:" ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیــــلا. ع (بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵ ع ۱۲) اور نہ تم اپنی نمازوں میں زیادہ زور سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو، اس کے بیچ درمیانی راہ اختیار کرو۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ نماز میں درمیانی آواز سے قرأت کرنی چاہیئے، اس سے قلب پر اثر ہوتا ہے، نہ اس قدر زور سے پڑھے کہ قاری اور سامع دونوں کو تکلیف ہو کہ اس سے حضور قلب میں خلل آجائے۔ (خلاصۃ التفسیر جلد ۳ ص ۶۷، وتفسیر فتح المنان جلد ۵ ص ۹۶)

فقہاء کرام زور سے پڑھنے میں دو باتیں ضروری قرار دیتے ہیں۔ اول یہ کہ پڑھنے والا اپنے اوپر غیر معمولی زور نہ ڈالے (یہ مکروہ ہے) دوسرے یہ کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ مثلاً تہجد کے وقت کوئی سو رہا ہو یا کچھ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں، آپ ان کے پاس کھڑے ہو کر اتنی بلند آواز سے قرأت کرنے لگیں کہ ان کے کام میں خلل ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کے بعد تیسری بات یہ ہے کہ جماعت کی کمی زیادتی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے بموجب قرأت کریں۔ مثلاً مقتدیوں کی تین صفیں ہیں، آپ اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ تیسری صف تک آواز پہنچتی رہے۔ اس سے زیادہ زور سے نہ پڑھیں کہ باہر تک آواز پہنچے۔

فقیہ ابو جعفرؒ کا یہ قول ہے کہ جتنی بلند آواز سے پڑھے اچھا ہے، بشرطیکہ پڑھنے والے پر تعب نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچے مگر دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے اور راجح یہی ہے کہ بقدر ضرورت آواز بلند کرے یعنی صرف اتنی آواز بلند کرے کہ تیسری صف تک آواز پہنچے، البتہ اگر صفیں زیادہ ہوں تو آواز کو اس سے بھی بلند کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اپنے اوپر زیادہ زور نہ پڑے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۱ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۷ اور در مختار فصل فی واجب الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۹۷ مجمع الانہر جلد اول ص ۱۰۳، عالمگیری جلد اول ص ۷۲)

امام قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے

سوال:۔ ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں۔ درمیان میں ذرا بھی نہیں

ٹھہرتے، نہ سانس توڑتے ہیں۔ اس طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں کرتے ہیں اور یہی حال سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی ہے، ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے، ان کو دیکھتے ہوئے مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس طرح عادت کر لینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

درمختار ص ۴۶۵ وص ۴۶۶ وص ۴۷۲ کے عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو کیونکہ یہ قومہ سنت ہے اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے، پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ عبارت میں لفظ ''ثم'' آیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کرے یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو اور پیشانی زمین پر رکھی جائے پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے، یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ آنحضرت ﷺ سے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے، پھر سجدہ میں جاتے، اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک کو اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے، تب دوسرا سجدہ فرماتے۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۷۵)

اسی طرح حضرت ابوحمید ساعدیؓ آنحضرت ﷺ کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ کمر مبارک کا جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔'' (مشکوٰۃ جلد اول ص ۷۵)

آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے، آپؐ کا ارشاد ہے ''مجھے جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو اسی طرح تم نماز پڑھو۔''

اگر ہم خود ہی آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں اور خلافِ سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ مسجد میں ایک طرف تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے نماز

پڑھی پھر آپؐ کے پاس آیا، سلام کیا، آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس ہوا، نماز پڑھی، پھر آیا، آپؐ نے پھر یہی فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دو یا تین مرتبہ یہی ہوا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ مجھ کو نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو، پھر جو تم کو یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھو، پھر جھکو اور پھر اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر رکوع اور ہر ایک رکن کو ادا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۶)

فقہ اور حدیث کی تصریحات کو دیکھئے ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔

آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر رکوع، سجدہ، قومہ و جلسہ نہیں کرتے، سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگاتار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں، جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔ مشکوٰۃ ص ۸۳ پر ہے "بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چوری کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔"

آپؐ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع و سجود پورا ادا نہیں کر رہا تھا تو فرمایا "تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمدیؐ پر تیری موت نہ ہوگی۔"

آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو، اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی۔

آپ ایک نمازی کے پاس سے گزرے، دیکھا کہ ارکان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مرگیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔

منقول ہے کہ مومن بندہ جب نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجالاتا ہے تو اس کی نماز بشاش اور نورانی ہو جاتی ہے اور فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں، نماز اپنے نمازی کے لئے دعاء کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے، جس طرح تو نے میری حفاظت کی، اور اگر نماز اچھی طرح ادا نہیں کرتا اور اس کے رکوع وسجدہ اور قومہ کو بجا نہیں لاتا تو وہ نماز سیاہ رہتی ہے اور فرشتوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے اور اس کو آسمان کی طرف نہیں لے جاتے وہ نماز اس نمازی کے لئے بد دعاء کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص۴۵)

امام کا حسن آواز کے لئے کھانسنا

سوال:۔ اگر فرض نماز میں امام صاحب بلا عذر کھکاریں جو محض حسنِ آواز کے لئے ہو، جس کی تعداد تین مرتبہ تک پہنچ گئی ہو تو اس کھکارنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ درمختار کی عبارت میں ہے، حسن صوت (اچھی آواز) کرنے کے لئے کھکارنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگرچہ تین بار یا کم وبیش ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۶۵ بحوالہ درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ جلد اول ص۴۷۸)

بغیر ثناء کے قرأت کرنے کا حکم

سوال:۔ اگر کوئی امام تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً بغیر ثناء (سبحانک اللّٰھم) پڑھے، سورۂ فاتحہ شروع کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ثناء نہ پڑھنے کی عادت بنالینا تو مذموم حرکت ہوگی باقی اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، اس لئے کہ قرأت ثناء (ثناء کا پڑھنا) محض مستحب ہے اور ترک مستحب سے نماز میں قباحت نہیں آتی۔ (مکمل ومدلل مسائل تراویح ص۷۰)

کیا امام مقتدیوں کی ثناء کا انتظار کرے

سوال:۔ امام ثناء (سبحانک اللھم الخ) پڑھ کر قرأت شروع کر دے، یا مقتدیوں کی ثناء پڑھنے کا انتظار کرے؟

جواب:۔ انتظار نہ کرے (قرأت شروع کر دے۔)

(فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص ۱۶۴ بحوالہ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۷۱)

نماز میں بسم اللہ کا حکم

سوال:۔ امام پر ہر رکعت میں بسم اللہ کا پڑھنا الحمد اور سورت کے ساتھ واجب ہے یا نہیں؟ اور امام و منفرد کے لئے مستحب صورت، حنفیہ کے مذہب کے مطابق کیا ہے؟

جواب:۔ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۵۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو الحمد سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے اور بعض وجوب کے قائل ہیں۔ اور سورت سے پہلے اگر چہ مسنون نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ مستحب اور بہتر ہے (فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص ۱۸۴)

قرأت میں ترتیب کا لحاظ

سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے۔ پس پہلی رکعت میں تَبَّتْ یَدَا اور دوسری میں اذا جاء پڑھنا درست نہیں ہے اور فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں اذا جاء اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہ پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل میں ایسا کرنا درست ہے اور ایک رکعت میں مثلاً سورۂ مزمل پڑھ کر قُلْ ھُوَ اللّٰہ کے اس کے ساتھ ملانا مکروہ ہے۔ اسی طرح دوسری رکعت میں معوذتین یعنی ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا بھی اچھا نہیں ہے، اگر چہ نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص ۲۲۳ بحوالہ رد المختار فصل فی القرأۃ ج۱ ص ۵۱۰)

نصف آیت سے قرأت کی ابتداء کرنا کیسا ہے؟

اس طرح نماز تو ہو جاتی ہے لیکن ایسا نہ کرنا چاہیئے، کہ یہ امر، نامشروع اور خلاف

قواعد ہے جب سورت کے بعض حصے کے پڑھنے کو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے تو آیت ادھوری پڑھنا کب مناسب ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص۲۴۰ بحوالہ غنیۃ المستملی ص۴۶۲)

امام نے جہری نماز میں سراً پڑھا

سوال:۔ اگر جہری نماز میں امام دو تین آیتیں آہستہ پڑھ گیا، لقمہ دینے کے بعد یا از خود اس کو یاد آگیا اب وہ سب کو جہر سے پڑھے یا جہاں سے یاد آیا وہیں سے آواز سے شروع کرے؟ اور سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۷۲)

جہری نماز میں تین آیات کی مقدار سہواً سراً پڑھنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔ اسی طرح سری نماز میں جہراً پڑھنے کا حکم ہے۔ سورۂ فاتحہ اگر سراً پڑھی ہے تو جہری نماز میں اس کو جہراً پڑھے پھر سجدہ سہو کرے۔ اگر اس کو جہراً نہیں پڑھا بلکہ صرف سورۃ کو جہراً پڑھ کر سجدہ سہو کرلیا تب بھی نماز درست ہوجائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۵۰)

امام کو لقمہ دینے کی تفصیل

امام اگر اتنی مقدار قرأت کے بعد اٹکا ہے کہ جس کے بعد رکوع کردینا مناسب تھا، تب امام کو رکوع کردینا چاہیئے۔ اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی اٹک گیا تو اس کو چاہیۓ کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے، وہیں اٹکا نہ رہے، امام کو اس کی اٹکی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے اور مقتدی کو چاہیئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ توقف کرے کہ شاید امام رکوع کردے یا دوسری سورت پڑھ دے یا خود ہی اٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے، جلدی لقمہ دینا مقتدی کے حق میں مکروہ ہے۔

جب امام رکوع نہ کرے اور نہ دوسری سورت پڑھے، نہ خود نکال پائے تو لقمہ دے دے، خواہ تین آیت پڑھ چکا ہو یا اس سے کم، نماز کسی کی بھی فاسد نہ ہوگی، امام کی نہ مقتدی کی۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۸۵ بحوالہ طحطاوی ص۱۸۳)

امام کا سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا

سوال:۔امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر یا سورۂ قریش پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ترتیب سورۂ واجبات تلاوت میں سے ہے، واجبات نماز سے نہیں لہذا اس طرح پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں، ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے، نسیاناً (بھول کر) پڑھے تو مکروہ بھی نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۴۶ بحوالہ شامی جلد اول ص ۵۱۰)

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام کا آیت سجدہ پڑھنا

امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۴۹)

واجب قرأت کی مقدار

سوال:۔قرآن مجید کی چھوٹی سی تین آیتیں جو ایک رکعت میں کافی ہوسکتی ہیں، کون سی ہیں؟ آیت گول ٥ ٹکڑے کی مانی جاتی ہے یا ج، ص، ز، ط، وغیرہ پر مانی جاتی ہے۔ایک بڑی آیت کے مقابلہ میں چھوٹی تین آیتیں کافی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔واجبات نماز میں سے یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے۔چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہیں ''انا اعطینک الکوثر'' ہے۔یہ سورت اس کے مانند کوئی دوسری سورت الحمد کے بعد پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، اور آیت وہی سمجھی جاتی ہے جس پر گول نشان اس صورت سے ہو ٥ اور بڑی آیت کی مثال آیت الکرسی یا آیۃ مداینہ ﴿اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ﴾ البقرہ:۲۸۲) وغیرہ ہے، اور چھوٹی آیت کی مثال ﴿ثُمَّ نَظَرَ ٥ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ٥﴾ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۲ ص ۲۴۵ بحوالہ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۲۷)

نماز میں قرأت ایک آیت کی مقدار فرض ہے الحمد اور کوئی سورت یا تین آیات یا ایک آیت طویلہ واجب ہے۔ حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنت ہے یعنی فجر وظہر میں سورۂ حجرات سے آخر بروج تک کوئی سورت' اور عصر اور عشاء میں اس کے بعد سے لم یکن تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک، اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۵۸ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۳۶۰)

نماز میں مختلف سورتوں کے رکوع پڑھنا

سوال:۔ کوئی امام اس طرح قرأت کیا کرے مثلاً اس کو ہر پارہ کا ایک ایک رکوع یاد ہے اور ہر نماز میں ایک رکوع پڑھتا ہے۔ اسی طرح بالترتیب تمام ختم کر لیتا ہے، پھر بعد ختم ابتداء سے شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس طرح پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھے۔ اس طریقے سے کہ جس طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ صبح اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل میں سے کوئی سورت پڑھے

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۲۴۶ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۷۲)

نماز کی قرأت میں آپ ﷺ کا معمول

مختلف اوقات کی نماز کی قرأت میں رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا، ظہر کی نماز میں تطویل، عصر میں تخفیف، مغرب میں قصار مفصل، عشاء میں اوساط مفصل اور فجر کی نماز میں طوال مفصل۔

''مفصل'' قرآن شریف کی آخری منزل کی سورتوں کو کہا جاتا ہے یعنی سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک، پھر اس کے بھی تین حصے کئے گئے ہیں۔ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو ''طوال مفصل'' کہا جاتا ہے اور بروج سے لے کر سورۂ لم یکن تک کی سورتوں کو ''اوساط مفصل''، اور لم یکن سے لے کر آخر تک کی سورتوں کو ''قصار مفصل'' کہا جاتا ہے۔ (معارف الحدیث جلد ۳ ص ۲۵۷)

امام کا خلاف سنت قرأت کرنا

سوال:۔ فجر اور ظہر میں سورۂ حجرات سے سورۃ بروج تک اور عصر و عشاء میں سورۂ الطارق سے لم یکن الذین تک اور مغرب میں سورۂ الزلزال سے سورۂ الناس تک اور وتروں میں سبح اسم ربک، سورۂ القدر، سورۂ الکافرون، سورۂ اخلاص۔ان سورتوں کا اس طرح پڑھنا سنت ہے یا مستحب؟

اگر کوئی مندرجہ بالا سورتوں کے علاوہ اور کوئی رکوع یا تین چار آیتیں کہیں سے پڑھے تو وہ امام تارک سنت ہے یا نہیں؟ اور ان سورتوں کے نہ پڑھنے سے نماز کے ثواب میں کچھ کمی ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں اس ترتیب سے سورتیں نمازوں میں پڑھنا سنت ہے مگر سنت مؤکدہ نہیں۔اس کے بجائے دوسرے رکوع پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے، ہاں خلاف اولیٰ ہے۔

(کفایت المفتی جلد۳ص۳۰۷)

قرأت کے اخیر لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا

سوال:۔ امام صاحب کا سورۂ فاتحہ کے بعد سورت کے آخری لفظ پر وقف کرنا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ وصل کر کے رکوع میں جانا، مثلاً واللہ المستعان علیٰ تصفون اللہ اکبر سنت کے موافق ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر آخری لفظ ثناء پر ختم ہو تو اس کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملا کر پڑھنا اولیٰ ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وقف کر کے تکبیر کہنا اولیٰ ہے (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص۱۲۶ بحوالہ شامی جلد اول ص۳۳۱)

سَمِعَ اللہ لَمَن حَمَدہ کی صحیح ادائیگی

سوال:۔ ایک امام صاحب سَمِعَ اللّٰہ لِمَن حَمِدَہ کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ ھولیمن سننے میں آتا ہے۔ آیا صحیح ہے یا غلط؟

جواب:۔ اس طرح پڑھنا باعتبار قرأت کے غلط ہے، صحیح نہیں ہے۔ قرأت کے قاعدہ میں یہ ہے کہ ضمہ اور کسرہ (پیش وزیر) میں صرف واو اور یا کی بو آجائے نہ یہ کہ صریح واو یا یاء یعنی

ہو لیسن پڑھا جائے یہ بالکل غلط ہے۔ چاہئے کہ وہ امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ پڑھیں اور ایسی قرأت سے معاف رکھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۸۸)

امام کو متنبہ کرنے کا طریقہ

سوال:۔ اگر امام صاحب سے سہواً قعدۂ اخیر ترک ہو گیا اور امام قریب قیام کے پہنچ گیا، تو مقتدی کو سبحان اللہ کہتے ہوئے کھڑا ہونا اولیٰ ہے، یا بیٹھ کر سبحان اللہ کہے، اولیٰ کیا ہے؟

جواب:۔ بیٹھے ہوئے کہنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔ جزئیہ کوئی نظر سے نہیں گزرا اور درست دونوں طرح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۱۹)

امام کا دوسری رکعت میں لمبی قرأت کرنا

سوال:۔ امام صاحب نے صبح کی نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں قرأت قصداً دو چار آیت طول دے دیا، اس صورت میں نماز بلا کراہت صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں نماز صحیح ہے بلا کراہت، شامی میں ہے کہ بڑی سورتوں میں تین آیات کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے، البتہ چھوٹی سورتوں میں دوسری رکعت میں تین آیات کی زیادتی مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۴۸ بحوالہ شامی جلد اول ص ۵۰۷)

دوسری رکعت کا طول دینے میں کس چیز کا اعتبار ہے؟

سوال:۔ نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں زیادہ قرأت مکروہ ہے۔ یہ آیتوں کے حساب سے ہے یا حرفوں کے حساب سے یا بحساب کلمات کے؟

جواب:۔ اگر آیتیں برابر یا قریب برابر کے ہیں تو عدد آیات کا اعتبار ہے کہ دوسری رکعت کی قرأت تین آیات سے زیادہ نہ ہو اور اگر آیات متفاوت ہوں طول و قصر میں تو حروف و کلمات کا اعتبار ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۵۵ بحوالہ ردالمحتار فصل فی القراۃ جلد اول ص ۵۱۰)

تین آیتوں کی مقدار کی زیادتی سے کراہت تنزیہی ہوگی۔ (طحطاوی ص ۱۹۴) مگر یہ ان چھوٹی سورتوں میں ہے جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہیں ورنہ بڑی سورتوں میں جن کی آیات میں بڑے چھوٹے ہونے کا نمایاں فرق ہو، حروف کی گنتی کا

اعتبار ہوگا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی ہے۔ اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کے سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں تو کراہت ہوگی ورنہ نہیں۔ جو سورتیں آپؐ سے ثابت ہیں وہ کراہت میں داخل نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۱۶۵ بحوالہ شامی جلد اول ص ۳۶۴)

ہر رکعت میں ایک ہی سورت پڑھنا

طریق سنت یہ ہے کہ ایک سورت کو بار بار پہلی اور دوسری رکعت میں نہ پڑھیں بلکہ مختلف سورتیں ہر رکعت میں ترتیب کے لحاظ سے (ترتیب کے ساتھ) پڑھیں مثلاً پہلی رکعت میں یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھواللہ پڑھنی چاہیئے اسی طرح کبھی کوئی سورت اور کبھی کوئی سورت پڑھنی چاہیئے، یہ نہیں کہ پہلی رکعت میں قل ھواللہ اور دوسری رکعت میں بھی قل ھواللہ پڑھی جائے۔ یہ طریقہ غیر مقلدوں کا ہے کہ ہر ایک رکعت میں سورۂ اخلاص ہی کو مکرر پڑھا جائے، البتہ جس شخص کو کوئی اور سورت یاد نہ ہو تو مجبوری ہے۔ پس جو لوگ حنفی ہیں، سنت طریقے کے موافق قرأت کریں۔ ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد مختلف سورتیں ترتیب کے موافق پڑھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ مختلف سورتیں نماز میں پڑھی ہیں ایسا نہیں کیا کہ صرف سورۂ اخلاص کو ہر رکعت میں پڑھا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۲۴۳ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۰۸۷)

قرأت مسنونہ

سوال:۔ نماز کی کتابوں میں جو لکھا ہے کہ مثلاً مغرب کی نماز میں لم یکن الذین سے سورہ الناس تک کی قرأت مسنون ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے اس وقت کی نماز میں اتنی ہی قرأت کی جائے جتنی ان سورتوں میں کی جاتی ہے، یا ان ہی سورتوں کے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے؟

جواب:۔ مسنون یہی ہے کہ ان سورتوں کو پڑھا جائے کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے مگر عام طور پر ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہیئے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۱۷۱ بحوالہ شامی جلد اول ص ۳۶۲)

ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا

سوال:۔ایک امام صاحب نے صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورہ یٰسین کا آخری رکوع پڑھ کراس کے بعدوالی دوسری سورت الصافات کا پہلا رکوع پورا پڑھا۔ایسا کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔اس طرح نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ درست ہوتی ہے لیکن ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص۲۰۰بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلداول ص۷۸)

امام کے لیے تحمید افضل ہے

سوال:۔امام سَمِعَ اللہ لِمَن حَمِدَہ کے بعد ربنالک الحمد بھی کہے، یا صرف مقتدی کہیں؟

جواب:۔امام کی تحمید سے متعلق دونوں قول ہیں، کہنا افضل ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلداول ص۳۱۲بحوالہ ردالمحتار جلداول ص۴۴۵)

امام کے لئے آمین کہنا کیسا ہے؟

سوال:۔امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہے یا نہیں؟

جواب:۔امام اور مقتدی دونوں کے لئے آمین کہنا درست ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ص۳۱۲ردالمحتار جلداول ص۴۵۹)

رموز اوقاف پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کی بحث

سوال:۔الحمدللہ رب العالمین ○الرحمن الرحیم' من شر الوسواس الخناس ○الذی یوسوس .علی کل شئی قدیر ○ن الذی خلق الموت والحیوۃ' 'الآیہ۔آیت لا پراگر سانس ختم یا بند ہوجانے کی وجہ سے وقف کرے اور اخیر لفظ کو نہ دہراکرآگے بڑھتا چلے تو نماز میں کیا کچھ خلل واقع ہوگا؟نیز تیسری مثال اگر وقف

کرلیا ہو تو آگے الذی کہہ کر پڑھا جائے یا ن الذی کہہ کر؟

جواب:۔ آیت لا پر بضرورت وقف کردینے میں کچھ حرج نہیں ہے اور لفظ ماقبل کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نماز میں کچھ خلل نہیں ہوگا۔

اور تیسری مثال میں الذی اور ن الذی پڑھنا دونوں طرح درست ہے مگر وقف کی حالت میں الذی پڑھنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۲۷)

اصل یہ ہے کہ نستعین پر وقف کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح جائز ہے۔ اسی طرح قل ھو اللہ احد پر آیت کرنا نہ کرنا دونوں طرح ثابت ہے، پس اگر آیت کی جائے تو اھدنا اور اَللّٰہُ الصَّمد پڑھا جائے گا اور اگر آیت نہ کی جائے اور وقف نہ کیا جائے تو نٌ اھدنا اور ن اللہ الصمد پڑھا جائے گا، معنی میں کچھ فرق نہیں ہوتا، اور قرأت دونوں طرح کرتے ہیں لیکن زیادہ تر نستعین پر اور اَحَد پر آیت کرنا اور اھدنا الصراط المستقیم اور اللہ الصمد علیحدہ پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا امام کو کچھ ضرورت نہیں کہ وہ ن اھدنا اور ن اللہ الصمد پڑھے، بلکہ جیسے اکثر قراء پڑھتے ہیں اس طرح پڑھے لیکن اگر اتفاقاً امام اس نے اس طرح پڑھ دیا تو اس پر اعتراض نہ کیا جائے اس کو غلط نہ کہا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۴۶)

اگر امام تجوید کی رعایت نہ کرے

سوال:۔ امام تجوید جاننے کے باوجود قرأت تجوید سے نہ کرے، مثلاً آیت کی جگہ نہ ٹھہرا، یا بغیر آیت کے سانس لیا، وقفہ سکتہ پر سانس لیتے ہوئے ٹھہرا یا وقف اور وقف لازم اور وقف النبیؐ کا خیال نہیں رکھا یا مد کی جگہ قصر کیا یا نون کی اظہار کی جگہ اخفاء کیا تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز جائز ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۳۱)

امام کا بعض لفظوں کو دو مرتبہ قرأت کرنا

سوال:۔ قرآن شریف میں بعض جگہ چھوٹے حروف لکھے ہوتے ہیں مثلاً بـــصـــطة، ھـــم

المصیطرون ،علیھم بمصیطر ''ان میں سے کون سا حرف دو مرتبہ پڑھا جائے، ہمارے علاقہ میں ان لفظوں کو دو مرتبہ پڑھتے ہیں، صحیح کیا ہے؟

جواب:۔لفظ بصطۃ، اورھم المصیطرون اور علیھم بمصیطر کے اوپر س لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ س سے پڑھا گیا ہے اور صاد سے بھی یعنی تلاوت کرنے والا خواہ سین سے پڑھے یا صاد سے نماز صحیح ہے، اور یہ مطلب نہیں کہ ایسے کلمات کو دو دفعہ پڑھے، بلکہ جس قاری کا اتباع کرے اسی کے موافق پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۲ص۲۳۴بحوالہ جلالین شریف سورۂ غاشیہ ص۴۹۸)

تنگی وقت کے باعث فجر میں چھوٹی سورت پڑھنا

سوال:۔صبح کی نماز میں وقت تنگ تھا، اس لئے امام صاحب نے اول رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی۔ بعد میں ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ نماز مکروہ ہوگئی۔ بڑی سورت پڑھنی چاہئے تھی، صحیح کیا ہے؟

جواب:۔وہ نماز بلا کراہت صحیح ہوگئی، یہ کہنا کہ یہ نماز مکروہ تحریمی ہوئی غلط ہے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جب وقت تھوڑا ہو یا سفر وغیرہ میں جلدی ہو تو چھوٹی سورتوں کا فجر کی نماز میں پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۲ص۲۳۷بحوالہ ردالمحتار فصل فی القراۃ جلد اول ص۵۰۳)

پہلی رکعت میں مزمل اور دوسری رکعت میں الم کا رکوع پڑھنا

سوال:۔امام صاحب نے مغرب کی نماز میں اول رکعت میں الحمد کے بعد پہلا رکوع سورۂ مزمل کا پڑھا اور دوسری رکعت میں پہلا رکوع الم کا پڑھا اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوا، مگر آئندہ اس طرح قرآنی ترتیب کے خلاف نہ پڑھنا چاہئے کہ اس طرح پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے۔

چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا

سوال:۔امام نے پہلی رکعت میں اذا جاء اور دوسری رکعت میں قل ھواللہ پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔فرضوں میں قصداً اس طرح پڑھنا کہ ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کیا جائے جیسا کہ صورت مسئولہ صورت میں ہے، مکروہ ہے اور نماز ہو جاتی ہے اور اگر سہواً ہو گیا تو کچھ کراہت نہیں ہے اور نوافل میں مطلق کراہت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۴۰ بحوالہ ردالمختار فصل فی القراۃ جلد اول ص ۴۹۸)

چھوٹی سورت کی مقدار

سوال:۔وہ چھوٹی سورتیں کون سی ہیں جن کو پہلی رکعت اور دوسری رکعت کی قرأت کے درمیان چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟

جواب:۔وہ سورتیں قصار مفصل کی لم یکن سے آخر قرآن شریف تک ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۴۴ بحوالہ ردالمختار فصل فی القراۃ جلد اول ص ۵۰۴)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا

سوال:۔عشاء یا صبح کی نماز میں امام ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھے تو کچھ کراہت تو نماز میں نہیں آتی ہے؟

جواب:۔ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔نماز ہو جاتی ہے اور خلاف اولیٰ سے مراد کراہت تنزیہی ہے (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ص ۲۵۵ بحوالہ ردالمختار فصل فی القراۃ جلد اول ص ۵۱۰)

ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا

سوال:۔ایک سورت کا رکوع پڑھنا پہلی رکعت میں اور اس سورت یا دوسری سورت کا رکوع پڑھنا دوسری رکعت میں یا دوسری پوری سورت کا پڑھنا دوسری رکعت میں یا ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا جائز ہے یا خلاف اولیٰ ہے؟

جواب:۔ جواب اول یہ ہے کہ یہ سب خلاف استحباب ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک مسنون اور مستحب یہ ہے کہ پوری سورت ایک رکعت میں مفصل میں موافق ترتیب فقہاء کے پڑھے جو معروف ہے اور کتب فقہہ میں مذکور ہے۔ پس جز و سورت کا پڑھنا خلاف افضل و مستحب ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی ہے نہ کہ کراہت تحریمی۔

(فتاوٰی دار العلوم جلد۲ ص ۲۵۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۰۵)

آیت کا شروع چھوڑ کر پڑھنا

سوال:۔ امام صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فتحا کے آخری رکوع کی آخری آیت کو محمد رّسول اللہ چھوڑ کر والّذین معہٗ سے پڑھا، نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز ہو گئی مگر شروع آیت کا چھوڑنا اچھا نہیں ہوا۔

(فتاوٰی دار العلوم جلد۲ ص ۲۶۳ بحوالہ رد المحتا جلد اول ص ۵۱۰)

ضالین کو دالین پڑھنا

د، ظ، ض کے حروف جداگانہ اور ان کے مخارج الگ ہونے میں تو شک نہیں ہے، اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو کسی دوسرے مخرج سے ادا کرنا سخت بے ادبی ہے اور بسا اوقات باعث فساد نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ مخرج سے ادا نہیں ہوتا لیکن حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں، ان کی نماز بھی درست ہے۔

اور دال پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے، اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص دال یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو، ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر کوشش وسعی کے باوجود ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو وہ معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو

شخص قصداً خالص ''ذ'' یا ظاء پڑھے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۷۴ وص ۲۸۴)

ضاد کے بارے میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا فتویٰ

عوام کی نماز تو بلا کسی تفصیل و تنقیح کے بہر حال ہو جاتی ہے خواہ ظاء پڑھیں یا دال یا زاء وغیرہ، کیونکہ وہ قادر بھی نہیں اور سمجھتے بھی یہی ہیں کہ ہم نے اصلی حرف ادا کیا ہے اور قرائے مجودین اور علماء کرام کی نماز میں تفصیل مذکور ہے کہ اگر غلطی، قصداً یا بے پرواہی سے ہو تو نماز فاسد ہے اور اگر سبقت لسانی یا عدم تمیز کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔

(جواہر الفقہ جلد اول ص ۳۳۸)

تنبیہ:۔ لیکن جواز اور عدم فساد سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بے فکر ہو کر ہمیشہ پڑھتے رہنا جائز ہو گیا اور پڑھنے والا گنہگار بھی نہ رہے گا، بلکہ اپنی قدرت اور گنجائش کے موافق صحیح پڑھنے کی کوشش کرنا اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا، اگرچہ نماز فاسد نہ ہو جیسا کہ عالمگیری مصری باب چہارم جلد اول ص ۷۴ میں تصریح موجود ہے۔

(احقر محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ء)

مفسد نماز غلطی

غلط پڑھنے سے جو لفظ پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق امام اعظمؒ اور امام محمدؒ یہ بحث نہیں کرتے کہ وہ لفظ قرآن پاک میں ہے یا نہیں، ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ پڑھنے کے اندر کسی کلمہ میں زیادتی یا کمی کی وجہ سے بشرطیکہ معنی بالکل بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ورنہ نہیں، جیسے ''**فمالھم لایؤمنون**'' میں لا چھوڑ دیا۔ یا ''**وعمل صالحاً فلھم اجرھم**'' کی جگہ ''**وعمل صالحاو کفرافلھم اجرھم**'' پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور جن حروف میں امتیاز مشکل سے ہوتا ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے سین، صاد اور ضاد، ظا اور ذال وغیرہ۔ اور جن میں امتیاز آسان ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جائیں اور معنی بالکل بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

جیسے طالحات کی جگہ صالحات پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور اگر الفاظ کی تبدیلی سے معنی بالکل بدل جائیں تو نماز میں فساد یقینی ہے ورنہ نہیں۔ جیسے علیم کی جگہ خبیر و حفیظ وغیرہ پڑھا گیا تو نماز درست ہے۔

اور وعداً علینا انا کنا فٰعلین کی جگہ غافلین پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور اگر دو جملوں کے الفاظ بدل جائیں اور معنی بھی بدل جائیں تو نماز فاسد ہے جیسے ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم میں جحیم کی جگہ نعیم اور نعیم کی جگہ جحیم پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر معنی نہ بدلے، جیسے لهم فيها زفير وّشهيق وزفیر پڑھا تو نماز درست ہے۔

(فضائل الایام والشہور ص ۱۴۷) (اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص ۳۴۲ و امداد المفتین ص ۱۱۹)

آیت کا کوئی حصہ چھوٹ جائے اور معنی نہ بدلے ہوں تو نماز جائز ہے

سوال:۔ امام صاحب نماز میں سورۂ جمعہ پڑھ رہے تھے، درمیان میں آیت بئس مثل القوم الذين كذبو بايات الله سہواً چھوٹ گئی، نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں نماز میں کوئی نقص نہیں آیا اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوا کیونکہ سجدہ سہو واجب کے ترک کرنے سے لازم آتا ہے اور یہاں بقدر واجب قرأت ادا ہو گئی اور درمیان قرأت چھوٹ جانے سے کچھ حرج نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۷۷ بحوالہ رد المحتار باب زلۃ القاری جلد اول ص ۵۹۱)

تین آیت کے بعد مفسد نماز غلطی

سوال:۔ اگر امام تین آیت سے زیادہ پڑھ کر فاحش غلطی کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ مفسد نماز غلطی، نماز میں کسی وقت بھی ہو نماز فاسد ہو جاتی ہے، البتہ اس غلطی کو پھر لوٹا کر صحیح کر لے اور صحیح پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۷۵ بحوالہ رد المحتار باب زلۃ القاری جلد اول ص ۵۹۰)

نماز میں کسی لکھی ہوئی چیز پر نگاہ پڑنا

نماز پڑھنے والا کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ لے اور اس کو سمجھ لے تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ یہ نماز پڑھنے والے کا فعل نہیں ہے بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی سمجھ میں آجاتا ہے اس لئے کہ عام طور سے اس پر نگاہ پڑھ جاتی ہے۔ اور دیکھنے والا اس کو سمجھ جاتا ہے۔

اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے ایسی چیز نہ رکھا جائے کیونکہ شبہات سے بچنا ضروری ہے اور صحیح مذہب کے بموجب نماز درست ہوجائے گی۔

(اشرف الایضاح، شرح نور الایضاح ص ۱۴۷)

حنفی امام کا قنوت کے لئے رعایت کرنا

سوال:۔ حنفی امام، شافعی مقتدیوں کی رعایت سے نماز فجر کی دوسری رکعت کے قومہ میں اس قدر توقف کرے کہ شافعی قنوت سے فارغ ہولیں تو یہ کیسا ہے؟ اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ اگر نماز پڑھی جائے تو مکروہ ہوگی یا نہیں؟ اور کن امور میں شافعی مقتدی کی رعایت حنفی امام کے لئے جائز ہے، شافعی مقتدی کی رعایت سے حنفی امام سلام سے پہلے سجدہ سہو کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ درمختار میں ہے کہ ''امام کو رعایت دوسرے مذہب والے مقتدیوں کی مثلاً شافعی المذہب مقتدیوں کی مستحب ہے لیکن بشرطیکہ اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو اور شامی نے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی بھی اس میں شامل ہے یعنی اگر اپنے مذہب کے مکروہ تنزیہی کا ارتکاب لازم آتا ہو تو رعایت، مقتدیان شافعی المذہب کی نہ کرے پس بناء علیہ امام حنفی نماز فجر میں رکوع سے اٹھ کر قومہ میں برعایت مقتدی شافعی اس قدر توقف نہ کرے کہ وہ دعائے قنوت پڑھ لے کہ یہ توقف مکروہ ہے۔

اور شامی میں اس کی مثال دی ہے کہ رکوع کے بعد زیادہ ٹھہرنے کو چھوڑنا واجب ہے (یعنی کم ٹھہرنا چاہیئے) اس توقف میں ترک واجب ہوگا جو کہ مکروہ تحریکی ہے لہذا ایسے امام

کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ اسی طرح قبل سلام سجدہ سہو کرنا حنفی کو برعایت مقتدی نہ چاہیئے کہ یہ بھی مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ شامی جلداول ص۵۹۵ پر ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص۴۱۰ بحوالہ ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی ندب مراعات الخلاف جلداول ص۱۳۶)

امام کا قنوت نازلہ پڑھنا

حنفیوں کے نزدیک بوقت نزول حادثہ، صرف صبح کی نماز میں رکوع کے بعد دوسری رکعت میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے اور باقی نمازوں میں جائز نہیں اور بلا نزول حادثہ کے کسی نماز میں کسی وقت جائز نہیں۔

ہاتھ لٹکائے رہے کیونکہ اس موقع پر ہاتھ کا باندھنا نہیں آیا ہے اور اٹھانا بھی حنفیہ کے قواعد سے چسپاں نہیں ہے۔ اس لئے احوط اور بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ چھوڑے رکھیں اور مقتدی آہستہ آمین کہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص۱۸۹ و۴ ص۱۹۲ بحوالہ ردالمحتار باب الوتر والنوافل جلداول ص۶۲۸)

جب کہ کفار کی طرف سے عام مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم وتشدد ہوتا ہو کہ مسلمان عام طور پر پریشان ہو رہے ہوں، اس وقت اگر کوئی امام نماز فرض فجر میں دعائے قنوت نازلہ رکوع کے بعد دوسری رکعت میں، کبھی کبھی پڑھ لے تو گنجائش ہے، استحباب بھی ثابت ہوتا ہے، مگر یہ پڑھنا اتفاقیہ ہی ہوسکتا ہے یہ نہیں کہ اس کا معمول ہی کرلیا جائے۔ ایسے ہی اگر کوئی تنہا رات میں نوافل میں پڑھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے اور مقتدی امام کے سکتات یعنی وقفوں میں آمین کہتے رہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۳۸ بحوالہ شامی جلداول ص۴۵۱)

دعاء قنوت نازلہ

اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت ونستغفرک ونتوب الیک وصلی اللہ علی النبی الکریم. اللھم اغفرلنا وللمؤمنین والمؤمنٰت

والمسلمین والمسلمٰت والف بین قلوبھم واصلح ذات بینھم وانصرنا علی عدوک وعدوھم. اللھم العن الکفرۃ الذین یصدون عن سبیلک ویکذبون رسلک ویقاتلون اولیاء ک. اللھم خالف بین کلمتھم وزلزل اقدامھم وانزل بھم باسک الذی لاتردہ عن القوم المجرمین.

(کفایت المفتی جلد۳ص ۳۹۷)

امام کاسُترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے

سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جونمازی کے آڑ کرنے کیلئے اپنے سامنے لگائے یا کھڑا کرے، خواہ وہ لکڑی ہو یا دیوار وغیرہ ہو اور سترہ کھڑا کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سجدہ کی جگہ ممیّز ہوجائے اور جس کونمازی کے آگے سے گزرنا ہو وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر گنہگار نہ ہو۔

سترہ کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں نماز کھلی اور بے آڑ جگہ پر پڑھی جائے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھنی ہو تو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔

سترہ کی لمبائی ایک ہاتھ سے کم نہ ہونی چاہیئے اور اس کی موٹائی کم سے کم ایک انگلی کے برابر ہونی چاہئے اور باجماعت کی صورت میں امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ یعنی اگر امام کے آگے سترہ ہے تو مقتدیوں کے سامنے سے گزرنے میں کچھ گناہ نہیں۔ خواہ ان کے آگے کوئی آڑ ہو یا نہ ہو لیکن سترہ کے ورے سے گزرنا جائز نہیں۔

ہاں اگر جماعت میں شریک ہونے کے لئے کوئی آنے والا پہلی صف میں خالی جگہ خالی دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ دوسری صف کے آگے سے گزر کر پہلی صف میں خالی جگہ پہنچ کر جماعت میں شریک ہوجائے۔

اس صورت میں قصور دوسری صف والوں کا مانا جائے گا کہ انہوں نے آگے بڑھ کر پہلی صف میں خالی جگہ کو پُر کیوں نہیں کیا۔ (مظاہر حق جدید جلد اول ص ۶۴۵)

ایک طرف سلام پھیرنے پر سامنے سے گزر جانا

سوال:۔زید نے نماز کا ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ بکر آگے سے نکل گیا، تو بکر گنہگار ہوگا یا نہیں؟ ایک عالم دین کہتے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے لہذا بکر گنہگار ہوگا، تو ان کا کہنا صحیح ہے؟

جواب:۔اس صورت میں بکر گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ پہلے سلام ختم ہو جاتی ہے بلکہ لفظ السلام یعنی علیکم کہنے سے بھی پہلے ہی نماز پوری ہو جاتی ہے، دونوں سلام واجب ہیں مگر سلام ثانی خارج صلوٰۃ میں واجب ہے اس لئے اگر کوئی سلام پہلے السلام کہنے کے بعد اور علیکم کہنے سے قبل اقتداء کرے تو صحیح نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد اول ص ۴۰۶ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۳۶)

کتنے فاصلہ سے گزرنا چاہیئے؟

سوال:۔نمازی کے آگے سے تین صف چھوڑ کر یا چار صف چھوڑ نکلنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔اگر اتنی چھوٹی مسجد یا کمرہ یا صحن میں پڑھ رہا ہو کہ اس کا کل رقبہ چالیس (۴۰) ہاتھ (۸x۳۶ مربع میٹر) سے کم ہے تو نمازی کے سامنے سے گزرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ قریب سے گزرے یا دور سے، بہر حال گناہ ہے، البتہ اگر کھلی فضاء میں یا (۸x ۳۶ مربع میٹر یا اس سے بڑی مسجد یا کمرہ میں یا بڑے صحن میں نماز پڑھ رہا ہے تو سجدہ کی جگہ پر نظر جمانے سے آگے جہاں تک طبعاً نظر پہنچتی ہو وہاں تک گزرنا جائز نہیں۔ اس سے ہٹ کر گزرنا جائز ہے۔

بندہ نے اس کا اندازہ لگایا تو سجدہ کی جگہ سے ایک صف کے قریب ہوا، لہذا نمازی کے موضع قیام (کھڑے ہونے کی جگہ) سے صف کی مقدار (تقریباً آٹھ فٹ (۲x۴۴ میٹر) چھوڑ کر گزرنا جائز ہے۔

مگر عام عبارات فقہاء کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ چالیس ۴۰ مربع ہاتھ (نوے مربع فٹ یا ۸x۳۶ مربع میٹر) مراد ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۴۱۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۹۳)

بڑی مسجد یا بڑا مکان یا میدان ہو تو اتنے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے تو گزرنے والا اسے نظر نہ آئے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۴۴۷)

پس اگر کوئی شخص باہر فرش پر نماز پڑھتا ہو تو اندر کے درجہ میں آگے کو گزر سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۰۱ بحوالہ ردالمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا جلد اول ص ۵۹۳)

سترہ کی مختلف صورتیں

سوال:۔ اگر نمازی اپنے سامنے دستی بیگ یا کپڑا رکھ لے تو اس کے سامنے سے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ سترہ کم از کم ایک ہاتھ اونچا ہونا چاہئے، اس سے کم اونچائی کے سترہ میں اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ بقدر ذراع (ایک ہاتھ) سترہ میسر نہ ہو تو اس سے کم بھی کافی ہے اور ضرورت کے وقت سترہ کے کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً:

(۱) کوئی ایسی چیز جو ایک ذراع سے کم بلند ہو۔

(۲) چھڑی وغیرہ لٹا لینا، اگر کھڑی نہ ہو سکے۔

(۳) سامنے سے خط کھینچ لینا۔ چھڑی اور خط طولاً یعنی قبلہ رخ ہونا زیادہ بہتر ہے اگرچہ عرضاً بھی جائز ہے۔

(۴) جائے نماز یا کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھنا۔

(۵) اگر دو آدمی گزرنا چاہیں تو ایک نمازی کے سامنے اس کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے دوسرا گزر جائے، پھر وہ اسی طرح نمازی کے سامنے ہو جائے اور پہلا گزر جائے۔

(۶) ایک قول یہ بھی ہے کہ چالیس ہاتھ (۶۰ مربع فٹ یا ۶۰ x ۲۵ مربع میٹر) یا اس سے بڑی مسجد اور صحرا میں سجدہ کی جگہ سے ہٹ کر گزر جانا بغیر سترہ کے جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۴۱۱ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۹۳)

سوتے شخص کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

سوال:۔ کوئی شخص سو رہا ہو، اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا بغیر سترہ کے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ویسے ہی لیٹا ہو یا نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ دونوں صورتوں میں جائز ہے، بشرطیکہ لیٹنے والے کا رخ نمازی کی طرف نہ ہو، بلکہ چیت یا قبلہ رخ لیٹا ہو، البتہ اگر لیٹنے والے پر کوئی کپڑا پڑا ہو تو بہر صورت جائز ہے۔
(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص۴۳۵)

بارش کی وجہ سے نماز توڑنا

سوال:۔ مسجد کے صحن میں نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔ بارش زور سے شروع ہوگئی تو کیا نماز توڑ کر اندر مسجد میں ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بارش کی وجہ سے نماز توڑنا جائز نہیں۔ البتہ بارش سے کسی کو مرض کا خطرہ ہو یا بھیگنے سے ساڑھے تین ماشے (۴۲×۳ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر مالی نقصان ہو رہا ہو تو ایسا شخص نماز توڑ سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص۴۳۸)

امام صاحب کا اندھیرے میں نماز پڑھانا

سوال:۔ فرض نماز کے وقت امام صاحب روشنی بجھا کر نماز باجماعت اداء کرتے ہیں بلکہ تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اندھیرے میں نماز اداء فرمائی ہے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب:۔ یہ مسئلہ شرعی نہیں ہے۔ بتی بجھا کر اندھیرے میں نماز پڑھنے کی کوئی تائید نہیں۔ بوقت ضرورت، بقدر ضرورت روشنی کرنا اور اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست اور ثابت ہے۔ بلا ضرورت اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا اسراف میں داخل اور ممنوع ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۲۰۸)

نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا

فقہاء کی اصطلاح میں استخلاف یہ ہے کہ امام یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص کسی نیک آدمی کو امام کا نائب بنادے، تاکہ امام کے بجائے وہ آدمی نماز کی تکمیل کرے۔ یہ صورت کسی سبب کے پیش آنے سے پیدا ہوتی ہے، مثلاً کوئی امام جماعت کے ساتھ ایک یا دو رکعتیں یا اس سے کم زیادہ پڑھے، پھر نماز کے دوران کوئی ایسا امر پیش آئے جو مقتدیوں کے

ساتھ نماز کو پورا کرنے کے مانع ہو۔ جیسے کوئی ناگہانی مرض یا حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق ہو جائے یا ایسا ہی کوئی اور امر مانع نماز پیش آجائے تو ایسی صورت میں یہ روا ہے کہ امام اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے یا موجودہ اشخاص میں سے کسی کو امام کے طور پر آگے کر دے، تاکہ وہ باقی ماندہ نماز مقتدیوں کے ساتھ پوری کرے۔

اگر امام ایسا نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے کسی کا انتخاب کر کے اس امام کا قائم مقام بنالیں لیکن اس عمل کے لئے نہ تو بولنا چاہیئے نہ قلبہ کی جانب سے رخ پھیرنا چاہیئے۔

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ آخر ایسا کرنے (امام بنانے) کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آسان طریقہ معلوم نہیں ہے کہ ایسی کوئی روکاوٹ پیش آئے جو امام کو نماز جاری کے رکھنے میں مانع ہو تو وہ اس نماز کو توڑ دے اور کسی نیک آدمی کو امام بنا کر جماعت سے نماز ادا کر لی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں نماز ایک نہایت قابل احترام عمل ہے۔ لہذا جب کوئی انسان نماز میں مشغول ہو گیا اور خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے رب کے حضور مصروف دعا ہوا تو اسے چاہیئے کہ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو ایسے موقف کی پاسداری کرے، چنانچہ اس دوران کوئی عمل بھول جائے تو لازم ہوتا ہے کہ اسے پورا کرے اور سجدہ سہو سے اس کی تلافی کرے۔ اسی طرح اگر کوئی بات پیش آئے تو نماز یا جماعت کو باطل کر دے تو وہ نماز سے ہٹ کر کسی اور کو پورا کرنے کے لئے اپنا نائب بنادے۔

ان تمام امور سے عرض یہ ہے کہ ایک بار شروع ہو جائے تو اسے پورے طور پر ادا کیا جائے کیونکہ شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ جس سے کسی حال میں غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۱۱۷،۱۲۷)

خلیفہ بنانے کے اسباب

خلیفہ بنانے کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟ اس بارے میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ بنانے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ امام کو بے اختیاری کی حالت میں کوئی حدث لاحق ہو جائے مثلاً نماز کے دوران ہوا (ریح) خارج ہو جائے یا کہیں خون یا اور کوئی نجاست جو انسان کے بدن سے خارج ہوتی ہے، بہہ نکلے (تو امام خلیفہ بنا سکتا ہے) لیکن اگر نجاست

لگ جائے جو نماز جاری رکھنے سے مانع ہو، یا یہ کہ امام کا ستر کھل جائے یا ایسی ہی کوئی بات پیش آجائے تو ان حالات میں امام کی نماز فاسد ہو جائی گی اور اس کے ساتھ مقتدیوں کی بھی نماز جاتی رہے گی۔

اس صورت میں کسی کو نائب بنانا صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر امام قہقہہ مار کر ہنس دے یا جنون یا بے ہوشی وغیرہ کی حالت طاری ہو جائے، جس کی تفصیل خلیفہ بنانے کے شرائط میں آئے گی، تب بھی وہ کسی کو خلیفہ نہیں بنا سکتا۔

کسی کو خلیفہ بنانا اس وقت جائز ہے جب امام مقدار فرض قرأت کرنے سے عاجز ہو نیز اگر امام کو خود کسی مضرت کا یا مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیش آجائے تو اسے جائز نہیں ہے کہ کسی کو خلیفہ بنائے بلکہ چاہیئے کہ وہ نماز کو توڑ دے اور مقتدی جس طرح بھی بن پڑے وہ نماز از سر نو پڑھیں۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص۷۱۲)

نماز میں خلیفہ بنانے کے مسائل

حنفیہؒ کے نزدیک (امام کا) کسی کو اپنا خلیفہ بنا دینا افضل ہے۔ اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ (نائب) نہ بنایا اور نہ مقتدیوں میں سے کوئی خود ہی) بغیر خلیفہ بنائے آگے کھڑا ہو تو نماز باطل ہو جائے گی پس اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہیئے، اگر وقت تنگ ہو تو خلیفہ بنانا واجب ہوگا۔ اس مسئلہ میں حنفیہؒ کے نزدیک جمعہ اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا اور مقتدیوں نے کسی اور کو اپنا امام بنالیا تو امام کے بنائے ہوئے خلیفہ کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی۔

اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص خلیفہ بنائے بغیر خود ہی آگے آگیا اور پوری نماز پڑھادی تو نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر امام یا مقتدیوں میں سے کسی نے خلیفہ نہ بنایا اور کوئی خود ہی بغیر خلیفہ بنائے آگے آگیا مگر لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھ لی تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص۷۱۳)

امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔استخلاف (خلیفہ بنانے) کے صحیح ہونے کے تین شرطیں ہیں۔

(۱) خلیفہ متعین ہوجانے کے بعد بقیہ شرائط صرف امام کے لئے ہیں۔خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز کے لئے نہیں۔اگر اس کے بعد امام نے کوئی فعل منافی کیا تو خلیفہ اور مقتدی کی نماز صحیح ہوجائے گی۔

(۲) اگر چالیس ہاتھ (۶۰ مربع فٹ x ۲۵ مربع میٹر) سے چھوٹی مسجد یا اس سے چھوٹے صحن میں جماعت ہو تو امام کے اس سے باہر نکلنے سے پہلے خلیفہ متعین ہو، اور اگر کھلی فضا یا مذکورہ رقبہ کے برابر یا اس سے بڑے کمرے یا بڑے صحن میں ہو تو جہت قبلہ میں سترہ سے اور سترہ نہ ہو تو موضع سجود سے تجاوز کرنے سے قبل اور بقیہ تین اطراف سے صفوف سے تجاوز کرنے سے قبل خلیفہ متعین ہوجائے۔

(۳) خلیفہ میں امامت کی صلاحیت ہو یعنی عورت یا نابالغ نہ ہو۔

خلیفہ کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو امام ہی متعین کرے، بلکہ مقتدیوں نے کسی کو آگے کردیا یا کوئی شخص از خود خلیفہ بن گیا تو بھی جائز ہے۔

بہتر ہے کہ امام خود خلیفہ بنائے، مسبوق بھی خلیفہ بن سکتا ہے۔اگر خلیفہ کو بقیہ رکعات کا علم نہ ہو تو امام انگلیوں کے اشارہ سے بتادے، قرأت باقی ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے، سورہ فاتحہ باقی ہو تو جہاں چھوڑی اس سے آگے ایک دو کلمات بلند آواز سے پڑھ دے، رکوع کے لئے گھٹنوں پر سجود کے لیے پیشانی پر، سجدۂ تلاوت کے لیے پیشانی اور زبانی پر، سجدۂ سہو تلاوت کے لیے پیشانی اور زبان پر سجدہ سہو کے لئے سینہ پر ہاتھ رکھ کر خلیفہ کو سمجھائے، پھر وضو سے فراغت تک اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو خلیفہ کی اقتداء کرے، ورنہ تنہا نماز پوری کرے۔

اقتداء کرنے کی صورت میں چھوٹے ہوئے ارکان پہلے ادا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو۔

اگر پانی مسجد کے اندر ہی ہے تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں، امام وضو کر کے واپس اپنے مقام پر آ کر امامت کرے، اس وقت تک مقتدی انتظار کریں مگر اس صورت میں بھی خلیفہ بنانا جائز ہے۔

اگر امام خلیفہ کے ایک رکن ادا کرنے سے قبل وضو کر کے آ گیا تو خلیفہ پیچھے ہٹ جائے اور اصل امام ہی امامت کرے، بشرطیکہ امام مسجد سے نہ نکلا ہو۔ اگر پانی مسجد سے باہر ہو تو افضل یہ ہے کہ کسی کو خلیفہ بنا کر خود از سر نو نماز پڑھے، البتہ اگر وقت تنگ ہو تو خلیفہ بنانا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص ۳۱۰)

خلیفہ بنانے کے لئے شرائط اور اس کا طریقہ

پہلی شرط یہ ہے کہ امام جس مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو، اپنا خلیفہ بنانے سے پہلے وہاں سے باہر نہ جائے اگر امام باہر چلا گیا تو خلیفہ بنانا نہ امام کے لئے درست ہوگا اور نہ لوگوں کے لئے کیونکہ اس کے مسجد سے نکلتے ہی سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جس کو خلیفہ بنایا جائے وہ امامت کا اہل ہو، لہٰذا اگر کسی ان پڑھ یا نابالغ کو خلیفہ بنایا گیا تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

خلیفہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ امام اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کر جھکے جھکے پیچھے ہٹ جائے۔ ایسا ظاہر ہو کہ اس کی نکسیر اپنے آپ پھوٹ گئی ہے۔ یہ عمل اگرچہ خلاف واقعہ ہو لیکن اس کی مصلحت ظاہر ہے کہ اس طرح نماز کا نظم اور اس کے عمومی آداب ملحوظ رہیں گے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ موجودہ نماز کو جاری رکھنے کی شرطیں پوری ہوں اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو نماز باطل ہو جائے گی اور اس کے لئے خلیفہ بنانا بھی درست نہ ہوگا۔ وہ شرطیں گیارہ (۱۱) ہیں۔

(۱) اول یہ کہ وہ حدث بے اختیاری کا ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ وہ حدث امام کے بدن سے ہی تعلق رکھتا ہو، اگر باہر سے نجاست لگ گئی جو مانع نماز ہو تو اس نماز کو جاری نہیں رکھا سکتا۔ (۳) تیسرے یہ کہ وہ حدث غسل واجب کرنے والا نہ ہو مثلاً کسی (شہوت انگیز خیال سے انزال کا ہونا۔) (۴) چوتھے یہ کہ وہ حدث انوکھا نہ ہو مثلاً قہقہہ

مار کر ہنسنا یا بے ہوشی یا جنون کا طاری ہونا۔ (۵) پانچویں یہ کہ حدث کے بعد امام نے کوئی رکن ادا نہ کیا ہو یا چلا نہ ہو۔ (۶) چھٹے منافی نماز کوئی حرکت قصداً حدث کے بعد نہ کی ہو مثلاً بے اختیاری میں جو حدث ہو گیا اس کے بعد قصداً کلام کرنے لگے۔ (۷) ساتویں یہ کہ غیر ضروری عمل نہ کیا ہو مثلاً یہ کہ پانی کے قریب ہوتے ہوئے پانی کیلئے دور جگہ چلا جائے۔ (۸) آٹھویں یہ کہ بغیر کسی مجبوری یا ہجوم وغیرہ کے اتنی تاخیر خلیفہ بنانے میں کردے کہ اتنی دیر میں کوئی رکن نماز کی ادا کیا جاسکے۔ (۹) نویں یہ کہ نماز پڑھنے میں انکشاف نہ ہوا ہو کہ وہ نماز سے پہلے حدث کی حالت میں تھا۔ (۱۰) دسویں یہ کہ امام صاحب ترتیب ہو اور اسے فوت شدہ نماز یاد نہ آ گئی ہو۔ (۱۱) گیارہویں یہ کہ باقی ماندہ نماز اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ادا نہ کی جائے۔

لہٰذا اگر امام یا مقتدی کو حدث لاحق ہوا اور وضو کرنے چلا گیا تو وضو کے بعد واپس آ کر امام کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن تنہا نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ وضو کے بعد خواہ اسی جگہ آ کر نماز پوری کرے یا کسی اور جگہ پر۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۷۱۹)

شرائطِ صحتِ بنا

سوال:۔ اگر نماز مغرب یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو، تین رکعتیں یا دو رکعتیں پڑھ چکا ہو، اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ دوبارہ وضو کرنے گیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا یا دو رکعتیں یا ایک رکعت جو رہ گئی تھی وہ پڑھے گا؟ کن صورتوں میں بنا جائز ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب:۔ جواز بنا کے لئے تیرہ (۱۳) شرائط ہیں۔

(۱) حدث میں یا اس کے سبب میں کسی انسان کا کوئی دخل نہ ہو۔ اگر عمداً وضو توڑا یا کسی نے زخم کر کے خون نکال دیا، تو بنا نہیں کر سکتا، اس لئے کہ پہلی صورت میں نفس حدث اور دوسری سبب حدث یعنی زخم انسان کی طرف سے ہے، کھانسے سے خروج ریح بنا سے مانع ہے، اور چھینکنے سے خروج ریح کا مانع ہونا مختلف فیہ ہے۔

(۲) حدث نمازی کے بدن سے ہو، اگر خارج سے کوئی نجاست اس پر گر گئی ہو تو بنا

درست نہیں۔

(۳) حدث موجب غسل نہ ہو، اگر نماز میں نیند آگئی اور احتلام ہوگیا تو بنا صحیح نہیں۔

(۴) حدث نادرالوجود نہ ہو مثلاً قہقہہ یا بے ہوشی۔

(۵) حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کرنا، اگر سجدہ کی حالت میں حدث ہوا یعنی وضو ٹوٹا اور سجدہ پورا کرنے کی نیت سے سر اٹھایا، یا وضو کے لئے جاتے ہوئے قرأت میں مشغول رہا تو بنا نہیں کرسکتا۔

(۶) چلنے کی حالت میں کوئی رکن ادا نہ کرنا، مثلاً وضو کے بعد لوٹتے ہوئے قرأت کرنا، ہاں آتے جاتے تسبیح پڑھنا منع نہیں۔

(۷) نماز کے منافی کوئی کام نہ کرنا، مثلاً قدرتی حدث کے بعد عمداً حدث یا کلام وغیرہ یا کنویں سے پانی کھینچنا۔

(۸) بے ضرورت کام نہ کرنا، مثلاً وضو کے لئے قریب جگہ چھوڑ کر دو صف سے زیادہ دور ہو جانا، ہاں قریب مقام پر ازدحام وہجوم کے باعث یا بھولے سے دور جانے میں کوئی حرج نہیں۔

(۹) بلاضرورت تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے بقدر میں تاخیر نہ کرنا، کے نکسیر پھوٹ جانے یا کسی عضو سے خون بند نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر مضر نہیں، وضو کے سنتیں بھی ادا کرے، اگر وضو کے صرف چار فرائض پر اکتفا کیا تو بنا جائز نہیں۔

(۱۰) حدث سابق کا ظاہر نہ ہونا، مثلاً موزہ پر مسح کی مدت ختم ہونا، مقیم کا پانی دیکھنا، خروج وقت مستحاضہ۔

(۱۱) صاحب ترتیب کو قضاء نماز یاد نہ آنا، البتہ اگر یاد پر قضا نہ پڑھی بلکہ وقتی کی بناء کرلی، پھر مزید چار یعنی کل چھ (۶) فرض نمازیں اس کے ذمہ قضا ہوگئیں، تو بنا والی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(۱۲) اگر مقتدی کو حدث ہو یا امام کو ہوا اور اس سے کوئی خلیفہ بنا دیا ہو، اور وضو سے فراغت تک جماعت ختم نہ ہوئی ہو اور مقام ایسی جگہ ہو کہ وہاں سے اقتداء صحیح نہ ہو،

تو یہ شرط ہے کہ یہ امام یا مقتدی ایسی جگہ پر آ کر بنا کرے جہاں سے اقتداء صحیح ہو۔
اگر مقام وضو پر اقتداء کر سکتا ہو، یا وضوء سے قبل جماعت ختم ہو چکی ہو، یا منفرد کو حدث ہوا ہو تو ان تینوں صورتوں میں اختیار ہے کہ مقام وضو ہی میں بنا کرے یا سابق مقام پر لوٹ کر آئے، مقام وضو ہی میں بناء افضل ہے۔

(۱۳) امام کو حدث ہوا تو اس کا ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنانا جو امامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔
یہ بھی منافی نماز ہے، جس کا بیان نمبر ۷ میں گزر چکا مگر بوجہ خفا اس کو مستقل ذکر کیا گیا ہے۔ درحقیقت شرائط بارہ ہی ہیں۔

شرائط مذکورہ کے ساتھ بنا اگرچہ جائز ہے مگر از سر نو پڑھنا افضل ہے۔ البتہ اگر وقت کی تنگ ہو تو بناء افضل ہے بلکہ زیادہ تنگ ہو تو واجب ہے۔ استیناف کے لیے ضروری ہے کہ پہلی نماز کو سلام پھیر کر یا کسی فعل منافی سے ختم کرے پھر نئی نماز شروع کرے، بغیر سلام یا فعل منافی استیناف صحیح نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۴۳۵)

امام کو اگر خلیفہ بنانا دشوار ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ فقہ کی کتابوں میں امام بنانا جائز لکھا ہے مگر چونکہ یہ مسئلہ بہت کم پیش آتا ہے، لوگ اس سے اس لئے ناواقف ہیں اور امام کو خلیفہ بنانا دشوار ہوتا ہے ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:۔ فقہ کی کتابوں میں حدث لاحق ہونے کی صورت میں خلیفہ بنانے کو جائز لکھا ہے ضروری نہیں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ استیناف افضل ہے۔

پس جب اس قسم کا حال ہے جو کہ آپ نے لکھا ہے تو ایسی حالت میں استیناف ہی کرنا مناسب ہے تاکہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں۔ پس پہلے نماز کو قطع کر دے اور کوئی عمل منافی نماز کر لے اور پھر وضو کرنے کے بعد از سر نو شروع کریں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۴۰۱ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۶۲)

☆☆

امام کا بحالت سجدہ وضوٹوٹ جانا

سوال:۔اگر سجدہ کی حالت میں امام صاحب کا وضوٹوٹ جائے تو خلیفہ کس طرح مصلے پر آئے؟

جواب:۔اس صورت میں خلیفہ مصلے پر آکر اسی سجدہ سے شروع کرے اور امام جس کو حدث سجدہ میں ہوا ہے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لے تاکہ خلیفہ سمجھ جائے کہ امام کو سجدہ میں حدث ہوا ہے۔اس سجدہ کو پھر کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۴۰۳ بحوالہ ردالمختار جلداول ص ۵۶۲ باب الاستخلاف)

سورت پڑھتے ہوئے وضوٹوٹ جانے کا حکم

سوال:۔امام کوئی سورت پڑھ رہا تھا کہ وضوٹوٹ گیا۔اب جو مقتدی اس کا خلیفہ بنا ہے،اس کو وہ سورت یاد نہیں جو امام پڑھ رہا تھا تو اب وہ کیا کرے؟

جواب:۔وہ کوئی اور سورت پڑھ کر رکوع کردے یہ ضروری نہیں کہ اسی سورت کو پڑھے بلکہ اگر وہ امام واجب قرأت کے بقدر پڑھ چکا ہے تو یہ خلیفہ اس کی جگہ جاکر فوراً رکوع میں جاسکتا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۳ص ۴۰۳ بحوالہ بحرالرائق جلداول ص ۳۹۱)

مسبوق خلیفہ نماز کیسے پوری کرے

سوال:۔امام ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے،مقتدی کا وضوٹوٹ گیا جب وہ وضو کر کے آیا تو امام ایک رکعت پڑھ چکا،جب وہ آدمی آکر شامل ہوگیا تو امام صاحب کا وضوٹوٹ گیا وہ اسی آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر وضو کرنے چلا گیا۔اگر خلیفہ مقتدیوں کی نماز پوری کرے تو اپنی تین رکعتیں ہوتی ہیں اور اگر اپنی پوری کرے تو مقتدیوں کی پانچ رکعتیں ہوتی ہیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:۔جس مقتدی کا وضوٹوٹ گیا اور وہ وضو کرنے گیا اور اس کی ایک رکعت فوت ہوگئی تو وہ لاحق ہے،اس کو یہ حکم ہے کہ وہ پہلے اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز امام کے برابر ہوگی اور اگر اس سے اپنی فوت شدہ رکعت پہلے ادا نہ کی اور امام کے ساتھ شریک ہوگیا اور پھر امام کا وضوٹوٹ گیا،امام نے اس

لاحق کو امام بنادیا تو اس کو چاہیئے کہ جس وقت امام کی چوتھی رکعت پوری ہو جائے تو یہ شخص کسی مدرک کو خلیفہ بنادے جو اول سے امام کے ساتھ شریک ہوا تھا، وہ سلام پھیر دے گا وہ شخص اپنی رکعت فوت شدہ اٹھ کر پوری کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۲۷۶ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۵۸)

مسبوق کی امامت کا حکم

سوال:۔ مسبوق کی امامت درست ہے یا نہیں؟ مثلاً زید نماز پڑھ رہا تھا، بکر دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، جب زید نماز سے فارغ ہوا تو بکر باقی رکعت نماز کی پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا، خالد آکر اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، خالد کی نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسبوق کی اقتداء درست نہیں ہے، وہ بحالت انفرادی امام کے فارغ ہونے کے بعد امام نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳ ص ۲۷۶ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۵۸)

عمل کثیر وقلیل کی تعریف

سوال:۔ عمل کثیر جو مفسد صلوٰۃ (نماز فاسد کرنے والا) ہے اس کی کیا تعریف ہے؟ اگر مثال سے واضح فرمائیں تو سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

جواب:۔ عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں (۱) ایسا عمل کہ اس کے فاعل (کرنے والا) دور سے دیکھ کر ظن غالب ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، جس عمل سے نماز میں نہ ہونے کا ظن غالب نہ ہو بلکہ شبہ ہو وہ قلیل ہے۔ (۲) جو کام عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو جیسے کمر باندھنا اور عمامہ باندھنا وہ کثیر ہے، خواہ ایک ہی ہاتھ سے کرے اور جو عمل عادۃً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ دونوں ہاتھوں سے بھی کرے تو وہ قلیل ہے، جیسے ازار بند کھولنا، اور ٹوپی سر سے اتارنا۔

(۳) تین حرکات متوالیہ ہوں یعنی ان کے درمیان بقدر رکن وقفہ نہ ہو تو عمل کثیر ہے ورنہ قلیل

(۴) ایسا عمل کثیر ہے جو فاعل کو ایسا مقصود ہو کہ اس کو عادۃً مستقل مجلس میں کرتا ہو، جیسے نماز کی حالت میں بچہ نے عورت کا دودھ پی لیا۔

(۵) نمازی کے رائے پر موقوف ہے وہ جس عمل کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے۔

پہلے تین اقوال زیادہ مشہور ہیں اور درحقیقت تینوں کا حاصل ایک ہی ہے اس لئے

کہ دوسرے اور تیسرے قول میں مذکور عمل کے فاعل کو دیکھنے سے غیر نماز میں ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔

فائدہ: بعض عبارات میں ثلاث حرکات متوالیہ کے بجائے ثلاث حرکات فی رکن ہے، یعنی جتنے وقت میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہا جا سکے، ظاہر ہے کہ اتنے وقت میں تین حرکتیں واقع ہوں تو وہ پے درپے ہی کہلائیں گی۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک رکن کے ساتھ پے درپے ہونے کی بھی شرط ہے، پس کسی طویل رکن میں، تین حرکتوں کے اس طرح پیش آنے سے کہ ان کے درمیان بقدر رکن وقفہ ہو، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ پہلے قول کے مطابق جو در حقیقت سب سے زیادہ صحیح اور اصل کی حیثیت رکھتا ہے، تین پے درپے حرکتوں سے نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ تین حرکتیں اگر پے درپے نہ ہوں تو ان کے دیکھنے والے کو اس کے بارے میں یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ نماز کی حالت میں نہیں ہے، خواہ وہ تینوں حرکتیں ایک ہی رکن میں ہوں، خاص کر جب کہ رکن طویل ہو اور حرکتوں کے درمیان وقفہ بھی زیادہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۱۹)

سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جانے کا حکم

سوال:۔ نماز میں سجدہ کی حالت میں اگر دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ نیز اگر نماز فاسد ہونے کا حکم ہے تو کس بناء پر؟

جواب:۔ دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا کوئی جز ایک تسبیح پڑھنے کے برابر زمین پر رکھنا واجب ہے اور ایک قول کے مطابق فرض ہے، تیسرا قول سنت کا بھی ہے پہلا قول راجح ہے، پس اگر پورے سجدے میں ایک تسبیح پڑھنے کے بقدر دونوں پاؤں میں سے کسی کا کوئی جزء زمین پر رکھ لیا تو واجب ادا ہو جائے گا۔

اگر اتنی مقدار بھی نہیں رکھا تو واجب کے چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۹۸)

☆☆

نماز میں ستر کھل جانے کا حکم

سوال:۔ ایسی صدری پہن کر نماز ہوگی یا نہیں جس سے کہ رکوع وسجود میں جاتے وقت ناف سے نیچے کا حصہ کھل جائے جس کو ڈھکنا فرض ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ ستر کی کتنی مقدار کھل جائے تو نماز نہیں ہوگی؟

جواب:۔ اگر صدری (شرٹ وغیرہ) میں ستر کھلنے کا علم ہونے کے باوجود نماز پڑھی، یا غفلت کی وجہ سے ستر کا اہتمام نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی، خواہ بہت تھوڑی مقدار میں اور تھوڑی سی دیر ہی کے لئے ستر کھلا ہوا اور اگر غیر اختیاری طور پر ستر کھل گیا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تین بار سُبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے مقدار تک چوتھائی حصہ کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی۔ اس سے کم مقدار ہو یا وقت اس سے کم ہو تو نماز ہو جائے گی، جو عضو کھلا ہو اس کا چوتھائی حصہ معتبر ہے اور ایک عضو متعدد جگہ سے کھلا ہو، اور سب کا مجموعہ چوتھائی کے بقدر ہو گیا تو مفسد ہوگا اور اگر متعدد اعضاء کھل جائیں تو سب کا مجموعہ ان میں سے چھوٹے عضو کے چوتھائی کے برابر ہونا مفسد ہے۔

ناف کی محاذات سے لے کر پیڑو تک چاروں طرف ایک ہی عضو شمار ہوتا ہے۔

پیڑو کی ابتداء ناف سے نیچے مدور خط سے ہوتی ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص۳۹۹ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۳۸۰)

نماز میں ٹخنے ڈھانکنا کیسا ہے؟

سوال:۔ نماز میں اگر ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں تو نماز میں کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب:۔ مرد کے لئے نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں ٹخنے ڈھانکنا ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیث میں اس پر جہنم کی وعید آئی ہے۔ نماز کے اندر گناہ کا ارتکاب اور بھی زیادہ برا ہے۔ نماز میں ٹخنے ڈھانکنے سے اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر متکبرین کا شمار ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ آپؐ نے ٹخنے ڈھانکنے، داڑھی کٹانے اور گانے بجانے کو ان بداعمالیوں کی فہرست میں شمار فرمایا جن کی وجہ سے قوم لوط پر عذاب آیا ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۳ ص۴۰۴ بحوالہ طحطاوی علی المراقی ص۱۸۹)

امام کا سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا

سوال:۔ رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا سنت ہے یا مستحب؟

جواب:۔ اٹھتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے۔ سجدہ کی طرف جانے کی حالت میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا ثابت نہیں۔ عدم ثبوت کے علاوہ اس میں دو قباحتیں ہیں (۱) عوام ان کو مسنون یا مستحب سمجھنے لگے ہیں۔ (۲) قومہ سے سجدہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ گھٹنے زمین پر ٹکنے سے قبل کمر اور سینہ نہ جھکے۔ اس وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی عادت کا یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ گھٹنے زمین پر لگنے سے قبل ہی اوپر کا دھڑ جھک جاتا ہے۔ لہٰذا یہ عادت ترک سنت کا باعث ہونے کی وجہ سے قابل احتراز ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۵۱)

البتہ اگر عذر کی وجہ سے گھٹنے پہلے رکھنا مشکل ہو، تو اس صورت میں دایاں ہاتھ پہلے رکھے، پھر دونوں گھٹنے ایک ساتھ رکھے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۴۶۵)

امام کا سجدہ سے اٹھ کر کرتا درست کرنا

سوال:۔ امام صاحب جب بھی سجدہ میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ایک ہاتھ سے اور کبھی دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی جانب کرتا پکڑ کر درست کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ کُرتا درست کرنے کی ضرورت عموماً دو وجہ سے پیش آتی ہے ایک یہ کہ کرتا کمر بند کے اوپر اٹک جاتا ہے جو بعض مقتدیوں کے ذہن کو بٹانے والا اور خشوع میں مخل ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگوں کے سرین (کولہے) کے اندر کُرتا اٹک جاتا ہے۔ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے کُرتے کو کھینچ کر درست کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ اس کے لئے ایک ہاتھ کافی ہے۔ دوسرا ہاتھ استعمال کرنا مکروہ ہے اور بلا ضرورت ایک ہاتھ کا بھی استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۴۳۷ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۹۹)

نماز میں چادر کندھے سے گر جانے کا حکم

کندھے پر ڈال لینا چاہئے، کپڑے کا لٹکنا نماز میں تشویش کا باعث ہے اور تشویش کو دور کرنے کے لئے ایک یا دو بار ہاتھ ہلانا جائز ہے۔ نیز نماز میں کپڑا لٹکے رہنے کی ممانعت

ہے اور یہ سدل میں داخل ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۴۳۶)

نماز میں تہبند درست کرنا

سوال:۔ نماز میں تہ بند کھل جانے کا اندیشہ ہو تو کیا اس کو دونوں ہاتوں سے باندھ سکتے ہیں؟ یا تہ بند کو کس سکتے ہیں؟

جواب:۔ پہلے ایک ہاتھ سے ایک جانب کس لیں۔ پھر تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار تک توقف کرنے کے بعد دوسرے جانب دوسرے ہاتھ سے درست کرلے۔

(احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۴۳۷)

سجدہ میں جاتے وقت کپڑا سمیٹنا

سوال:۔ بعض لوگ نماز میں جاتے وقت اعادۃً سجدہ میں جاتے وقت پاجامہ یا تہبند کو اٹھا لیتے ہیں کیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

جواب:۔ مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاوی جلد ۳ ص ۴۰۷ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۹۸)

قیام میں دونوں قدم کے درمیان فاصلہ کی مقدار

فقہاء نے لکھا ہے کہ چار انگشت کا فاصلہ پیروں میں قیام کی حالت میں رکھنا چاہیئے اگر کچھ کم وبیش ہو گیا تو نماز صحیح ہے، کچھ کراہت نہیں۔ (فتاوی دارالعلوم جلد ۲ ص ۱۵۴ بحوالہ ردالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ بحث القیام جلد اول ص ۴۱۴)

رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہیئے

سوال:۔ بعض ائمہ رکوع کر کے سیدھے کھڑے نہیں ہوتے۔ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے نہ ہوں تو اس میں ترک واجب ہوتا ہے۔ وہ نماز قابل اعادہ ہے۔ (فتاوی دارالعلوم جلد ۲ ص ۱۵۵ بحوالہ ردالمختار باب واجبات الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۲۴)

سجدہ سے چار انگل اٹھ کر دوسرا سجدہ کرنا

بقول بعض محققین اس میں ترک واجب ہے اور ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ ص۱۵۵ بحوالہ ردالمختار باب واجبات الصلوٰۃ جلد اول ص۴۳۲)

سجدہ میں ران اور پنڈلی کا فاصلہ

سوال:۔ سجدہ میں ران اور پنڈلی کو کتنا کشادہ کیا جائے؟ کیا زاویہ قائمہ بنانا چاہیئے؟

جواب:۔ درمختار میں ہے کہ اپنے بازو کو بلا تکلف ظاہر کرے اور ران کو پیٹ سے دور رکھے۔

پس معلوم ہوا کہ سجدہ میں سنت اسی قدر ہے اور زاویہ قائمہ بنانا ضروری نہیں ہے اور یہ بھی جب کہ جماعت میں نہ ہو تنہا ہو یا امام ہو ورنہ ایسا فعل نہ کرے جس سے دوسرے مقتدیوں کو تکلیف وایذا ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ ص۱۶۴ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۴۷۰)

سجدہ سے اٹھتے ہوئے بلا عذر زمین کا سہارا لینا

سوال:۔ دوسری رکعت میں قعدہ کے بعد جب کھڑا ہو تو ہاتھ بدستور رانوں پر رکھ کر کھڑا ہو یا زمین پر سہارا دے کر کھڑا ہو؟

جواب:۔ ہاتھ گھٹنوں اور رانوں پر رکھ کر کھڑا ہونا بہتر ہے اور اگر بضرورت زمین پر رکھ کر کھڑا ہو تو یہ بھی درست ہے (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ ص۱۹۰ بحوالہ ردالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۴۷۲)

امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ (بحوالہ طحطاوی ص۱۵۴)

تشہد میں انگشت سے اشارہ کرنا سنت ہے

سوال:۔ سرحد کے علماء تشہد میں انگشت اٹھانے کو منع کرتے ہیں کہ یہ فعل نماز میں نہ کیا جائے، صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ حنفیہؒ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تشہد میں اشارہ شہادت کی انگلی سے سنت ہے درمختار میں متعدد کتب کے حوالہ سے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کو صحیح بتایا ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ ص۱۹۴ بحوالہ درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۴۷۴)

دائیں ہاتھ کی انگلی نہ اٹھا سکتا ہو تو کیا کرے؟

اگر داہنے ہاتھ میں عذر ہے اور انگلی نہیں اٹھا سکتا تو وہ انگشت نہ اٹھائے بائیں ہاتھ کی انگلی اٹھانے کا حکم نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۱۹۲ بحوالہ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ ج ۱ ص ۴۷۴)

اشارہ کے وقت انگلیوں کے حلقہ کا حکم

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کی یہ صورت ہے کہ ابہام اور وسطیٰ کا حلقہ کر کے بنصر اور خنصر کو بند کرے، کتب فقہ حنفیہ میں اس کو لکھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۱۹۱ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۴۷۵)

تشہد میں انگلی اٹھا کر کس لفظ پر گرائے؟

شرح منیہ اور امام حلوائی سے نقل کیا ہے کہ لا الٰہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۱۸۹ بحوالہ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطلب فی عقد الاصابع جلد اول ص ۴۷۵)

انگلیوں کا حلقہ تشہد میں کب تک باقی رکھے

لا الٰہ الا اللہ کہنے کے وقت جب انگلیوں کو بند یا ان کو حلقہ کر لیا ہے تو پھر اس کو فارغ ہونے تک ویسا ہی رکھنا چاہیئے۔

شامی جلد اول میں متعدد عبارتیں ہیں جن میں عقد اصابع کو اشارہ کے بعد کھولنے کا ذکر نہیں ہے جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حلقہ بنا کر انگلیوں کا کھولنا مناسب نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۲۰۲ بحوالہ رد المختار ص ۴۵۰)

نماز میں رسول اللہؐ کی قرأت

"عن جابر بن سمرہ قال کان النبی ﷺ یقرء فی الفجر بق والقراٰن المَجید ونحوھا وکانت صلوتہ بعد تخفیفا۔'

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں سورۃ ق اور اس جیسی دوسری سورتیں پڑھا کرتے تھے اور بعد میں آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی۔ (صحیح مسلم شریف)

تشریح:۔ شارحین نے آخری خط کشیدہ فقرے کے دو مطلب بیان کیئے ہیں۔ ایک یہ کہ فجر کے بعد کی آپ کی نماز میں یعنی ظہر، عصر، مغرب، عشاء یہ سب بہ نسبت فجر کے ہلکی ہوتی تھیں اور ان میں بہ نسبت فجر کے آپ قرأت کم فرماتے تھے۔ دوسرا مطلب اس فقرے کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابتدائی دور میں جب صحابہ کرامؓ کی تعداد کم تھی اور آپؐ کے پیچھے جماعت میں سابقین اولین ہی سب ہوتے تھے، آپؐ کی نمازیں عموماً طویل ہوتی تھیں اور بعد کے دور میں جب ساتھ میں نماز پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی اور ان میں دوم سوم درجہ والے اہل ایمان بھی ہوتے تھے تو آپؐ نمازیں نسبتاً ہلکی پڑھنے لگے۔ کیونکہ جماعت میں نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں اس کا امکان زیادہ ہوتا تھا کہ کچھ لوگ مریض یا کمزور یا کم ہمت یا زیادہ بوڑھے ہوں جن کے لئے طویل نماز باعث زحمت ہو جائے۔

(معارف الحدیث جلد۳ ص۲۴۵)

فجر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت سے متعلق جو حدیثیں درج کی گئیں اور کتب حدیث میں ان کے علاوہ جو روایات اس سلسلہ میں ملتی ہیں ان سب کو پیش نظر رکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قرأت فجر کی نماز میں بہ نسبت دوسری نمازوں کے اکثر و بیشتر کسی قدر طویل ہوتی تھیں لیکن کبھی کبھی (غالباً کسی خاص داعیہ سے) آپؐ فجر کی نماز بھی **قل یا ایھا الکافرون** اور **قل ھو اللہ احد** اور **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** جیسی چھوٹی سورتوں سے پڑھا دیتے تھے۔

اسی طرح ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ عام معمول نماز کی رکعتوں میں مستقل سورتیں پڑھنے کا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی سورت میں سے کچھ آیات پڑھ دیتے تھے۔ اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپؐ نے دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی قرأت فرمائی ہے۔

جمعہ کی فجر میں سورۃ ''الم تنزیل السجدہ'' اور سورۃ الدھر پڑھنے کی حکمت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت اور جزا و سزا کا بیان بہت موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے اور قیامت جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بتایا گیا ہے جمعہ ہی کے

دن قائم ہونے والی ہے۔اسی لئے غالباً آپ اس کی تذکیر اور یاد دہانی کے لئے جمعہ کے فجر میں یہ دونوں سورتیں پڑھنا پسند فرماتے تھے۔(واللہ اعلم معارف الحدیث جلد۳ ص ۲۴۹)

قرأت فجر کی مقدار

سوال:۔ امام صاحب سورۂ ملک، سورہ یٰسین حفظ ہونے کے باوجود فجر کی نماز میں والضحیٰ واللیل (۲) الم نشرح (۳) والتین اور (۴) سورۂ جمعہ کا آخری رکوع پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہوجانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ صبح کی نماز میں امام کو اتنی مختصر قرأت کی عادت بنالینا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد (تنہا پڑھنے والا) صبح کی نماز میں طوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھے یہ کم سے کم ہے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ ۱۰۰ آیتوں تک پڑھے۔

اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بناء پر قرأت مختصر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں ہے، جائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۱۵۵ بحوالہ شامی جلد اول ص ۵۰۴ و کبیری ص ۳۰۲)

جمعہ کے دن فجر میں سورۂ سجدہ پڑھنا

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دھر پڑھنا مستحب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ فجر کی نماز میں جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورۂ دھر پڑھنا فی نفسہ مستحب ہے لیکن اس پر مداومت (پابندی) مکروہ ہے، تاکہ عوام اس کو واجب نہ سمجھنے لگے۔

آج کل ائمہ مساجد نے اس مستحب امر کو بالکل ہی ترک کررکھا ہے۔ یہ غفلت ہے، اوراس کی اصلاح لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ص ۸۱)

احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے لیکن حنفیہ اس کو بعض اوقات پر محمول کرتے ہیں اوراس کی مستقل طور پر پابندی پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ تعیین سورۃ کو کسی بھی نماز کے لئے منع کرتے ہیں لہذا کبھی کبھی ایسا کرلے تو حرج نہیں دوام اس پر نہ کرے۔

(فتاوئی دارلعلوم جلد۲ص ۲۱۷)

سورتوں کی تعیین کرنا

رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ کی دونوں رکعتوں میں علی الترتیب اکثر وبیشتر سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سورۂ اعلیٰ وسورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھےاور عیدین کی نماز میں بھی یا تو یہی دونوں آخری سورتیں سورۂ اعلیٰ وغاشیہ پڑھا کرتے تھے یا سورۂ ق والقرآن المجید اور اقتربت السّاعة۔

نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی نمازوں میں قرأت سے متعلق جو حدیثیں لکھی گئی ہیں اس سے دو باتیں سمجھ آتی ہیں۔

(۱) آپؐ کا اکثر معمول یہ تھا کہ فجر میں قرأت طویل فرماتے تھے اور زیادہ تر طوال مفصل پڑھتے تھے۔ظہر میں بھی کسی قدر طویل قرأت فرماتے تھے،عصر مختصر اور ہلکی پڑھتے تھے اوراسی طرح مغرب بھی،عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا پسند فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔

(۲) کسی نماز میں ہمیشہ کسی خاص سورت کے پڑھنے کا نہ آپؐ نے حکم دیا اور نہ عملاً ایسا کیا، ہاں بعض نمازوں میں اکثر وبیشتر بعض خاص سورتیں پڑھنا آپؐ سے ثابت ہے۔

(معارف الحدیث جلد۳ص ۲۶۱)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ

ﷺ نے بعض نمازوں میں کچھ مصالح اور فوائد کے پیش نظر بعض خاص سورتیں پڑھنی پسند فرمائیں لیکن قطعی طور پر نہ ان کی تعیین کی نہ دوسروں کو تاکید کی کہ وہ ایسا ہی کریں پس اس بارے میں اگر کوئی آپ کا اتباع کرے (اور ان نمازوں میں وہی سورتیں اکثر و بیشتر پڑھے) تو اچھا ہے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے۔"

(معارف الحدیث جلد اول ص ۲۶۱)

نبی کریم ﷺ جمعہ و عیدین کے علاوہ دوسری تمام نمازوں میں سورتیں معین کر کے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ فرض نمازوں میں چھوٹی بڑی سورتوں میں سے کوئی ایسی سورت نہیں ہے جو آپ ؐ نے نہ پڑھی ہو۔

اور نوافل میں ایک رکعت میں دو سورتیں بھی آپ ؐ پڑھتے تھے لیکن فرض نمازوں میں نہیں، معمولاً آپ کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے بڑی ہوا کرتی تھی۔

نماز میں "سلام علیکم" کہنے کا حکم

سوال: اگر امام السلام علیکم کہنے کے بجائے صرف سلام علیکم بغیر الف لام کے کہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ خلاف سنت ہے اس سے نماز میں کراہت آئے گی یہ اس وقت ہے جب کہ امام تلفظ ہی میں سلام علیکم کہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ الف لوگوں کے سننے میں نہیں آتا امام تو السلام علیکم کہتا ہے، لوگ سلام علیکم سنتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۳۹)

(بغیر الف لام کے) سلام علیکم خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، امام کو سمجھایا جائے کہ تصحیح کر لے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۴۴۵ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۹۱)

سلام میں صرف منہ پھیرنے کا حکم

سوال: نماز سے خروج کے لئے سلام پھیرتے وقت قبلہ سے فقط منہ ہی پھیر لے یا سینہ بھی؟

جواب: صرف منہ پھیرنا دونوں سلام کے لئے کافی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۲ ص ۲۰۷ بحوالہ ردالمختار باب آداب الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۴۶)

☆☆

سلام میں چہرہ کتنا گھمایا جائے؟

عن سعدابن ابی وقاص قال کنت اری رسول الله صلی الله علیه وسلم یسلم عن یمینه وعن یساره حتی اری بیاض خده. (رواه مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھا تھا کہ آپؐ سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب رخ فرماتے تھے اور چہرہ مبارک داہنی جانب اور بائیں جانب اتنا پھیرتے تھے کہ ہم رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

(معارف الحدیث جلد ۳ ص ۳۰۹)

امام سے پہلے سلام پھیرنا

سوال:۔ ایک مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیرلیا تو کیا مقتدی مذکور کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز ہوگئی مگر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر کسی سخت مجبوری سے سلام پھیرا جو نماز میں باعث تشویش بن رہی ہو تو نماز کا لوٹانا واجب نہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ امام کی متابعت جان بوجھ کر چھوڑنے کی وجہ سے یہ نماز لوٹانی پڑے گی یا نہیں؟ اس سے متعلق کوئی صریح حکم نہیں ملا۔ البتہ مقتدی کے سہواً واجب چھوٹنے پر سجدہ سہو کے عدم وجوب سے معلوم ہوتا ہے کہ بصورت عہد نماز کا اعادہ واجب نہیں۔

دوسرا جواب:۔ اتباع امام واجب ہے۔ اس لئے امام سے بلا عذر، جان بوجھ کر پہل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ ریح نکلنے کے خوف وغیرہ کی بناء پر پہل کرنے میں کراہت نہیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۲۹۴ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۹۰)

سلام میں امام سے پہلے سانس ٹوٹ جانے کا حکم

سوال:۔ مقتدی کا سانس سلام پھیرتے وقت السلام علیکم کہنے میں امام سے پہلے ٹوٹ جائے تو مقتدی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مقتدی کی نماز میں، اس صورت میں خلل نہیں آتا۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۲ ص ۱۶۳ بحوالہ ردالمختار باب صفة الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۹۰)

سلام میں لفظ اللہ کو کھینچنے کا حکم

سوال:۔ کیا مقتدی امام کے لفظ السلام کہنے کے ساتھ ہی فوراً سلام پھیر دے یا کچھ دیر کے بعد؟ اکثر ائمہ مساجد، سلام میں لفظ ''اللہ'' کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں، کیا مقتدی بھی اس طرح کرے؟ یا وہ دونوں طرف امام سے پہلے سلام کے کلمات ختم کر سکتا ہے؟

جواب:۔ سلام اول میں لفظ السلام کہنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے اس لئے اول میم، امام سے پہلے کہنا مکروہ ہے۔ اس کے بعد کوئی وجہ کراہت معلوم نہیں ہوتی۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۱۴)

نماز فجر و عصر کے بعد امام کا رخ بدلنا

سوال:۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام دائیں جانب مڑ کر بیٹھے یا مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ دائیں جانب رخ کر کے بیٹھنا مستحب ہے، اور مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا خلاف استحباب ہے۔ صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ خلاصہ جواب حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرائض سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اسی ہیئت پر قائم رہنا بدعت ہے۔ اس لئے امام اپنی ہیئت تبدیل کر لے جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ یعنی یا تو مصلے سے اٹھ کر چلا جائے، یا دائیں یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف مڑ کر بیٹھے۔

اگر نماز کے بعد سنتیں ہوں تو ان کو ادا کرنے کے لئے مصلے سے آگے پیچھے یا دائیں بائیں طرف ہٹ کر پڑھے۔ امام کے اسی ہیئت پر قبلہ کی طرف رہنے میں آنے والوں کو جماعت باقی رہنے کا اشتباہ ہو سکتا ہے۔ خطرہ ہے کہ کوئی اقتداء کر لے، اور اس کی نماز صحیح نہ ہو۔ اسی لئے امام کا ہیئت نہ بدلنا مکروہ ہے۔

امام کو فجر اور عصر کی نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے، البتہ اگر امام کے سامنے پہلی صف میں کوئی مسبوق ہو تو اس کے سامنے بیٹھنا مکروہ ہے۔ لہٰذا اس صورت میں دائیں بائیں ہو کر بیٹھے۔ اگر پہلی صف کے پیچھے والی کسی صف میں مسبوق ہو تو اس کا سامنا کرنے کے جواز میں اختلاف ہے۔ علامہ شامیؒ نے جواز کو ترجیح دی ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۶۹ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۳۳۲)

نماز کے بعد امام کس طرف منہ کر کے بیٹھے

سوال:۔ جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ نہیں ہیں، ان نمازوں کے بعد امام کس طرف متوجہ ہو۔ داہنی جانب یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف، کون سا قول صحیح ہے؟

جواب:۔ تینوں طرح درست ہے۔ کسی ایک کا التزام درست نہیں ہے، داہنی جانب متوجہ ہونا کہ قبلہ بائیں جانب ہو اولیٰ (بہتر) ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۱۳۴ بحوالہ مراقی الفلاح ص۱۷۱ مصری)

دعاء کے وقت امام کا داہنی طرف اور بائیں طرف پھرنا دونوں کا ذکر حدیث میں آیا ہے اور دونوں باتوں کی شرعاً اجازت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ کرے کہ یہ سمجھے کہ داہنی طرف ہی پھرنا ضروری ہے۔ میں نے بار بار رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ بائیں طرف کو پھرے۔

لیکن یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ زیادہ تر رسول اللہ ﷺ داہنی طرف پھیرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص۸۷ باب الدعاء)

پس معمول یہ رکھنا چاہیئے کہ اکثر داہنی طرف کو پھرے اور کبھی کبھی بائیں طرف کو پھر جایا کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۲ ص۸۹ بحوالہ غنیۃ المستملی جلد اول ص۳۴۳)

دوسری نمازوں میں مقتدیوں کی طرف رخ کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں پر ظہر، مغرب، عشاء کے فرضوں کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعاء کرتے ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے؟

جواب:۔ خلاف سنت ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ ص۳۱۵)

فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا حکم

سوال:۔ امام کو فرض کے بعد کتنی دیر تک آیۃ الکرسی پڑھتے رہنا چاہیئے۔ امام صاحب اگر دیر تک بیٹھے پڑھتے رہیں تو کیا مقتدی کو ان کی پیروی لازم ہے یا دعاء کر کے سنت میں مشغول ہو جائے؟

جواب:۔ فرض کے بعد سنت سے پہلے آیۃ الکرسی (تسبیحات وغیرہ) اورَ اد مختصر طور پر پورا کر کے سنت پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے۔ لیکن زیادہ تاخیر نہ کرے اور اگر زیادہ اوراد پڑھنے ہوں تو سنت کے بعد پورا کر لے۔ یہ بہتر ہے اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا ہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً یا کچھ پڑھ کر سنتیں پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۱۶۶ بحوالہ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۹۴)

دعا اتنی مانگی جائے کہ مقتدیوں پر شاق نہ ہو اور ان کو تطویل نا گوار نہ ہو۔

(کفایت المفتی جلد ۳ ص ۲۸۶)

بعد نماز پنجگانہ دعا

نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ حصن حصین میں ۔۔۔۔ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی مرفوع احادیث موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔ نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے۔ ترک دعا نماز کے بعد خلاف سنت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۱۹۹ بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات ص ۱۹۵ و حصن حصین ص ۳۰)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ فرض نماز پڑھے اور اس کے بعد دل سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

(معارف الحدیث جلد ۵ ص ۱۳۸)

نماز فجر و عصر میں طویل دعاء

جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر و عصر، ان میں دعاء لمبی کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد امام مقتدی مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کریں، خواہ فصل بالا وارد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعاء کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ دعاء اجتماعاً ایک ہی بار ہے۔ پھر دوبارہ سنتوں کے بعد مقتدیوں کو امام کی دعاء کا انتظار کرنا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے (فتاویٰ دار العلوم جلد ۲ ص ۱۹۷ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۷۲)

نوٹ:۔ نفل اور سنت کا گھروں میں پڑھنا افضل ہے بعض جگہ کا یہ دستور غلط ہے کہ اکثر نمازی جمعہ کی سنتیں پڑھ کر ٹھہرے رہتے ہیں۔ امام سنتوں کے بعد دعا کراتا ہے۔ ردالمحتار باب الوتر والنوافل (جلد...... ص ۶۳۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کو سنت کے لئے روکنا اجتماعاً دعا کرنے کا دستور عہد نبوی میں نہیں تھا اور نہ اب اس کا التزام درست ہے اس لئے کہ حدیث کے خلاف ہے۔

نماز کے بعد دعاء آہستہ مانگے یا زور سے

آہستہ دعا کرنا افضل ہے۔ نمازیوں کا حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے دعا کرلے تو جائز ہے۔ ہمیشہ زور سے دعا کرنے کی عادت بنانا مکروہ ہے۔ روایات سے جہر (زور سے) دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۱۸۳)

دعاء آہستہ مانگنا افضل ہے۔ اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز میں بھی مضائقہ نہیں مگر اس بلند آواز سے جس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو۔ نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد دعاء نماز کا جزء نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۱۷۳)

الفاظ دعا میں عدم تخصیص

امام دعاء کے الفاظ کو اپنے ساتھ مخصوص نہ کرے، اگر وہ دعا زور سے کر رہا ہے جیسے کہ اے اللہ مجھ پر اور نبی کریم ﷺ پر رحم فرما اور میرے ساتھیوں پر کسی پر رحم نہ کرنا۔

(معارف مدینہ)

اس قسم کی دعا کرنا خیانت ہے، احادیث میں جو مفرد اد الفاظ آئے ہیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں کیونکہ نماز میں جو امام سے فائدہ پہنچتا ہے اس میں مقتدیوں کو بھی حصہ ملتا ہے، امام مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے۔

اور اگر آہستہ دعا کر رہے ہیں تو امام کو اجازت ہے کہ اپنے لئے خاص دعا کرے (اوروں کے لئے بد دعاء نہ کرے) کیونکہ مقتدی بھی اپنے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اس طرح نفس دعاء میں سب شریک ہو جائیں گے۔ (معارف مدینہ جلد ۶ ص ۱۰۰)

امام کی دعا پر آمین کہنا

سوال:۔نماز کے بعد جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں اس میں آمین کہنا چاہیئے یا جو مرضی ہو دعا مانگے؟

جواب:۔جو دعا چاہے مانگے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص ۲۰۱ بحوالہ رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۸۹)

دعا میں مقتدی کی شرکت

سوال:۔مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعا میں اقتداء وشرکت ضروری ہے یا مستحب؟

جواب:۔مستحب ہے، (فتاویٰ دار العلوم جلد۲ ص ۱۹۰، بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۴۹۵ وغنیۃ المستملی ص ۳۳۰)

اگر مقتدی کو کچھ ضرورت ہے اور کوئی ضروری کام ہے تو سلام کے بعد فوراً چلے جانے میں کچھ گناہ نہیں ہے اور اس پر کچھ طعن نہ کرنا چاہیئے اور اگر دعا کے ختم تک انتظار کرے اور امام صاحب کے ساتھ دعا میں شریک ہو تو یہ اچھا ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۱۰۳)

دعا کے وقت نگاہ کہاں رکھی جائے؟

دعاء مانگنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھانا اور تکنا، دعا کی وہ ناپسندیدہ صورت ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔اس لئے یہ صورت اللہ کے ادب واحترام اور دعا مانگنے والے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ حرکت بے ادبی یا گستاخی بن کر دعا کو قبولیت سے محروم کر دے۔اس لئے اس سے بچنا چاہیئے۔(حصن حصین ص ۲۷)

دعا میں جلد بازی سے احتراز

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو اللہ اس کی دعا قبول نہ کرے گا جس کا دل دعا کے وقت غافل اور بے پرواہ ہو۔“

آپ ؐ نے فرمایا: ہماری دعائیں اس وقت تک قابل قبول ہوتی ہیں جب تک جلد بازی سے کام نہ لیا جائے (اور جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ یہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہیں ہوئی۔" (معارف الحدیث جلد۵ ص۱۲۳و۱۲۵)

دعا کے ختم پر کلمہ پڑھنا

سوال:۔ ہمارے یہاں دستور ہے کہ دعا ختم کرنے کے بعد جب منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس وقت کلمہ طیبہ **لاالہ الاالله محمدرسول الله صلی الله علیه وسلم** پڑھتے ہیں کیا شریعت میں اس کا ثبوت ہے؟

جواب:۔ دعا کے آخر میں درود شریف پڑھنا اور آمین کے سوا اور کچھ پڑھنا ثابت نہیں۔ لہٰذا منہ پر ہاتھ پھیرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کا دستور بدعت ہے۔ جیسا کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یا تلاوت کے بعد کوئی شخص دعائے ماثورہ کے بجائے اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھے تو ہر شخص اسے دین میں زیادتی اور بدعت سمجھے گا۔ (احسن الفتاویٰ جلد اول ص۳۷۴)

نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

مصافحہ و معانقہ اپنے طریقہ پر مسنون ہے۔ سلام، مصافحہ، معانقہ داخل عبادات ہیں۔ عبادت کو صاحب شریعت کے حکم کے مطابق ادا کیا جائے تب ہی عبادت میں شمار ہوگی اور ثواب کے حق دار ہوں گے ورنہ یہ بدعت ہو جائے گی اور بجائے ثواب کے عذاب ہوگا۔ مجمع البحرین کے مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عید کے دن نماز سے پہلے عید گاہ میں نفل پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے اس کو منع کیا، اس شخص نے کہا! اے امیر المؤمنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو نہ کیا ہو یا اس کو کرنے کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس تیری یہ نماز عبث ہے

اور فعل عبث حرام ہے۔ پس اندیشہ ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو اس پر عذاب دے۔ اس لئے کہ تو نے اس کے پیغمبر کے خلاف کیا۔ (مجالس الابرار جلد ۸ ص ۱۲۹)

دیکھئے! اذان عبادت ہے، دین کا شعار اور اسلامی علامت ہے اور جمعہ کے لئے دو اذانیں اور اقامت پابندی کے ساتھ ہوتی ہے مگر عید کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت۔

اگر عید گاہ میں اذان یا تکبیر پڑھی جائے تو ہر شخص جانتا ہے وہ بدعت ہوگی۔ اسی طرح مصافحہ و معانقہ کا حکم ہے۔ عید وغیرہ نمازوں کے بعد اس کا التزام بدعت ہے۔

شامی میں منقول ہے، کسی بھی نماز کے بعد مصافحہ کا رواج مکروہ ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے تھے، اور کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔

ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ پنج گانہ نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں وہ بدعت مکروہ ہے شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

ابن الحاجؒ مکی کتاب المدخل میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں نے نماز فجر اور جمعہ اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کا جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، بلکہ بعض نے پانچوں نماز کے بعد بھی مصافحہ کا طریقہ ایجاد کیا ہے، اس سے منع کرے کہ یہ بدعت ہے۔ شریعت میں مصافحہ کسی مسلم سے ملاقات کے وقت ہے نہ کہ نمازوں کے بعد۔ لہٰذا شریعت نے جو عمل مقرر کیا ہے اسی جگہ اس کو بجالائے اور سنت کے خلاف کرنے والوں کو روکے۔

شارح مشکوٰۃ شریف فرماتے ہیں بے شک شرعی مصافحہ کا وقت شروع ملاقات کا وقت ہے۔ لوگ بلا مصافحہ ملتے ہیں، علمی باتیں کرتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں، اس وقت مصافحہ کرتے ہیں، یہ کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے بعض فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ یہ طریقہ مکروہ اور بدعت سیئہ ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۵۷۵)

ان مختصر تصریحات کی بناء پر ضروری ہے کہ مصافحہ سے اجتناب کرے مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے لوگوں میں غصہ اور نفرت پھیلے۔ ایسے موقع پر ملا علی قاری کی ہدایت کا خیال رکھے۔ فرماتے ہیں کہ ”جب کوئی مسلمان بے موقع مصافحہ کے لئے ہاتھ دراز کرے

تو ہاتھ کھینچ کر اس کا دل نہ دکھائے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے اور آہستگی سے سمجھائے اور مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص۷۴)

یہ مسئلہ احسن الفتاویٰ جلد اول ص۳۵۵ پر اس طرح ہے ''شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول وقت ملاقات ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ دین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں، بلکہ یہ روافض کی ایجاد ہے اور بدعت ہے۔ اس لئے اس سے احتراز واجب ہے بلکہ بعض حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً لکھا ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو بذریعہ زجر وتوبیخ روکنے کی کوشش کی جائے۔ اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بشرط قدرت اسے سزا بھی دی جائے، البتہ جہاں روکنے کی قدرت نہ ہو وہاں روکنا ضروری نہیں۔ (بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۳۳۶)

دعائے مؤلف

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین وتقبل منی ھذا العمل وجنبنی فیہ عن الخطاء والنسیان واجعلہ ذریعۃ للفلاح والنجاح فی الدنیا ووسیلۃ للنجاۃ فی الاخرۃ۔

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۸۷ء بروز جمعہ

مآخذ ومراجع کتاب

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا منظور احمد صاحب نعمانیؒ	الفرقان بکڈپو ۳۱ نیا گاؤں لکھنؤ
فتاویٰ دار العلوم مکمل ومدلل	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	مکتبہ دار العلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	سید مفتی عبد الرحیم صاحب	مکتبہ منشی اسٹیٹ (اندر) سوات
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ	مکتبہ محمود جامع مسجد شہر میرٹھ
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانویؒ	ادارہ تالیفات اولیائے دیوبند
فتاویٰ عالمگیری	علامہ سید امیر احمد	مطبع نولکشور لکھنؤ
کفایت المفتی	سید احمد طحطاوی	پاکستانی
احسن الفتاویٰ		مطبع محمدی لاہور
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	محمد رفعت قاسمی	مکتبہ رضی دیوبند، مکتبہ تھانوی دیوبند
مظاہر حق جدید	مفتی محمد شفیعؒ	دار الاشاعت کراچی پاکستان
مسائل سجدہ سہو	مولانا خالد سیف اللہ	مجلس تحقیقات اسلامی حیدر آباد
معارف مدینہ		نولکشور لکھنؤ
ہدایہ	شیخ عبد القادر جیلانیؒ	مطبع لاہور پاکستان
بدائع صنائع	مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
صحاح ستہ	مفتی رشید احمد لدھیانویؒ	
رد المحتار علی الدر المختار	علامہ عبد الرحمٰن	مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور
طحطاوی علی مراقی الفلاح		
صغیری	افادات علامہ نواب قطب الدین	ادارہ اسلامیات دیوبند
حصن حصین	مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی	حراء اکیڈمی دیوبند
مسائل تراویح مکمل ومدلل	افادات مولانا حسین احمد مدنیؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
نور الایضاح امداد المفتیین	امام ابو الحسن برہان الدینؒ	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
امداد المفتیین	علامہ علاؤ الدین ابی بکر	پاکستانی
جدید فقہی مسائل		کتب خانہ رشیدیہ دہلی
غنیۃ الطالبین	علامہ ابن عابدینؒ	سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل کراچی

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل نماز

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دار العلوم دیوبند

کمپوزنگ: دار الترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیر نگرانی ابو بلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دار العلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دار القراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمرگرہ: اسلامی کتب خانہ تیمرگرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

اپنے خسر محترم حضرت مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی

نور اللہ مرقدہٗ استاذِ ادب وحدیث ومعاون مہتمم دار العلوم دیوبند

کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرر ہا ہوں

جن کے ایماء پر یہ کام شروع کیا تھا۔

مگر افسوس کہ موصوف

مورخہ ۱۵/ اپریل ۱۹۹۵ء کو رحلت فرما گئے۔

((اناللہ وانا الیہ راجعون))

یا اللہ! اس عظیم مُربی، دیدہ ور منتظم، بلند پایہ ادیب وخطیب اور باکمال مصنف کی مغفرت فرما کر مرحوم کی قبر کو اپنے انوار سے بھر دے، آمین یا رب العالمین۔

محمد رفعت قاسمی

مدرس دار العلوم دیوبند

عرض مؤلف

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

سیدالمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. امابعد!

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ مسائل کے انتخاب کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا اس کو عوام وخواص نے نہ صرف پسند کیا بلکہ اپنے مفید اور بیش قیمت مشوروں سے بھی نوازا، جن کی بدولت مختلف موضوعات کے انتخاب میں مدد ملتی ہے۔

فجزاھم اللہ خیرالجزاء

بنامِ خدا تیرھویں کتاب مکمل ومدلل مسائل نماز پیش ہے جس میں نماز سے متعلق تکبیر تحریمہ سے لے کر دعا تک تمام ہی ضروری مسائل شامل ہیں جن کی مجموعی تعداد تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) ہے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اساتذہ ومفتیان کرام کی توجہ اور ان کی دعاؤں کا طفیل ہے بالخصوص جامع شریعت وطریقت، فقیہ الامت سیدی وشیخی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی شفقت ومحبت وجذبۂ عمل اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔

یا اللہ! ان حضرات کا سایہ عاطف، صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہم پر قائم ودائم رہے، (آمین)

بشری بھول چوک سے کون بچا ہے کہ یہ حقیر بچنے کا دعویٰ کرے، لیکن اپنی جدوجہد وکاوش کی حد تک جو کچھ بھی اخلاص کے ساتھ کرسکتا تھا کیا، کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہزار احتیاط کے بعد بھی اگر کوئی غلطی کتابت وطباعت صحت وغیرہ کی نظر سے گزرے تو قارئین کرام مطلع فرما عنداللہ ماجور ہوں۔

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۲۷/رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ۔ مطابق ۱۷/فروری ۱۹۹۶ء۔

تصدیق

جامع شریعت وطریقت فقیہہ الامت سیدی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہ

چشتی، قادری، سہروردی نقشبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

((الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ))

امابعد!

زیرنظر کتاب مکمل ومدلل مسائلِ نماز مرتبہ عزیز مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند اپنے موضوع پر نہایت مفید اور جامع کتاب ہے۔ موصوف نے بہت سے مستند فتاویٰ اور دیگر متعلقہ کتب کا نہایت عرق ریزی کے ساتھ مطالعہ کر کے نماز سے متعلق ضروری مسائل بہت ہی سلیقہ سے مع حوالہ جات فرما کر اُمت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے اور اختلافی مسائل کے اندر قولِ راجح ومفتیٰ بہ کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب عوام اور خواص دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید اور نافع ہے۔ حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے اور مؤلف سلمہ کو دارین کی ترقیات سے نوازے نجات کا ذریعہ بنا کر آئندہ بھی دینی خدمت کا موقع عنایت فرمائے۔ (آمین)

العبد محمود

چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند

۲۵/شوال ۱۴۱۶ھ۔

☆☆

ارشادگرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہٗ

((نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسوله الكريم. وبعد))

پیشِ نظر کتاب (مسائلِ نماز قرآن وسنت کی روشنی میں) بالاستیعاب حرفاً حرفاً مطالعہ کرنے کا موقعہ تو نصیب نہ ہوا۔ البتہ جابجا اہم اہم مقامات کو دیکھا، صحیح پایا، اور مؤلف کی بہت سی کتابیں نافع ہوکر مقبولیت حاصل کرچکی ہیں۔ اس لیے ظنِ غالب ہے کہ یہ کتاب بھی عندالعوام والخواص سب کے یہاں حسب سابق مقبول ومفید ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریں اور سب کے لیے نافع بنائیں۔ آمین۔

کتبہ

العبد نظام الدین

۵/۴/۱۷ ہجری

☆☆☆

رائے گرامی قدر

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم
مرتب فتاویٰ دارالعلوم و مفتی دارالعلوم دیوبند

((**الحمدلله و كفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ. امابعد**))

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ عام مسلمانوں میں احکامِ شریعت پرعمل کرنے کا جذبہ ابھر رہا ہے اور دین کی طرف ہر مسلمان دل وجان سے مائل ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری ساری مسجدیں کافی آباد ہیں۔اور جہاں جہاں مسجدیں ہیں اس آبادی کے سارے لوگ پابندی سے مسجدوں میں آتے ہیں اور جماعت کے ساتھ ایک امام کی اقتداء میں اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ماشاء اللہ مسجدوں کی رونق دوبالا ہے۔

نمازیوں کو دن رات نماز کے مسائل واحکام جاننے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز کے مسائل کافی پھیلے ہوئے ہیں۔ ہمارے فقہائے کرام نے اس سلسلہ میں بڑی محنت وکاوش سے ان تمام مسائل کو مختلف کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔ضرورت تھی کہ مسائلِ نماز کو یکجا کر دیا جائے اور حوالہ جات کے ساتھ مختلف کتابوں میں جو بکھرے ہوئے ہیں ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں۔

رب العزت قاری رفعت صاحب کو جزائے خیر دے کہ آپ نے یہ فریضہ انجام دیا اور نماز کے بیشتر مسئلے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔موصوف کی اس سے پہلے بھی متعدد کتابیں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔رب قدیر ان کی اس خدمت کو بھی قبول فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

محتاجِ دعاء
محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۹/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ۔

تقریظ

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی
پالن پوری محدثِ کبیر دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہٖ ورسولہٖ
محمد رحمۃ للعالمین، وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد!

نماز ام الاعمال ہے، تقرب الٰہی کے تمام اعمال کا مرکز اور مجموعہ ہے، دین کی عمارت کا بنیادی ستون ہے، پھر یہ کہ مؤمن کی معراج ہے جو انسان کو تجلیاتِ اُخروی کے قابل بناتی ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ ''عنقریب تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے، پس اگر تم پر مشاغل غلبہ نہ پائیں تو تم طلوع آفتاب سے قبل اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نمازوں کو پورا اہتمام کرو'' نماز محبتِ الٰہی اور رحمتِ خداوندی کا عظیم ترین سبب بھی ہے اور جب کوئی بندہ نماز کا دلدادہ ہو جاتا ہے تو تجلیاتِ خداوندی اور انوارِ الٰہی اس کو ڈھانک لیتی ہیں۔ نماز گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ ''نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں''۔ اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ: ''بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو، جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتے اور مٹاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

مگر ہر کام کا فائدہ اسی وقت متصور ہے جب کہ اس کام کو ڈھنگ سے کیا جائے۔ دنیا کے معمولی کام بھی اس کے متقاضی ہیں کہ ان کو صحیح انداز پر کیا جائے جب ہی نفع ہو سکتا ہے۔ دین کے کام اور وہ بھی نماز جیسی اہم عبادت کیوں نہ اس تقاضا کرے گی؟ اس لیے علماء کرامؒ نے ہر زمانہ میں خاص نماز کو موضوع بنا کر مسائل جمع کیے ہیں تاکہ اُمت ان کتابوں کے ذریعہ اپنی نمازوں کی اصلاح کر سکے۔ ہماری اُردو زبان میں بھی متعدد اچھی اچھی چھوٹی بڑی کتابیں متداول ہیں، مگر

کہتے ہیں کہ

ع : ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی خوبی ایسی ضرور ہوتی ہے جو دوسری کتاب میں نہیں ہوتی۔ اس لیے اب ہمارے بھائی، فاضل دار العلوم دیوبند اور استاذِ دار العلوم دیوبند مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب نے ایک جامع کتاب نماز کے موضوع پر مرتب کی ہے، میں نے ابھی اس سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ انشاء اللہ زیور طبع سے آراستہ ہونے کے بعد دیکھوں گا۔

مگر چونکہ موصوف ایک درجن کتابیں دینیات کے موضوع ہی پر اُمت کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور وہ مقبولِ عام حاصل کر چکی ہیں۔ اس لیے امید کامل ہے کہ یہ کتاب بھی اسی انداز کی ہوگی بلکہ ان سے بہتر ہوگی، کیونکہ آدمی ہر آنے والے دن میں ترقی کی منازل طے کرتا ہے اور خوبیوں کی طرف بڑھتا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب زید مجدہ کی یہ محنت قبول فرمائیں اور اُمت کو اس کام سے اور ان کے دوسرے کاموں سے خوب فیض پہنچائیں اور ان کو مزید حسنات کی توفیق عطا فرمائیں۔

«وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین»

کتبہٗ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۹/ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کیا ہے؟

اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین

قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں سے۔

نماز ایک پسندیدہ عبادت ہے جس سے کسی نبی کی شریعت خالی نہیں۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی، ہاں اس کی کیفیت اور تعینات میں البتہ تغیر ہوتا رہا۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کی امت پر ابتداء میں دو وقت کی نماز فرض تھی، ایک قبل آفتاب نکلنے کے اور ایک قبل آفتاب ڈوبنے کے۔

ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے نوازا گیا تو نماز ان پانچ وقتوں میں فرض کی گئی:۔

فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔ ان پانچوں وقتوں کی نماز صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ پہلی امتوں پر کسی پر صرف فجر کی نماز فرض تھی، کسی پر عصر کی۔ (علم الفقہ ص ا جلد ۲)

نماز اسلام کا رکن اعظم ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا دارومدار اسی پر ہے تب بھی بالکل مبالغہ نہیں، ہر مسلمان عاقل بالغ پر ہر روز پانچ وقت نماز فرض عین ہے۔ امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض، مسافر ہو یا مقیم، یہاں تک کہ دشمن کے مقابلہ میں جب لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو اس وقت بھی اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ عورت کو جب وہ درد زہ میں مبتلا ہو، جو ایک سخت مصیبت کا وقت ہے نماز کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔ نماز کی تاکید اور فضائل سے قرآن مجید اور احادیث کے مبارک صفحات لبریز ہیں کسی اور عبادت کی اس قدر سخت تاکید شریعت میں نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابہؓ نماز چھوڑنے والے کو کافر مانتے ہیں۔ امیر المومنین

حضرت فاروق اعظمؓ جیسے جلیل القدر فقیہہ صحابی کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ بھی اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں، ہمارے امام اعظمؒ اگر چہ اس کے کفر کے قائل نہیں ہیں مگر ان کے نزدیک بھی نماز چھوڑنے والے کے سخت ترین تعزیر ہے۔

تمام وہ احادیث جن سے نماز کی تاکید اور فضیلت نکلتی ہے اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو قطعی طور پر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز کا ترک کرنے والا خدا اور رسولؐ کے نزدیک گنہگار اور سرکش اور نافرمان ہے اور نماز کا ترک کرنا تمام گناہوں میں ایک بڑے درجہ کا گناہ ہے۔ (علم الفقہ ص ۳ جلد ۲ در مختار ص ۹ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

صلوٰۃ کے معنیٰ

لغت میں ''صلوٰۃ'' کے معنی دعاء کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں صلوٰۃ اس خاص عبادت کا نام ہے جو ارکان و شرائط کے ساتھ چند مخصوص اقوال افعال کی صورت میں ادا کی جاتی ہے، جس کی ابتداء تکبیر سے ہوتی ہے، اور اختتام سلام پر ہوتا ہے۔ فارسی اور اردو میں بھی اس کو ''نماز'' کہتے ہیں۔ (مظاہر حق ص ۱۰۵ جلد اول)

پانچ نمازوں کا ثبوت

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً ''یعنی بلاشبہ نماز ایمان داروں پر فرض ہے جن کے اوقات مقرر ہیں۔ اس آیت میں ''کتابا'' بمعنی مکتوب مفروض کے ہیں۔ یعنی وہ امر جس کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور لفظ موقوت کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے اوقات کی حد مقرر ہے۔ اس آیت شریفہ میں بتادیا گیا ہے کہ نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اور ان کے اوقات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ (اس باب میں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے وہ لوگوں کو بتادیں۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ کہیں کہ قرآن کریم سے تو صرف نماز کی فرضیت ثابت ہے، اور اس کی تعداد کے پانچ ہونے اور خاص طریقہ سے ادا کئے جانے کی بابت قرآن کریم میں

کوئی رہنمائی نہیں ملتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہے کہ جو کچھ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سب لوگوں کو بتادیں۔ ساتھ ہی لوگوں کو یہ حکم ہے کہ رسولؐ جس طرح فرمائیں اس کی پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وما آتکم الرسول فخذوہ، وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ (پارہ نمبر ۲۸ سورۃ الحشر) جو کچھ رسول کا ارشاد ہے اس پر عمل کرو اور جس سے منع کیا گیا ہے اس سے باز رہو۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا وہ گویا قرآن ہی سے ثابت ہے۔ بکثرت صحیح احادیث ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازوں کی تعداد پانچ ہے۔ یہ حدیثیں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے ثابت ہے کہ نمازیں پانچ ہیں۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲۸۶، درمختار ص ۶ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۳ جلد ۲)

نمازیں سب سے پہلے کس نے پڑھیں

عینی شرح ہدایہ میں ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت پڑھی جب آپ جنت سے نکل کر باہر آئے اور رات کی تاریکی کے بعد صبح ہوئی۔ اور ظہر کی نماز سب سے پہلے زوال آفتاب کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی اور یہ اس وقت پڑھی تھی جب کہ آپ کو اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم ملا تھا، اور عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جس وقت آپ مچھلی کے پیٹ سے صحیح وسالم نکلے اور دوبارہ زندگی پائی۔ اور مغرب کی نماز بطور شکرانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے ادا کی، اور عشاء کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت ادا کی جب آپ مدین سے نکلے تھے۔ اور اب ہم سب مسلمانوں پر یہ پانچوں نمازیں فرض ہیں۔ (درمختار ص ۷ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

نماز کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) توحیداور رسالت کا اقرار کرنا۔(۲) نماز پڑھنا۔(۳) زکوٰۃ دینا(۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔(۵) بشرط قدرت حج کرنا۔(بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان اور کفر کے درمیان میں نماز حدفاصل ہے۔(مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا۔(مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاڑوں کے زمانے میں جب کہ پت جھڑ (موسم خزاں) ہورہا تھا باہر تشریف لائے اور ایک درخت کی دوشاخیں پکڑ کر ہلائیں۔اس سے بکثرت پتے گرنے لگے۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر! جب کوئی خلوص دل سے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑرہے ہیں۔(مسند امام احمدؒ)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں میں کون سا عبادت زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز۔(بخاری ومسلم،علم الفقہ ص۵ جلد۲)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک نماز کا بہت بڑا رتبہ ہے،کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز سے زیادہ پیاری نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کردی ہیں،ان کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور ان کے چھوڑدینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جوکوئی اچھی طرح وضو کیا کرے اور خوب دل لگا کر اچھی طرح نماز پڑھا کرے،قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے بڑے گناہ سب بخش دے گا اور جنت عطا فرمائے گا۔اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا نماز دین کا ستون ہے سو جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اس نے دین ٹھیک رکھا اور جس نے اس ستون کو گرادیا(یعنی نماز نہ پڑھی)اس نے دین برباد کردیا۔اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ گچھ ہوگی اور نمازیوں کے ہاتھ اور پاؤں اور مونہہ قیامت میں آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے اور نمازیوں کا حشر قیامت کے دن نبیوں اور شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہوگا اور بے نمازیوں کا حشر فرعون اور ہامان اور

قارون وغیرہ بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا۔اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر فرعون کے ساتھ کیا گیا۔(بہشتی زیور ص۹ جلد۲ بحوالہ مسلم)

نماز کا حقیقی مقصد

نماز کا اصل مقصد یہ ہے کہ خالق کائنات کی عظمت کا نقش مرتسم ہو جائے، یہاں تک کہ(عذاب الٰہی سے)ڈرتے ہوئے اس کے احکامات کی تعمیل اور ممنوعات سے پرہیز کیا جائے۔

اس میں تمام بنی نوع انسان کا فائدہ ہے کیونکہ جو شخص نیکیوں پر عمل پیرا ہو اور برائیوں سے کنارہ کش ہے اس سے بھلائی اور نفع کے سوا اور کوئی بات سرزد نہیں ہو سکتی۔اور وہ شخص جو نماز پڑھ لیتا ہو لیکن اس کا دل خدا سے غافل ہو اور خواہشات نفسانی ولذات جسمانی میں لگا ہوا ہو،اس کی نماز سے گو بقول بعض ائمہ ادائے فرض تو ہو جائے گا لیکن درحقیقت مطلوبہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔نماز کامل (دراصل) وہ ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوتهم خشعون'' (یعنی وہ مسلمان جو نماز میں خشوع سے کام لیتے ہیں فلاح پاتے ہیں۔)

نماز کا حقیقی مقصد نیاز مندی کے ساتھ خدائے خالق زمین وآسمان کی برتری کا اعتراف اور اس کی لازوال عظمت اور غیر فانی عزت کے آگے سرنگوں ہونا ہے۔لہذا حقیقی معنوں میں کوئی شخص نمازی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل حاضر،خدائے واحد کے خوف سے پُر،باطل وسوسوں اور ضرر رساں خیالات سے خالی ہو کر طالب نجات نہ ہو۔پس اگر انسان اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہو اور اس حال میں اس کا دل خشوع وخضوع سے پر اور اپنے پروردگار،قادر وقاہر،صاحب سطوتِ لامتناہی ومالک قدرت بے پناہ کے سامنے عاجزی وفروتنی سے حاضر ہو وہی شخص اپنے گناہوں سے تائب اور اپنے رب کی جانب مائل ہوگا،تب ہی اس کے ظاہری وباطنی اعمال کی اصلاح ہو سکے گی۔اس کا رابطہ اس کے پروردگار کے ساتھ مضبوط ہوگا۔اور وہی بندگان حق تعالیٰ کے زمرہ میں شامل اور دین کے قائم کردہ حدود پر قائم ہوگا اور وہی ان امور سے باز رہے گا جن سے رب العالمین نے منع فرمایا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر' (یعنی بلاشبہ نماز بے حیائی کی باتوں اور ناپسندیدہ کاموں سے باز رکھتی ہے۔) اور حقیقی معنوں میں مسلمان ہونے کی یہی صورت ہے۔

غرض جو نماز بے حیائی کی باتوں اور ناپسندیدہ امور سے مانع ہے وہی نماز ہے جس میں بندہ اپنے رب کی عظمت کا اعتراف کرے، اس (کے عذاب) سے ڈرے اور اس کی رحمت کا اُمیدوار ہو۔ اور ہر شخص کو نماز سے اس قدر فیض ملتا ہے جتنا کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہو اور اس کا قلب اللہ کی جانب مائل ہو۔ کیونکہ اللہ پاک اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھتا ہے، ان کی ظاہری صورت پر نہیں جاتا۔ اسی لئے ارشاد باری ہے۔ "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی" (یعنی نماز کو ذکر الٰہی میں منہمک ہو کر پوری طرح ادا کرنا چاہیے۔)

جس کا دل اپنے رب کی یاد سے غافل ہو وہ اللہ کی عبادت گزار نہیں ہے، لہذا حقیقی معنوں میں ایسا شخص نمازی نہیں ہے۔ حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے۔ "لا ینظر اللہ الیٰ الصلوٰۃ لایحضر الرجل فیھاقلبہ مع بدنہ" (یعنی جب تک کوئی شخص تن من کے ساتھ حاضر نہ ہو اللہ رب العزت اس کی نماز کی طرف نہ دیکھے گا۔) دین کی نگاہ میں نماز یہی ہے، اور اسی نماز کو نفوس انسانی کے سنوارنے اور اخلاق کے درست کرنے میں دخل ہے، کیونکہ نماز کی ہر جزو میں انسانی فطری فضائل کی برتری کا دستور العمل اور انسانی پسندیدہ خصائل میں سے کسی نہ کسی خصلت کی مشق ہے۔

اب ہم کسی قدر اعمال الصلوٰۃ کا ذکر کرتے ہیں کہ نفوسِ انسانی کے سنوارنے میں ان کا کیا اثر ہے۔

نماز کے اجزاء

(ان اجزاء میں سے) ایک جزو نیت ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم ادائے نماز کی پوری پوری بجا آوری کا تہہ دل سے ارادہ کرنا، یعنی اس طرح جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا۔ اور چاہیے کہ وہ محض خوشنودی مولا کے لئے ہو۔ اب اگر کوئی شخص یہ عمل دن رات میں پانچ بار انجام دے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کیفیت اس کی طبیعت میں جم جائے گی

اور یہ اس کی صفات فاضلہ میں سے ہوجائے گی جس کا بہترین اثر اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر پڑے گا۔

انسانی معاشرے کے لئے قول وفعل میں خلوص نیت سے زیادہ سودمند کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر لوگ اپنے فعل وقول میں باہم پرخلوص ہوں تو یقیناً ان کی زندگی نہایت دل پسند اور خوشگوار ہوگی۔ ان کے حالات دنیا وآخرت میں بہتر ہوں گے اور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

(نماز کا) دوسرا جزو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ نماز پڑھنے والا تن من سے اپنے پروردگار کے سامنے آنکھیں جھکائے کھڑے ہوکر نجات کا طالب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ (بندہ کی) رگ جان سے زیادہ قریب ہے، لہٰذا جو کچھ بندہ کہتا ہے پروردگار اس کو سنتا ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس کو جانتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص اس عمل کو رات دن میں متعدد بار کرتا رہے تو یقیناً اس کے دل میں اپنے پروردگار کی جگہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے گا اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس شخص سے انسانیت کے خلاف کوئی امر سرزد نہ ہوگا کسی کی جان پر تعدی اور کسی کے مال پر ظلم نہ کرے گا اور کسی کے دین اور آبرو کو اس سے ایذاء نہ پہنچے گی۔

تیسرا جزو قرأت (یعنی نماز میں قرآن کا پڑھنا ہے) ائمہ کے نزدیک اس کے متعلقہ احکام کی تفصیل آگے آئے گی۔ قرآن پڑھنے والے کو نہ چاہیے کہ زبان سے پڑھے اور دل سے غافل ہو، بلکہ لازم ہے کہ جو کچھ پڑھے اس کے مطالب پر غور وفکر کرے، اور جو کچھ کہتا ہے اس سے خود بھی نصیحت پکڑے۔ پس جب زبان پر اللہ تعالیٰ پروردگار عالم کا ذکر جاری ہو تو اس کی عظمت اور قدرت کی ہیبت اس کے قلب پر طاری ہونا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "انما المؤمنون الذین اذا ذُکرَ اللّٰہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا۔" یعنی ایمان والوں کی نشانی یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں پر اس کی ہیبت طاری ہو، اور جب آیات قرآنی ان کے سامنے پڑھی جائیں تو ان کے ایمان میں اور پختگی پیدا ہو۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت واحسان کا بیان ہو تو واجب ہے کہ انسان

دل میں سوچے کہ ان صفات کریمہ سے وہ کس طرح خود کو آراستہ کرسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

تخلقوا باخلاق الله فهو سبحانه كريم عفو غفور رعادل لايظلم الناس شيئا.

(یعنی لوگو! تم اپنے اندر خلق الٰہی پیدا کرو وہ ذات پاک بخشش کرنے والی، معاف کرنے والی، مغفرت کرنے والی اور عادل ہے، اور کسی پر مطلق ظلم نہیں کرتی۔)

لہذا انسان مکلّف ہے کہ اپنے آپ میں یہ اخلاق پیدا کرے، اب اگر کوئی شخص قرآن حکیم کی ایسی آیات پڑھے گا جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ کا بیان ہے، اور اس کے مطالب کو سمجھے گا، اور یہ عمل دن رات میں بکثرت بار بار کیا جائے گا تو لامحالہ اس کی طبیعت اس سے متاثر ہوگی، اور جب طبیعت پر ان صفات جمیلہ کا اثر ہوگا تو اس کی طبیعت ان صفات سے خود متصف ہونے کی جانب مائل ہوگی۔ غرض تہذیب نفس واخلاق کے لئے یہ عمل سب سے زیادہ کارگر ہے۔

چوتھا جزو "رکوع وسجود" (یعنی اللہ کے آگے جھکنا اور سجدہ کرنا) ہے، یہ اعمال اس مالک الملک خالق ارض وسماء ومافیہا کی تعظیم کا نشان ہیں، لیکن نماز پڑھنے والا جو اپنے رب کے حضور (نماز میں) جھکتا ہے، اس کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ خاص کیفیت کے ساتھ اپنی پیٹھ کو دہری کرلے، بلکہ ضروری ہے کہ اس کا دل اس امر سے آگاہ ہو کہ وہ ایک ادنیٰ بندہ ہے، اپنے خدائے بزرگ وبرتر کے آگے جھکتا ہے، جس کی قدرتوں کا کچھ شمار نہیں، اور اس کی عظمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ نمازی کے دل میں جب یہ تصور دن رات کے اندر متعدد بار پیدا ہوگا، تو اس کا قلب ہمیشہ اپنے پروردگار (کے عذاب) سے خائف رہے گا اور کوئی ایسا کام جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو، اس سے سرزد نہ ہوگا۔ اسی طرح نمازی جو اپنے خالق کے آگے سربسجود ہو کر اپنی پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے تو گویا اپنے پروردگار کی بندگی کا اظہار کرتا ہے۔ لہذا اس کا دل بندگی کی بے چارگی اور خالق وپروردگار عالم کی عظمت سے آگاہ ہوتا ہے۔ اس سے لازم ہے کہ اس کے دل میں خوف وخشیت الٰہی پیدا ہو، اور اس کے نفس کی تہذیب ہو۔ اور گناہوں اور ناپسندیدہ باتوں سے باز رہے۔

ان امور کے علاوہ نماز میں اور بھی عظیم الشان اجتماعی مفید باتیں ہیں، منجملہ ان کے ایک ''جماعت'' ہے۔اسلام میں نمازِ باجماعت کا حکم ہے، نبی کریم ﷺ نے ترغیب فرمائی ہے کہ: **صلوٰۃ الجماعۃ افضل من الصلوٰۃ الفذبسبع وعشرین درجۃ''**

یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں الگ الگ نماز پڑھنے سے ستر درجے زیادہ فضیلت ہے۔

سیدھی اور پیوستہ صفوں میں اکٹھا ہو کر نماز پڑھنے سے اس امر کا اظہار ہے کہ ان کے جدا جدا قلوب باہم ایک دوسرے کے قریب ہیں اور کینہ وحسد سے دور ہیں۔اتحاد واتفاق کے لئے ،جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دیا ہے، یہ عمل سب سے زیادہ کارگر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''واعتصموا بحبل اللہ جمیعاو لاتفرقوا''

(یعنی لوگو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور باہم پھوٹ نہ ڈالو۔)

نیز نماز باجماعت اس اخوت کی یاد دلاتی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔

انماالمؤمنون اخوۃ۔

(یعنی تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔)

پس وہ مسلمان جو پروردگار واحد کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں انہیں یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ وہ باہم بھائی بھائی ہیں۔لہٰذا لازم ہے کہ جو بڑے ہیں وہ چھوٹوں پر رحم کریں،اور جو چھوٹے ہیں وہ اپنے بڑوں کی توقیر کریں۔جو امیر ہیں وہ غریبوں کی حاجت روائی ،اور جو قوی ہیں وہ کمزوروں کی اعانت کریں،اور صحت منداشخاص مریضوں کی تیمارداری کریں،تاکہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو کہ:

المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایثلمه من کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجة ومن فرج عن مسلم کربة من کرب الدنیافرج اللہ بماعنه کربة من کرب یوم القیامة ومن ستر مسلما ستر اللہ یوم القیامة''

یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے،پس چاہیے کہ نہ اس پر ظلم کرے،نہ

اسے نقصان پہنچائے، جو شخص ضرورت پڑنے پر اپنے بھائی کے کام آئے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پر اس کے کام آئے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی کوئی مشکل حل کردی اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں سے اس کی مشکل کو حل کردے گا جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی ، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

غرض کہ اگر نماز کی تمام خوبیوں کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے دفتر درکار ہوں گے، لہذا اس پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم سب کو دین حنیف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (کتاب الفقہ ص ۲۷۵ تا ص ۲۷۸ جلد اول)

نماز جامع عبادت کیوں؟

اگر چہ ایمان باللہ کے بعد اسلام کا مدار ان پانچ عبادتوں پر ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد۔ مگر چونکہ ہمارا نصب العین اور موضوع بحث اس وقت اس سلسلہ میں صرف نماز ہی کا بیان کرنا ہے اس وجہ سے اسی کے فضائل سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔

نماز ایسے چند مخصوص اقوال وافعال کے مجموعہ کا نام ہے جو خداوند تعالیٰ کی عظمت کے اظہار یعنی تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتے ہیں۔ جس میں گویا خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی خاکساری، نیازمندی اور فروتنی کا اظہار اور اس کی ذات واحد کی عزت ورفعت اور عظمت وبرتری کا اعتراف ہوتا ہے۔ اور جس میں اپنے قول وفعل اور ہر حرکت وسکون سے اس امر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ اے مالک الملک اور اے مربی حقیقی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہمارا سر نیاز تیری عالی شان چوکھٹ پر خم ہے، ہمارا ہر عمل آپ ہی کے لئے ہے اور ہمارا رخ آپ ہی کے جانب ہے۔ اور ہر قسم کی اعانت کو خواستگاری صرف آپ ہی سے ہے۔ ہم غروب ہو جانے والی چیزوں کو دوست نہیں رکھتے۔

اس عبادت کو شریعت اسلام نے ہر مسلمان عاقل، بالغ پر خواہ مرد ہو یا عورت اور آزاد ہو یا غلام، سب پر فرض کیا ہے۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے درجہ اور استعداد کے مطابق اس سے نفع اٹھا سکتا ہے، یہی وہ عظیم الشان عبادت ہے جس کو عمداً چھوڑنے والے کو امام احمد بن حنبلؒ کافر کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اس کے قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ تا توبہ

اس کو محبوس کرنے کا فتویٰ فرماتے ہیں۔

یہی ملت اسلام کا وہ شعار ہے جس کے جاتے رہنے سے اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جائے تو درست اور بجا ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو تہذیب نفس اور اصلاح اخلاق کے لئے کامل مؤثر اور نافع ہے جو دلوں کو خطاؤں کی ناپاکیوں سے پاک وصاف کر کے اخروی تجلیات کے قابل بنا دیتی ہے اور برائیوں کو نیکیوں سے مبدل کر دیتی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس شفیق امت شفیع المذنبین (روحی فداہ) کے زمانہ میں اتفاقاً ایک مرد نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لیا۔ جب اس گناہ نے اس کے نورانی قلب پر کسی قدر ظلمت کا حجاب ڈالا تو طبیب روحانی کی خدمت اقدس میں نہایت ندامت اور کامل شرمندگی سے حاضر ہو کر اس کے ازالہ کی تدبیر دریافت کرنے کی درخواست پیش کی۔ اور اس گناہ کو ناقابل معافی سمجھ کر ھلکت ھلکت کہنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی فریاد و بکاء سن کر کچھ جواب مرحمت نہ فرمایا۔ بلکہ ادائے نماز تک آپ نے سکوت اور توقف کیا۔ جب اس سائل نے جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا کیا اور اس کی خجالت رحمت الٰہی کے دریا کو جوش میں لائے یعنی یہ آیت نازل ہوئی۔

"اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیلِ انَّ الحَسَنٰتِ یُذھِبنَ السَّیئاٰت"

یعنی دن کی دونوں طرفوں اور رات کی کچھ ساعتوں میں نماز کو قائم کرو۔ کیونکہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

تو آنحضرت ﷺ نے اس کو یہ مژدہ سنایا کہ:

ان اللہ غفرلک ذنبک.

یعنی یقیناً خدا تعالیٰ نے تیرے گناہ کو بخش دیا۔

پھر جب اس سائل نے عرض کیا کہ یہ حکم خاص میرے واسطے ہے، تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ میری تمام امت کے واسطے یہی حکم ہے۔

علیٰ ہذا آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ:

لو ان نھرًا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ھل یبقیٰ من درنہ

شئی قالو الاقال فذالک مثل الصلوٰت الخمس یمحو اللہ بھاالخطایا.

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازہ پر نہر جاری ہو اوراس میں روزانہ پانچ مرتبہ وہ غسل کیا کرے تو کیااس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی حال پنج وقتہ نمازوں کا ہے،ان سے بھی خدا تعالیٰ خطاؤں کو بالکل دور کر دیتا ہے۔اور نیز آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ:

الصلوٰت الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان

الیٰ رمضان مکفرات لمابینھن اذاجتنبت الکبائر.

یعنی اگر گناہ کبیرہ سے پرہیز کیا جائے تو پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان تک اپنے درمیان کے گناہوں کو دور کرنے والے ہیں۔

اوراسی طرح الہامی اور مقدس کتاب کی یہ آیت:

ان الصلوٰة تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر.

یعنی بے شک یقیناً نماز بے حیائی اور بری بات سے روک دیتی ہے۔

گنہگاران امت کو کامل یقین دلاتے ہیں کہ جس شخص نے نمازوں کو حضور دل اور پاک نیت سے پورے پورے طور پر ادا کیا۔اوران کے رکوع وسجود اور خشوع اور اس کے اذکار واشغال کو اچھی طرح بجالایا اور وقت پر ان کو پڑھا تو بالطبع ان کا یہ اقتضاء ہے کہ وہ شخص رحمت الٰہی کے لامتناہی دریا میں پہنچ جاتا ہے جس کے سبب سے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ خس وخاشاک کی طرح دور ہو جاتے ہیں۔اوراس کی خطائیں لوح دل سے ایسی جھڑ جاتی ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے۔

علاوہ ازیں نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جو اسلام کی بقیہ عبادات کے ارکان کو بھی متضمن اور جامع ہے چنانچہ دیکھیئے جیسا کہ صوم میں روزہ دار کو صبح سے شام تک نیت کے ساتھ کچھ کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا حکم ہے۔اسی طرح نمازی کو بھی عین نماز کی حالت میں لازمی طور پر اشیاء مذکورہ سے احتراز واجب ہے اور جیسا کہ مذکور الصدر چیزوں کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،ایسے ہی ان افعال کے ارتکاب سے نمازی کی

نماز باطل ہو جاتی ہے بلکہ غور سے دیکھا جائے نفس کی بندش جس قدر اس کے مرغوبات سے نماز میں ہوتی ہے روزہ میں نہیں ہوتی، دیکھو! نماز پڑھنے والوں کو حکم ہے کہ نماز کی حالت میں گوشہ چشم سے بھی غیر اللہ کی طرف نہ دیکھو۔ بلکہ اپنی نظروں کو سجدہ گاہ پر رکھو، زبان کو بھی تلاوت اورذکر الٰہی کے سوا، اذکار سے بچاؤ۔ اگر ہاتھوں سے وادواستدیا پیروں سے بے جا حرکت کرو گے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کا وجود بسا اوقات روزہ میں محل نہیں ہوتا، علیٰ ھذا، حج کے افعال بھی نماز میں پائے جاتے ہیں، اگر حج بیت اللہ میں احرام ہے تو یہاں تکبیر تحریمہ اس کے قائم مقام ہے۔ اگر وہاں طواف کعبہ اور وقوف عرفات ہے تو یہاں استقبال قبلہ اور قیام ہے۔ اگر وہاں سعی بین الصفا والمروہ ہے تو یہاں رکوع وسجود کے حرکات، اور جس طرح زکوٰۃ میں اپنے کل مالِ نصابی میں سے ایک مقدار متعین کا خدا کی راہ میں صرف کرنا ضروری ہے، اسی طرح نمازی کو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے رات دن کے اوقات میں سے کچھ وقت معین خدا کی رضامندی اور خوشنودی میں صرف کرے۔

غرض یہی وہ عبادت جو جمیع عبادات کو جامع ہے، تلاوت قرآن، کلمہ شہادت، ذکر الٰہی اور دعاء و تسبیح سب اس میں پائی جاتی ہیں۔

ان ہی وجوہ متذکرہ بالا کے سبب نماز سے افضل کوئی عبادت نہیں ہے، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا کہ: **ای الاعمال افضل؟**

یعنی تمام اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟

تو آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا: **الصلوٰۃ لوقتھا**. یعنی نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔

اور جب صحرائے محشر میں خلائق کے حاضر ہونے کے لئے صور پھونکا جائے گا اور وقت موعود پر سب اگلے پچھلے جزاء وسزاء پانے کے لئے جمع ہوں گے، تو اس وقت سب عبادتوں سے پہلے نماز ہی کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اسی واسطے ایمان کی درستی اور عقائد کی اصلاح کے بعد نماز ہی کا مرتبہ ہے اور حضور سرور کائنات ﷺ نے ابتداء عمر ہی سے اس عبادت کے خوگر ہونے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ والدین کے لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین
واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین.

یعنی اپنی اولاد کو اس وقت نماز کا حکم کرو جس وقت وہ سات برس کی عمر کے ہوجائیں اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز پڑھنے کے لئے ان کو مارا کرو۔

غرض قرآن وحدیث نماز کی فضیلتوں سے لبریز اور پُر ہے اور شارع علیہ السلام نے اس کے اوقات کی تعیین اور اس کے شروط وارکان اور آداب کے بیان کرنے میں سب عبادتوں سے زیادہ اہتمام کیا ہے۔ پس کامل انسان وہی ہے جو شرک اور مخلوق پرستی سے بیزار ہوکر اپنے پروردگار حقیقی کی عبادت احسن واکمل طریقہ پر کرتا رہے اور اپنے آرام وراحت سے دست بردار ہوکر اپنے خالق کے ادائے شکر میں تیار ومستعد رہے اور اس کے اوامر ونواہی پر کاربند ہوکر حیاتِ باقی اور ابدی آرام وراحت کی جستجو میں سرگرداں وکوشاں رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے، جو دنیا میں کوثر کا نمونہ ہے۔ (ماخوذ از رسالہ ''الرشید'' شوال ۱۳۳۲ھ)

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

چونکہ نماز کا اہتمام سب عبادتوں سے زیادہ ہے اس وجہ سے اس کی شرائط بھی بہت ہیں۔ اس مقام پر صرف ان شرطوں کو بیان کرتے ہیں جن کی ضرورت ہر نماز میں پڑتی ہے۔ بعض شرائط جو کسی خاص نماز سے تعلق رکھتی ہیں جیسے جمعہ کی نماز کے شرائط ان کا ذکر اسی مقام پر کیا جائے گا جہاں ان نمازوں کا بیان ہوگا۔ (ان (شرائط کا بیان احقر کی مرتب کردہ کتاب ''مسائل نماز جمعہ وعیدین میں ملاحظہ ہو۔)

پہلی شرط:۔

(۱) طہارت (پاکی) نماز پڑھنے والے کے جسم کو نجاست حقیقیہ سے پاک صاف ہونا چاہیے

خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ، مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ، ہاں اگر بقدر معافی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، مگر افضل یہ ہے کہ اس سے بھی پاک ہو، اسی طرح نجاست حکمیہ کی دونوں فردوں (حدث اکبر و حدث اصغر) سے بھی پاک ہونا چاہیے۔

نیز نماز پڑھنے والے کے لباس کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہیے۔

نیز نماز پڑھنے کی جگہ نجاست حقیقیہ سے پاک ہونی چاہیے، ہاں اگر بقدر معافی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پاؤں رہتے ہوں اور سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہو۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ اگر کسی ناپاک جگہ پر کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے۔ (بحر الرائق، شرح وقایہ، علم الفقہ ص ۲۴ جلد ۲ و ہدایہ ص ۵۸ جلد اول و شرح نقایہ ص ۶۳ جلد اول و کبیری ص ۷۷ جلد اول و نماز مسنون ص ۲۶۵)

دوسری شرط:۔

(۲) ستر عورت۔ یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اس حصہ جسم کو چھپانا فرض ہے جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے خواہ تنہا نماز پڑھے یا کسی کے سامنے۔

اگر کوئی شخص کسی تنہا مکان میں نماز پڑھتا ہو یا کسی اندھیرے مقام میں تو اس پر بھی ستر عورت فرض ہے۔ (یعنی جس حصہ کا دوسرے شخص پر ظاہر کرنا حرام ہو) اگرچہ کسی غیر شخص کے دیکھنے کا خوف (امکان) نہیں، ہاں اپنی نظر سے چھپانا شرط نہیں، اگر کسی کی نظر اپنے (پوشیدہ) جسم پر نماز پڑھنے کی حالت میں پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

(بحر الرائق، درمختار، مراقی الفلاح، علم الفقہ ص ۲۶ جلد ۲ و ہدایہ ص ۵۸ جلد اول و کبیری ص ۲۰۸)

مسئلہ:۔ مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنے کے مقام تک ڈھانپنا فرض ہے اور عورت کا کل جسم ستر ہے یعنی تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے، علاوہ چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے۔

(ہدایہ ص ۵۸ جلد اول، شرح نقایہ ص ۶۴ جلد اول و کبیری ص ۲۱۰، کتاب الفقہ ص ۲۸۳ جلد اول)

تیسری شرط:۔

(۳)استقبال قبلہ۔یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اپنا سینہ کعبہ مکرمہ کی طرف کرنا شرط ہے،خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً اور کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں،ہاں مسنون ہے،لہذا اگر کوئی شخص کعبہ سے (صرف) منہ پھیر کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی مگر خلاف سنت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔اور جن لوگوں کو کعبہ نظر آتا ہو یعنی کعبہ کے قریب ہیں درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں تو ان پر فرض ہے کہ خاص کعبہ کی طرف سینہ کر کے نماز پڑھیں،جس طرف کعبہ ہو بالکل سیدھ میں کھڑا ہونا فرض نہیں۔(علم الفقہ ص ۲۸ جلد ۲ و ہدایہ ص ۶۱ جلد اول ،شرح نقایہ ص ۶۱ ، کبیری ص ۲۱۷، کتاب الفقہ ص ۳۰۹ جلد اول)

مسئلہ:۔قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے لیکن اس کے لئے دو شرطیں ہیں،اول قدرت،دوسرے تحفظ۔(کتاب الفقہ ص ۳۲۴ جلد اول)

چوتھی شرط:۔

(۴)نیت۔یعنی دل میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا،زبان سے بھی کہنا بہتر ہے،(نیت تو فقط ارادہ کا نام ہے) جس کا محل دل ہے نہ زبان،اگر فرض نماز پڑھنا ہو تو نیت میں اس فرض کی تعین بھی ضروری ہے،مثلاً اگر ظہر کی نماز پڑھنا ہو تو دل میں یہ قصد کرنا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔اور اگر واجب نماز پڑھنا ہو تو اس کی تخصیص بھی ضروری ہے کہ یہ کون سا واجب ہے وتر یا عیدین کی نماز ہے یا نذر کی نماز۔

نیز مقتدی کو اپنے امام کی اقتداء کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے،امامت کی نیت کرنا شرط نہیں،ہاں اگر کوئی عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ اور جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتداء صحیح ہونے کے لئے امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازے یا جمعے یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں ہے۔جنازہ کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعاء کے لئے پڑھتا ہوں اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کو یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز

پڑھتا ہے اس کی میں بھی پڑھتا ہوں۔(علم الفقہ ص ۳۰ جلد اول)

مسئلہ:۔نیت کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا چاہیے،اور اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے نیت کرلے تو بھی درست ہے بشرطیکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثلاً کھانے پینے بات چیت وغیرہ کے اور اسی شرط سے اگر وقت آنے سے پہلے نیت کرلے تب بھی درست ہے بعد تکبیر تحریمہ کے نیت کرنا صحیح نہیں اور اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

(علم الفقہ ص ۳۱ جلد ۲ وشرح وقایہ ص ۱۳۹ جلد اول وبحرالرائق ص ۲۷۷ جلد اول وکبیری ص ۲۵۴ شرح نقایہ ص ۶۷ جلد اول وکتاب الفقہ ص ۳۳۵ جلد اول)

اگر نماز پڑھنے والے نے دل سے ارادہ کرلیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو نماز درست ہے، البتہ عوام الناس کے لئے دل کے ارادہ کے ساتھ زبان سے بھی تلفظ کرنا بہتر ہے۔ اور بعض حضرات لمبی چوڑی نیت کے الفاظ دہراتے رہتے ہیں، اس میں خرابی یہ ہے کہ امام قرأت شروع کردیتا ہے اور یہ نیت کے الفاظ ہی دہراتے رہتے ہیں۔(محمد رفعت قاسمی)

نیت کہتے ہیں خدا کے لئے نماز کا ارادہ کرنے کو، بایں طور کہ اس میں امورِ دنیوی میں سے کوئی امر شامل نہ ہو۔(کتاب الفقہ ص ۳۴۳ جلد اول وبحر ص ۲۸۲ جلد اول)

پانچویں شرط:۔

(۵) تکبیر تحریمہ۔یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا یا اس کے ہم معنی اور کوئی لفظ کہنا چونکہ اس تکبیر کے بعد نماز شروع ہوجاتی ہے، کھانا پینا، چلنا پھرنا، بات چیت کرنا، اکثر وہ چیزیں جو خارج نماز میں جائز تھیں وہ حرام ہوجاتی ہیں، اس لئے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

تحریمہ کے صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں

(۱) تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہوا ہونا خواہ حقیقتاً ملی ہوئی ہو، یعنی ایک ہی وقت میں نیت اور تحریمہ دونوں یا حکماً ملی ہوئی ہو، یعنی نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثلاً بات وغیرہ کے اور نیت کرنے کے بعد نماز کے لئے چلنا پھرنا وضو کرنا منافی نہ سمجھا جائے گا اور اس کے فاصل ہونے سے تحریمہ کی صحت میں کچھ خلل نہ آئے

گا مگر افضل یہی ہے کہ حقیقتاً ملا دے۔(مراقی الفلاح)

(۲) جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے ان کی تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے، اور باقی نمازوں کی جس طرح چاہے کہے، مگر اس بات کا خیال رہے کہ ہر نماز میں ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ رکوع کی حالت میں یا قریب رکوع کے جھک کر نہ کہی جائے۔ اگر کوئی شخص جھک کر تکبیر تحریمہ کہے تو اگر اس کا جھکنا رکوع کے قریب نہ ہو تو تحریمہ صحیح ہو جائے گی اور اگر رکوع کے قریب ہو تو صحیح نہ ہوگی۔(مراقی الفلاح)

مسئلہ:۔ بعض ناواقف لوگ جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے، جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ یعنی نماز نہ ہوگی۔

(۳) تحریمہ کا نیت سے پہلے نہ ہونا، اگر تکبیر تحریمہ پہلے کہہ لی جائے اور نیت اس کے بعد کی جائے تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔(مراقی الفلاح)

(۴) تکبیر تحریمہ کا اتنی آواز سے کہنا کہ خود سن لے بشرطیکہ بہرا نہ ہو۔ گونگے کو تکبیر تحریمہ کے لئے زبان ہلانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کو تکبیر تحریمہ معاف ہے۔

(۵) تکبیر تحریمہ کا ایسی عبارت میں ادا کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی سمجھی جاتی ہو۔

(۶) اللہ اکبر کے ہمزہ یا با کو نہ بڑھانا۔ اگر کوئی شخص آللہ اکبر یا اللہ اکبار کہے تو اس کی تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔

(۷) اللہ میں لام کے بعد الف کہنا، اگر کوئی شخص نہ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔

(۸) تکبیر تحریمہ کا بسم اللہ وغیرہ سے نہ ادا کرنا۔ اگر کوئی بجائے تکبیر تحریمہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم وغیرہ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔(درمختار، مراقی الفلاح)

اور تکبیر تحریمہ کا قبلہ رو ہو کر کہنا، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔(علم الفقہ ص ۳۲ جلد ۲)

رکوع میں شامل ہوتے وقت تکبیر تحریمہ کا حکم

مسئلہ:۔ اگر امام رکوع میں ہے اور اس وقت کوئی شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونا چاہتا ہے تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور اگر صرف تکبیر تحریمہ کہی اور دوسری تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلا گیا اور امام کے ساتھ شریک ہوگیا تو وہ رکعت اس کو مل گئی اور نماز بھی صحیح ہوگئی۔ (درمختار برحاشیہ شامی ص۴۴۳ جلداول) (تکبیر تحریمہ رکوع کی حالت میں نہ کہے ورنہ نماز صحیح نہ ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی)

نجاست غلیظہ وخفیفہ کی تعریف

نجاست غلیظہ امام صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک ہر ایسی نجاست کو کہا جاتا ہے جس کی نجاست میں دلائل متفق ہوں خواہ اس میں علماء کا اختلاف ہو یا نہ ہو، اسی طرح عموم بلوئ ہو یا نہ ہو، اور نجاست خفیفہ ہر ایسی نجاست کو کہا جاتا ہے جس کی نجاست کی دلائل متعارض ہوں۔

ان الامام قال تو افقت على نجاسته الادلة فمغلظ سواء اختلفت فيه العلماء وكان فيه بلوئ ام لاوالامخفف، طحطاوى على المراقى ص ۸۲ هكذا فى فتح القدير ص ۲۰۳ جلداول وبحر الرائق ص ۲۲۹ جلداول، والشامى ص ۲۱۱ جلداول)

صاحبین کے نزدیک نجاست غلیظہ ہر ایسی نجاست کو کہا جاتا ہے جس کی نجاست میں علماء کا اتفاق ہو اور عموم بلوئ اس میں نہ ہو، اگر علماء کا اختلاف ہو یا عموم بلوئ ہو تو وہ نجاست خفیفہ کہلائے گی۔

وقالا ما اتفق العلماء على نجاسته ولم يكن فيه بلوئ فمغلظ والافمخفف ولانظر للادلة، (طحطاوى على المراقى ص ۸۲ فتح ص ۲۰۲ جلداول، بحر ص ۲۲۹ جلداول ش ص ۲۱۱ جلداول)

☆☆

نجاست غلیظہ کا حکم

نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جاوے تو اگر پھیلاؤ میں بقدر درہم یا اس سے کم ہوتو معاف ہے بغیر دھوئے نماز پڑھ لیوے تو نماز ہوجائے گی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے، اور اگر قدر درہم سے زیادہ ہوتو معاف نہیں بغیر اس کو دھوئے نماز نہ ہوگی اور اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہوتو بغیر دھوئے نماز درست ہے اگر زیادہ ہوتو بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

(کمافی الطحطاوی والکبیری والشامی وایضافی البحر)

نجاست خفیفہ کا حکم

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جاوے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی حصہ سے کم ہوتو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہوتو معاف نہیں، یعنی اگر آستین میں لگی ہوتو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہے تو اس کے چوتھائی سے کم ہو۔ غرض یہ کہ جس عضو میں لگے اس کے چوتھائی سے کم ہو، اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہوتو معاف نہیں اس کا دھونا واجب ہے، اور بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

(کمافی الطحطاوی ص۸۴ والشامی ص۲۱۲ وایضافی الکبیری ص۱۴۵ وفی بحرالرائق ص۲۳۰ جلداول، تبیین الحقائق ص۷۵ جلداول) (محمد طاہر عفااللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند)

نماز کے اوقات

چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ادائے شکر کے لئے ہے جو ہر وقت و ہر آن فائض ہوتی رہتی ہے، لہذا اس کا مقتضا یہ تھا کہ کسی وقت انسان اس کی عبادت سے خالی نہ رہے مگر چونکہ اس میں تمام ضروری حوائج میں حرج ہوتا اس لئے تھوڑی دیر کے بعد ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ ۱۔ فجر۔ ۲۔ ظہر۔ ۳۔ عصر۔ ۴۔ مغرب۔ ۵۔ عشاء

فجر کا وقت

صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ (بحر، درمختار، ہدایہ ص ۵۰ جلد اول، شرح نقایہ ص ۵۴ جلد اول وکبیری ص ۲۲۶)

سب سے پہلے آخر شب میں ایک سپیدی بیچ آسمان کے ظاہر ہوتی ہے، مگر یہ سپیدی قائم نہیں رہتی بلکہ اس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک سپیدی آسمان کے کنارے چاروں طرف ظاہر ہوتی ہے اور وہ باقی رہتی ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں اور اسی سے صبح کا وقت شروع ہوتا ہے۔

مردوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے، اور نماز کے بعد اگر کسی وجہ سے نماز لوٹانا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں اور عورتوں کو ہمیشہ اور مردوں کو حالت حج میں مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔ (علم الفقہ ص ۸ جلد ۲، درمختار، مراقی الفلاح وشرح وقایہ ص ۱۳۰ جلد اول، شرح نقایہ ص ۵۴ جلد اول ونسائی شریف ص ۵۰ جلد اول)

ظہر کا وقت

ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک ہر چیز کا سایہ سوا اصلی سایہ کے دو مثل نہ ہو جائے ظہر کا وقت رہتا ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ ایک مثل کے اندر اندر ظہر کی نماز پڑھ لی جائے۔ نیز جمعہ کی نماز کا وقت بھی یہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کر کے پڑھنا بہتر ہے خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہیں، اور سردیوں میں ظہر کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (شامی، بحر، علم الفقہ ص ۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ سایہ اصلی کو چھوڑ کر ہر چیز کا سایہ جب دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(ہدایہ ص ۴۹ جلد اول، کبیری ص ۲۲۷)

عصر کا وقت

عصر کا وقت بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے اور آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے، عصر کا مستحب وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے اور اس کی روشنی ایسی کم ہو جائے کہ نظر اس پر ٹھہرنے لگے، اس کے بعد مکروہ ہے اور عصر کی نماز ہر زمانہ میں خواہ گرمی ہو یا سردی دیر کرکے پڑھنا مستحب ہے مگر نہ اس قدر دیر کہ آفتاب میں زردی آجائے اور اس کی روشنی کم ہو جائے، ہاں جس دن بادل ہو اس دن عصر کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار) جب کہ گھڑی کے اوقات متعین نہ ہوں)

(علم الفقہ ص ۹ جلد ۲ و ہدایہ ص ۳۹ جلد اول و کبیری ص ۲۲۷ و کتاب الفقہ ص ۲۹۱ جلد اول)

مغرب کا وقت

مغرب کا وقت آفتاب ڈوبنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک شفق کی سپیدی آسمان کے کناروں میں قائم رہے۔ (بحر، طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح) مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے، ستاروں کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد مکروہ ہے، ہاں جس روز بادل ہو اس دن تاخیر کرکے نماز پڑھنا کہ جس میں وقت آجانے کا اچھی طرح یقین ہو جائے مستحب ہے۔ مغرب کا وقت بالکل فجر کا عکس ہے، فجر کے وقت پہلے سپیدی ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد سرخی، اور مغرب میں پہلے سرخی ظاہر ہوتی ہے پھر سپیدی۔

(علم الفقہ ص ۱۰ جلد ۲)

مسئلہ:۔ نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۲۹۲ جلد اول، ہدایہ ص ۳۹ جلد اول، شرح نقایہ ص ۵۲ جلد اول، کبیری ص ۲۲۸)

مسئلہ:۔ غروب سے شفقِ ابیض کے غائب ہونے تک امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مغرب کا وقت رہتا ہے جس کی مقدار تقریباً سوا گھنٹہ یا کچھ منٹ زیادہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷ جلد ۲ بحوالہ ہدایہ ص ۸۷ جلد...... باب المواقیت، تفصیل امداد الاحکام از ص ۳۰۱ تا ص ۳۱۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ مغرب کی نماز کے علاوہ چار رکعت کی نمازوں میں اذان و تکبیر میں اتنا فاصلہ مسنون

ومستحب ہے کہ کھانا کھانے والا کھانے کر فراغت کر لے اور قضائے حاجت کرنے والا اپنی ضروریات رفع (پوری) کر لے۔ (الجواب المتین ص ۱۵، از میاں اصغر حسین علیہ الرحمۃ)

مغرب کی نماز میں وقت تو رہتا ہے لیکن بلا وجہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ہاں رمضان المبارک میں افطار کی وجہ سے کچھ دیر کرنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ جب وقت میں گنجائش ہے اور ایک ضروری امر کی وجہ سے ذرا تاخیر کی جاتی ہے تو قطعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (محمد رفعت قاسمی) (ماخوذ فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵ جلد ۲ بحوالہ عالمگیری ص ۱۶ جلد اول)

عشاء کا وقت

عشاء کا وقت شفق کی سپیدی زائل ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک صبح صادق نہ نکلے باقی رہتا ہے۔ (بحر، فتح القدیر)

مسئلہ:۔ عشاء کی نماز بعد تہائی رات گزر جانے کے اور قبل نصف شب کے مستحب ہے اور بعد نصف شب کے مکروہ ہے۔ (شامی)

جس دن ابر ہو اس دن عشاء کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار، علم الفقہ ص ۱۰ جلد ۲ وہدایہ ص ۵۱ جلد اول وشرح نقایہ ص ۵۵، کتاب الفقہ ص ۲۹۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور نماز عشاء کے بعد غیر ضروری گفتگو مکروہ ہے۔

(شرح نقایہ ص ۵۵ جلد اول، نمل)

کیونکہ اس سے عشاء اور فجر کی نماز پر اثر پڑ سکتا ہے۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

وتر کا وقت

وتر کا وقت بعد نماز عشاء کے ہے، جو شخص آخر شب میں اٹھتا ہو اس کو مستحب ہے کہ وتر آخر شب میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو تو پھر عشاء کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہیے۔ (مراقی الفلاح، درمختار، علم الفقہ ص ۱۰ جلد ۲ وہدایہ ص ۵۰ جلد اول وشرح نقایہ ص ۵۳ جلد اول وکبیری ص ۲۲۹) وتر کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔

☆☆

عیدین کا وقت

عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال آفتاب تک رہتا ہے، آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی جاتی رہے اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے۔ اس کی تعین کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ بقدر ایک نیزے کے بلند ہو جائے، عیدین کی نماز کا پڑھنا مستحب ہے۔

(مراقی الفلاح، شامی، علم الفقہ ص ۱۰ جلد ۲ وہدایہ ص ۱۱۹ جلد اول وشرح نقایہ ص ۱۲۸ جلد اول)

نماز جمعہ کا وقت

نماز جمعہ کا وقت ظہر کا وقت ہی ہے۔ (نماز مسنون ص ۲۰۴)

مسئلہ:۔ حنفیہؒ کے نزدیک نماز جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے اور نماز تراویح اور نماز جنازہ میں سنت کفایہ ہے۔ اور نفل نمازوں میں مطلقاً مکروہ ہے اور ماہ رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت، نیز نفل نمازوں میں تین آدمیوں سے زیادہ ہوں تو جماعت مکروہ ہوگی۔

(کتاب الفقہ ص ۶۵۰ جلد اول، وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴ جلد ۲) (تفصیل کے لئے دیکھئے احقر کی مرتب کردہ "مسائل تراویح" ومسائل نماز جمعہ، رفعت)

اوقات مکروہ

۱۔ آفتاب نکلتے وقت جب تک آفتاب کی زردی نہ زائل ہو جائے اور اس قدر روشنی اس میں نہ آئے کہ نظر نہ ٹھہر سکے، اس کا شمار نکلنے میں ہوگا اور یہ کیفیت آفتاب میں بعد ایک نیزہ بلند ہونے کے آتی ہے۔

۲۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

۳۔ آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد غروب آفتاب کے تک۔

۴۔ نماز فجر پڑھ چکنے کے بعد آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے تک۔

۵۔ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔

۶۔ فجر کے وقت سوا اس کی سنت کے۔

۷۔ مغرب کے وقت مغرب کی نماز سے پہلے۔

۸۔ جب امام خطبہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح کا یا حج وغیرہ کا۔

۹۔ جب فرض نماز کی تکبیر کہی جاتی ہو، ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین ہو جائے کہ ایک رکعت جماعت سے مل جائے گی تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں

۱۰۔ نماز عیدین کے قبل خواہ گھر میں یا عیدگاہ میں۔

۱۱۔ نماز عید کے بعد عیدگاہ میں۔

۱۲۔ عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد۔

۱۳۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان میں اور ان کے بعد۔

۱۴۔ نماز کا وقت تنگ ہو جانے کے بعد سوا فرض وقت کے اور کسی نماز کا پڑھنا خواہ وہ قضائے واجب الترتیب ہی کیوں نہ ہو۔

۱۵۔ پاخانہ، پیشاب معلوم ہوتے وقت یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت۔

۱۶۔ کھانا آجانے کے بعد اگر اس کی طبیعت کھانا کھانے کو چاہتی ہو، اور خیال ہو کہ اگر نماز پڑھے گا تو اس میں جی نہیں لگے گا اور یہی حکم ہے تمام ان چیزوں کا جن کو چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جی نہ لگنے کا خوف ہو، ہاں اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پھر پہلے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں۔ (طحطاوی)

۱۷۔ آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا۔

۱۸۔ ستاروں کے بکثرت نکل آنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھنا۔

ان تمام اوقات میں نماز مکروہ ہے، صرف اس قدر تفصیل ہے کہ پہلے، دوسرے، تیسرے، پندرھویں، سولہویں وقت میں سب نمازیں مکروہ ہیں، فرض ہوں یا واجب یا نفل اور سجدۂ تلاوت کا ہو یا سہو کا اور پہلے تین وقتوں میں کوئی نماز شروع کی جائے تو اس کا شروع کرنا بھی صحیح نہیں اور اگر نماز پڑھتے پڑھتے ان میں سے کوئی وقت آجائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے، مگر ہاں چھ چیزوں کا شروع کرنا ان تین وقتوں میں بھی صحیح ہے۔

(۱) جنازہ کی نماز۔ بشرطیکہ جنازہ انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت آیا ہو۔ (۲) سجدۂ تلاوت۔ بشرطیکہ سجدہ کی آیت انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت میں پڑھی گئی ہو۔ (۳) اسی دن کی عصر (۴) نفل نماز (۵) وہ نماز جس کے ادا کرنے کی نذر انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت میں کی گئی ہو۔ (۶) اس نماز کی قضاء جو انہیں وقتوں میں شروع کر کے فاسد کردی گئی ہو، جنازے کی نماز کا شروع کرنا بغیر کراہت کے صحیح بلکہ افضل ہے اور سجدہ تلاوت کا شروع کرنا کراہت تنزیہہ کے ساتھ صحیح ہے باقی تین کا شروع کرنا کراہت تحریمہ کے ساتھ صحیح ہے مگر ان کا باطل کر کے اچھے وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ دو وقتوں میں صرف نمازوں کا ادا کرنا مکروہ ہے۔ باقی اوقات میں صرف نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے، فرض اور واجب کا ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ دو وقتوں کی نمازوں کا ایک ہی وقت میں پڑھنا جائز نہیں، مگر دو وقتوں میں۔ (۱) عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کا ظہر کے وقت میں۔ (۲) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کا عشاء کے وقت میں۔ (شامی، علم الفقہ ص ۱۴ جلد اول وشرح نقایہ ص ۵۷ جلد اول وکبیری ص ۲۲۸ کتاب الفقہ ص ۲۹۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر فجر کی نماز میں طلوع آفتاب ہو جائے تو وہ نماز فاسد ہو گئی اور سورج نکلنے اور بلند ہونے کے بعد پھر صبح کی نماز پڑھنی چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۷ جلد ۴، ردالمختار ص ۳۴۶ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ:۔ نماز عصر اس دن کی اگر نہ پڑھی ہو تو غروب کے وقت ادا ہو جاتی ہے مگر قصداً ایسا وقت نہ کرنا چاہیے کہ یہ معصیت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴ جلد ۲ بحوالہ ہدایہ ص ۲۸ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ طلوع وغروب کے اوقات میں کفار سورج کی پرستش کرتے ہیں، اس لئے ان وقتوں میں نماز نہ پڑھیں۔ (مشکوٰۃ ص ۹۴ جلد اول)

چند اصطلاحی الفاظ کے معنی

(۱) زوال:۔ آفتاب (سورج) کا ڈھل جانا جسے ہماری عرف میں دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔

(۲) سایہ اصلی:۔ وہ سایہ جو زوال کے وقت باقی رہتا ہے یہ سایہ ہر شہر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کسی میں بڑا ہوتا کسی میں چھوٹا اور کہیں بالکل نہیں ہوتا جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ

میں۔زوال اور سایہ اصلی کے پہچاننے کی سہل تدبیر یہ ہے کہ سیدھی لکڑی ہموار زمین پر گاڑ دیں اور جہاں تک اس کا سایہ پہنچے، اس مقام پر نشان بنادیں، پھر دیکھیں کہ وہ سایہ اس نشان کے آگے بڑھتا ہے یا پیچھے ہٹتا ہے، اگر آگے بڑھتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی زوال نہیں ہوا اور اگر پیچھے ہٹے تو زوال ہو گیا، اگر یکساں یعنی برابر رہے نہ تو پیچھے ہٹے اور نہ آگے بڑھے تو ٹھیک زوال دوپہر کا وقت ہے، اس کو استواء کہتے ہیں۔

۳۔ایک مثل:۔ سایہ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

۴۔دو مثل:۔ سایہ اصلی کے سوا جب ہر ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے۔

۵۔مدرک:۔ وہ شخص جس کو شروع سے آخر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے اس کو مقتدی اور مؤتم بھی کہتے ہیں۔

۶۔مسبوق:۔ وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد جماعت میں آکر شریک ہوا ہو۔

۷۔ لاحق۔وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو، شریک ہو جانے کے بعد اس کی سب رکعتیں یا کچھ رکعتیں جاتی رہیں خواہ اس کی وجہ سے کہ وہ نماز میں سو گیا ہو یا اس کا وضو ٹوٹ گیا ہو۔

۸۔ عمل کثیر۔وہ فعل یعنی نماز میں وہ کام جس کو نماز پڑھنے والا بہت سمجھے خواہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا ایک ہاتھ سے اور خواہ دیکھنے والا اس فعل کے کرنے والے کو نماز میں سمجھے یا نہیں۔ایک تعریف یہ بھی ہے کہ عمل کثیر وہ فعل ہے جس کے کرنے میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت پڑے جیسے عمامہ کا باندھنا، اور ایک تعریف یہ بھی ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے والے کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

۹۔ عمل قلیل۔وہ فعل جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔

۱۰۔ اداء۔وہ نماز جو اپنے وقت پر پڑھی جائے۔

۱۱۔ قضاء۔وہ نماز جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائے۔مثلاً ظہر کی نماز عصر کے وقت پڑھی جائے۔(علم الفقہ ص از ۶ تا ۸ جلد ۲)

جماعت کا بیان

چونکہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب یا سنت مؤکدہ ہے اس لئے اس کا ذکر بھی نماز کے واجبات وسنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے ساتھ مل نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص ان میں تابع ہو اور دوسرا متبوع۔ اور تابع اپنی نماز کے صحت وفساد (صحیح وخراب ہونے) کو امام کی نماز پر محمول کردے یوں سمجھنا چاہیے کہ جب کچھ لوگ کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور سب کا مطلب ایک ہوتا ہے تو کسی ایک کو اپنی طرف سے وکیل کردیتے ہیں۔ اس وکیل کی گفتگو ان سب کی گفتگو سمجھی جاتی ہے متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔ امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہوجانے سے جماعت ہوجاتی ہے خواہ وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد ہو یا نابالغ بچہ، ہاں جمعہ وغیرہ کی نماز میں کم از کم امام کے علاوہ دو آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

(بحر الرائق، در مختار، شامی، تفصیل کے لئے دیکھئے مکمل ومدلل مسائل نماز جمعہ)

جماعت کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہوجائے گی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ (شامی، علم الفقہ ص ۳۷ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۴۹ جلد اول) (لیکن حنفیہ کے نزدیک نفل کی جماعت دو تین افراد کے ساتھ تو جائز ہے تین سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جماعت کی مختصر فضیلت

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ اس کے دیکھنے سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو کبھی بھی ترک نہیں فرمایا، یہاں تک کہ حالت مرض میں جب آپ کو خود چلنے کی قوت

نہیں تھی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔
تارکِ جماعت پر آپ ﷺ کو سخت غصہ آتا تھا اور جماعت کے چھوڑ دینے پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔

بے شبہ شریعت محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی تھی کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچادی جائے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

۲۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ہمراہ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (ابوداؤد)

۳۔ آپؐ نے فرمایا جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

اکثر حنفیہؒ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر واجب کے حکم میں۔ درحقیقت حنفیہؒ کے ان دونوں قولوں میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔

(علم الفقہ ص ۴۷ جلد ۲، مظاہر حق ص ۵۲ جلد ۲، حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۹۴)

۴۔ آپؐ کا ارشاد مبارک ہے "جماعت ترک کرنا چھوڑ دو ورنہ اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر لگا دے گا اور تم ان میں سے ہو جاؤ گے جن کو اللہ تعالیٰ نے غافل قرار دیا ہے۔

(ابن ماجہ مصری ص ۲۶۰ جلد اول)

۵۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ جوانوں کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کریں پھر میں ان کے یہاں پہنچوں جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، انہیں مع گھر والوں کے جلا دوں۔ (ابوداؤد شریف ص ۸۸ جلد اول)

غور کیجئے! رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگ لگا دینے کی سزا ان لوگوں کے لئے

تجویز فرماتے ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر مسجد میں نہیں آتے، گھر میں پڑھتے ہیں۔ اب غور فرمایئے کہ ان کی سزا کیا ہوگی جو نماز ہی نہیں پڑھتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۲ جلد اول)

پہلے زمانے کے بزرگ ایک وقت کی جماعت چھوٹ جانے پر اتنی دینی مصیبت سمجھتے تھے کہ سات دن تک ماتم اور سوگ کرتے تھے۔ اور اگر تکبیر اولیٰ فوت ہوتی تو تین دن تک ماتم کرتے۔ (احیاء العلوم ص ۱۵۱ جلد اول)

لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ پانچوں وقت نمازیں جماعت ہی سے ادا کریں اور تکبیر اولیٰ کا ثواب نہ چھوڑیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۴ جلد اول)

جماعت کا نظام کیوں

رسول اللہ ﷺ نے نماز با جماعت کا نظام قائم فرمایا اور ہر مسلمان کے لئے جو بیمار یا کسی وجہ سے معذور نہ ہو جماعت سے نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا ہے۔ اس نظام جماعت کا خاص راز اور اس کی خاص الخاص حکمت یہی ہے کہ اس کے ذریعہ افراد امت کا روزانہ بلکہ ہر روز پانچ مرتبہ احتساب ہو جاتا ہے۔

نیز تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اس جماعتی نظام کے طفیل بہت سے وہ لوگ بھی پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں جو عزیمت کی کمی اور جذبے کی کمزوری کی وجہ سے انفرادی طور پر کبھی ایسی پابندی نہ کر سکتے۔

علاوہ ازیں نماز با جماعت کا یہ نظام بجائے خود افراد امت کی دینی تعلیم و تربیت کا اور دوسرے کے احوال سے باخبری کا ایسا غیر رسمی اور بے تکلف انتظام بھی ہے جس کا بدل سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

نیز جماعت کی وجہ سے مسجد میں عبادت و انابت اور توجہ الی اللہ و دعوت صالحہ کی جو فضا قائم ہوتی ہے اور زندہ قلوب پر اس کے جو اثرات پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مختلف الحال بندوں کے قلوب ایک ساتھ متوجہ ہونے کی وجہ سے آسمانی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جماعت میں اللہ تعالی کے مقرب فرشتوں کی شرکت کی وجہ سے (جس کی اطلاع آنحضرت ﷺ نے بہت سی احادیث میں دی ہے۔) نماز جیسی عبادت میں

فرشتوں کی جومعیت اور رفاقت نصیب ہوتی ہے یہ سب اسی نظام جماعت کے برکات ہیں۔
پھراس کے علاوہ اس نظام جماعت کے ذریعہ امت میں جو اعتماد پیدا کی جاسکتی ہے اور محلّہ کی مسجد کے روزانہ پنج وقتی اجتماعی اور پوری بستی کی جامع مسجد کی ہفتہ وار وسیع اجتماع اور سال میں دودفعہ عیدگاہ کے، اس سے بھی وسیع تر اجتماع سے جو عظیم (حج کا) اجتماعی ملی فائدے اٹھائے جاسکتے ہیں ان کا سمجھنا تو آج کے ہر آدمی کے لئے بہت آسان ہے۔
بہرحال نظام جماعت کے انہی برکات اور اس کے اسی قسم کے مصالح اور منافع کی وجہ سے امت کے ہر شخص کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ جب تک کوئی واقعی مجبوری اور معذوری نہ ہو تو وہ نماز جماعت ہی سے ادا کرے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی ہدایات وتعلیمات پر اسی طرح عمل ہوتا تھا جیسا کہ ان کا حق ہے، اس وقت سوائے منافقوں یا معذوروں کے ہر شخص جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور اس میں کوتاہی کو نفاق کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

(معارف الحدیث ص۱۹۲ جلد۳ حجۃ اللہ البالغہ ص۳۱۵ جلداول وارکان اربعہ ص۷۳)

جماعت میں یہ بھی فائدہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی، اور ایک دوسرے کے دردومصیبت میں شریک ہوسکیں گے، جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار واستحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید وفضیلت جابجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں بیان فرمائی گئی ہے۔ (مظاہر حق ص۵۲ جلد۲)

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ اسلام۔ کافر پر جماعت واجب نہیں۔
۲۔ مرد ہونا۔ عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔ (بحرالرائق، درمختار)
۳۔ بالغ ہونا۔ نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔ (بحر، درمختار)
۴۔ عاقل ہونا۔ مست، بے ہوش، دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔ (بحر، درمختار)
۵۔ آزاد ہونا۔ غلام پر جماعت واجب نہیں۔
۶۔ تمام عذروں سے خالی ہونا۔ ان عذروں کی حالت میں جماعت واجب نہیں مگر

ادا کرے تو بہتر ہے، نہ ادا کرنے میں ثواب جماعت سے محروم رہے گا۔ (شامی)

ترک جماعت کے پندرہ عذر ہیں

۱۔ نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط کا مثل طہارت یا ستر عورت وغیرہ کا نہ پایا جانا۔

۲۔ پانی بہت زور سے برستا ہو۔ (اگرچہ نہ جانا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ جماعت میں جا کر نماز پڑھے۔ رفعت قاسمی)

۳۔ مسجد میں جانے کے راستہ میں سخت کیچڑ ہو۔ سردی سخت ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۴۔ مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

۵۔ مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

۶۔ مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو۔ بشرطیکہ اس کا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ اگر قادر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا۔ اور اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۷۔ اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو۔

۸۔ رات کا وقت ہو، اور آندھی بہت چل رہی ہو۔

۹۔ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جانے سے مریض کی تکلیف بڑھ جانے یا وحشت کا خوف ہو (اور کوئی دوسرا نہ ہو تو۔)

۱۰۔ کھانا تیار ہو اور بھوک سخت لگی ہو کہ نماز میں طبیعت نہ لگنے کا خوف ہو۔

۱۱۔ پیشاب یا پاخانہ معلوم ہوتا ہو۔

۱۲۔ سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا (ریل کے مسئلہ کو اس پر قیاس نہ کریں گے جب کہ زیادہ مجبوری ہو ورنہ دوسری ریل بھی جا سکتا ہے۔)

۱۳۔ فقہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو، بشرطیکہ کبھی کبھی بلا قصد جماعت ترک ہو جائے۔

۱۴۔　　کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے، یا نابینا ہو۔

(علم الفقہ ص ۸۲ جلد ۲ و کتاب الفقہ ص ۶۸۴ جلد اول و فتاوی دار العلوم ص ۵۸ جلد ۳ در مختار ص ۴۸۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ ہر عاقل، بالغ، غیر معذور پر جماعت واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص معذور ہو یعنی ایسا عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے مسجد میں جا کر جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا تو اس کے لئے جماعت واجب نہیں رہتی چنانچہ فقہاء کرامؒ نے ترک جماعت کے یہ عذر بیان کئے ہیں۔

(مظاہر حق ص ۵۲ جلد ۲)

جماعت کے احکام

جماعت شرط ہے جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں۔ (بحر الرائق، در مختار)

جماعت واجب ہے پنج وقتی نمازوں میں خواہ گھر میں پڑھی جائیں یا مسجد میں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، اور ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں جو بیان کیے جا چکے ہیں۔ جماعت سنت مؤکدہ ہے نماز تراویح میں اگر چہ ایک قرآن کریم جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو اور نمازِ کسوف (سورج گہن) کے لئے بھی۔ (بحر الرائق) جماعت مستحب ہے رمضان المبارک میں وتر میں۔

جماعت مکروہ تنزیہی ہے سوا رمضان کے کسی اور زمانہ میں وتر میں، اس کے مکروہ ہونے میں یہ شرط ہے کہ مواظبت (پابندی) کی جائے اور اگر مواظبت نہ کیا جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی مل کر جماعت سے پڑھ لیں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے مکمل ومدلل مسائل تراویح باب الوتر)

جماعت مکروہ تحریمی ہے نماز خسوف (چاند گہن) میں اور تمام نوافل میں بشرطیکہ اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے، یعنی اذان و اقامت کے ساتھ یا اور کسی طریقے سے لوگوں کو جمع کر کے، ہاں اگر بغیر بلائے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور ایسا ہی مکروہ تحریمی ہے ہر فرض کو دوسری جماعت سے مسجد میں ان چار شرطوں سے۔

(۱) مسجد محلہ کی ہو عام رہ گزر پر نہ ہو۔ (۲) پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر

پڑھی گئی ہو۔ (۳) پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہوں اور جن کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہو۔ (۴) دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔ اگر دوسری مسجد میں ادا نہ کی جائے بلکہ گھر میں، تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شرط ان چار شرطوں میں سے نہ پائی جائے مثلاً مسجد عام رہ گزر پر ہو محلے کی نہ ہو تو اس میں دوسری بلکہ تیسری، چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں ہے۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں ہے۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے نہ ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے، یا دوسری جماعت اس ہیئت سے نہ ادا کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے یا جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور یہ جماعت مکروہ نہ ہوگی۔ (ردالمحتار علم الفقہ ص ۹۰ وص ۹۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ کعبہ کے اندر اور اس کے سطح پر نماز پڑھنا قطعاً صحیح ہے، البتہ کعبہ کے اوپر چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۳۲۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر مقتدی امام کے ساتھ کسی بھی حصہ میں شریک ہو جائے تو جماعت مل گئی، اگر چہ وہ صرف قعدہ اخیرہ میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے شامل جماعت ہوا ہو، یعنی اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کسی نے تکبیر تحریمہ کہہ لی تو اس کو جماعت مل گئی، اگر چہ امام کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع نہ ملا ہو۔ (جماعت کا ثواب تو مل جائے گا لیکن جتنا ثواب تکبیر اولیٰ میں شریک ہونے کا ہے وہ نہیں ملے گا۔ (کتاب الفقہ ص ۲۹۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ پہلا سلام پھیرنے سے پہلے جو امام کے ساتھ شامل جماعت ہو گیا تو وہ جماعت کا پانے والا قرار دیا جائے گا لیکن جب تک امام کے ساتھ رکوع میں (تکبیر پورے طور پر کھڑے ہو کر کہہ کر) شامل نہ ہو وہ رکعت نہیں پائے گا۔ (کتاب الفقہ ص ۷۰۹ جلد اول)

جماعت کے حاصل کرنے کا طریقہ

۱۔ اگر کوئی شخص اپنے محلّہ یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت

ہو چکی ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں بتلاش جماعت جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔ (شامی وغیرہ)

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ ظہر یا عشاء کا وقت ہو، فجر، عصر، مغرب کے وقت شریک جماعت نہ ہو، اس لئے کہ فجر، عصر کی نماز کے بعد نماز مکروہ ہے چنانچہ اوقات نماز کے بیان میں یہ مسئلہ گزر چکا اور مغرب کے وقت اس لئے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔ (شرح وقایہ وغیرہ)

۳۔ اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں وہ فرض جماعت سے ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ اگر فجر کی نماز ہو تو دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، اور اگر کسی اور وقت کی نماز ہو تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، اگر فجر کے وقت دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو یا اور کسی وقت تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو پھر اس کو نماز تمام کر دینا چاہیے، نماز تمام کر دینے کے بعد اگر جماعت باقی ہو اور ظہر عشاء کا وقت ہو تو شریک جماعت ہو جائے۔

اگر عصر، مغرب، عشاء کے وقت صرف پہلی یا دوسری رکعت کا بھی سجدہ کر چکا ہو تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیے نماز نہ توڑنا چاہیے۔ (علم الفقہ ص ۹۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔ محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اس مسجد سے افضل ہے جس میں لوگ زیادہ جمع ہوتے ہوں، کیونکہ محلّہ کی مسجد کا وہاں کے رہنے والوں پر حق ہوتا ہے، لہٰذا چاہیے کہ اس کا حق ادا کیا جائے اور اس کو آباد کیا جائے (نمازیں پڑھ کر) (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۵ جلد ۱۴)

نماز کے پابند بننے کا طریقہ

مسئلہ:۔ تارک نماز کی وعیدوں میں غور کیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص (نماز چھوڑنے والے) کو کافر فرمایا ہے، خواہ تاویل ہی سے فرمایا ہو اور ایسے شخص کا دوزخ میں جانا پھر فرعون، ہامان، قارون کے ساتھ جانا ارشاد فرمایا ہے اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ گچھ ہوگی، دوزخ کے حالات پڑھا اور سنا کریں، انشاء اللہ نماز سے بے پرواہی جاتی

رہے گی۔ نماز چھوٹنے پر کچھ (مالی وبدنی) جرمانہ اپنے نفس پر مقرر کرلیں، نہ تو بہت کم ہو کہ نفس کو کچھ ناگوار ہی نہ ہو، اور نہ بہت زیادہ کہ اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے، جب نماز ترک ہو جائے تو وہ جرمانہ مساکین کو دے دیا کریں اور یہ صورت جرمانہ کی سنت کے موافق ہے۔ یا بدنی جرمانہ مقرر کرلیں کہ اگر ایک نماز فوت ہو جائے تو اس کو قضا پڑھنے کے ساتھ اور بیس رکعات نفل پڑھ لیں، اس سے نفس دو یا تین دفعہ میں ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ یا ایک نماز اگر قضاء ہو تو ایک وقت کا کھانا نہ کھائیں اور اگر دو قضاء ہوں تو دو وقت کا نہ کھائیں، چونکہ نفس پر یہ بہت شاق ہوگا اور بہت جلدی نماز کا پابند ہو جائے گا۔ (اغلاط العوام ص ۶۶)

کیسی ٹوپی سے نماز پڑھنا چاہیے؟

مسئلہ:۔ جس ٹوپی کو پہن کر آدمی شرفاء کی محفل میں جا سکے، اس کے ساتھ نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ چمڑے کی ٹوپی اوڑھنا مباح ہے اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ مسجدوں میں جو ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں اگر وہ صاف ستھری اور عمدہ ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح ہے اور اگر پھٹی پرانی یا میلی کچیلی ہوں جن کو آدمی پہن کر آدمی کارٹون نظر آنے لگے تو ان کے ساتھ نماز مکروہ ہے، کیونکہ ان کو پہن کر آدمی کسی سنجیدہ محفل میں نہیں جا سکتا، لہٰذا احکم الحاکمین کے دربار میں ان کو پہن کر حاضری دینا خلاف ادب ہے۔

مسئلہ:۔ جرابیں (موزے) پہن کر نماز ادا کرنا صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۱۱ جلد ۳)

اگر موزوں میں ٹخنے بھی چھپ جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ (رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ کاغذ کی ٹوپی سے نماز صحیح ہے، لیکن اگر یہ ٹوپی ایسی ہے کہ جس کو اوڑھ کر برادری و خاندان اور بازار وغیرہ میں جاتے ہوئے اس کو شرم آتی ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۵۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ تولیہ و رومال ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں ہے یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا اور نماز اس سے مکروہ نہ ہوگی بلکہ اطلاق اس کا عمامہ پر آئے گا اور باندھنے والا مستحق ثواب ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۹۵ جلد ۴)

مسئلہ:۔ٹوپی سے امامت درست ہے کچھ کراہت نہیں ہے، البتہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا اورامامت کرنا افضل ہےاورثواب زیادہ ہےلیکن ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۷ جلد ۴ غنیۃ المستملی ص ۳۴۷)

مسئلہ:۔ پگڑی کا پیچ اگر ماتھے پر آجائے تو اس سے سجدہ ادا ہو جائے گا،لیکن اگر ماتھے کے اوپر پگڑی کا پیچ ہواور پیشانی کو زمین پر ٹکنے نہ دے، پیشانی اوپر اٹھی رہےتو سجدہ ادا نہ ہوگا۔

(کبیری ص ۲۸۷)

مسئلہ:۔جالی دارٹوپی سے اگرچھوٹے چھوٹے سوراخوں سے سرنظر آتا ہوتو اس نمار میں کوئی خرابی نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۹ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔فوجی ٹوپی پہن کرنماز ہو جاتی ہے۔لباس اورٹوپی میں کوئی خاص طریق اوروضع ماٗمور بہ نہیں ہے بلکہ جیسے جس ملک کی عادت اوررواج ہواس کے موافق لباس اورٹوپی وغیرہ پہننا درست ہے۔حدیث شریف میں ہے جوچاہوکھاؤاور جوچاہو پہنو مگر حرام سے بچواور تکبر واسراف نہ کرو۔(فوجی ٹوپی پر جاندار کی تصویر نہ ہونی چاہیے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۲ جلد ۴)

مسئلہ:۔جالی دارٹوپی کے ساتھ نماز مکروہ نہیں ہے، جو کپڑا مردوں کو پہننا مباح ہےاگر وہ جالی دار ہوتواس کی ٹوپی سے نماز پڑھنا درست ہےاوراستعمال اس کا اس طریقہ پر کہ کشفِ عورت نہ ہودرست ہےیعنی جالی دار کپڑے سے نماز درست ہے،لیکن جوحصہ چھپانا ضروری ہے وہ نہ ظاہرہو۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۹ جلد ۴)

مسئلہ:۔کثیف باریک کپڑے میں نماز درست ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۸ جلد ۴)

مردوں کی نماز جب کہ سترعورت نہ نظر آئے، درست ہے۔(رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔عاجزی کے طور پر ننگے سرنماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۴ جلد ۴، ردالمختار ص ۵۹۹)

مسئلہ:۔بغیرٹوپی کے برہنہ سراگر کاہلی یالا پرواہی سے نماز پڑھے گاتو مکروہ (تنزیہی)ہوگی اگرٹوپی میسر نہ آئے یاعجز وانکساری، نیازمندی وتضرع سے پڑھے گاتو درست ہوگی۔

(نماز مسنون ص ۲۲۹ بہشتی زیور ص ۲۶ جلد اول عالمگیری ص ۱۰۵ جلد اول)

نماز میں ٹوپی گر جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ:۔نماز میں قیام یا رکوع کی حالت میں گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر پہننا جائز نہیں ہے، عمل کثیر شمار ہوگا جس کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ سجدہ کی حالت میں سر کے سامنے گری ہوئی ٹوپی عمل قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لے کر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے، اس سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۷۸ جلد ۴، شامی ص ۶۰۰ جلد اول، کبیری ص ۳۱۹)

کون سے لباس میں نماز جائز ہے؟

مسئلہ:۔جس لباس میں باہر نکلنا، بازار جانا، شادی وغمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو، معیوب سمجھتا ہو، اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۷۵ جلد ۴، شامی ص ۵۹۹ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۸ جلد ۴)

مسئلہ:۔بدن کے جس حصہ کو چھپانا فرض ہے، اگر وہ چھپا رہے تب بھی ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا جس کو پہن کر آدمی معزز مجلس میں نہ جا سکتا ہو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۶ جلد ۴ و در مختار ص ۵۸۵ جلد اول)

مسئلہ:۔تنہائی میں بھی برہنہ یعنی ننگے ہو کر بغیر کپڑوں کے لباس ہوتے ہوئے نماز جائز نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۴ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔صرف تہبند میں کرتے کے بغیر، صرف بنیان یا صدری وغیرہ سے مردوں کے لئے نماز درست ہے، بشرطیکہ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ برہنہ نہ ہو ورنہ نماز نہیں ہوگی (نماز مسنون ص ۲۶۸)

مسئلہ:۔عباء جبہ کے اندر آستین میں بغیر ہاتھ ڈالے ہوئے نماز مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۳ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۹۸ جلد اول)

مسئلہ:۔چوری کے کپڑے جو قیمتاً لیے گئے ہیں، ان میں نماز صحیح ہے، مگر جان بوجھ کر چوری کے کپڑے خریدنا نہ چاہیے، اور چوری کے کپڑوں سے نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اگر نماز پڑھی تو نماز ہو گئی۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶ جلد ۴، ردالمحتار ص ۱۸۰ جلد اول)

مسئلہ:۔رشوت کے کپڑوں سے نماز ہو جاتی ہے مگر وہ شخص گنہگار اور فاسق ہے یعنی حرام کی

کمائی کے کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن نماز ادا ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۸ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۳۵۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ جیب میں ناپاک چیز رکھ کر نماز نہیں ہوتی، اگر پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنا چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۲۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر نماز کی حالت میں (مردوں کا) گریبان کھلا رہے تو اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۸ جلد ۱۰، شامی ص ۴۳۰ جلد اول، امداد الفتاویٰ ص ۴۳۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ عورتوں کو دھوتی (ساڑھی وغیرہ) باندھنا اور دھوتی سے نماز پڑھنا درست ہے غرضیکہ پردہ پورا ہونا چاہیے، دھوتی ہو یا پاجامہ اس کی کچھ خصوصیت نہیں ہے (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۱ جلد ۴)

ستر عورت یعنی بدن کا چھپانا خواہ پاجامے سے ہو خواہ ساڑھی دونوں برابر ہیں، یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ غیر مسلموں کا لباس ہے بلکہ ملک کے بعض حصوں میں مسلمان عورتوں کا بھی یہی لباس ہے جس طرح پاجامہ پہننے والے علاقوں میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی بکثرت شلوار پاجامہ پہنتے ہیں غرضیکہ جس کپڑے سے بدن چھپ جائے اور ہر اس لباس سے نماز ہو جاتی ہے جس کو پہن کر عام وخاص مجالس میں شرکت کرسکتا ہو۔ (رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ قوم نصاریٰ کے مستعمل کپڑوں میں نماز پڑھنے کو جائز لکھا ہے، فقہاء نے سوائے پاجامہ اور ازار کے کہ اس کا نجس ہونا بظن غالب ہے اور دھولینا ہر ایک کپڑے کا احوط ہے خصوصاً ازار و پاجامہ وغیرہ کا دھونا زیادہ ضروری ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۶ جلد ۴، شامی ص ۳۲۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ تصویر والے کپڑوں میں نماز اگر جاندار کی تصویر ہے تو نہ ہوگی اگر غیر جاندار کی ہوگی تو نماز ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۷ جلد اول، رد المختار ص ۶۰۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ نوٹ کرنسی، پاسپورٹ، شناختی کارڈ ویزہ پر تصویر مجبوری اور اضطراری حالت میں ہے، اس کا گناہ ان پر ہوگا جو ایسا قانون بنانے کے ذمہ دار ہیں۔

(شرح نقایہ ص ۱۹۶ جلد اول، کبیری ص ۳۵۴)

مسئلہ:۔ میلے کپڑوں میں نماز مکروہ نہیں ہے (بشرطیکہ پاک ہوں)

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۹ جلد ۴، رد المختار ص ۵۹۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ روپے، نوٹ اور پوسٹ کارڈ وغیرہ پر تصویر ہوتی ہے، اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی، جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۴ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۷ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۶۰۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا اور کہنی تک آدھی آستین والے قمیص و شرٹ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا منع ہے اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے، اگر وضو کرتے وقت آستین چڑھائی ہوئی ہو اور جماعت میں شرکت کرنے کے لئے جلدی میں آستین چڑھی ہوئی رہ گئی ہو تو نماز میں ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ اتارے (تھوڑی تھوڑی) اس طرح نہ اتارے کہ عمل کثیر ہو جائے یعنی دونوں ہاتھ استعمال نہ کریں کہ جس سے معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ بھی خیال رکھیئے کہ گرمی اور پسینہ کی وجہ سے نماز کی حالت میں آستین چڑھانا عمل کثیر ہے، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۱ جلد ۳، شامی ص ۵۹۹ جلد اول و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۱ جلد اول و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۲ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔ کہنیاں کھلی ہوں تو نماز ہو جاتی ہے مگر خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے یعنی جب کہ کپڑا موجود ہو، اور اگر نہ ہو تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۰ جلد ۴، عالمگیری ص ۱۰۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ جیب میں رشوت کے پیسے رکھ کر نماز تو ہو جاتی ہے اور نماز میں کراہت اس وجہ سے نہیں ہے کہ رشوت کا گناہ علیحدہ ہے اور اگر کپڑا بدن پر رشوت (حرام کمائی) کے روپیہ سے بنا ہوا ہے تو اس سے نماز مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۲ جلد ۴) جس طرح مغصوبہ زمین میں نماز مکروہ ہے۔ (رد المختار ص ۳۸۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کوٹ پینٹ میں اگر یہ کپڑے پاک ہوں تو نماز ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴ جلد ۲ بحوالہ رد المختار ص ۲۷۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ ریشمی کپڑا اور سونا بے شک مردوں کے لیے حرام ہے اور نماز جوان سے پڑھی گئی وہ صحیح ہے مگر ظاہر ہے کہ جب کہ استعمال ریشم اور سونے کا مردوں کو ہر وقت حرام ہے تو نماز میں بھی حرام ہے مگر چونکہ وہ دونوں ناپاک نہیں ہیں اس لئے نماز ہو گئی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۷ جلد ۴، الاشباہ ص ۱۹۷ جلد اول)

مسئلہ:۔بازاری لٹھا وململ وغیرہ سے نماز درست ہے یعنی نئے کپڑوں سے بغیر دھوئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۳ جلد ۲ بحوالہ الاشباہ والنظائر ص ۷۵)

مسئلہ:۔اگر تمباکو میں کوئی نجس چیز نہیں ہے تو اس کے پاس رکھنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۷ جلد اول)

مسئلہ:۔مذی نجس ہے، جس کپڑے کو مذی لگے گی وہ نجس ہے اس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور مقدار درہم اس میں بھی معاف ہے لیکن دھونا اس کا بھی ضروری ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۳ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۲۹۱ جلد اول)

مسئلہ:۔نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ (وغیرہ) لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے ثواب سے محروم رہے گا، نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے حدیث میں ایسے شخص کے لئے بڑی وعید آئی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۷ جلد ۴ مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس)

مسئلہ:۔نماز میں بلاضرورت سجدہ میں جاتے ہوئے پاجامہ اوپر کرنا خلاف ادب ہے، ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۵ جلد ۴ ردالمختار ص ۵۹۸ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۲ جلد ۷)

مسئلہ:۔نماز میں بار بار پاجامہ کو اٹھانا اچھا نہیں ہے مگر نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۸ جلد ۴ وہدایہ ص ۱۲۴ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامے کو اوپر کھینچتا ہے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے قمیض کے پیچھے دامن کو نیچے کرتا ہے تو ایسی حرکت اور عادت یقیناً مکروہ ہے اور بعید نہیں کہ فعل کثیر ہو کہ مفسد نماز ہو جائے، لہٰذا اس عادت سے احتراز لازم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۷۹ جلد ۴)

اگر کبھی اتفاقاً ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، عادت بنانا غلط ہے۔اور اگر عمل کثیر ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔نماز کی حالت میں کرتہ (شرٹ وغیرہ) اور ٹوپی کا نکالنا اور پہننا اگر عمل یسر سے ہو یعنی ایک ہاتھ سے اور اس طور سے ہو کہ دیکھنے والا اس نمازی کو خیال کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو مکروہ ہے اور اگر عمل کثیر سے ہو تو مفسد نماز ہے۔اور ازار بند و تہبند وغیرہ باندھنا بغیر دونوں

ہاتھ کے بظاہر دشوار ہے۔لہذا یہ عمل کثیر ہے اور مفسد نماز ہوگا۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۰۰ جلد۴ ردالمحتار ص۵۸۳)

مسئلہ:۔اگر ایک ہاتھ سے درست ہونا ممکن نہ ہو تو نماز کو توڑ کر دونوں ہاتھوں سے تہبند باندھ کر پھر شریکِ جماعت ہو جائے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۴۲ جلد۴)

مسئلہ:۔جوتا اگر پاک ہو یعنی اس کو نجاست نہ لگی ہو یا لگی ہو تو پاک صاف کر لیا گیا ہو تو دونوں صورتوں میں نماز اس کو پہن کر درست ہے لیکن چونکہ اس زمانہ میں مساجد میں فرش (چٹائیاں صفیں وغیرہ) ہوتی ہیں اور جوتا پہن کر مساجد میں جانے سے فرش مٹی وغیرہ کے ساتھ ملوث ہونے کا احتمال ہے اور نیز اس میں سوء ادبی بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے مسجد میں جوتا پہن کر نماز نہ پڑھے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۲۰ جلد۴ ردالمحتار ص۶۱۵ جلد اول باب الاحکام المساجد)

مسئلہ:۔اگر جوتا پاک ہے تب بھی یہ احترام مسجد کے خلاف ہے، عیدگاہ میں اگر گھانس پر نماز پڑھی جائے تو وہاں توسع ہے مگر فتنہ سے بچنا چاہیے۔(فتاویٰ محمودیہ ص۶۷ جلد۱۳)

نماز میں کپڑوں اور داڑھی پر ہاتھ پھیرنا

سوال:۔امام صاحب نماز شروع کرنے کے بعد اپنا ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنا کرتہ پائجامہ درست کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔امام کو ایسی فضول حرکتوں سے احتراز کرنا چاہیے ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے، اور عمل کثیر ہو کر نماز کے فساد کی بھی نوبت آجاتی ہے، لہذا ایسے افعال عبث ہے امام اور نمازیوں کو بچنا ضروری ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص۳۷۴ جلد۴، وکبیری ص۳۴۷)

مسئلہ:۔نماز نہایت خشوع وخضوع اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے، بلا ضرورت بدن کھجانا، بدن پر ہاتھ پھیرتے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص۲۹۰ جلد۷ واغلاط العوام ص۵۹)

نماز میں سونے چاندی کا استعمال کرنا

مسئلہ:۔مردوں کے لئے نماز وغیرہ میں سونے چاندی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے، سونے کی ناجائز ہے، سونا، چاندی

اوراس سے بنے ہوئے زیورات اورروپے سکے جیب میں رکھ کرنماز پڑھنے میں حرج نہیں، جائز ہے، اوراگر گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی کے ہوں اور بقیہ دوسرے دھات کے ہوں تو حرج نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۱۸۴ جلداول، آپ کے مسائل ص۳۱۰ جلد۳)

ناپاک کپڑے کا نمازی سے لگ جانا

سوال:۔ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اس کے قریب ایک کپڑا ناپاک پڑا ہوا ہے، جب رکوع یا سجدہ میں جاتا ہے تو وہ کپڑا اس کے جسم کے کسی حصہ سے چھو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کی نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔حامدًا ومصلیاً۔اگر ایک رکن کی مقدار تک اس کے بدن سے متصل (ملا ہوا) نہیں رہتا ہے بلکہ چھو کر فوراً جدا ہو جاتا ہے تو نماز درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۲۰۵ جلد۲)

مسئلہ:۔نمازی کے سامنے جوتے ہوں تو نماز ہو جاتی ہے، جوتوں پر اگر نجاست لگی ہوئی ہو توان کو صاف کر کے مسجد میں لانا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص۱۸۳ جلد۳)

مسئلہ:۔اگر بدن یا کپڑے پر اتنی نجاست لگی ہو جو نماز سے مانع ہو تو نماز نہیں ہوگی۔اگر بھولے سے نماز شروع کردی اور نماز میں یاد آیا تو فوراً نماز کو چھوڑ دے، اور نجاست کو دور کر کے دوبارہ پڑھے۔اوراگر نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا تب بھی دوبارہ نماز پڑھے۔

(آپ کے مسائل ص۳۰۸ جلد۲)

مسئلہ:۔ملازم ہسپتال جبکہ کپڑوں پر ناپاکی کی چھینٹ آتی رہتی ہوں تو ناپاک کپڑے بدل کر دوسرا پاک کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔ (فتاوی دارالعلوم ص۱۴۱ جلد۲ ردالمختار ص۳۷۳ جلداول)

مسئلہ:۔بعض نادانوں سے جب نماز پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ کپڑے دھلنے گئے ہیں، جمعہ کے دن آئیں گے تب سے شروع کریں گے اور بعض تو اس سے بھی بڑھ کر ہیں، کہتے ہیں کہ اب کی عید سے شروع کریں گے۔شاید ان کے پاس کوئی پروانہ آ گیا ہے کہ جمعہ یا عید تک یہ زندہ رہیں گے؟ (دواء العیوب ص۲۳، اغلاط العوام ص۵۸)

مسئلہ:۔بعض لوگ نماز ایسے پڑھتے ہیں کہ نہ کپڑے کی خبر کہ ایسا چھوٹا کپڑا (تہبند وغیرہ) باندھتے ہیں کہ رکوع وسجدہ میں ستر (وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہوتا ہے) کھل جاتا ہے۔

اگر چوتھائی گھٹنا ہی کھل گیا (اور ایک رکن کی مقدار کھلا رہا) تو نماز نہیں ہوگی، مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ (اغلاط العوام ص ۵۹)

مقتدی اور امام سے متعلق مسائل

۱۔ مقتدی کو چاہیے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اوصاف زیادہ ہوں اس کو امام بنائیں۔ اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جن میں امامت کی لیاقت ہو تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بنادیں۔ اور اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے لائق ہے، کسی نالائق کو امام کردیں تو ترک سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے سب سے زیادہ استحقاق امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو بشرطیکہ ظاہراً اس میں کوئی فسق وغیرہ نہ ہو، اور جس قدر قرأت مسنون ہے اسے یاد ہو۔

۲۔ پھر وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو یعنی عمدہ آواز سے اور قرأت کے قواعد کے موافق

۳۔ پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

۴۔ پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ عمر رکھتا ہو۔

۵۔ پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خلیق ہو۔

۶۔ پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوب صورت ہو۔

۷۔ پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو۔

۸۔ پھر وہ شخص جس کا سر سب سے زیادہ بڑا ہو۔

۹۔ پھر وہ شخص جو مقیم ہو، بہ نسبت مسافروں کے۔

۱۰۔ پھر وہ شخص جو اصلی آزاد ہو۔

۱۱۔ پھر وہ شخص جس نے حدث اصغر سے تیمم کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے حدث اکبر سے تیمم کیا ہو، جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو مثلاً وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو اور قرآن مجید بھی اچھا پڑھتا ہو زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو قرآن مجید

نہ اچھا پڑھتا ہو۔

۱۲۔ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحب خانہ امامت کے لئے زیادہ مستحق ہے، اس کے بعد وہ شخص اس کو امام بنادیں، ہاں اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر انہیں استحقاق ہوگا۔ (درمختار شامی وغیرہ)

جس مسجد میں امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں، ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنادے تو پھر مضائقہ نہیں۔ قاضی یا بادشاہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۱۳۔ بے رضامندی قوم کی امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جاتے ہوں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۱۴۔ فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر خدانخواستہ سوا ایسے لوگوں کے کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ (درمختار، شامی وغیرہ)

فاسق وہ شخص ہے جو ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہوتا ہو، مثل شراب خور، چغل خور، غیبت کرنے والے وغیرہ کے، بدعتی وہ ہے جو ایسا فعل عبادت سمجھ کر کرے جس کی اصل شریعت میں نہ ہو، نہ قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہو نہ احادیث سے نہ قیاس سے نہ اجماع سے۔ فاسق اور بدعتی میں فرق یہ ہے کہ فاسق گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے اور بدعتی گناہ کو عبادت سمجھ کر کرتا ہے، لہذا بدعتی کا مرتبہ فاسق سے بھی بدتر ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں زیادہ کراہت ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

۱۵۔ غلام اگرچہ آزاد شدہ ہو اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا اور نابینا کا یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو، اور ولدالزنا یعنی حرامی کا امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر یہ لوگ صاحب علم وفضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح کسی حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی داڑھی نہ نکلی ہو اور بے عقل کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر کسی کو کوئی ایسا مرض ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے مثل سپید داغ، جذام وغیرہ

کے تو ان کا امام بنانا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

(درمختار، علم الفقہ ص ۹۳ جلد ۲، ہدایہ ص ۷۷ جلد اول، کبیری ص ۳۶۵، شرح نقایہ ص ۸۶)

ان لوگوں کا امام بنانا اس لئے مکروہ ہے کہ اکثر غلام گنوار اور ولد الزنا کو علم دین حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا، غلام کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی، گنوار کو دیہات میں کوئی ذی علم نہیں ملتا، ولد الزنا کا کوئی تربیت کرنے والا نہیں ہوتا، علاوہ اس کے ان لوگوں کی امامت سے بعض لوگوں کو طبعی تنفر بھی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

۱۶۔ نماز کے فرائض اور واجبات میں، تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے، ہاں سنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدی کا ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں اس لئے کہ ہاتھوں کا اٹھانا ان کے نزدیک بھی سنت ہے۔ اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی المذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں کو ضروری نہیں۔ ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے، لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق بعد رکوع کے پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی بعد رکوع کے پڑھنا چاہیے۔ (ردالمختار وغیرہ)

۱۷۔ امام کو نماز میں زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے جو سب میں زیادہ صاحب ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قرأت وغیرہ کرے بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے۔ تا کہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلت جماعت کا سبب ہو جائے۔ (علم الفقہ ص ۹۳ جلد اول، بخاری ص ۹۷ مسلم ص ۱۸۸ جلد اول)

حدیث میں آیا ہے کہ امام کو تخفیف اور آسانی کرنا چاہیے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے بہت ڈانٹا کیونکہ وہ نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے جس سے ان کی قوم کو تکلیف ہوتی ہے، ایک مرتبہ ایک بچہ کے رونے کی آواز سن کر آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پر اکتفاء کی تھی

کیونکہ ماں اس کی نماز میں تھی۔ (حاشیہ علم الفقہ ص ۹۳ جلد ۲)

کیا امامت کے لئے نسب کا لحاظ ضروری ہے؟

مسئلہ:۔ امامت کے لئے ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں، افضلیت کا لحاظ ہے، اور یہ کہ جماعت میں کمی نہ آئے اور نمازی منتشر نہ ہوں، پس نمازیوں میں سے جو افضل ہو وہ امامت کا حقدار ہے تاکہ نماز صحیح اور کامل ادا ہو جائے اور مقتدی زیادہ سے زیادہ نماز میں شریک ہوں۔ پس کسی ایسی قوم کا آدمی جس کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں، اگر علم اور تقویٰ میں سب سے بڑا ہوا ہے، اور اس بناء پر لوگ اس کا ادب کرتے ہیں تو بلاشبہ اس کے پیچھے نماز درست ہے، کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں، البتہ اگر اس کے افعال ایسے ہیں کہ جن کی بناء پر وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل اور بے وقعت ہے تو اس بناء پر اس کو امام بنانا مکروہ ہے کہ لوگ جب اس کی عزت اور وقعت نہیں کرتے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہی پسند نہیں کریں گے اور جماعت میں کمی آئے گی۔

افضل کو امام بنانے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگ اس کو پسند کر کے شرکت کریں گے اور جماعت بڑھے گی۔ اور افضل امام وہ ہے جو شرعی احکام سے سب سے زیادہ واقف ہو، قرآن شریف تجوید وصحت کے ساتھ پڑھتا ہو، پرہیزگار ہو، صحیح العقیدہ ہو، اور اعلیٰ نسب والا ہو، حسین وجمیل اور معمر ہو، نسبی شرافت، خوش اخلاق اور پاکیزہ لباس والا، امامت کا زیادہ حقدار ہے کہ لوگ رغبت سے اس کی اقتدا کریں گے اور جماعت بڑی ہو،

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸ جلد ۳ شرح نقایہ ص ۸۶ جلد اول، تکمیل الایمان ص ۸۷)

مسئلہ:۔ اگر ایک مسجد میں دو امام اس لئے ہیں کہ ایک امام چند لوگوں کو نماز پڑھائے پھر دوسرا امام اسی نماز کو دوسرے لوگوں کو پڑھائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر منشاء یہ ہے، کہ دونوں امام رکھ لیے جائیں کبھی ایک امام نماز پڑھائے اور کبھی بضرورت دوسرا تو اس کی گنجائش ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶۹ جلد ۳ عالمگیری ص ۵۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ بعض جگہ امام ایسے ہیں کہ لوگوں کی نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے، اور اس میں مقتدی ہی خرابی کا سبب ہوتے ہیں یعنی امام کا تقرر کرتے وقت اس کی صلاحیت واہلیت کو نہیں دیکھتے

، بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جو سب سے نکما ہوتا ہے اس کو ارزاں سمجھ کر (کم تنخواہ پر) امامت کے لیے تجویز کیا جاتا ہے چاہے اس کو قرآن بھی صحیح پڑھنا نہ آتا ہو، خواہ اس کو مسائل بھی یاد نہ ہوں، کچھ بھی ہو مگر چونکہ سستا ہے اس لئے امام بنالیتے ہیں۔ (اغلاط العوام ص ۶۹)

حالانکہ ہر دنیوی کام کے لئے ذی ہنر اور ذی لیاقت کو تلاش کیا جاتا ہے اور خدا کے روبرو جو سب کی طرف سے وکیل وضامن بن کر کھڑا ہوتا ہے وہ چھانٹ کر ایسا ستا رکھا جاتا ہے جس میں نہ کمال اور نہ جمال، نہ علم وعمل، ہائے افسوس، خدا کے یہاں کیا جواب دو گے۔ (محمد رفعت قاسمی)

بقیہ رکعتیں پوری کرنے والے کی اقتداء نہ کیا جائے

مسئلہ:۔ امامت کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا مقتدی ہو وہ خود امامت نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص نماز عصر کی جماعت میں اس وقت شریک ہوا جب امام آخری رکعتوں کے دو سجدے کر رہا تھا، امام نے سلام پھیر دیا اور یہ شخص اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا، اتنے میں ایک اور شخص آیا اور نماز عصر کی نیت کر کے اس مقتدی کے ساتھ جو اپنی رہی ہوئی رکعتیں پوری کر رہا تھا، کھڑا ہو گیا (اس مقتدی کو اپنا امام بنالیا اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگا) تو اس دوسرے شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ کسی مسبوق (یعنی کچھ رکعت ہونے کے بعد شامل ہونے والے) کی اقتداء صحیح نہیں ہے، خواہ امام کے ساتھ ایک رکعت میں شریک ہوا ہو یا اس سے کم میں، ہاں یہ شکل ہو سکتی ہے کہ مسجدوں میں نمازیوں کا اژدحام (بھیڑ) ہے اور کوئی شخص آکر آخر صفوں میں شامل جماعت ہوا، دور ہونے کی وجہ سے اسے امام کی حرکات کی خبر نہیں، لہذا وہ مقتدیوں میں سے کسی کی پیروی کرنے لگا تاکہ جو رکعتیں جاتی رہی ہیں ان کو یاد کر لے لیکن یہ پیروی اقتداء کی نیت سے نہ ہو تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی کیونکہ وہ دونوں اپنے سابق امام کے ساتھ منسلک متصور ہوں گے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۵۹ جلد اول) (اور اگر یہ پیروی اقتداء کی نیت سے ہوگی تو نماز درست نہ ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی)

امام رکھنے کی گنجائش نہیں تو کیا کریں؟

سوال:۔اگرکسی شہر میں مسجدوں کی کثرت ہواور نمازی کم ہوں، ہرایک مسجد میں امام مقرر کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، اگر متصل محلہ والے مل کرایک مسجد میں امام مقرر کرلیں اور دیگر مساجد چھوڑ کرایک مسجد میں باجماعت امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔بہتر یہ ہے کہ حتی الوسع سب مسجدوں کوآباد کریں اور تھوڑے تھوڑے نمازی سب مسجدوں میں نماز پڑھیں، بحالت مجبوری جیسا موقع ہوکریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ٦٧ جلد٣ بحوالہ ردالمختار ص ٦١٧ جلداول باب المساجد)

جب کوئی مقتدی نہ پہنچے تو امام کے لئے حکم

مسئلہ:۔امام مقرر تنہا مقتدی کے نہ آنے کی وجہ سے نماز پڑھ سکتا ہے اوراس صورت میں ترک جماعت کا گناہ امام پرنہیں ہے بلکہ جب کوئی نہ آئے توامام صاحب اذان واقامت کہہ کرتنہا نماز پڑھ لیا کریں۔اس میں جماعت کاثواب ان کوحاصل ہوگااور مسجد کابھی حق اداہوگا۔

مسئلہ:۔اذان کہہ کراسی مسجد میں نماز پڑھنی چاہیے۔دوسری مسجد میں جماعت کے لئے نہ جاناچاہیے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ٣٣ جلد٣)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

مسئلہ:۔مسجد میں لوگ نمازاور وظائف وغیرہ میں مشغول نہ ہوں توسلام کرےاوراگر مشغول ہوں یامسجد میں کوئی نہ ہوتو داخل ہوتے وقت یہ کہے۔"السلام علینا من ربنا وعلیٰ عباد الله الصالحين۔(فتاویٰ عالمگیری ص......جلد٥)اوراگربعض فارغ ہوکر بیٹھے ہوں تو اگرفارغین اتنے دورہوں کہ ان کوسلام کرنے سے یاان کے سلام کے جواب سے ان مشغولین کوحرج نہ ہوتا ہوتوسلام کی اجازت ہے۔ورنہ نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ٢١٣ جلد٢)

☆☆

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعاء

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ یہ دعاء پڑھے۔ اللھم افتح لی ابواب رحمتک۔ اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعاء پڑھنی چاہئے۔ اللھم انی اسئلک من فضلک (مظاہر حق ص ۴۰۶ جلد اول)

تارک جماعت کا گھر جلانا

مسئلہ:۔ حدیث شریف میں تجدیداً بے شک ایسا وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایسا ارادہ کیا تھا کہ جو گ نماز میں نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں، لیکن عورتوں اور بچوں کی وجہ سے ایسا نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آگ لگانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپؐ نے بھی آگ نہیں لگائی۔

ترک جماعت پر عمداً مواظبت کرنا بلا عذر گناہ کبیرہ اور موجب فسق ہے لیکن ایک دو مرتبہ اتفاقاً اگر جماعت چھوٹ گئی تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۸ جلد ۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۹۵ جلد اول، رد المختار ص ۵۱۵ جلد اول باب الامامت)

مسئلہ:۔ بلا عذر شرعی مسجد کی نماز چھوڑ کر گھر پر ہی پڑھنا بہت بڑی محرومی ہے اور اسلام کے بڑے شعار کو ترک کرنا ہے۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید ہے، ایک حدیث میں اس کی نماز کو نا قابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸٦ جلد ۲ بحوالہ ابوداؤد شریف ص ۸۱ جلد اول)

امام کی عداوت کی وجہ سے ترک جماعت

سوال:۔ مؤذن جس کا یہ اعتراض ہے کہ پیش امام کو مجھ سے عداوت ہے، اسی وجہ سے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور اس کی اذان مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ یہ عذر ترک جماعت کا شرعاً لغو اور غلط ہے اور ترک جماعت کی عادت کر لینا اور ہمیشہ ترک جماعت کرنا موجب فسق ہے اور فاسق کی اذان مکروہ ہے اور اعادہ (لوٹانا) اس کا مستحب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵ جلد ۳ بحوالہ شامی ص ۳٦۵ جلد......)

اگر چہ اس کی نماز علیحدہ بغیر جماعت کے پڑھنا جائز ہوتی ہے مگر جماعت کے

ثواب سے محروم رہتا ہے اور جماعت کے چھوڑنے کا گناہ الگ ہے۔ (رفعت قاسمی)
مسئلہ:۔ کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام بے قصور ہو تو مقتدیوں کی ناراضگی کا اثر نماز میں کچھ نہیں، امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے۔ اور اگر امام قصوروار ہے اور اس وجہ سے مقتدی ناخوش ہیں تو امام کے اوپر مواخذہ ہے اور اس کو امام ہونا مکروہ ہے۔ اور مورد حدیث من تقدم قوما الخ اگر وہی امام ہے جس کے اندر خلل ونقص ہو، ورنہ مقتدی گناہ گار ہیں کہ بے وجہ ناراض ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۴ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۲۴ جلد اول)

نماز کب توڑنا چاہیے؟

مسئلہ:۔ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے، کبھی مستحب اور کبھی مباح اور کبھی واجب، اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز توڑنا حرام ہوگا اور جماعت میں ملنے کی کے لئے توڑنا مستحب اور مال ضائع ہو رہا ہو تو نماز کی نیت توڑنا مباح ہے اور جان بچانے کے لئے نماز کی نیت توڑنا واجب ہے۔ (درمختار ص ۶۴۹ جلد اول)

محلّہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو؟

سوال:۔ محلّہ کی مسجد میں جماعت کا انتظام نہیں ہے تو دوسرے محلّہ کی مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ اپنے محلّہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے۔ پس اس شخص کو اپنے محلّے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نہ جانا چاہیے۔ شامی میں ہے کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اگر تنہا بھی نماز پڑھنی پڑے تو وہیں اذان کہہ کر نماز پڑھے اور اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نہ جائے۔ لان لہ حقا علیہ فھو یو دیہ الخ۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۳ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۶۱۷ جلد اول) (اپنی مسجد ویران ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو چلا جائے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسجد میں جماعت نہ مل سکے تو کیا کرے؟

مسئلہ:۔ ایک مسجد میں اگر جماعت ہو چکی ہو تو اگر اُمید دوسری مسجد میں جماعت کے ملنے کی ہو تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنا بہتر اور موجب ثواب ہے، سلف میں اکابر

امت ایسا کیا کرتے تھے کہ ایک مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جاتے تھے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۵ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۱۸ جلد اول، علم الفقہ ص ۹۸ جلد ۲ امداد الاحکام ص ۵۰۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسجد پہنچ کر معلوم ہوا کہ جماعت ہو چکی ہے تو دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جانا واجب نہیں ہے۔ (اگر) جانا چاہے تو جا سکتا ہے منع نہیں ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۲۲ جلد ۴ بحوالہ مسائل ارکان ص ۵۵ و آپ کے مسائل ص ۲۳۳ جلد ۳)

شیعہ کا سنیوں کی جماعت میں شرکت کرنا

مسئلہ:۔ جماعت میں اگر کوئی شیعہ درمیان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو سنیوں کی نماز میں اس صورت میں کچھ نقصان اور خلل نہ ہوگا لیکن آئندہ اس رافضی سے کہہ دیں کہ یا تو وہ اپنے مذہب سے توبہ کرے، ورنہ مسلمانوں کی جماعت میں نہ آیا کرے، اور اس کو قبرستان میں دفن نہ کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۲ جلد ۳)

مسئلہ:۔ سنی، شیعہ کی مساجد میں شیعہ سنی کی مساجد میں نماز ادا کر سکتے ہیں نماز ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۹۸ جلد ۴، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے یا ذبح کرنے کی جگہ پر نیز عام گزرگاہ، نہانے کی جگہ اور اونٹوں (عام جانوروں) کو پانی پلانے کی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ نجاست سے محفوظ رہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۴۰ جلد اول)

مسجد کی جماعت میں کیسے لوگ شریک نہ ہوں

مسئلہ:۔ جو شخص کہ حفظ امن میں خلل انداز ہو اور باعث شر و فساد ہو اور نمازیوں کو تکلیف دہ اور ایذاء رساں ہو اور اس کا فعل موجب اشتعال ہو اس کو جماعت سے روکنا قانون شرع کے مطابق ہے حدیثیں اور آثار اور اقوال فقہاء اس پر صاف دلالت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کچا لہسن، پیاز کھانے والوں کو مسجد سے روک دیا بلکہ مسجد سے نکال دیا۔ نیز آپ ﷺ نے ان عورتوں کو جو خوشبو لگائے ہوئے ہوں، مسجد میں آنے سے بخوف فتنہ منع کر دیا۔ نیز

آپ ؐ نے ان لوگوں کے حق میں جو نمازی کے سامنے سے چلے جائیں جس سے نمازی کے خشوع وخضوع میں فرق آنے کا احتمال ہے اگر چہ نماز نہیں جاتی۔ فرمادیا" روکو"

نیز آپ ؐ نے اس شخص کو جس نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا، امامت سے معزول کردیا اور اس کو خدا اور رسول کا موذی قرار دیا تھا۔

فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ کچی لہسن و پیاز کھانے والوں کو ایسے ہی گندہ دہن (منہ کے مریض) اور جذامی اور مبروص اور ماہی فروش کو اور کل (ہر ایک) موذی کو اگر وہ زبان سے ایذا پہنچاتا ہو مسجد میں آنے سے روک دینا چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۵۵ جلد ۳ بحوالہ مسلم شریف ۲۰۹ جلد اول ومشکوٰۃ شریف ص ۹۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ گندہ دہنی کا مریض جماعت میں شریک نہ ہو، تنہا علیٰحدہ نماز پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴ جلد ۳ ردالمحتار ص ۶۱۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ جذامی کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ مسجد میں نہ آئے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور گھر میں نماز پڑھے، پس جماعت کے چھوڑنے میں اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، بلکہ اس کو یہی حکم ہے اور جماعت میں شریک ہونا اس کے لئے مکروہ ہے اور گناہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۱ جلد ۳ بحوالہ درمختار ص ۶۱۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ جذامی سے جمعہ وجماعت ساقط اور معاف ہے اسی وجہ سے کہ وہ مسجد میں نہ آئے۔ پس جذامی کو چاہیے کہ وہ جماعت میں شریک نہ ہو، اور جو لوگ جذامی شخص سے علیٰحدہ رہیں اور احتراز کریں ان پر کچھ ملامت نہیں ہے کہ جذامی سے بھاگنے اور بچنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔ مجذوم کو گھر پر نماز پڑھنے میں بھی جماعت کا ثواب ملے گا جبکہ وہ جماعت کا شوق دل میں رکھتا ہو۔ (امداد الاحکام ص ۵۰۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسلمان حلال خور (بھنگی) مسجد میں باجماعت نماز ادا کرسکتے ہیں اور مسجد کے حوض سے وضو بھی کرسکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸ جلد ۳)

مسجد میں آتے وقت اتنا لحاظ رہے کہ صاف ستھرا اور پاک لباس جسم پر اور جسم بھی

پاک صاف ہو،نجاست اور بدبو نہ جسم پر ہواور نہ لباس پر ہو۔اور یہ سب ہی کے لئے ضروری ہے۔عام مسلمان نمازیوں کی طرح یہ لوگ بھی ہیں،جس طرح اورعاقل بالغ مسلمانوں پر جماعت کی شرکت واجب ہے،ان نومسلم بھنگیوں وغیرہ پر بھی واجب ہے۔

(محمد رفعت قاسمی)

جس کو جماعت نہ ملے وہ نماز کہاں پڑھے؟

سوال:۔جس شخص کونماز جماعت سے نہیں ملی،اس کو مسجد میں اپنے فرض پڑھنا افضل ہے یا مکان میں؟

جواب:۔اگر مسجد سے باہر جماعت ہو سکے تو یہ افضل ہے،ورنہ فرائض کے لئے مسجد ہی افضل ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۴ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۳۶۷ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے،گھر پر عورتوں بچوں کو شامل کر کے جماعت کرلے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔مردوں کو گھر پر جماعت نہ کرنی چاہیے بلکہ مسجد میں آئیں اور شریک جماعت ہوں،اگر کبھی اتفاق سے جماعت نہ ملی تو بصورت مذکور گھر پر کریں،یہ نہیں کہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھروں پر جماعت کرنا سنت ہے،ایسا نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۴ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۱۸)

مسئلہ:۔مکان میں تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے محلہ کی مسجد کی اذان واقامت کافی ہے،لیکن کہنا بہتر ہے،مگر عورتوں کے مکروہ ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶ جلد ۳ نورالایضاح ص ۶۱)

جماعت سے الگ جو نماز پڑھے؟

سوال:۔جماعت ہو رہی ہو اور کوئی شخص بوجہ مخاصمت (لڑائی) امام،جماعت میں شامل نہ ہو اور جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی الگ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔نماز ہوگئی مگر وہ شخص گنہگار ہوگا اور فاسق ہوا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۷ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۱۶ جلد اول باب الامامت)

تنہا شخص نماز گھر میں پڑھے یا مسجد میں؟

سوال:۔ زید مسجد میں اکیلا نماز پڑھتا ہے اور بکر گھر میں نماز پڑھتا ہے، دونوں کے ثواب میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو شخص مسجد کی جماعت کی نماز چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کا عادی ہے اور ترک جماعت پر مصر ہے وہ فاسق ہے احادیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اگر بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو ان کے گھروں کو آگ لگا دیتا جو مسجد میں آکر جماعت سے نماز نہیں پڑھتے۔ پس جو شخص مسجد میں آکر اکیلا نماز پڑھا کرے اور جماعت کا خیال نہ کرے اور اپنی عادت ترک جماعت کی کرے یا گھر میں اکیلا نماز پڑھنے کا عادی ہو اور ترک جماعت کرتا ہو، دونوں فاسق اور دونوں مرتکب امر حرام کے ہیں۔

ان میں کس کو کہہ دیا جائے کہ زیادہ ثواب فلاں کو ہے اور فلاں کو نہیں، دونوں ہی گنہگار ہیں۔ دونوں کو یہ لازم ہے کہ جماعت کی پابندی کریں، نہ گھر میں تنہا نماز پڑھیں اور نہ مسجد میں بغیر جماعت کے پڑھیں۔ مجبوری سے اتفاقاً جماعت فوت ہو جائے (چھوٹ جائے) تو یہ دوسری بات ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۷ جلد ۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۹۷ جلد اول باب الجماعۃ وغنیۃ ص ۴۷۴)

گھر پر مستقل جماعت کرنا

مسئلہ:۔ دائمی طور پر مسجد کو چھوڑ کر اپنے گھر پر باقاعدہ جماعت کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے اور ترک جماعت مسجد دائمی طور سے معصیت ہے اور اصرار اس پر فسق ہے ایسے شخص کی شہادت بھی قبول نہیں ہوتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷ جلد ۳ بحوالہ رد المحتار ص ۵۱۸ جلد اول)

ناجائز کی کمائی سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ زانیہ کی بنائی ہوئی مسجد حکم مسجد میں ہوگئی، یہاں تک کہ ورثاء کا حق اس سے منقطع ہوگیا اور اس میں کسی کا تصرف خلاف وقف ناجائز ہوگیا، نہ اس کو ڈھا سکتے ہیں نہ اس کو بیچ

کر دوسری مسجد میں اس کی قیمت لگا سکتے ہیں لیکن اس میں نماز پڑھنے سے ثواب کامل نہ ملے گا۔ گو فرض ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ (امداد الاحکام ص ۴۴۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے اور گھر میں تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ اس مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۷ جلد ۳)

مسئلہ:۔ غصب کی ہوئی زمین مں نماز ہو جاتی ہے، مگر جانتے ہوئے بغیر مجبوری کے اس جگہ نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے مالک سے اجازت حاصل کر لی جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۷۵ جلد ۴، عالمگیری ص ۶۹ جلد اول، طحطاوی ص ۲۰۹ جلد اول)

مسجد کے دور ہونے پر جماعت کا حکم

مسئلہ:۔ بازار اگر ایک میل کی مقدار میں وسیع ہو اور اس میں صرف ایک مسجد ہو تو سب پر نماز جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے مگر جن کو کوئی عذر ایسا ہو جیسے بیماری یا بارش یا سردی وغیرہ ہو تو ان کو ترک جماعت درست ہے (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶ جلد ۳ بحوالہ عالمگیری ص ۷۷ جلد اول)

افطار کی وجہ سے دیر میں جماعت کرنا

سوال:۔ مسجد میں مغرب کی اذان کے ساتھ روزہ افطار کر کے کھانے پینے لگتے ہیں جس میں اکثر لوگ تو نیچے بیٹھ کر روزہ افطار کرتے ہیں، اذان ہونے کے دس منٹ بعد کا وقفہ کر کے جماعت کھڑی ہوتی ہے ، اور بعض حضرات چھت پر افطار کرتے ہیں، مگر چھت والے جماعت میں شریک نہیں ہوتے، جب نیچے جماعت ہو جاتی ہے تب چھت والے دوسری جماعت کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بہتر یہ ہے کہ جماعت اولیٰ میں شامل ہوں اور جماعت کے ہوتے ہوئے پینے میں مشغول نہ ہوں، الا بضرورةِ شدیدة۔ اور نیچے والوں کو چاہیے کہ کچھ اور وقفہ (مکروہ وقت نہ ہو) کر دیں تا کہ سب لوگ باطمینان کچھ کھا کر شامل جماعت ہو جائیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷ جلد ۳ بحوالہ رد المختار ص ۵۱۶ جلد اول باب: الامامت)

مسئلہ:۔ جماعت میں اس قدر تاخیر ہو جائے کہ وقت مکروہ نہ ہو اور دوسرے نمازیوں کو تکلیف

نہ ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۷۴ جلد ۳ بحوالہ عالمگیری ص ۵۳ جلد اول)

مسئلہ:۔فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض مواقع میں کسی شریر شخص کی بھی امام رعایت کرسکتا ہے جب اس سے کسی فساد کا اندیشہ ہو۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۸ جلد ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۳۷۲ جلد اول)

جس مسجد میں امام ومؤذن متعین نہ ہوں

مسئلہ:۔ایسی مسجد میں جس میں امام ومؤذن وجماعت متعین نہ ہوں جماعت ثانیہ جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۱ جلد ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۱۶ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۵ جلد ۱۴)

مسئلہ:۔مسجد میں جماعت ہوجانے کے بعد مکان یا جنگل میں جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے، جنگل میں یا مکان میں اذان وتکبیر کہنا افضل ہے، صرف تکبیر کہنا بھی کافی ہے۔مکان میں نماز پڑھیں تو اس محلّہ کی مسجد میں جو اذان ہوگئی ہے وہی کافی ہے۔(اگر جماعت کرنی ہوتو)صرف تکبیر کہہ لے۔مسجد کی فرش کے بیچ میں جو حوض ہے یا مسجد کی چھت، سب مسجد کے حکم میں ہیں، ہاں کوٹھری وضو خانہ وغیرہ جو خارج ہیں ان میں جماعت ثانیہ جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۲ جلد ۳ بحوالہ عالمگیری ۵۲ جلد اول وامداد الفتاویٰ ص ۳۶۲ جلد اول وامداد الاحکام ص ۴۹۷ جلد اول)

جماعت کے لیے عورتوں کا جانا

مسئلہ:۔اس زمانہ میں بلکہ بہت پہلے سے عورتوں کا جماعت میں شریک ہونے کے لئے مسجد وعیدگاہ میں جانا ممنوع ومکروہ ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے ہی میں یہ ممنوع ہوچکا تھا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۹ جلد ۳ بحوالہ مسلم شریف ص ۱۸۳ جلد اول باب خروج النساء الی المساجد)

گھر میں عورتوں کے ساتھ جماعت کرنا

مسئلہ:۔عورتوں کی جماعت تنہا کرنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا عورتوں کی جماعت نہ کریں۔یعنی اس طرح کہ امام بھی عورت ہو، جماعت نہ کریں۔اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے، گھر پر عورتوں، بچوں کو شامل کرکے جماعت کرلیں، یہ نہیں کہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھروں پر جماعت کرنا سنت ہو، ایسا نہیں ہے۔چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ لکھا

ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ ایک قوم میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے تھے، مسجد میں آئے تو جماعت ہو چکی تھی، اس وقت آپؐ نے اپنے مکان میں اہل وعیال کو جمع کر کے نماز با جماعت ادا فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ گھر میں جماعت کرنا ایسی حالت میں ہے کہ مسجد میں جماعت نہ ملے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۴۴ جلد ۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۹۵ جلد اول، رد المختار ص ۵۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ شوہر اور بیوی اگر اپنی الگ الگ نماز پڑھتے ہیں تو کوئی کراہت نہیں اس میں ایک فٹ کا یا کم وبیش فاصلہ بھی کوئی شرط نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۲۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔ اپنی بیوی اور محرم عورت کے ساتھ جماعت جائز ہے وہ پیچھے کھڑی ہو جائے محرم عورت کو پردہ میں کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں. اگر جماعت کرنی ہو تو عورت برابر میں کھڑی نہ ہو. بلکہ اس کو الگ صف میں پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۲۸ جلد ۳)

تصویر والے مصلّے پر نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر ہے تو ان پر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ ان پر کپڑا چڑھانے کی ضرورت ہے نہ ان کو فروخت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تصویر سے خانہ کعبہ کی تعظیم میں بھی کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ تصویر کا حکم عین شے کا حکم نہیں ہوتا۔ دوسرے خانہ کعبہ میں جب نماز پڑھی جاتی ہے تو وہاں بھی زمین کا پیروں کے نیچے ہونا بطریق اولیٰ تعظیم کے منافی نہ ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۱۱ جلد ۷ بحوالہ غنیۃ ص ۳۱۴)

جماعت میں صف بندی کیوں؟

نماز کے لئے جو اجتماعی نظام ''جماعت'' کی شکل میں تجویز کیا گیا ہے: اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ ''لوگ صفیں بنا کر برابر برابر کھڑے ہوں۔''

ظاہر ہے کہ نماز جیسی اجتماعی عبادت کے لئے اس سے زیادہ حسین وسنجیدہ اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی، پھر اس کی تکمیل کے لئے آپؐ نے تاکید فرمائی کہ صفیں بالکل سیدھی ہوں، کوئی شخص ایک انچ نہ آگے ہو اور نہ پیچھے، پہلے اگلی صف کو پوری کر لی جائے، اس

کے بعد پیچھے صف شروع کی جائے۔ چھوٹے بچے پیچھے کھڑے ہوں اور اگر عورتیں جماعت میں شریک ہوں تو اس کی صف سب سے پیچھے ہو۔ امام سب سے آگے اور صفوں کے درمیان میں کھڑا ہو۔

ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا مقصد جماعت کی تکمیل اور اس کو زیادہ مفید اور موثر بنانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی ان باتوں کا عملاً اہتمام فرماتے اور وقتاً فوقتاً امت کو بھی ہدایت و تلقین فرماتے اور ان کا ثواب بیان فرما کر ترغیب دیتے، نیز ان امور میں لاپرواہی کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرماتے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔

(معارف الحدیث ص۲۰۴ جلد۳)

رکعت چھوٹنے کی وجہ سے صف سے دور نیت باندھنا

سوال:۔ امام رکوع میں ہو اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو رکوع نہیں ملتا تو ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھ لے تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب:۔ صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت نکل جائے، اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۲۰۶ جلد اول، کبیری ص۵۷۵)

مسئلہ:۔ مسجد میں شیشے کی کھڑکیاں اور دروازے ہوتے ہیں کہ جن میں نمازی کو اپنا عکس نظر آتا ہے، اگر اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں (آپ کے مسائل ص۳۱۲ جلد۳)

صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟

سوال:۔ اگلی صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ درمیان میں یا کونے میں؟

جواب:۔ صف میں جگہ نہ ہو تو امام کے رکوع کرنے تک انتظار کرے، اگر کوئی آجائے تو اس کے ساتھ امام کی سیدھ میں صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے، اگر کوئی نہ آئے تو تنہا ہی امام کے سیدھ میں کھڑا ہو جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۲۰۶ جلد اول بحوالہ شامی ص۵۳۱ جلد اول، امداد الاحکام ص۵۴۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ جونمازی دیوار کے پاس ہوتا ہے تو جب رکوع میں جاتا ہے تو سرین (کولھے) دیوار سے لگتے ہیں اس لئے تھوڑا سا آگے کو بڑھنا پڑتا ہے اور اٹھتے وقت تھوڑا سا پیچھے کو ہٹنا پڑتا ہے، جگہ کی تنگی کی وجہ سے اتنی قلیل حرکت سے نماز فاسد نہیں ہوتی (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۸ جلد ۱۰)

تجارت کی وجہ سے ترک جماعت کرنا

سوال:۔ زید تاجر ہے وہ اپنے نوکر یا کسی ساتھی پر اپنے کاروبار کا اعتماد نہیں کرسکتا کہ وہ ان لوگوں پر چھوڑ کر مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے جائے اگر جاتا ہے تو خیالات منتشر ہوتے ہیں تو کیا حکم ہے کہ وہ دوکان پر نماز پڑھے یا مسجد میں جائے، اس لئے کہ مسجد جانے میں بہت تکلفات کرنے پڑتے ہیں۔

جواب:۔ اگر اندیشہ نقصان کا ہے اور دوکان بند کرنا دشوار ہے تو وہ شخص دوکان پر نماز پڑھ لے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۳ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۱۹ جلد اول)

مشق کے لئے بچوں کی جماعت کرانا

مسئلہ:۔ بچوں کو اگر بطور تعلیم نماز کی مشق کرائی جائے اور وہ جماعت کرتے ہیں تو ان کی جماعت (امام) کے مصلے سے (محراب سے) علیحدہ کرائی جائے اور وہ تکبیر بھی کہیں گے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۶۱ جلد ۳)

صف اول کس کو کہتے ہیں

سوال:۔ صف اول کس کو کہتے ہیں؟ اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف آگے بڑھادی جائے، اور وہ منبر کیوجہ منقطع ہوجائے، اور مقتدی امام کے قریب دائیں بائیں کھڑے ہوں تو یہ صف، صف اول ہوگی یا اس کے پیچھے والی صف، صف اول ہوگی، اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس طرح صف بنانا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صف اول وہ ہے جو امام کے قریب ہو، مؤذن اقامت کے لئے پیچھے کھڑا ہوتا ہے، اس کے ساتھ نمازیوں کی جو صف ہے وہ صف اول ہی شمار ہوگی پیچھے جماعت خانہ اور صحن میں اور اوپر بھی جگہ نہ ہو تو نمازیوں کو امام کے قریب ہوجانا بلا کراہت درست

ہے (جبکہ ایڑی امام کے ایڑی کے پیچھے ہو) جگہ ہوتے ہوئے امام کے ساتھ صف بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ (کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ) ایک سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ لہذا اگر دو مقتدی ہوں اور امام ان کے درمیان کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار مع شامی ص ۵۷۱ جلد اول)

نیز مقتدیوں کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں جماعت نساء (عورتوں کی جماعت کے) ساتھ مشابہت لازمی آتی ہے، یہ بھی ایک وجہ کراہت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۶ جلد ۴)

زبردستی صف اول میں گھس جانا

مسئلہ:۔ جب نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے جائے تو شروع ہی سے پہلی صف میں جہاں جگہ ملے بیٹھے۔ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھنا اور بعد میں دھکے بازی کر کے پہلی صف میں گھس جانا نمازیوں کو تکلیف پہنچانا ہے، اور یہ حرکت نازیبا اور سخت مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۴ جلد ۴)

بالغ، کم عقل کا صف اول میں کھڑا ہونا

مسئلہ:۔ جو بالغ لڑکا پاگل کی طرح ہو، نماز کی عظمت نہ سمجھتا ہو، ناپاکی کا خیال نہ کرتا ہو، اور نماز میں بے جا حرکتیں کرتا ہو، جس کی وجہ سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو تو اس کو بالغوں کی صف میں کھڑے ہونے سے روکا جائے اور اگر کھڑا ہو گیا ہو تو اس کو پیچھے کیا جا سکتا ہے، فقہاء نے ایسے شخص کو بچے کے حکم میں داخل کیا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۵ جلد ۴ بحوالہ شامی ص ۵۴۱ جلد اول باب الامامت)

تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک ہے؟

مسئلہ:۔ پہلی رکعت کے رکوع تک شامل ہو جانے سے تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۵۰ جلد ۳ بحوالہ شامی ص ۳۵۳ جلد اول، امداد الفتاویٰ ص ۱۸۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ تکبیر اولیٰ کی فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو امام کے تحریمہ کے وقت موجود ہو، بعض

نے اس میں زیادہ وسعت دی ہے کہ جو شخص قرأت شروع کرنے سے پہلے شریک ہو جائے، اور بعض نے مزید وسعت دی ہے کہ جو قرأت ختم ہونے سے پہلے شریک ہو جائے اس کو بھی فضیلت حاصل ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۹۴ جلد ۳)

نماز میں مونڈھے نرم کرنا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے مونڈھے نماز میں نرم رہیں۔

تشریح:۔ نماز میں نرم مونڈھے کی توضیح وتشریح میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے مختصر یہ کہ اگر کوئی شخص جماعت میں اس طرح کھڑا ہو کہ صف برابر نہ ہوئی اور پیچھے سے اگر کوئی شخص آ کر اس کا مونڈھا پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا ہو جانے کے لئے کہے تو وہ ضد اور ہٹ دھری اور تکبر نہ کرے بلکہ اس شخص کا کہنا مان لے اور سیدھا کھڑا ہو کر صف برابر کر لے۔

دوسرے معنی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص صف میں آ کر کھڑا ہونا چاہے اور جبکہ صف میں جگہ بھی ہو تو اس سے منع نہ کرے، بلکہ صف میں کھڑا ہو جانے دے۔

اس کے تیسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مونڈھوں کو نرم رکھنا، نماز میں خشوع وخضوع اور سکون اور وقار کے لئے یہ کنایہ ہے یعنی نماز میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو نہایت خاطر جمعی اور اطمینان و وقار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ (مظاہر حق ص ۷۶ جلد ۲)

پہلے زمانہ میں مساجد میں صفوں کا اہتمام نہیں ہوا کرتا تھا، بغیر مصلے کے جماعت ہوتی تھی جس سے صفیں ٹیڑھی ہو جایا کرتی تھی۔ اب ماشاءاللہ چھوٹی سے چھوٹی مسجد میں صحیح صفیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لئے اب امام اور مقتدیوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ صفوں کے سیدھے پن کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا خیال رکھیں کہ کندھے سے کندھے ملانا ضروری ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو درمیان میں فصل وخلاء رہے گا اور یہ مکروہ ہے اور ٹخنے کے برابر ٹخنہ رکھنا ضروری ہے، ان کا آپس میں ملانا ضروری نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

☆☆

صفوں سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔نماز میں مقتدیوں کامل کر کھڑا ہونا اور بیچ میں خالی جگہ نہ چھوڑنا سنت ہے۔قدم کا قدم سے ملانے کا مطلب یہ ہے کہ سیدھ میں اور برابر رہیں آگے پیچھے نہ ہوں۔

مسئلہ:۔ٹخنہ ٹخنے کی سیدھ میں ہونا چاہیے اور مونڈھا مونڈھے کی سیدھ میں ہونا چاہیے۔اس سے صف سیدھی ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ٹخنے اور ایڑیاں برابر کر کے کھڑے ہوں آگے سے انگلیوں کو برابر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۹۶ جلد ۷ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲۷ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۳۱ جلد اول باب الامامت)

مسئلہ:۔اگر پہلی صف میں جگہ نہیں ملی تو انتظار کرے، تاکہ دوسرا نمازی آجائے اگر نہیں آیا تو صف سے ایسے شخص کو کہ جو شخص مسئلہ کو جانتا ہو پیچھے کھینچ لے، اور اگر ایسا شخص نظر نہ آئے تو تنہا امام کے پیچھے اور صف کے بیچ میں کھڑا ہو جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۳۵ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۶۰۵ جلد اول)

عموماً ناواقف ہونے لوگوں کے مسائل سے اگر کھینچنا مناسب نہ سمجھے، نہ کھینچے کیونکہ نماز تنہا بھی ہو جاتی ہے۔(محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔امام مقتدیوں کو حکم کرے کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور دو نمازیوں کے درمیان میں کشادگی نہ چھوڑیں اور اپنے مونڈھے برابر کریں۔پس اگر اگلی صف میں گنجائش ہے تو پھر بموجب حکم اگلی صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔اور درمیان میں کشادگی کو بند کرنا مستحب اور مسنون ہے۔اور اگر جگہ نہ ہو تو تکلیف دینا اگلی صف کے نمازیوں کو مناسب نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۰ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۳۲ جلد اول باب الامامت)

مسئلہ:۔امرد لڑکے صبیح الوجیہہ (خوب صورت نابالغ لڑکے) کو جماعت میں برابر کھڑا کرنے سے بعض فقہاء نے نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا ہے اگرچہ اصح عدم فساد صلوٰۃ ہے (یعنی نماز فاسد نہ ہوگی) اور شہوت کی نظر سے اس کی طرف دیکھنے کو حرام لکھا ہے۔پس نماز میں ایسے لڑکوں کو برابر میں کھڑا کرنا نہیں چاہیے۔اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ لڑکے اگر متعدد

ہوں تو ان کی صف مردوں کے پیچھے ہونی چاہیے۔اور اگر ایک ہی لڑکا جماعت میں ہو تو اس کو مردوں کی جماعت میں کھڑا ہونا درست ہے۔

بہر حال معلوم ہو گیا کہ نابالغ لڑکا اگر مردوں کی صف میں کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف اس کے بالغین کھڑے ہو گئے تو ان بالغین کی نماز میں کچھ فساد اور کراہت نہیں آتی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۴۲ جلد۳ بحوالہ ردالمختار ص۵۳۹ جلد اول باب الامامت وفتاویٰ رحیمیہ ص۱۹۰ جلد اول وشامی ص۳۵۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر اگلی صف بالغوں کی پوری نہ ہو اور پیچھے نابالغوں کی صف پوری ہو تو بعد میں آنے والا اگر لڑکوں کے آگے جا کر یا صف کو چیر کر بالغوں کی جماعت (صف) میں مل سکے تو چلا جائے اور بالغوں کی جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر کچھ ممکن نہ ہو اور لڑکوں کی ہی جماعت (صف) میں کھڑا ہو جائے تب بھی نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۴۹ جلد۳ بحوالہ ردالمختار ص۵۳۲ جلد۲ ورحیمیہ ص۱۹۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ پہلی صف پوری نہیں بھری تھی کہ پیچھے بچوں کی صف پوری ہو گئی یعنی مردوں کی صف کو بچوں کی صف نے دائیں بائیں سے گھیر لیا ہے، تو اب مرد آنے والا اس صورت میں بچوں کے آگے سے گزر کر مردوں کی صف میں شامل ہو جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۳۵۴ جلد۳)

مسئلہ:۔ عورتیں اگر چہ محرمات میں سے ہوں، جماعت میں وہ بھی برابر نہ کھڑی ہوں، اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۳۶۳ جلد۳ بحوالہ ردالمختار ص۵۳۵ جلد اول باب الامامت)

مسئلہ:۔ میاں بیوی کے جماعت اس طرح کہ دونوں برابر کھڑے ہوں جیسا کہ ایک مقتدی ہونے کی صورت میں حکم ہے درست نہیں ہے، اس صورت میں کسی کی نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۳۴۲ جلد۳ وفتاویٰ رحیمیہ ص۱۹۱ جلد اول وشامی ص۵۳۵ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص۲۱۱ جلد۱۴)

لیکن اگر عورت کے قدم مرد کے قدم سے پیچھے ہوں تو درست ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ درمیان کے صفوں کو خالی چھوڑ کر کھڑے ہونے سے نماز تو ہو جائے گی مگر یہ خلاف سنت ہے، صفوف کو متصل کرنا چاہیے اور خلا درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۳۸ جلد۳ بحوالہ ردالمختار ص۵۳۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ بلاضرورت ستونوں کے درمیان یعنی دروں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر نماز ہو جاتی ہے اور ثواب جماعت بھی حاصل ہوگا، اور اگر ایک در میں چند آدمی کھڑے ہو سکتے ہیں کہ چھوٹی سی جماعت ان کی ہو جائے اور اس کی ضرورت بھی ہو تو اس میں کراہت بھی بظاہر نہ ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۴ جلد ۳ بحوالہ مبسوط ص ۳۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر مقتدی اپنا خاص مصلی (جائے نماز وغیرہ) بچھائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور کچھ ضرورت بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۴ جلد ۳)

الگ سے بچھانے میں بڑائی محسوس ہوتی ہے، اس لئے اگر ضرورت ہو تو بچھائے مثلاً کوئی مریض رال یا پیشاب وغیرہ کا ہے تو الگ بچھا لے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص پہلے سے آ کر مسجد میں کسی جگہ بیٹھا اور پھر بضرورت وضو وغیرہ وہاں سے اٹھا اور اس جگہ اپنا کپڑا (رومال وغیرہ) رکھ گیا تو وہ زیادہ مستحق ہے، اس جگہ کے ساتھ، پس اگر کوئی دوسرا شخص اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس کو اٹھا سکتا ہے اور بدون اس حالت مذکورہ کے کسی جگہ رومال وغیرہ رکھنا اور قبضہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۱ جلد ۳)

جو شخص مسجد میں پہلے آ جائے وہ ہی خالی جگہ کا مستحق ہے، اگر وہ اپنا رومال وغیرہ رکھ کر وضو وغیرہ میں مشغول ہو جائے تو اس کا جگہ روکنا تو صحیح ہے لیکن اگر جگہ روک کر گھر وغیرہ چلا جائے تو اس کا جگہ روکنا جائز نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ صف اول میں بھی باعتبار جوانب ثواب میں کمی بیشی ہے جو شخص امام کے محاذی (بالکل پیچھے) ہے اس پر رحمت کا نزول زیادہ ہے مگر دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ دے، اور جو مسجد میں پہلے آئے گا اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۰ جلد ۳)

مسئلہ:۔ صف کے دائیں جانب کھڑے ہونے میں افضلیت ہے تاہم اگر دائیں طرف آدمی زیادہ ہوں تو بائیں طرف کھڑے ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں جانب کا توازن برابر ہو۔

(آپ کے مسائل ص ۲۱۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔ امام کی برابری میں صرف چار انگل پیچھے جیسا کہ ایک مقتدی ہونے کی صورت میں

کھڑا ہوتا ہے، بارش یا گرمی کی وجہ سے صف بنالیں تو درست ہے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔ امام کے قریب اہل علم واہل عقل کا کھڑا ہونا بہتر ہے لیکن اگر امام کے پیچھے، قریب دوسرے نمازی لوگ آگئے تو ان کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نماز ہر طرح ہوجاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۷ جلد ۳ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۴ جلد ۷)

اہل علم کو دوسرے عوام الناس جو پہلے سے امام کے پیچھے آگئے تھے، ترجیح دیں اور اپنی جگہ امام کے پیچھے کھڑا کریں تو یہ فعل بھی درست، بلکہ مطلوب ہے، اور جب پہلی صف پوری ہوجائے تو دوسری صف بھی امام کے پیچھے شروع کرنی چاہیے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ مخنث مردوں کی جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں، مگر وہ مردوں کی جماعت سے پیچھے کھڑے ہوں، اور ان کے شامل ہونے سے دیگر مسلمانوں کی نماز صحیح ہے اور ان کا روپیہ مسجد میں خرچ کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۳ جلد ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر ایک نابالغ ہے تو بالغوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۷ جلد ۹)

مسئلہ:۔ اگر مصلے اور صف کی چوڑائی کم ہو جس پر سجدہ نہیں ہوسکتا ہے تو جس طرح چاہے کریں، خواہ پیر صف اور مصلے پر ہوں اور سجدہ فرش پر ہو یا پیر نیچے ہوں اور سجدہ صف پر ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۲ جلد ۳ وفتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۰ جلد ۲، کبیری ص ۳۲۷)

لیکن جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، مصلے کا ہونا یا چھوٹا بڑا ہونا ضروری نہیں ہے۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ جو شخص آگے صف میں خالی جگہ دیکھ کر پھلانگ کر بیٹھا، اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور جس نے باوجود آگے جگہ خالی ہونے کے پیچھے بیٹھنا اختیار کیا، اس نے خلاف اولیٰ کیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۵ جلد ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۳۳ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۲ جلد ۷)

مسئلہ:۔ جماعت ہورہی ہو اور سب لوگ نیت باندھ چکے ہوں، بعد میں آنے والا اگر پہلی صف میں جگہ خالی دیکھے تو وہ شخص کنارہ سے صفوں کے جا کر کھڑا ہوسکتا ہے، اور کچھ گناہ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔ سب سے اگلی قطار (پہلی صف) میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے، اثناء نماز میں تو وہ صفوں کو چیرتا ہوا نکل سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۰۲ جلد ۳)

معذور آدمی صف میں کہاں کھڑا ہو؟

سوال:۔ ہماری مسجد میں دو آدمی معذور ہیں کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتے، اگر پہلی صف میں مؤذن کے پاس بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں تو کافی جگہ روکتے ہیں، صف کے درمیان کافی خلا (فاصلہ) رہتا ہے اور دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں ایسے لوگوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ آخری صف میں یا جہاں کنارے پر جگہ ہو وہاں نماز ادا کریں، انشاء اللہ ان کو جماعت اور صف اول کا ثواب ملے گا۔ شامی میں ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ آخری صف میں کھڑا ہو، کیونکہ آپ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کے اندیشہ سے پہلی صف چھوڑ دے تو اس کو پہلی صف کا دوگناہ اجر دیا جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۴ جلد ۷ و شامی ص ۵۳۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اکثر عوام کا معمول ہے کہ جب مریض جماعت میں شریک ہوتا ہے تو تمام صف کے کنارے پر بائیں طرف بیٹھتا ہے، گویا درمیان میں بیٹھنے کو برا سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔

(اغلاط العوام ص ۶۷)

یعنی بیچ میں بھی بیٹھ سکتا ہے، نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہے پھر دوسرا شخص آجائے تو بہتر یہ ہے کہ پہلا مقتدی پیچھے ہو جائے اور دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں۔ اس میں شرط یہ ہے کہ اگر مقتدی کے نماز کے فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو پیچھے ہٹائے ورنہ نہ ہٹائے، اس سے معلوم ہوا کہ پیچھے کرنے کی ضرورت اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ پہلا مقتدی پیچھے ہٹ جائے گا، اور اس کو مسئلہ معلوم ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔ اس حالت میں امام آگے بڑھے یا مقتدی کو پیچھے ہٹے، دونوں امر جائز ہیں، لیکن مقتدی کا پیچھے ہٹانا اولیٰ ہے بہ نسبت امام کے آگے بڑھنے سے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۳ جلد ۳ بحوالہ...... ص ۵۳۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ سنت امام کے لئے محراب میں اور وسط قوم (نمازیوں کے بیچ) میں کھڑا ہونا ہے، لہذا

اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو تب بھی محاذِ محراب کے کھڑا ہو، باقی نماز ہر طرح ہو جاتی ہے۔ لیکن سنت وہی ہے جو مذکور ہوا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کہیں مسجد کا صحن دس بارہ ہاتھ کسی طرف بڑھ گیا ہو تو امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے، یعنی باہر کھڑے ہوں تو صحن کے وسط کا خیال کر لیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶۱ جلد ۳ بحوالہ رد المختار ص ۵۳۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ امام صف کے بیچ میں کھڑا ہو، یہ سنت ہے اگر مقتدی سب ایک طرف کھڑے ہو گئے، نماز صحیح ہوگی مگر کراہت کے ساتھ۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶۴ جلد ۳ بحوالہ رد المختار ص ۵۳۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر امام در میں اس طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدیان فرش پر ہوں تو یہ مکروہ ہے جیسا کہ محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے، اور اگر قدم باہر فرش پر ہو تو کراہت نہیں رہتی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶۳ جلد ۳، ورد المختار ص ۵۳۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں، بائیں طرف زیادہ مقتدیوں کو کھڑا کرنا خلاف سنت ہے۔

طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو دونوں طرف برابر مقتدی ہوں پھر جو بعد میں آکر شریک ہوں ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک ہوں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۷ جلد ۳، عالمگیری ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ مقتدی کی سجدہ گاہ سے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کے (مقتدی و امام کے) درمیان میں صف کا فاصلہ چھوڑیں اور کچھ تحدید نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۷ جلد ۳ بحوالہ رد المختار ص ۵۳۰ جلد اول)

امام و مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ مقتدی کا سر رکوع و سجدہ میں جاتے ہوئے امام سے نہ ٹکرائے۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر امام کی نماز نہ ہوگی تو مقتدیوں کی بھی نہ ہوگی، سب پر اعادہ (لوٹانا) نماز کا لازم ہے، تنہا امام کے اعادہ سے مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۲ جلد ۳، رد المختار ص ۳۵۴ جلد اول)

اگر مقتدی چلے گئے ہیں تو امام سب کو اطلاع کرے اور اطلاع ملنے پر ان کو اس نماز

کا لوٹانا ضروری ہے، اگر اطلاع نہ ملے تو مقتدی معذور ہیں، ان پر کچھ مؤاخذہ نہیں ہے۔

(محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ یہ غلط بات مشہور ہے کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے آدمی بندر ہوجاتا ہے یہ محض بے اصل بات ہے۔ (اغلاط العوام ص ۵۲)

مسئلہ:۔ چارپائی (پلنگ) پر اگر کوئی بحالت صحت نماز فرض یا نفل پڑھے تو نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۳ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۴۶۸ جلد اول باب صفت الصلوٰۃ وامداد الاحکام ص ۵۶۳ جلد اول)

لیکن پلنگ خوب کسا ہوا سخت ہونا چاہیے کہ سجدہ وغیرہ میں کمر کا توازن صحیح رہے، آج کل لوہے کے فولڈنگ پلنگ صحیح ہیں، لیکن اگر بیماری کی وجہ سے عام پلنگ پر بھی نماز ادا کرے تو اس کے لئے صحیح ہے جس میں اس کو آرام ملے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ نقش ونگار (بغیر تصویر جاندار) والے مصلے پر نماز ادا ہوجاتی ہے لیکن پیش نظر ہونا نقش ونگار کا اچھا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۷ جلد ۴، رد المختار ص ۶۰۷ جلد اولؒ)

مسئلہ:۔ تصویر کا حکم، حکم اصلی نہیں ہوتا، اس مصلے پر نماز پڑھنا جس پر بیت اللہ کی تصویر ہو، ایسا نہیں جیسے بیت اللہ پر نماز پڑھنا، لہذا بیت اللہ کی اس سے اہانت نہیں ہوتی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۳ جلد ۱۴)

مسئلہ:۔ جس جائے نماز (مصلے) پر پرندہ کی تصویر ہو، اس پر دوسرا کپڑا ڈال کر نماز جائز ہے بلا کراہت۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۹ جلد ۴، رد المختار ص ۶۰۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ دباغت دی ہوئی کھال کا مصلی بنانا درست ہے اس پر نماز بلا کراہت کے درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۰ جلد ۲، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۳ جلد اول باب المیاہ)

مسئلہ:۔ مسجد کے در میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر زیادہ نمازی ہوں جیسا کہ جمعہ کے دن ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر صفیں پوری کرکے کئی کئی آدمی دروں میں جو کہ وسیع ہیں کھڑے ہوجائیں تو ضرورت کی وجہ سے اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور نماز میں خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۴ جلد ۳، رد المختار ص ۶۰۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسجد کا بند کرنا مکروہ ہے لیکن اگر سامان چوری ہوجانے کا اندیشہ ہو تو سوائے اوقات

نماز کے دروازہ مسجد کا بند کر درست ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۹ جلد۴، ردالمحتار ص ۶۱۴ جلد اول باب فی احکام المسجد)
اور یہ محلہ والوں کے رائے پر ہے کہ جس وقت وہ مناسب سمجھیں سوائے اوقات نماز کے دروازہ بند کرادیا کریں۔ (محمد رفعت قاسمی)
مسئلہ:۔ بلااجازت دوسرے کی زمین میں نماز پڑھی تو نماز ہوگئی۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۴ جلد۴، ردالمحتار ص ۳۵۴ جلد اول)
اگر کسی کی زمین یا مکان وغیرہ غصب کر کے اس میں نماز پڑھی تو نماز تو ہو جائے گی لیکن غصب کرنے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)
مسئلہ:۔ گھانس پر نماز درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۲ جلد۲)
مسئلہ:۔ اگلی (پہلی) صف میں جگہ ہو تو اس کے پیچھے والی صف میں نماز مکروہ ہے۔
(کتاب الفقہ ص ۴۴۰ جلد اول)
مسئلہ:۔ زکوٰۃ کے پیسوں سے خریدی ہوئی صفوں پر نماز جائز ہے، لیکن زکوٰۃ اس کی ادا نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۱ جلد۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۸ جلد اول)
(زکوٰۃ دینے والے کے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ یہاں تملیک نہیں پائی گئی، اور زکوٰۃ کے لئے تملیک مالک بنانا ضروری ہے اور مسجد میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے مکمل ومدلل مسائل زکوٰۃ۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)
مسئلہ:۔ مسلم یا غیر مسلم کے گھر میں گوبر سے لپی ہوئی خشک جگہ پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جائز ہے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۱ جلد اول)

مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت کی جائے یا صحن میں

سوال:۔ مسجد کے اندر نماز پڑھنا اور مسجد کے صحن میں نماز پڑھنا برابر ہے یا ثواب میں فرق آتا ہے؟ کیونکہ گرمیوں میں صحن میں نماز ہوتی ہے۔
جواب:۔ جہاں تک زمین مسجد کے لئے یعنی نماز پڑھنے کے لئے وقف کی گئی ہے وہ سب فضیلت میں برابر ہے، اور جب مسجد میں صف بندی ہو جائے اور جگہ نہ رہے تو جو لوگ خارج

مسجد کھڑے ہوکر نماز میں شامل ہوتے ہیں ان کو بھی مثل مسجد والوں کے ثواب ملتا ہے، غرض اندرون مسجد وصحن مسجد میں کوئی فرق نہیں، ہاں مسجد کی چھت اور داخل مسجد میں فقہاء نے فرق بیان کیا ہے کہ چھت پر (جبکہ صفوف نہ ملیں یعنی بھیڑ نہ ہوتو) وہ ثواب نہیں ہے جو داخل مسجد میں ہے گو حکم اعتکاف میں وہ بھی مسجد ہی ہے۔ (امدادالاحکام ص ۴۴۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسجد وہ ہی ہے جو وقف ہو، اور جو وقف نہ ہو وہ مسجد نہیں ہے اس میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب تو ملے گا، مگر مسجد کا ثواب نہ ملے گا، فقط مکان میں نماز کی اجازت دینے سے وہ مسجد نہیں ہوتی، اور اگر بغیر مسجد کے (گھر وغیرہ پر) جماعت ہوتو ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔ (امدادالاحکام ۴۴۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ بالائی مسجد میں نماز جائز ہے (جبکہ جماعت میں نیچے بھر گئی ہو)

(امدادالاحکام ص ۴۳۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر باہر صحن میں نماز ہو رہی ہو تو جماعت کے وقت مسجد کے اندر کے دروازوں کا بند کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۶۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔ قرب وجوار میں متعدد مسجدیں ہیں، اگر یہ سب اس کے محلہ میں ہیں تو ان سب میں جو سب سے پہلے کی اور قدیم مسجد ہو وہ افضل ہے، اور اگر قدیم ہونے میں سب برابر ہوں یا قدیم ہونا معلوم نہ ہو تو جو سب سے زیادہ قریب ہو وہ افضل ہے. (امدادالاحکام ص ۴۵۹ جلد ۲)

مسجد میں جوتے رکھنا

مسئلہ:۔ جوتہ میں اگر نجاست نہ لگی ہو تو مسجد کے اندر رکھ دینا جوتہ کا جائز ہے اور اگر چوری ہونے کا خوف نہ ہو تو مسجد سے باہر رکھ دینا بہتر ہے اور اگر ناپاکی لگی ہو تو بغیر اس کے دور کیے ہوئے جوتہ مسجد میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ (امدادالاحکام ص ۴۴۴ جلد اول)

چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھے یا خالی زمین پر

آنحضرت ﷺ سے دونوں طرح نماز پڑھنا ثابت ہے۔ حدیث لیلۃ القدر سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زمین پر نماز پڑھی تھی یہاں تک کہ آپ کی پیشانی

مبارک پر گارے (مٹی) کا نشان ہوگیا۔ اور شرح منیہ میں ہے کہ آپؐ کے لئے نماز کے وقت ایک کھجور کا بوریہ بچھایا جاتا تھا۔ (کبیری ص ۲۸۳ جلد اول)

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طریقے سنت ہیں جس کو چاہیں اختیار کر لے، البتہ اگر سردی یا گرمی کی وجہ سے کھلی زمین پر نماز پڑھنے سے تکلیف اور تشویش خاطر ہوتی ہو تو پھر بوریہ چٹائی وغیرہ کا بچھالینا افضل ہے۔ اسی طرح اگر زمین پر گردوغبار کی وجہ سے کپڑے میلے ہو جانے کا خطرہ تعلق کی خاطر کی حد تک پہنچتا ہو تو بھی بوریہ پر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں اپنے مال کا تحفظ ہے جس کی شرعاً اجازت ہے۔ اور اگر پیشانی یا ہاتھوں پر مٹی لگنے سے طبیعت میں تکدر نہ ہوتا ہو تو پھر اس کی طرف التفات نہ کرنا اور زمین پر ہی نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ اس کا منشاء اس قسم کا ترفع ہے جو مقصود نماز سے دور ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم قدیم ص ۵۸ جلد اول مع امداد المفتین)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ بوریئے (چٹائی) پر نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی پر سجدہ کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو چیز مصلی یعنی نماز پڑھنے والے اور زمین کے درمیان حائل ہو، اس پر نماز جائز ہے، خواہ وہ نباتات کی قسم ہو جیسے کپڑا اور صوف وغیرہ۔ حدیث میں اگرچہ حصیر یعنی بوریئے کا ہی ذکر ہے لیکن علماء دوسرے ایسے دلائل رکھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ چٹائی کے علاوہ کپڑے وغیرہ کی بھی جاء نماز بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (مظاہر حق ۶۴۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ ننگے پاؤں چلنے والا بغیر پاؤں دھوئے جبکہ باوضو ہو، پیروں کو جھاڑ کر، اور صاف کر کے نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی (بشرطیکہ پیر پاک ہوں نجاست نہ لگی ہو۔)

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۹ جلد ۲)

غیر مسلم کی بنائی ہوئی صف پر نماز پڑھنا

سوال:۔ کیا صفوں کو دھو کر نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ صفیں ہندو بناتے ہیں اور وہ پانی ناپاک

لگاتے ہیں، کیونکہ جس برتن میں یہ لوگ تکلہ (صف بنانے کا آلہ) بھگوتے ہیں، اس برتن میں سے اکثر کتے پانی پی لیتے ہیں، غرض یہ کہ یہ لوگ احتیاط نہیں کرتے؟

جواب:۔ ہندو (غیر مسلم) کی بنائی ہوئی صفوں کا دھونا اگر ناپاک ہونا یقین سے معلوم ہو جائے تب تو دھونا ضروری ہے اور اگر شبہ ہو تو احتیاطاً دھو لینا بہتر ہے۔ کسی جگہ کا عام دستور ہونے سے یقین نجاست کا نہیں ہوتا۔ بلکہ یقین کی صورت یہ ہے کہ کسی خاص چٹائی میں ناپاک پانی لگنا معلوم ہو جائے۔ (امداد الاحکام ص ۳۹۹ جلد اول وفتاوی دار العلوم ص ۱۳۴ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جیل سے خرید کردہ جا نماز جس کو قیدی بنتے ہیں نماز جائز ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۳۸ جلد ۲ ورد المختار ص ۳۷۲ جلد اول)

ائیر کنڈیشنڈ مسجد اور امام کی اقتداء

سوال:۔ اگر مسجد میں ائیر کنڈیشنز نصب کر دیا جائے تو کیا حکم ہے؟ مسجد کی صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ جب مسجد بھر جاتی ہے تو لوگ برآمدے میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور ائیر کنڈیشنر کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے دروازے بند رکھے جائیں۔ نیز اگر مسجد کے دروازے شیشے کے رکھے جائیں جس سے اندر کی نمازی دکھائی دیں تو کیسا رہے گا؟

جواب:۔ اگر دروازے بند ہوں لیکن باہر والوں کو امام کے انتقالات کا علم ہوتا رہے تو اقتداء درست ہے۔ اس طرح اگر دروازے شیشے کے لگا دیئے جائیں تو بھی اقتداء درست ہے۔ جب کہ امام کی تکبیرات کی آواز مقتدیوں تک پہنچ سکے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۲۸ جلد ۳)

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

مسئلہ:۔ مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتداء کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔

مسئلہ:۔ امام اور مقتدی دونوں کے مکان (جگہ) کا متحد ہونا خواہ حقیقۃً متحد ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں یا حکماً متحد ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو اور کچھ مقتدی (بھی امام کے ساتھ) پل کے اس

پار مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگر چہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان جو پل کے اس پار ہیں دریا حائل ہے، اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً متحد نہیں مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہیں (امام تک) اس لئے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ امام اور مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام جہاں مقتدی کھڑا ہے، اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے۔ اور اقتداء درست نہ ہوگی.
اگر صفیں ملی ہوئی نہ ہوں یعنی درمیان میں خلاء دو صفوں کے برابر آ جائے گا تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ اس لئے مجمع میں اس کا خیال ضرور رکھا جائے، ایسا نہ کریں کہ جہاں جگہ اور سہولت دیکھی نیت باندھ لی، اور جب اقتداء صحیح نہ ہوگی تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا مغائر نہ ہونا، اگر مقتدی کی نماز امام کے نماز سے مغائر ہوگی تو اقتداء درست نہ ہوگی، مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نیت کرے، یا امام کل گزشتہ ظہر کی نماز قضاء پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر، ہاں اگر دونوں کل کے ظہر کی قضاء پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کے ظہر کے قضاء پڑھتے ہوں تو درست ہے۔

(مراقی الفلاح، وشامی)

مسئلہ:۔ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل (مقتدی فرض پہلے پڑھ چکا ہو اور نفل کی نیت سے امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے) تو اقتداء صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ دونوں نمازیں مغائر نہیں (فجر اور عصر میں شریک نہ ہوں)

مسئلہ:۔ امام کی نماز کا صحیح ہونا، اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، خواہ یہ نماز فساد ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا بعد میں نماز ختم ہونے کے۔

مسئلہ:۔ امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو نہ معلوم ہو تو امام صاحب پر ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے (جبکہ مقتدی نماز پڑھ

کر جا چکے ہوں) تاکہ وہ لوگ اپنی اپنی نمازوں کو لوٹا لیں، خواہ کسی کے ذریعہ سے اطلاع کی جائے یا خط وغیرہ کے ذریعہ سے (جبکہ مقتدی کہیں چلے گئے ہوں۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ اگر امام اور مقتدی کا مذہب (مسلک) ایک نہ ہو مثلاً امام شافعی یا مالکی مذہب ہو اور مقتدی حنفی ہو تو اس صورت میں امام کی نماز کا صرف امام کے مذہب کے موافق صحیح ہو جانا کافی ہے خواہ مقتدی کے مذہب کے موافق بھی صحیح ہو یا نہ ہو، ہر حال میں بلا کراہت اقتداء درست ہوگی۔ ہاں اگر امام کی نماز اس کے مسلک کے موافق صحیح نہ ہو تو مقتدی کی نماز بھی درست نہ ہوگی۔ اگر چہ مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہ آئی ہو۔ اور یہی حکم غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے یعنی مقلد کی نماز ان کے پیچھے بلا کراہت درست ہے خواہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کریں یا نہ کریں۔

(علم الفقہ ص ۸۵ جلد ۲، وکتاب الفقہ ص ۶۶۱ تا ص ۶۸۲ جلد اول)

اس لئے کہ جب امام کی نماز صحیح نہ ہوگی تو مقتدی کی نماز جو اس پر موقوف تھی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احقر کی مرتب کردہ کتاب ''مسائل امامت'' (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ:۔ مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا، خواہ برابر کھڑا ہو یا پیچھے، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے، اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتداء درست ہو جائے گی۔ (ایڑی امام کی ایڑی سے آگے نہ ہو۔) (درمختار)

مسئلہ:۔ اور اگر بیٹھ کر نماز ہو رہی ہو تو مقتدی کے سرین امام کے سرین سے آگے نہ ہو۔ اگر مقتدی اس سے آگے بڑھ گیا تو اس کی نماز نہ ہوگی، ہاں اگر برابر ہوں تو بلا کراہت نماز درست ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ ص ۶۶۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ مقتدی کو امام کے انتقالات کا، مثلاً رکوع، قومے، سجدے اور قعدوں وغیرہ کا علم ہونا خواہ امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی مکبر کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر اگر مقتدی کو امام کے

انتقالات کا علم نہ خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ اقتداء کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ امام کی حالت کا علم ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم خواہ نماز سے پہلے معلوم ہو جائے یا نماز سے فارغ ہونے کے فوراً بعد۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ مقتدی کو تمام ارکان میں سوائے قرأت کے امام کا شریک رہنا خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا اس کے بعد اس سے پہلے بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔

پہلی صورت کی مثال:۔ امام کے ساتھ ہی رکوع وغیرہ کرے۔

دوسری صورت کی مثال:۔ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے، اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔

تیسری صورت کی مثال:۔ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اسے مل جائے۔ (ردالمختار)

اگر کسی رکن میں امام کی شرکت نہ کی جائے مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک سجدہ کرے، یا کسی رکن کی ابتداء امام سے پہلے کی جائے اور آخر تک امام اس میں شریک نہ ہو مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے، ان دونوں صورتوں میں اقتداء درست نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ مقتدی کا امام سے کم یا برابر ہونا زیادہ نہ ہونا، مثال (۱) قیام کرنے والے کی اقتداء قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے۔ (۲) تیمّم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، وضو اور غسل کرنے والے کی اقتداء درست ہے کیونکہ تیمّم اور وضو اور غسل کا حکم طہارت (پاکی) میں یکساں ہے کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں۔ (۳) مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر دھونے والے کی اقتداء درست ہے، اس لئے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں درجے کی طہارت ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ (۴) معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں۔ (۵) اُمی (ان پڑھ) کی اقتداء اُمی کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری (پڑھا لکھا) نہ ہو۔ (۶) عورت یا

نابالغ مرد کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔(۷) عورت کی اقتداء عورت یا مخنث کے پیچھے درست ہے۔(۸) نابالغ عورت یا نابالغ مرد کی اقتداء نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔(۹) نفل پڑھنے والے کی اقتداء واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ (۱۰) نفل پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتداء درست ہو جائے گی۔(علم الفقہ ص ۸۷ جلد۲)

امام کے ساتھ کیسے کھڑے ہوں؟

مسئلہ:۔امام کے کسی ایک جانب مقتدیوں کا زیادہ ہونا اور دوسری جانب کم ہونا مکروہ (تنزیہی) ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۵ جلد۲)

مسئلہ:۔اگر امام کے ساتھ صرف ایک مرد ہو یا باشعور لڑکا ہو تو مستحب یہ ہے کہ امام کے دائیں جانب کسی قدر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو، برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔اسی طرح بائیں جانب یا پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔اگر امام کے ساتھ دو مرد ہوں تو دونوں کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا مستحب ہے۔اسی طرح ایک مرد اور ایک لڑکے کی صورت میں بھی کرنا چاہیے۔اگر ایک مرد اور ایک عورت ہو تو مرد امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور عورت اس شخص کے پیچھے کھڑی ہو، یہی مسئلہ لڑکے کا ہے۔اگر مردوں، بچوں، مخنثوں اور عورتوں کا مجمع ہو تو آگے مرد کھڑے ہوں، ان کے پیچھے بچے، پھر مخنث، اور ان کے بعد عورتیں۔(کتاب الفقہ ص ۶۹۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۲۵ جلد۴، عینی شرح کنز ص ۳۹ جلد اول)

مسئلہ:۔امام صرف ایک شخص کے ساتھ حسب قواعد شرعیہ نماز پڑھا رہا ہے دوسرے مقتدی کی آمد اور کہنے سے حالت نماز میں امام آگے بڑھ جائے تو نماز ہو گئی لیکن اس مقتدی کو اشارہ سے امام کو آگے بڑھنے کو کہنا چاہیے تھا، لیکن بہر حال نماز ہو گئی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸ ج ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۵۳۳ جلد اول باب الامامت وفتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۷ جلد اول، عینی ص ۳۹ جلد اول و در مختار ص ۵۰۷ جلد اول)

مسئلہ:۔امام کو چاہیے کہ وہ صف کے آگے درمیان میں کھڑا ہو، اگر دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو تو برا کیا کیونکہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے اور جو لوگ جماعت میں افضل ہوں انہیں صف اول میں (اور خاص کر امام کے پیچھے) کھڑا ہونا چاہیے، تاکہ امام کو حدث وغیرہ (وضو ٹوٹ جانے) لاحق ہونے کی صورت میں امامت کے اہل ہو سکیں۔

مسئلہ:۔پہلی صف کو دوسری صف اور دوسری صف کو تیسری پر اسی طرح ہر اگلی صف پر فضیلت حاصل ہے۔

مسئلہ:۔اگر صرف ایک ہی لڑکا ہے تو وہ مردوں کی صف میں داخل ہو جائے، ہاں اگر متعدد لڑکے ہوں تو وہ مردوں کے پیچھے اپنی الگ صف بنالیں اور مردوں کی صف کو ان سے پر نہ کیا جائے (بھرا نہ جائے) (کتاب الفقہ ص ۶۹۲ جلد اول)

جمعہ وعیدین کے اژدہام میں بچے بھی مردوں کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں مردوں کی جماعت اور نماز پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ:۔ایک مقتدی بھی اگر امام کے ساتھ ہو تو جماعت ہو جائے گی اور ثواب جماعت کامل جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷ جلد ۳ بحوالہ درمختار ص ۵۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر مقتدی بالغ کوئی نہ ہو تو صرف بچوں کو مقتدی بنانے سے جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲ جلد ۳ بحوالہ الاشباہ ص ۴۸۰)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص نماز میں ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں ہے اور سب سے پچھلی صف میں کوئی جگہ خالی ہے تو صف میں شامل ہو کر نیت باندھے، صف کے باہر تکبیر تحریمہ نہ کہے، خواہ اس میں رکعت جاتی رہے۔ صف سے باہر ہی نیت باندھ لینا مکروہ ہے، لیکن اگر پچھلی صف میں جگہ نہ ہو بلکہ کسی اور صف میں جگہ خالی ہو تب بھی صف میں شامل ہوئے بغیر تکبیر تحریمہ نہ کہے۔ ہاں اگر صفوں میں جگہ خالی نہ ہو تو صف کے پیچھے ہی تکبیر تحریمہ کہہ لے یعنی جہاں جگہ خالی ہو نیت باندھ لے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔لوگوں کو چاہیے کہ جب نماز کے لئے صفوں میں کھڑے ہوں تو جم کر کھڑے ہوں اور خلا کو پُر کریں اور ان کے مونڈھے صفوں میں برابر رہیں یعنی ایک دوسرے سے ملے

رہیں۔ (کتاب الفقہ ص ۶۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے، اگر امام کے داہنے بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں، تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔ (درمختار، شامی، علم الفقہ ص ۹۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہوا اس کے بعد اور مقتدی آ گئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ آئے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہیے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر نادانستگی سے وہ مقتدی امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہیے کہ خود آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں۔ اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہیے کہ آگے بڑھ جائے۔

مسئلہ:۔ اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی ہو تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

مسئلہ:۔ اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں، کچھ مخنث، کچھ نابالغ تو امام کو چاہیے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے۔ پہلے مردوں کی صفیں پھر نابالغ لڑکوں کی پھر بالغ مخنثوں کی پھر نابالغ مخنثوں کی پھر بالغ عورتوں کی پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

مسئلہ:۔ امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑے رہنے کا حکم دے، صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے۔ درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہیے، مگر مخنثوں کی صف میں البتہ ایک دوسرے سے مل کر نہ کھڑا ہونا چاہیے بلکہ درمیان میں کوئی حائل یا خالی جگہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے چھوڑ دی جائے اس لئے کہ مخنث میں مرد اور عورت دونوں کا احتمال ہے لہذا مل کر کھڑے ہونے میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہیے کہ صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کھڑا کر لے۔پہلی صف میں جگہ کے ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے،ہاں جب پہلی صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

مسئلہ:۔اگر جماعت صرف عورتوں کی ہو یعنی امام بھی عورت ہو تو امام کو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے،آگے نہ کھڑا ہونا چاہیے خواہ ایک مقتدی ہو یا ایک سے زائد،صحیح یہ ہے کہ صرف عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔

مسئلہ:۔اگر جماعت صرف مخنثوں کی ہو تو ان کا امام مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو،مقتدیوں کے بیچ میں یا ان کے برابر نہ کھڑا ہو اگرچہ ایک ہی مقتدی ہو،اگر امام مقتدیوں کے برابر کھڑا ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی،وجہ اس کی اوپر گذر چکی ہے۔

مسئلہ:۔مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو،نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو،اسی اثناء میں کوئی شخص اس کی اقتداء کرے تو اس پر بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے،پس اگر سورۂ فاتحہ یا دوسری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ پھر سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لئے کہ امام کو فجر،مغرب عشاء کے وقت بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ہاں سورۂ فاتحہ کے مکرر ہو جانے سے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

(درمختار وغیرہ،علم الفقہ ص ۹۳ تا ۹۵ جلد۲ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۴۵ جلد۳)

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟

مسئلہ:۔"قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت امام اور مقتدیوں کا نماز شروع کر دینا مستحب اور آداب میں سے ہے،لیکن اقامت کہنے والا (مؤذن) امام کے ساتھ نماز شروع نہ کر سکے گا،اس لئے اس کی رعایت کرتے ہوئے اقامت ختم ہونے کے بعد ہی نماز شروع کرنے کو

زیادہ صحیح کہا گیا ہے، اسی طرح صفوں کو درست کرنے کی تاکید اور سیدھی نہ رکھنے پر جو وعیدیں ہیں، ان کی پیش نظر شروع اقامت ہی کھڑا ہوجانا افضل بلکہ ضروری ہوگا۔ ''حی علی الفلاح'' کے بعد کھڑے ہونے میں صفیں درست اور سیدھی نہیں ہوسکتیں، ٹیڑھی رہیں گی نمازی آگے پیچھے ہوں گے۔ درمیان میں جگہ خالی رہ جائے گی اور وعید شدید کے مستحق ہوں گے۔ احادیث میں بہت تاکید کے ساتھ صفوں کی درستگی کا حکم کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''صفیں سیدھی رکھو، اپنے مونڈھوں کو برابر کرو اور آپس میں مل کر کھڑے ہوا کرو، درمیان میں خلا نہ چھوڑو۔ الخ۔ (مشکوٰۃ ص ۹۹ جلد اول)

خلاصہ یہ کہ ''حی علی الفلاح'' کے وقت کھڑا ہونا محض آداب میں سے ہے، ترک کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے جب کہ صفوں کو درست رکھنے کی بہت تاکید ہے اور درست نہ رکھنے پر سخت وعیدیں ہیں، لہٰذا کراہت اور ان وعیدوں سے بچنے کے لئے ابتداء اقامت ہی سے کھڑے ہوجانا افضل ہوگا۔ اور ابتداء اقامت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا کھڑا ہوجانا بھی ثابت ہے، پھر کیوں کر اس کو مکروہ کہا جاسکتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۵۰۷ جلد اول، فتح الباری ص ۹۹ جلد ۲)

بحرالرائق ص ۳۰۴ جلد اول میں ''حی علی الفلاح'' کے وقت کھڑے ہونے کی یہ علت بیان کی ہے کہ ''الفلاح'' پر کھڑا ہونا اس لئے افضل ہے کہ لفظ ''حی علی الفلاح'' (آؤ کامیابی کی طرف) میں کھڑے ہونے کا امر (حکم) ہے اس لئے کھڑے ہونے کی طرف (جلدی) کرنا چاہیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا مستحب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس امر کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے نہ یہ کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا خلاف ادب ہے، کیونکہ پہلے کھڑے ہونے میں تو اور بھی زیادہ مسارعت پائی جاتی ہے۔ یعنی مقصود یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں حی علی الفلاح کہنے تک تاخیر کرسکتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے کھڑے نہیں ہوسکتے۔ اسی بناء پر علامہ طحطاویؒ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ''یہاں تک کہ اگر شروع اقامت ہی سے کھڑا ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(طحطاوی علی الدر المختار ص ۲۳۱ جلد اول، فتاوی رحیمیہ ص ۳۳۲ جلد ۲، ص ۳۱۷ جلد ۳، امداد الفتاویٰ ص ۱۸۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ یہ ضروری نہیں کہ امام جب مصلے پر کھڑا ہوا تب ہی تکبیر شروع کی جائے بلکہ امام جب مسجد میں موجود ہے تکبیر کہنا درست ہے، امام تکبیر سن کر خود مصلے پر آجائے گا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص١١٢ جلد٢)

مسئلہ:۔ مقتدیوں میں سے کوئی شخص (جب کہ بھیڑ ہو، مؤذن کی تخصیص نہیں ہے) امام کے ساتھ اپنی آواز بھی (تکبیر کہنے میں) بلند کرے، تاکہ دوسرے مقتدیوں تک امام کی تکبیر کی آواز پہنچائی جاسکے، ایسا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ مکبر (تکبیر کہنے والا) جب تکبیر تحریمہ کے لئے آواز بلند کرے تو ساتھ ہی نیت باندھنے کا ارادہ ہو، یعنی تکبیر کہنے والا جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے، نماز کی نیت کے ساتھ اپنی آواز دوسروں تک پہنچانے کی نیت بھی کرے۔ اور اگر نماز کی نیت نہ کی صرف تکبیر کی آواز پہنچانے کی نیت کی تو یہ نماز باطل ہوجائے گی اور ان کی بھی جو اس کے تحت نماز ادا کررہے ہیں، بشرطیکہ نمازیوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ مکبر نے نماز کی نیت نہیں کی تھی۔ (کتاب الفقہ ص٢٠٢ جلد اول)

اقتداء کے صحیح نہ ہونے کے مسائل

ذیل میں وہ صورتیں ہیں جن میں مقتدی امام سے زیادہ ہے اور اقتداء درست نہیں۔

مسئلہ:۔ (١) بالغ کی اقتداء خواہ مرد ہو یا عورت، نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ:۔ (٢) مرد کی اقتداء خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عورت کے پیچھے درست نہیں۔

(٣) مخنث کی اقتداء مخنث کے پیچھے درست نہیں۔ (ہوسکتا ہے جو امام ہے وہ عورت ہو اور جو مقتدی ہے وہ مرد ہو، کیونکہ مخنث میں دونوں احتمال ہیں۔)

(٤) جس عورت کو اپنے حیض کا زمانہ یاد نہ ہو، اس کی اقتداء اسی قسم کے عورت کے پیچھے، کیونکہ ہوسکتا ہے جو امام ہے اس کا زمانہ حیض ہو، اور مقتدی عورت کا طہارت کا (یعنی پاکی کا زمانہ۔)

(٥) مخنث کی عورت کے پیچھے، اس خیال سے کہ شائد وہ مرد ہو۔

(٦) ہوش والے کی اقتداء مجنون، مست، بے ہوش، بے عقل کے پیچھے۔

(٧) طاہر (پاکی والے) کی اقتداء طہارت سے معذور کے پیچھے، مثل اس شخص کے جس

کو سلس البول وغیرہ کی شکایت ہو۔ (یعنی پیشاب کے قطرے والے مریض کے پیچھے۔)

(۸) ایک عذر والے کی اقتداء دو عذروں والے کے پیچھے درست نہیں۔

(۹) قاری (پڑھے لکھے) کی اقتداء اُمی (ان پڑھ) کے پیچھے۔

(۱۰) اُمی کے اقتداء اُمی کے پیچھے جب کہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو، درست نہیں

(۱۱) اُمی کی اقتداء گونگے کے پیچھے درست نہیں کیونکہ اُمی اگرچہ بالفعل قرأت نہیں کرسکتا مگر قادر تو ہے اور گونگے میں تو یہ بات نہیں ہے۔

(۱۲) جس شخص کا جسم عورت (مخصوص حصہ بدن کا) چھپا ہوا ہو۔ یعنی کپڑے پہنے ہوئے ہو، اس کی اقتداء برہنہ (ننگے) کے پیچھے درست نہیں ہے۔

(۱۳) رکوع و سجود کرنے والے کی اقتداء ان دونوں سے عاجز کے پیچھے، اگر کوئی شخص صرف سجدہ سے عاجز ہو، اس کے پیچھے بھی اقتداء درست نہیں ہے۔

(۱۴) فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے۔

(۱۵) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ اس لئے کہ نماز نذر کی واجب ہے۔

(۱۶) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں کیونکہ نذر کی نماز واجب ہے اور کسی نے قسم کھائی کہ میں نماز پڑھوں گا تو اس میں اختیار ہے چاہے پڑھے یا کفارہ دے کر اپنی قسم پوری کرلے۔

(۱۷) جس شخص سے صاف حروف نہ ادا ہو سکتے ہوں مثلاً س کو ث یا ر اء کو غ پڑھتا ہو یا اور کسی حرف میں ایک آدھ حرف تبدل تغیر ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف حروف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں، ہاں اگر پوری قرأت میں ایک آدھ ایسا واقع ہو جائے تو اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

(۱۸) امام کا واجب الانفراد نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جس کا منفرد رہنا ضروری ہے جیسے مسبوق امام کی نماز ختم ہونے کے بعد مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو تنہا پڑھنا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق (جس کی رکعتیں رہ گئی ہوں) کی اقتداء

کرے تو درست نہیں ہے۔

(۱۹) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا (امامت کے وقت) اس لئے کہ ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے جو کسی کا مقتدی ہو۔ (کیونکہ جب کسی کی اقتداء صحیح نہ ہوگی تو اس کی نماز بھی نہ ہوگی جس کو اس نے بحالت اقتداء ادا کیا ہے۔) (علم الفقہ ص ۸۷تا۸۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ مردوں کا اقتداء عورت اور نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ:۔ نابالغ بچے کے پیچھے فرض، تراویح، وتر، نفل، کوئی بھی نماز درست نہیں ہے۔

(ہدایہ ص ۸۷ جلد اول، شرح وقایہ ص ۸۷، کبیری ص ۵۱۶، کتاب الفقہ ص ۶۵۲)

مسئلہ:۔ اگر کوئی مقتدی لفظ ''اللہ'' امام کے ساتھ کہے اور لفظ اکبر کو امام کے کہنے سے پہلے کہہ دے یا مقتدی نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا چنانچہ اس نے لفظ ''اللہ'' تو حالت قیام میں کہا اور لفظ ''اکبر'' رکوع میں جا کر کہا تو ان دونوں صورتوں میں اقتداء درست نہیں ہوگی۔ جس طرح اس شخص کی اقتداء درست نہیں ہوتی جو امام کے لفظ ''اللہ'' کہنے سے پہلے اللہ کہہ لے۔

(درمختار ص ۲۷ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

پہلی صورت میں درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب تک امام پورا جملہ ''اللہ اکبر'' کہہ نہ لے گا نماز شروع کرنے والا شمار نہیں ہوگا، اور پہلی صورت میں مقتدی نے امام کے لفظ اللہ اکبر کہنے سے پہلے کہہ لیا ہے، اور دوسری صورت میں درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی نے تحریمہ اللہ اکبر حالت قیام میں نہیں کہا جو شرط ہے بلکہ صرف اللہ کہا اور اکبر رکوع میں جا کر کہا، چونکہ وہ اقتداء کی نیت سے داخل ہوا تھا، لہذا وہ ان دونوں صورتوں میں تنہا بھی شروع کرنے والا شمار نہ ہوگا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ بلا نیت ہی نماز شروع کردی پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی تھی یا غلط نیت کی مثلاً عصر کی جگہ ظہر کی نیت کر لی تو اب نیت کا وقت جاتا رہا نماز شروع کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں ہے، ازسرنو تکبیر تحریمہ کہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۲ جلد ۴، شامی ص ۵۸۷ جلد اول)

امام سے پہلے رکن ادا کرنا؟

مسئلہ:۔ اگر کوئی مقتدی کسی رکن کو اپنے امام کے ادا کرنے سے پہلے کر لے اور امام اس کو اس

میں کرتے ہوئے نہ پائے مثلاً مقتدی امام کے رکوع میں جانے سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور امام کے رکوع میں پہنچنے سے پہلے مقتدی نے سر اٹھالیا اور پھر اس رکوع کو اس نے امام کے ساتھ ادا نہ کیا اور نہ اس کے بعد، اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس صورت میں مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔ (درمختار ص ۷۶ ۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ امام ابھی پہلے سجدہ میں تھا کہ مقتدی نے دو سجدے کر لئے تو اس کا دوسرا سجدہ معتبر نہ ہوگا، اس پر دوسرے سجدہ کا اعادہ واجب ہے، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار ص ۶۶۲ جلد اول)

معذور شخص کا گھر پر بیٹھ کر امام کی اقتداء کرنا

سوال:۔ میں ایک معذور ہوں جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نہیں جا سکتا۔ مسجد میرے گھر سے بہت قریب ہے، لاؤڈ سپیکر سے پوری نماز سنائی دیتی ہے، کیا میں گھر میں بیٹھ کر لاؤڈ سپیکر سے نماز جمعہ ادا کر سکتا ہوں؟

جواب:۔ اقتداء کے لئے صرف امام کی آواز پہنچنا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ صفیں وہاں تک پہنچتی ہوں۔ اگر درمیان میں کوئی نہر یا سڑک پڑتی ہو تو اقتداء صحیح نہیں اس لئے آپ کا گھر میں بیٹھے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا صحیح نہیں ہے۔ اگر آپ عذر کی وجہ سے مسجد میں نہیں جا سکتے تو گھر پر ظہر کی نماز پڑھا کیجئے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۶۳ جلد ۳)

اگر گھر تک یا جہاں بھی نماز ادا کر رہا ہے، صفیں ملتی چلی جائیں، درمیان میں کوئی خلا نہ رہے تو اس صورت میں اقتداء صحیح ہو جائے گی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کیا ٹیلی ویژن سے اقتداء جائز ہے؟

سوال:۔ بعض اوقات ٹی وی براہ راست حرم پاک خانہ کعبہ سے با جماعت نماز دکھائی جاتی ہے، اگر بندہ ٹی وی کو دوسرے کمرے میں رکھ کر اس کی آواز تیز رکھے اور ٹیلی ویژن کے امام کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ جو طریقہ آپ نے لکھا ہے اس سے امام کی اقتداء صحیح نہیں ہوگی، اور نہ آپ کی نماز ہوگی۔ (آپ کے مسائل ص ۲۶۳ جلد ۳)

مسئلہ:۔ جماعت مسجد کے اندر ہو رہی ہے اور دروں پر پردے چھوٹے ہوئے ہیں اس کے

باہر جو آدمی نماز کو کھڑے ہوگئے ہیں، ان کی نماز بھی صحیح ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۳۸ جلد اول بحوالہ ردالمحتار ص ۵۴۸ جلد اول)
یعنی پردے کے پیچھے اقتداء درست ہے۔ جبکہ اندر جگہ نہ ہو۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)
مسئلہ:۔ امام مصلے پر اور مقتدی فرش پر بغیر صف کے ویسے ہی ہوں تو یہ جائز ہے۔
مسئلہ:۔ امام چوکی پر اور مقتدی فرش پر ہوں تو اگر وہ چوکی ایک ذراع کے قدر اونچی ہے تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۳ جلد ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۶۰۴ جلد اول)
مسئلہ:۔ دھوپ سے بچ کر سایہ میں جو نماز میں شریک ہوتے ہیں ان کی نماز صحیح ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۱ جلد ۳)
مگر ایسا کرنا مناسب نہیں، صفیں بالکل ملی ہوئی ہوں، درمیان میں خلا نہ ہو لیکن دھوپ سے بچنے کے لئے بھی انتظام ہونا چاہیے تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)
مسئلہ:۔ دل میں عصر کی نیت تھی مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے نماز ہوگئی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۳ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۳۸۵ جلد اول)

نماز میں امام کی پیروی کہاں ضروری ہے؟

مسئلہ:۔ مقتدی کا نماز کے اعمال میں اپنے امام کے پیروی کرنا امامت کی شرائط میں سے ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مقتدی کا اپنے امام کی متابعت (پیروی) کرنے کی تین قسمیں ہیں۔
ایک یہ کہ مقتدی کا عمل امام کے عمل سے متصل (قریب ہو، یعنی جس وقت امام نیت باندھے تو ساتھ ہی مقتدی بھی نیت باندھ لے، اور امام کے رکوع کے ساتھ رکوع کرے اور سلام کے ساتھ سلام پھیرے۔) امام کی پیروی میں یہ امر بھی داخل ہے کہ مقتدی امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور ہنوز (ابھی مقتدی) رکوع میں تھا کہ امام نے بھی رکوع کرلیا، یہ حالت رکوع میں مقتدی کا امام کے ساتھ ہونا متصور ہوگا۔
دوسرے یہ کہ مقتدی امام کے عمل کے بعد وہی عمل کرے، بایں طور کہ کوئی فعل امام کے شروع کرنے کے بعد مقتدی کرے اور (ابھی وہ عمل پورا نہ ہوا ہو) باقی حصہ میں امام کے ساتھ شامل رہے۔

تیسرے یہ کہ امام کی پیروی تاخیر کے ساتھ کرے، اس طور پر کہ امام جب کوئی عمل انجام دے چکے تو قبل اس کے کہ امام کوئی آئندہ رکن شروع کرے مقتدی اس عمل کو انجام دے۔ ان تمام صورتوں میں یہ تسلیم کیا جائے گا کہ مقتدی نے امام کی پیروی کی۔

غرض امام نے رکوع کیا اور ساتھ کے ساتھ مقتدی نے بھی رکوع کیا یا اس کے بعد رکوع کیا امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو گیا، یا یہ کہ امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد، لیکن سجدہ کے لئے جھکنے سے پہلے پہلے رکوع کر لیا تو مقتدی نے رکوع میں امام کی متابعت (پیروی) کر لی۔ ان تینوں میں سے کسی طرح بھی پیروی کی جائے۔

(کتاب الفقہ ص ۶۶۸ جلد اول)

فرض اعمال میں پیروی کرنا

جو اعمال نماز میں فرض ہیں ان میں امام کی پیروی فرض ہے، اور جو اعمال واجب ہیں ان میں واجب ہے، اور جو اعمال سنت ہیں ان میں سنت ہے۔ پس اگر مثلاً رکوع میں یہ پیروی چھوڑ دی اس طور پر کہ رکوع کیا اور امام کے اٹھنے سے پہلے سر اٹھا لیا اور اس رکوع یا اس کے بعد کی نئی رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل نہ رہا تو نماز باطل ہو جائے گی، کیونکہ عمل فرض میں متابعت (پیروی جو فرض تھی) نہیں کی گئی۔ اسی طرح امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کر لیا تو وہ رکعت جس میں یہ کیا گیا رائیگاں (بےکار) جائے گی۔

دوسری رکعت کے افعال پہلی رکعت میں، تیسری رکعت کے افعال دوسری اور چوتھی کے تیسری میں منتقل ہو جائیں گے اور اس کے ذمہ ایک رکعت رہ جائے گی جس کا ادا کرنا امام کے سلام پھیرنے کے بعد واجب ہوگا، اگر ایسا نہ کیا (ایک رکعت بعد میں نہ پڑھی) تو نماز باطل ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر قنوت (وتر کی دعاء) میں امام کی متابعت نہ کی تو گناہ ہوگا کیونکہ واجب کو ترک کیا۔ اگر رکوع کی تسبیح میں متابعت نہ کی تو سنت کو ترک کیا۔

(کتاب الفقہ ص ۶۶۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ قعدہ اولیٰ میں اگر امام مقتدی کے تشہد (التحیات) پورا پڑھنے سے پہلے کھڑا ہو جائے

تو مقتدی کو تشہد پورا کر کے کھڑا ہونا چاہیے اور قنوت وتر میں اگر امام مقتدی کی قنوت ختم سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو اس کی متابعت کرنی ہوگی، ہر دو صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ دعاء قنوت جس قدر بھی ہوگئی واجب ادا ہو گیا اور تشہد تمام واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۰ جلد ۳، شامی ص ۸۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ آخری قعدہ میں امام کے سلام کے ساتھ ہی مقتدی سلام پھیریں، البتہ اگر کسی مقتدی کا تشہد یعنی التحیات کچھ باقی رہ جائے تو اس کو پورا کر کے سلام پھیرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶۸ جلد ۳)

نماز میں جہاں امام کی پیروی نہ کی جائے

مسئلہ:۔ چار باتیں ایسی ہیں جن میں امام کی متابعت لازمی نہیں ہے۔ (۱) اول یہ کہ امام عمداً کوئی سجدہ زیادہ کرے تو اس میں امام کی پیروی نہ کی جائے۔ (۲) دوسرے عیدین کی تکبیروں میں اگر امام کچھ زیادہ کرے جو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی نہیں ہے تو اس کی پیروی نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے اگر جنازہ کی تکبیروں میں امام اضافہ کرے مثلاً پانچ تکبیریں کہے تو اس کی پیروی نہ کی جائے۔ (۴) چوتھے جب امام فرض کو مکمل کرنے اور قعدہ اخیرہ کے بعد بھولے سے ایک اور رکعت کے لئے کھڑے ہو، تب بھی پیروی نہ کی جائے۔ اگر امام ایسا کرے اور وہ فاضل رکعت ادا کر کے سجدہ کرے تو مقتدی کو چاہیے کہ بطور خود ہی سلام پھیر کر نماز سے علیحدہ ہو جائیں۔ ہاں اگر امام نے زائد رکعت کا سجدہ نہیں کیا، بلکہ رجوع کر کے (واپس آکر) قعدہ اخیرہ کے لئے بیٹھ گیا اور پھر سلام پھیرا تو مقتدی کو اس کے سلام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے۔ لیکن اگر امام قعدہ اخیرہ کیے بغیر فاضل رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

مندرجہ ذیل نو باتیں ایسی ہیں کہ اگر امام ان کو ترک کر دے (یعنی چھوڑ دے تو مقتدی کو چاہیے کہ اس کے ترک کرنے میں امام کی پیروی نہ کرے، وہ باتیں یہ ہیں۔
تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھ اٹھانا۔ ثناء (سبحانک اللھم) پڑھنا رکوع کے لئے تکبیر سجدہ کے لئے تکبیر کہنا۔ رکوع و سجود میں میں تسبیح پڑھنا۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔ التحیات پڑھنا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا۔ تکبیر تشریق (عید الاضحیٰ کے موقع پر) پڑھنا۔ یہ نو امور ہیں کہ ان میں سے اگر کسی کو امام ترک کردے تو مقتدی کو بھی اس کی پیروی میں ترک نہ کرنا چاہیے بلکہ بطور خود ہی اس کو کرے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۷۱ جلد اول)

اسی طرح کچھ باتیں کرنے کی ایسی ہیں کہ اگر امام انہیں ترک کردے تو مقتدی کو بھی ترک کردینا چاہیے۔ وہ پانچ باتیں ہیں۔

عید کی تکبیریں، قعدہ اولیٰ، سجدۂ تلاوت، سجدۂ سہو اور دعائے قنوت، اس صورت میں جب کہ رکوع کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو، لیکن اگر اندیشہ نہ ہو تو قنوت پڑھ لینا چاہیے۔ پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لہذا اس میں امام کی پیروی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر مقتدی تشہد (التحیات) پڑھ چکے تو سلام میں امام کی پیروی کرے۔

مسئلہ:۔ سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا تو افضل طریقہ کو نظر انداز کردیا، لیکن اگر تکبیر تحریمہ امام سے پہلے کہی گئی تو نماز درست نہ ہوگی، اور اگر امام کے ساتھ کہی تو جب بھی درست نہ ہوگی، اور اگر اس کے بعد تاخیر سے کہی تو تکبیر تحریمہ کا افضل وقت فوت کردیا۔ (کتاب الفقہ ص ۶۷۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ خوب گردن جھکا کر تمام بدن گھما کر سلام پھیرتے ہیں اس طرح گردن جھکا کر سلام پھیرنا من گھڑت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(اغلاط العوام ص ۶۳)

نمازی کے آگے سے گزرنے کا بیان

نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے اگرچہ نمازی نے بغیر کسی عذر کے سترہ (رکاوٹ) نہ رکھا ہو، اسی طرح نماز پڑھنے والے کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ اپنی نماز سے لوگوں کے آنے جانے میں رکاوٹ ڈالے، بایں طور کہ بغیر سترہ رکھے ایسی جگہ پر نماز پڑھنے

لگے جہاں اس کے سامنے سے لوگوں کی بکثرت آمدورفت ہو۔ایسی صورت میں اگرنمازی کے آگے سے کوئی شخص گذر جائے تو سردست اس بات کا گناہ ہوگا کہ اس جگہ نماز پڑھی جہاں لوگوں کو سامنے سے گزرنا پڑا۔سترہ نہ رکھنے کا گناہ نہ ہوگا۔اگر کوئی شخص سامنے سے نہیں گزرا تو کوئی گناہ نہ ہوگا، کیونکہ سترہ رکھنا بذات خود کوئی امر واجب نہیں ہے اگر نمازی رکاوٹ کا باعث ہوا،لیکن گزرنے والے کو گنجائش تھی (کہ وہ اور طرف سے چلا جاتا، پھر بھی نمازی کے آگے سے گزرا) تو دونوں گنہگار رہوں گے۔لیکن (اس کے برعکس) اگر نمازی کی وجہ سے رکاوٹ نہ تھی،لیکن جانے والے کو کسی اور جانب سے گزرنے کی گنجائش نہ تھی (اور نمازی کے آگے سے گزرنا پڑا) تو کسی کو گناہ نہ ہوگا۔اور اگر دونوں میں سے کسی ایک طرف سے کوتاہی ہوئی تو ایک ہی شخص گنہگار رہوگا۔

(کتاب الفقہ ص ۴۳۰ جلد اول و در مختار ص ۵۸۱ جلد اول و نظام الفتاویٰ ص ۵ے جلد اول)

''سترہ'' اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی آڑ کرنے کے لئے اپنے سامنے لگا لے،اپنے آگے کھڑا کرلے،خواہ وہ لکڑی ہو،یا کوئی ستون ہو،یا دیوار وغیرہ ہو،اور اس (سترہ کھڑے کرنے) سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سجدہ کی جگہ متمیز ہو جائے اور جس شخص کو نمازی کے سامنے سے گزرنا ہو وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا گنہگار نہ ہو۔

سترہ کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں نماز کھلی اور بے آڑ جگہ پڑھی جائے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھنی ہو یا ایسے مقام میں کہ جہاں لوگوں کا نمازیوں کے سامنے سے گزرنا نہ ہوتا ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔سترہ کی لمبائی ایک ہاتھ سے کم نہ ہونی چاہیے اور اس کی موٹائی کم سے کم ایک انگلی کے برابر ہونی چاہیے۔باجماعت نماز کی صورت میں امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے،یعنی اگر امام کے آگے سترہ ہے تو مقتدیوں کے آگے سے گزرنے میں کچھ گناہ نہیں،خواہ ان کے آگے کوئی آڑ ہو یا نہ ہو،لیکن سترہ کے ورے سے گزرنا جائز نہیں،ہاں اگر جماعت میں شریک ہونے کے لئے کوئی آنے والا پہلی صف میں خالی جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ دوسری صف کے آگے سے گزر کر پہلی صف میں اس خالی جگہ پہنچ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔اس صورت میں قصور دوسری صف والوں کا مانا

جائے گا۔انہوں نے آگے بڑھ کر پہلی صف میں خالی جگہ کو پُر کیوں نہیں کیا۔یعنی کیوں نہیں بھرا۔(مظاہر حق ص ۶۴۵ جلداول وہدایہ ص ۸۹ جلداول وشرح نقایہ ص ۹۶ جلداول وکبیری ص ۳۶۸ وعلم الفقہ ص ۹۳ جلد ۲ وکتاب الفقہ ص ۴۲۷ جلداول)

مسئلہ:۔سترہ کھڑا کرنا سنت ہے۔(ہدایہ ص ۸۹ جلداول)

مسئلہ:۔سترہ کے بجائے اگر چادر یا چھتری، مصلی (نمازی) کے آگے ہوتو وہ کافی ہے،لکڑی کی خصوصیت نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲ جلد ۴ وردالمختار ص ۵۹۵ جلداول)

مسئلہ:۔نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے مگراس سے نماز نہیں ٹوٹتی،اوراگر کوئی بے خیالی میں گزر گیا تو معذور ہے۔

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص میدان میں یا بڑی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہوتو دو تین صفوں کی جگہ چھوڑ کر اس کے آگے سے گزرنے کی گنجائش ہےاور چھوٹی مسجد میں مطلقاً گنجائش نہیں۔

(آپ کے مسائل ص ۲۹۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔نمازی کے آگے سے عورت یا کوئی بھی جانور کتا، بلی وغیرہ گزر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۳ جلد ۴ وص ۴۱ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۵۹۳ جلداول)

مسئلہ:۔نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جان لے کہ اس کا وبال کس قدر سخت ہے تو برسوں کھڑا رہے گا مگر آگے سے گزرنے کی ہمت نہ کرے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۹ جلد ۳ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۷۴ جلداول)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی حد

مسئلہ:۔جہاں نمازی کی نظر پہنچے جب کہ وہ اپنی نظر کو موضع سجود پر رکھے (سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھے) وہاں تک آگے کو نہ گزریں پس اگر کوئی شخص باہر فرش پر نماز پڑھتا ہوتو اندر کے درجہ میں آگے کو گزر سکتا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۱ جلد ۴)

مسئلہ:۔بڑی مسجد اور جنگل میں تو نمازی سے اتنے فاصلہ پر گزرنا جائز ہے کہ جہاں تک سجدہ کی جگہ پر نظر رکھ کر نمازی کی نظر نہ پہنچے۔(امدادالاحکام ص ۴۶۳ جلداول)

مسئلہ:۔ اگر دو مصلی (نمازی) آگے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، آگے والا فارغ ہو گیا، اب وہ داہنی جانب یا بائیں جانب کو جا سکتا ہے (کھسکتا ہے) یہ جائز ہے (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۸ جلد ۴)

مسئلہ:۔ بیت الحرام کا طواف کرنے والے کو جائز ہے کہ نمازی کے آگے سے چلا جائے، اسی طرح کعبہ کے اندر اور مقام ابراہیم کے پیچھے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز پڑھنے والے اور گزرنے والے کے درمیان سترہ نہ ہو۔

(کتاب الفقہ ص ۴۳۱ جلد اول) کیونکہ یہاں پر مجبوری ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

نماز کے فرائض

نماز کے فرائض اور واجبات، سنن، مستحبات، مفسدات اور مکروہات لکھے جاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو طریقہ نماز پڑھنے کا اوپر بیان کیا گیا ہے اس میں کون چیز فرض ہے اور کون واجب، اور کون سنت اور کون مستحب، اور اس طریقے کے کسی امر کی رعایت نہ کرنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

نماز کے فرائض چھ ہیں، ان چھ میں سے پانچ نماز کے رکن ہیں یعنی نماز ان سے مرکب ہے اور وہ نماز کے جزء ہیں اور چھٹا یعنی نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا رکن نماز نہیں۔

۱۔ قیام (کھڑا ہونا) اتنی دیر تک کھڑا رہنا فرض ہے جس میں اس قدر قرأت کی جا سکے جو فرض ہے۔ (درمختار وغیرہ)

کھڑے ہونے کی حد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے جائیں تو گھٹنوں تک پہنچ سکیں۔ (مراقی الفلاح)

قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے، ان کے سوا اور نمازوں میں فرض نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ جو شخص قیام پر قادر نہیں اس پر قیام (کھڑا ہونا) فرض نہیں ہے۔

۲۔ قرأت یعنی قرآن شریف کا پڑھنا نماز میں۔ قرآن مجید کی ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے خواہ بڑی ہو یا چھوٹی مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم دو لفظوں سے مرکب ہو جیسے ثم نظر اور ایک ہی لفظ ہی جیسے مدھامتان یا ایک حرف ہو جیسے ص، ق وغیرہ یا دو حروف ہوں حم وغیرہ یا کئی

حروف ہوں جیسے الٓم ،حٰم ،عسق وغیرہ تو ان سب صورتوں میں ایسی ایک آیت کے پڑھنے سے فرض نہ ادا ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ:۔فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے یہ بھی تخصیص نہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے یا اگلی دو رکعتوں میں یا درمیانی جیسے مغرب کی نماز میں اگر کوئی پہلی اور تیسری رکعت میں قرأت کرے اور دوسری میں یا نہیں یا دوسری میں کرے پہلی میں نہیں، بہرصورت فرض ادا ہو جائے گا۔ (کنز الدقائق ،درمختار ،مراقی)

مسئلہ:۔وتر اور نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

مسئلہ:۔امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کی ضرورت نہیں ہاں مسبوق (جس کی رکعت رہ گئی ہو) اس کے لئے ان گئی ہوئی رکعتوں میں چونکہ امام نہیں ہوتا اس لئے اس کو قرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ رکوع ہر رکعت میں ایک مرتبہ فرض ہے۔رکوع کی حد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اس قدر جھک جائے جس میں دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں اور صرف جھک جانا ہی فرض ہے کچھ دیر تک جھکا ہوا رہنا فرض نہیں۔

مسئلہ:۔اگر کسی کی پیٹھ (کمر) بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے جھک گئی ہو اور ہر وقت اس کی حالت رکوع کے مشابہ رہتی ہو تو اس کو رکوع میں صرف سر جھکا دینا چاہیے۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ سجدہ۔ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں ایک سجدہ قرآن کریم سے اور دوسرا سجدہ احادیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

مسئلہ:۔سجدے میں ایک گھٹنا اور ایک پیر کی انگلی کا اور پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اگر کسی تکلیف کی وجہ سے پیشانی نہ رکھ سکتا ہو تو بجائے اس کے صرف ناک رکھ دینا کافی ہے۔ (جبکہ اس کی قدرت ہو۔)

۵۔ قعدہ اخیرہ یعنی وہ نشست (بیٹھنا) جو نماز کی آخری رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد ہوتی ہے، اتنی دیر تک بیٹھنا فرض ہے جس میں التحیات الخ پڑھی جا سکے، اس سے زیادہ بیٹھنا فرض نہیں۔ (درمختار، مراقی الفلاح)

۶۔ نماز کو اپنے فعل سے تمام کر دینا، یعنی بعد تمام ہو جانے ارکان نماز کے کوئی ایسا فعل کیا جائے جو نماز کے منافی ہو مثلاً ''السلام علیکم'' کہہ دے یا قبلہ سے پھر جائے یا اور کوئی بات چیت۔ (علم الفقہ ص ۶۱ جلد ۲، ہدایہ ص ۹۶ جلد اول، شرح نقایہ ص ۶۸، کبیری ص ۲۷۵، کتاب الفقہ ص ۳۷۰ جلد اول)

خلاصہ فرائض نماز

فرائض:۔ (۱) قیام (۲) قرأت (۳) رکوع (۴) سجدہ (۵) قعدہ اخیرہ (۶) نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا۔

واجب قرأت کی مقدار

مسئلہ:۔ نفل اور وتر کی (ہر رکعت میں) اور فرض نمازوں کی ابتدائی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی اور سورت کا پڑھنا واجب ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی سورت (جیسے سورۂ کوثر یا اس کے برابر قرآن کریم کی آیتیں، مثلاً ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم ادبر واستکبر۔ اس میں دس الفاظ ہیں اور مشدد حروف کو دو شمار کر کے تیس حروف ہجاء ہیں۔ پس لمبی آیات میں سے ہر رکعت میں اس مقدار میں قرآن حکیم پڑھ لیا جائے تو واجب ادا ہو جائے گا لہذا اگر آیت الکرسی میں سے صرف اتنا پڑھ لیا جائے کہ **اللہ لاالٰہ الاھو الحی القیوم لاتاخذہ سنۃ ولانوم** ''(کتاب الفقہ ص ۳۸۰ جلد اول، صغیری ص ۱۵۰ فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۱۰ جلد ۴، شامی ص ۴۲۷ جلد اول)

نماز کے واجبات

۱۔ تکبیر تحریمہ کا خاص ''اللہ اکبر'' کے لفظ سے ہونا، اگر اس کے ہم معنی کسی لفظ سے مثلاً اللہ اعظم وغیرہ کے ادا کی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

۲۔ تکبیر تحریمہ کے بعد اتنی دیر تک کھڑا رہنا جس میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھی جا سکے۔ (درمختار، شامی)

۳۔ سورہ فاتحہ کا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں ایک

مرتبہ پڑھنا۔

۴۔ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی دوسری سورت کا پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں یہ دوسری سورت کم سے کم تین آیتوں کی ہونا چاہیے۔ اگر تین آیتیں پڑھ لی جائیں، خواہ کسی سورت کا جز ہوں یا خود صورت ہو تو کافی ہے۔

۵۔ پہلے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا، اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا، اگر کوئی شخص پہلے (فاتحہ سے) دوسری سورت پڑھے اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

۶۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔ اگر دوسری، تیسری یا تیسری چوتھی میں قرأت کی جائے اور پہلی دوسری میں نہ کی جائے تو واجب نہ ہوگا، اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ (درمختار، مراقی الفلاح)

۷۔ رکوع کے بعد اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جانا جس کو فقہاء قومہ کہتے ہیں۔

۸۔ سجدوں میں پورے دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور دونوں پیروں اور ناک کا زمین پر رکھنا۔ (مراقی الفلاح)

۹۔ دوسرے سجدے کا اس کے مابعد سے پہلے ادا کرنا، مثلاً اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں بغیر دوسرا سجدہ کیے ہوئے کھڑا ہو جائے تو اس کا واجب ترک ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے سجدے سے پہلے قیام کر لیا۔ (شامی)

۱۰۔ رکوع اور سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ "**سبحان ربی العظیم**" وغیرہ یا "سبحان ربی الاعلیٰ" وغیرہ کہہ سکے۔ (طحطاوی، مراقی الفلاح وغیرہ)

۱۱۔ دونوں سجدوں کے درمیان اٹھ کر بیٹھنا جس کو فقہاء جلسہ کہتے ہیں۔

۱۲۔ قومے اور سجدوں کے درمیان میں اس قدر ٹھہرنا کہ ایک تسبیح کہی جا سکے (مراقی الفلاح)

۱۳۔ قعدہ اولیٰ یعنی دونوں سجدوں کے بعد دوسری رکعت میں بیٹھنا، اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو۔

۱۴۔ قعدہ اولیٰ میں بقدر التحیات کے بیٹھنا۔

۱۵۔ دونوں قعدوں میں ایک مرتبہ التحیات پڑھنا، اگر نہ پڑھی جائے یا ایک مرتبہ سے

زیادہ پڑھی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

۱۶۔ نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا فعل (کام) کرنا جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے۔(درمختار،شامی وغیرہ)

مثال:۔سورۂ فاتحہ کے بعد زیادہ سکوت (خاموشی) کرنا، یہ سکوت دوسری سورت کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔(۲) دو رکوع کرنا، دوسرا رکوع سجدہ کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔

(۳) تین سجدے کرنا، تیسرا قیام یا قعود (بیٹھنے) کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔

(۴) پہلی یا تیسری رکعت کے اخیر میں زیادہ نہ بیٹھنا، یہ بیٹھنا دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔(شامی)

(۵) دوسری رکعت میں التحیات کے بعد دیر تک بیٹھنا جس میں کوئی رکن مثل رکوع وغیرہ کے ادا ہو سکے۔(علم الفقہ ص ۶۳ جلد ۲، درمختار ص ۹ جلد اول)

۱۷۔ نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا خواہ کوئی دعاء ہو۔

۱۸۔ عیدین کی نماز میں علاوہ معمولی تکبیروں کے چھ زائد تکبیریں کہنا۔

۱۹۔ عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کرتے وقت تکبیر کہنا۔

۲۰۔ امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ قضاء ہوں یا اداء، اور جمعہ وعیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرأت کرنا۔منفرد (تنہا پڑھنے والے) کو اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ آواز سے، اور آواز بلند ہونے کی فقہاء نے یہ حد بیان کی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے، اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔

۲۱۔ امام کو ظہر،عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا۔(قاضی خان)

۲۲۔ جو نفل نمازیں دن میں پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔(مراقی الفلاح)

۲۳۔ منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) اگر فجر مغرب عشاء کی قضاء دن میں پڑھے تو ان میں

بھی اسکو آہستہ آواز سے قرأت کرنا چاہیے اور اگر رات کو قضاء پڑھے تو اسے اختیار ہے۔

۲۴۔ اگر کوئی شخص مغرب عشاء کی پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو اسے تیسری چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا چاہیے۔ اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔

۲۵۔ نماز کو ''السلام علیکم'' کہہ کر ختم کرنا نہ کسی اور لفظ سے۔

۲۶۔ دو مرتبہ ''السلام علیکم'' کہنا۔ (علم الفقہ ص ۶۴ جلد ۲ وہدایہ ص ۷۳ جلد اول وشرح نقایہ ص ۷۰ جلد اول وکبیری ص ۲۹۸ وکتاب الفقہ ص ۳۸۱ جلد اول وبحر ص ۳۰۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ واجب کو ترک (چھوڑنے) سے نماز ناقص ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ واجب کا منکر فاسق ہوتا ہے، اور فرض کا منکر کافر۔

مسئلہ:۔ واجب اگر رہ جائے تو سجدۂ سہو سے تلافی ہو سکتی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کر لے۔

مسئلہ:۔ قصداً واجب کو ترک کیا جائے تو اعادۂ صلوٰۃ (نماز کا لوٹانا) واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے انسان فاسق اور گنہگار ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ اور جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے وہ واجب الاعادہ ہوگی۔ (یعنی لوٹانا ضروری ہوگا۔) (نماز مسنون ص ۳۰۳ وکتاب الفقہ ص ۳۷۹ جلد اول)

سنت کی تعریف اور حکم

سنت، اس سے مراد وہ عمل ہے جس کے بجالانے پر مکلف انسان مستحق ثواب ہوتا ہے، اگر ترک کردے (چھوڑ دے) تو اس سے مؤاخذہ نہیں۔ پس اگر کسی نے نماز کی تمام یا کچھ سنتیں ترک کردیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ترک پر کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا، لیکن اس کے بجالانے پر جو ثواب ملتا ہے اس سے محروم رہے گا۔

تاہم کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ سنت کی بات کو بے حیثیت تصور کرے، کیونکہ نماز کا مقصد جناب الٰہی میں تقرب حاصل کرنا ہے جس کا نتیجہ عذاب سے دور ہونا اور اللہ تعالیٰ کی

نعمتوں سے بہرہ یاب ہونا ہے۔

ایسی صورت میں کوئی عاقل یہ مناسب نہ جانے گا کہ نماز کی سنتوں میں سے کسی سنت کی بے قدری کرے اور اسے ترک کردے، کیونکہ اس کا ترک ثواب عمل سے محرومی کا باعث ہے اور یہ بات کسی دانشمند سے مخفی نہیں ہے کہ یہ محرومی ہی (بجائے خود) ایک عذاب ہے۔ ایسا کرنے سے نعم الہی سے محرومی ہے۔ لہذا مکلّف انسان کیلئے یہ امر خاص اہمیت رکھتا ہے کہ شارع (آنحضرت) علیہ السلام نے جن امور کے بجالانے کا ارشاد فرمایا ہے، ان کی بجا آوری کی جانب توجہ کی جائے خواہ وہ امور فرض ہوں یا سنت ہوں۔

رہا یہ سوال کہ آخر اس کا کیا سبب ہے کہ شارع علیہ السلام نے نماز کی بعض باتوں کو فرض لازم اور بعض باتوں کو غیر ضروری قرار دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر آسانی کرتا ہے، اسی لئے اس نے بندوں کو بعض اعمال بجالانے کا اختیار دیا ہے، تاکہ ان کا ثواب عطا فرمائے۔ اب اگر کوئی شخص اسے چھوڑ دے تو ثواب سے محروم رہے گا لیکن اس پر عذاب نہ ہوگا۔ یہ بھی شریعت اسلامیہ کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے کہ اس میں شرعی ذمہ داریوں کی دشواری دور کردی گئی اور نہایت خوبی کے ساتھ جزائے خیر حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۳۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کی سنت کا چھوڑنا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے اور نہ ہی سجدۂ سہو کا بلکہ وہ گناہ کا موجب اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس نے جان بوجھ کر چھوڑا ہو، مگر شرط یہ ہے کہ اس نے سنت کو حقیر سمجھ کر نہ چھوڑا ہو بلکہ سستی یا کاہلی کی وجہ سے ایسا کیا ہو اس لئے کہ سنت کو حقیر سمجھنے والا از روئے فتویٰ کافر ہو جاتا ہے۔ (درمختار ص ۱۹ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

نماز کی سنتیں

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا، مردوں کو کانوں تک اور عورتوں کو شانوں تک اور عذر کی حالت میں مردوں کو بھی شانوں تک ہاتھ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

۳۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اٹھے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرنا۔ (درمختار وغیرہ)

۴۔ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو نہ بہت کشادہ کرنا، نہ بہت ملانا۔

۵۔ تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد ہاتھوں کا باندھ لینا، مردوں کو ناف کے نیچے، عورتوں کو سینے پر۔

۶۔ مردوں کو اس طرح ہاتھ باندھنا کہ داہنی ہتھیلی بائیں پر رکھ لیں اور داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے کلائیں کو پکڑ لیں اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا دیں اور عورتوں کو اس طرح کہ دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں، انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑنا ان کے لئے مسنون نہیں ہے۔

۷۔ ہاتھ باندھنے کے فوراً بعد سبحانک اللھم الخ پڑھنا۔

۸۔ امام اور منفرد کو سبحانک اللھم کے بعد اور مسبوق کو اپنی ان رکعتوں کی پہلی رکعت میں جو امام کے بعد پڑھے بشرطیکہ وہ رکعتیں قرأت کی ہوں "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" کہنا۔

۹۔ ہر رکعت کے شروع میں الحمد اللہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا۔

۱۰۔ امام اور منفرد کو سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا اور قرأت بلند آواز سے ہو تو سب مقتدیوں کو بھی آمین (آہستہ) کہنا۔

۱۱۔ آمین آہستہ آواز سے کہنا۔

۱۲۔ قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کے برابر فصل ہونا۔

۱۳۔ فجر اور ظہر کے وقت فرض نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوال مفصل کی سورتوں کا پڑھنا اور عصر اور عشاء کے وقت اوساط مفصل مغرب میں قصار مفصل۔

بشرطیکہ سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو۔ سفر اور ضرورت کی حالت میں جو سورت چاہے پڑھے۔

۱۴۔ فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت ڈیوڑھی سورت پڑھنا۔ (شامی)

۱۵۔ رکوع میں جاتے وقت ''اللہ اکبر'' کہنا، اس طرح کہ تکبیر اور رکوع کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور رکوع میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔ (منیہ وغنیۃ وغیرہ)

۱۶۔ مردوں کو رکوع میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھو سے پکڑنا اور عورتوں کا صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لینا۔ (غنیۃ)

۱۷۔ مردوں کو انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا اور عورتوں کو ملا کر۔

۱۸۔ رکوع کی حالت میں پنڈلیوں کا سیدھا رکھنا۔

۱۹۔ مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ اور سرین سب برابر ہو جائیں، اور عورتوں کو صرف اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (مراقی)

۲۰۔ رکوع میں کم سے کم تین بار ''سبحان ربی العظیم'' کہنا۔

۲۱۔ رکوع میں مردوں کو دونوں ہاتھوں کا پہلو سے جدا رکھنا۔

۲۲۔ قومے میں امام کو صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کو صرف ربنالک الحمد اور منفرد کو دونوں کہنا۔

۲۳۔ سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

۲۴۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا، پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو اور اٹھتے وقت پہلے ناک کو اٹھانا پھر پیشانی کو پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو۔ (مراقی)

۲۵۔ سجدہ کی حالت میں منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھنا۔ (شرح وقایہ)

۲۶۔ سجدے کی حالت میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے اور کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور ہاتھ کی باہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا اور عورتوں کو پیٹ کا زانو سے اور کہنیوں کا پہلو سے ملا ہوا، اور ہاتھ کی باہوں کا زمین پر بچھا ہوا رکھنا۔

۲۷۔ سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا۔ (شرح وقایہ وغیرہ)

۲۸۔ سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا قبلے کی طرف رکھنا (شرح وقایہ)

۲۹۔ سجدے کی حالت میں دونوں زانوؤں کا ملا ہوا رکھنا۔

۳۰۔ سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔

۳۱۔ سجدے سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے سر کا زمین سے اٹھانا۔

۳۲۔ دونوں سجدوں کے درمیان میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جس کیفیت سے دونوں سجدوں کے بعد بیٹھنا چاہیے جس کا بیان آگے آتا ہے۔

۳۳۔ قعدہ اولیٰ اور دوسرا قعدہ دونوں میں مردوں کو اس طرح بیٹھنا کہ داہنا پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور بایاں پیر زمین پر بچھا ہو اور اسی پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ زانوؤں پر ہوں، انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور عورتوں کو اس طرح کہ اپنے بائیں سرین پر بیٹھیں اور داہنے زانو کو بائیں پر رکھ لیں اور بایاں پیر داہنی طرف نکال دیں اور دونوں ہاتھ بدستور زانو پر ہوں۔

۳۴۔ التحیات میں لا الہ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے آس پاس کی انگلیاں بند کر کے کلمہ کی انگلی اٹھانا اور الا اللہ کہتے وقت رکھ دینا اور باقی انگلیوں کو آخر تک بدستور باقی رکھنا۔

۳۵۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں کے بعد ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ (مراقی الفلاح)

۳۶۔ قعدہ اخیر میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا۔ (مراقی الفلاح)

۳۷۔ درود شریف کے بعد کسی ایسی دعاء کا پڑھنا جو قرآن کریم یا احادیث سے ثابت ہو، اگر کوئی ایسی دعاء پڑھی جائے جو قرآن کریم اور احادیث سے ثابت نہ ہو تب بھی جائز ہے بشرطیکہ دعاء ایسی چیز کی ہو جس کا طلب کرنا خدا کے سوا کسی سے ممکن نہ ہو۔ (بحر الرائق)

۳۸۔ السلام کہتے وقت داہنے بائیں طرف منہ پھیرنا۔ (مراقی الفلاح)

۳۹۔ پہلے داہنی طرف منہ پھیرنا، پھر بائیں طرف۔ (مراقی الفلاح)

۴۰۔ امام کو بلند آواز سے سلام پھیرنا۔ (کہنا)

۴۱۔ دوسرے سلام کی آواز کا بہ نسبت پہلے سلام کی آواز کے پست ہونا (مراقی الفلاح)

۴۲۔ امام کو اپنے سلام میں اپنے مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ مرد ہو یا عورت یا لڑکے ہوں یا مخنث اور کراماً کاتبین وغیرہ فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور کراماً کاتبین فرشتوں کی اور امام داہنی طرف ہو تو داہنے سلام میں اور بائیں طرف

ہوتو بائیں سلام میں اور محاذی ہوتو دونوں سلام میں امام کی بھی نیت کرنا۔(مراقی الفلاح، علم الفقہ ص ۶۸ تا ص ۷۱ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۳۸۳ تا ص ۳۸۵ جلد اول ونماز مسنون ص ۳۱۰)

نماز کے مستحبات

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کو اپنے ہاتھوں کو آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا، بشرطیکہ کوئی عذر مثل سردی وغیرہ کے نہ ہو اور عورتوں کو ہاتھوں کا نہ نکالنا بلکہ چادر یا دوپٹہ وغیرہ میں چھپائے رکھنا۔(مراقی الفلاح)

۲۔ کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کے مقام پر جمائے رکھنا اور رکوع میں قدم پر، سجدے میں ناک پر بیٹھنے کی حالت میں زانو پر، سلام کی حالت میں شانوں پر۔(درمختار)

۳۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی یا جمائی کو روکنا۔(مراقی الفلاح)

۴۔ اگر جمائی آجائے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت ورنہ بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لینا۔(درمختار)

۵۔ امام کو قد قامت الصلوٰۃ کے فوراً بعد تکبیر تحریمہ کہنا۔

۶۔ قعدہ اولیٰ اور اخیرہ میں وہی خاص تشہد پڑھنا جو بیان ہو چکا اس میں کمی زیادتی نہ کرنا۔

۷۔ قنوت میں اسی خاص دعاء کا پڑھنا جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی "اللھم انا نستعینک" الخ تک پڑھ لینا۔(شامی، علم الفقہ ص ۷۲ جلد ۲ ونماز مسنون ص ۳۱۱)

مسئلہ:۔ ہر رکعت میں الحمد سے پہلے اور سورت کے پڑھنے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا مستحب ہے۔(شرح نقایہ ص ۷۴ جلد اول، کبیری ص ۳۰۸)

حنفیہ کے نزدیک مندوب، ادب اور مستحب کے ایک معنی ہیں یعنی اس سے مراد وہ امور ہیں جو نبی کریم ﷺ نے کئے لیکن ہمیشہ اس پر عمل نہیں فرمایا (کتاب الفقہ ص ۴۲۵ جلد اول)

فرائض الصلوٰۃ

اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ فرائض فریضہ کی جمع ہے اور فرض شرعاً ہر اس فعل

کو کہا جاتا ہے جس کا بجالانا (ادا کرنا) دلیل قطعی سے لازم ہوا ہے چاہے وہ فعل فی نفسہٖ رکن ہو یا شرط۔ کما قال فی البحر الرائق. فان الفرض شرعاً مالزم فعله بدليل قطعي اعم من يكون شرطاً اور كنًا. (ص۲۹۰ جلد اول)

تنبیہہ:۔ ثانیاً یہ بات واضح رہے کہ فرائض الصلوٰۃ کی تعداد میں عبارات کتب فقہ مختلف ہیں۔ بحر الرائق وشامی میں سات، اور عالمگیری وہدایہ میں چھ اور کبیری میں آٹھ ذکر کیے گئے ہیں، لیکن خلاصہ اور معتمد یہ ہے کہ کل فرائض صلوٰۃ آٹھ ہیں، ان میں سے چھ ہمارے ائمہ کے درمیان متفق علیہا ہیں اور دو مختلف فیہا ہیں۔

كمافي الكبيري. اما فرائض الصلوٰة اى اركانها التى توجد ماهيتهابمجموعها فثمان فرائض ست فرائض على الوفاق بين ائمتناومنها ثتان فريضتان على الخلاف بينهم(۲۹۲)

(فی بیان الفرائض) متفق علیھا۔ چھ فرائض ہیں۔

(۱) تکبیر افتتاح بلفظ دیگر تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرأۃ (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قعدہ اخیرہ بمقدار تشہد پڑھیں گے۔

ايضافي الكبيرى وهى اى الفرائض الست المتفق عليهاتكبير الافتتاح (الى ان قال) والفرائض لباقيه من الست القيام والقراءة والركوع والسجود والقعده الاخره مقدارقراءة التشهد. (۲۹۲)

ملاحظہ:۔ تکبیر تحریمہ کے بارے میں یہ بات خیال میں رہے کہ اس کی فرضیت ہمارے ائمہ کے نزدیک متفق علیہا ہونے کے باوجود ان کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوا ہے کہ آیا وہ رکن صلوٰۃ ہے یا شرطِ صلوٰۃ! تو اس میں صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ شرطِ صلوٰۃ ہے نہ کہ رکن صلوٰۃ۔ اسی قول کو صاحب بدائع الصنائع نے محققین کی طرف اور صاحب غایۃ البیان نے عام مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ کمافی البحر الرائق: ثم اختلفوا اهى شرط اوركنه ففى الحاوى هى شرط فى اصح الروايتين وجعله فى البدائع قول المحققين من مشائخناوفى غاية البيان قول عامه المشائخ وهو الاصح (۲۹۱ جلد اول)

اوراسی وجہ سے فرض نماز کی تحریمہ سے نفل پڑھنا جائز ہوتا ہے بخلاف اس کے عکس کے (پس وہ نا جائز ہوگا۔)

کما في البحر: وثمرة الاختلاف تظهر في بناء النفل على تحريمة الفرض فيجوز عند القائلين بالشرطية ولا يجوز عند القائلين بالركنية (۲۹۱ جلداول)

فرائض مختلف فيها:۔

اور مختلف فیہا فرائض یہ ہیں۔(۱) خروج بصنع المصلي (یعنی مصلی کا قصداً اپنے منافی صلوٰۃ فعل کے ذریعہ نماز سے نکلنا۔) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ہے، بخلاف امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے (پس ان کے نزدیک فرض نہیں ہے۔) (۲) تعدیل ارکان اور مطلب اس کا اطمینان حاصل کرنا ادائے ارکان کے وقت (رکنا بعد رکن اور تمام اعضاء سے اضطراب کا دور ہونا اور اس کی اقل مقدار ایک تسبیح کا اندازہ ہے۔ پس یہ امام ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد کے نزدیک فرض ہے، بخلاف امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ وغیرہما کے (ان کے نزدیک فرض نہیں ہے۔)

كما في الكبيري: اما الخروج من الصلوٰة لصنعه اى بفعل الناشي من المصلي ففرض عند ابي حنيفةؒ خلافًا لهما الخ (وبعد) وتعديل الاركان وهو الطمانينة وزوال الاضطراب من جميع الاعضاء واقله قدر تسبيحة فرض عند ابي يوسف والائمه الثلاثة (۳۵۶)

الغرض متفق علیہا فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی قصداً یا سہواً فوت ہو جائے تو فرضیتِ صلوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ نماز ذمہ فرض رہے گی۔ اور مختلف فیہا خصوصاً تعدیل ارکان اگر قصداً فوت ہوئی تو نماز واجب الاعادہ ہوگی اور اگر سہواً ایسا ہوا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ اس لئے تمام فرائض الصلوٰۃ کو باہتمام ادا کرنا ضروری ہے تا آنکہ نماز میں کسی قسم کا نقصان واقع نہ ہو۔ (والتفصیل فی کتب الفقہ) واللہ اعلم تعالیٰ بالصواب)

☆

تعداد رکعات اور طریقہ نماز

فجر کے وقت دو رکعت فرض ہے اور ظہر، عصر، عشاء کے وقت چار چار رکعتیں، جمعہ کے دن بجائے ظہر کے دو رکعت نمازِ جمعہ۔ مغرب کے وقت تین رکعت۔

پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمام شرائط کی پابندی کے ساتھ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو چادر آستین وغیرہ سے باہر نکال کر کانوں تک اٹھائے، اس طرح دونوں انگوٹھے کانوں کی لو سے مل جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں، انگلیاں نہ بہت کشادہ ہوں نہ ملی ہوئی، ایسی حالت میں جس نماز کو پڑھنا چاہے، اس کی نیت دل میں کر لے اور زبان سے بھی دلی ارادہ کو ظاہر کرے (تو بہتر ہے) اور نیت عربی زبان میں کہنا ضروری نہیں بلکہ جس زبان میں بھی کرے اس طرح سے کرے کہ "میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت نماز فرض فجر کے وقت میں پڑھوں۔" ہر نماز کی اسی طرح سے نیت کے ساتھ ہی "اللہ اکبر" کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے، اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور بائیں کلائی کو داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا لے پھر فوراً یہ دعاء پڑھے "**سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولاالٰہ غیرک**" اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس دعاء کو پڑھ کر خاموش رہے۔ اور اگر امام قرأت شروع کر چکا ہو تو اس دعاء کو بھی نہ پڑھے بلکہ اللہ اکبر کے بعد ہی خاموش رہے اور اگر تنہا پڑھتا ہو یا امام ہو تو اس کے بعد **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ پڑھ کر سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھے اور جب سورۂ فاتحہ ختم ہو جائے تو منفرد اور امام آہستہ سے آمین کہیں اگر کسی ایسے وقت کی نماز ہو جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو سب مقتدی بھی آہستہ آہستہ آمین کہیں۔ آمین کے الف کو بڑھا کر کہنا چاہیے، اس کے بعد کوئی سورت قرآن کریم کی پڑھے۔ اگر سفر کی حالت میں ہو یا کوئی ضرورت ہو تو اختیار ہے کہ جو سورت چاہے اور اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات اور سورۂ بروج اور ان کے درمیان کی سورتوں میں جس سورت کو چاہے پڑھے، اور فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونا

چاہیے، باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں۔ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں۔(علم الفقہ ص ۳۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔سورۂ فاتحہ اور سورت کے درمیان میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا چاہیے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۶ جلد اول)

مسئلہ:۔سبحانک اللھم سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی بلکہ ثناء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔(آپ کے مسائل ص ۲۰۹ جلد ۳)

مسئلہ:۔عصر وعشاء کی نماز میں والسماء والطارق اور لم یکن اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھی چاہیے۔مغرب کی نماز میں اذا زلزلت سے آخر تک۔

اگر یاد ہو تو یہ سورتیں پڑھیں ورنہ جو بھی یاد ہو پڑھ لیں۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

سورت پڑھنے کے بعد ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور رکوع میں اچھی طرح پہنچ جانے کے ساتھ ہی تکبیر ختم ہو جائے۔رکوع اس طرح کیا جائے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ہوں، ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ ہوں اور سر اور سرین (کولھے) برابر ہوں، ایسا نہ ہو کہ سر جھکا ہوا ہو اور پیٹھ اٹھی ہوئی ہو، پیر کی پنڈلیاں سیدھی ہوں، خمدار (ٹیڑھی) نہ ہوں، رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' کہنا چاہیے، پھر رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور امام صرف ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے اور مقتدی صرف ''ربنالک الحمد'' اور منفرد (تنہا پڑھنے والا) دونوں کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا، اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے تکبیر اور سجدہ کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور سجدہ میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔

(علم الفقہ ص ۳۵ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۴۱۳ جلد اول و درمختار ص ۹۶ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۲ جلد ۴)

سجدہ کرنے کا طریقہ

سجدے میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو (اٹھتے وقت اس کے برعکس اٹھے) اور منہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہیے، اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رو ہونا چاہیے اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور انگلیوں کا

رخ قبلہ کی طرف اور پیٹ زانو سے علیحدہ اور بغل سے جدا ہوں، پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بہت چھوٹا سا بچہ درمیان سے نکل سکے۔ (یعنی جہاں تک بھی بلا تکلف زمین سے اونچا اٹھ سکے اٹھائے) سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہے، پھر سجدہ سے اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ جائے اس طرح کہ داہنا پیر اسی طرح کھڑا رہے اور بائیں پیر کو زمین پر بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے، اس طرح کہ انگلیاں پھیلی ہوئی ہوں، رخ ان کا قبلہ کی طرف ہو، نہ بہت کشادہ ہوں، نہ بالکل ملی ہوئی، سرے ان کے گھٹنے کے قریب ہوں اور اس حالت میں کوئی دعا نہ پڑھے۔

سجدے سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ، اطمینان سے بیٹھ چکنے کے بعد دوسرا سجدہ اسی طرح کرے جیسے پہلا سجدہ کیا تھا، دوسرا سجدہ کر چکنے کے بعد تکبیر کہتا ہوا فوراً کھڑا ہو، ہاتھوں کو زمین سے سہارا دیتے ہوئے (بلا عذر) نہ کھڑا ہو، اس دوسری رکعت میں صرف بسم اللہ الخ کہہ کر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اور اسی طرح کوئی دوسری سورت ملا کر اور اسی طرح (پہلی رکعت کی طرح) رکوع، قومہ، دونوں سجدے کیے جائیں، دوسرے سجدہ کے بعد اسی طرح بیٹھ کر جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا، یہ دعا پڑھے۔

التحیات للہ والصلوٰات والطیبات السلام علیک ایھاالنبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، السلام علیناوعلیٰ عباداللہ الصالحین اشھد ان لاالہ الااللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔"

لا الہ کہتے وقت انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی بند کر کے کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے اور الا اللہ کہتے وقت کلمہ کی انگلی جھکا دے پھر جتنی دیر بیٹھے انگلیاں اسی حالت میں رہیں اور اگر دو رکعت والی نماز ہو تو التحیات کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللھم صلی علی محمدوعلی اٰل محمد کماصلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمیدمجید. اللھم بارک علی محمدوعلی اٰلِ محمد کما بارکت علی ابرٰاھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمیدمجید.

یہ درود پڑھنے کے بعد یہ دعاء پڑھے:۔ **اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا وانہ لایغفر الذنوب الاانت فاغفرلی مغفرۃ من عندک ظلمت نفسی ظلما وارحمنی انک انت الغفور الرحیم.**

اس کے بعد نماز ختم کردے، اس طرح کہ پہلے داہنی طرف منہ پھیر کر کہے، "السلام علیکم ورحمتہ اللہ پھر بائیں طرف منہ پھیر کر کہے السلام علیکم ورحمتہ اللہ (اگر امام ہوتو) اس سلام میں کراماً کاتبین، فرشتوں کی اوران لوگوں کی نیت کی جائے جونماز میں شریک ہوں۔

(علم الفقہ ص ۳۶ جلد ۲، ہدایہ ص ۶۴ جلد اول، کبیری ص ۳۰۰، شرح نقایہ ص ۷۲، کتاب الفقہ ص ۴۱۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر عذر کی وجہ سے قعدہ میں مسنون طریقہ سے نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بن پڑے بیٹھے اور کوشش کرے کہ ہیئت مسنونہ کے قریب تر ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۱ جلد اول)

دو رکعت سے زائد رکعت کا طریقہ

اور اگر دو رکعت سے زائد والی نماز ہو بلکہ تین یا چار رکعت والی نماز ہوتو صرف التحیات اخیر تک پڑھ کر فوراً کھڑا ہو جائے باقی تین رکعت بھی اسی طرح پڑھے مگر ان رکعتوں میں بسم اللہ پڑھنے کے بعد صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کردے اور دوسری سورت نہ ملائے، اگر تین رکعت والی نماز ہوتو تیسری رکعت میں، ورنہ چوتھی رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد اسی طرح بیٹھ کر اسی طرح التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کر اس کے بعد اسی طرح سلام پھیر کر نماز ختم کردے۔ فجر، مغرب، عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت اور سمع اللہ لمن حمدہ اور سب تکبیریں امام بلند آواز سے کہے اور منفرد (تنہا پڑھنے والے) کو اختیار ہے۔ اور ظہر اور عصر کے وقت امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ اور سب تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔

مسئلہ:۔ نماز کی حالت میں ادھر ادھر نہ دیکھنا چاہیے بلکہ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کے مقام پر نظر جمائے رکھے اور رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت پر اور سجدوں میں ناک اور بیٹھنے کی حالت میں زانو پر۔ نماز کی حالت میں آنکھوں کو کھلا رکھے، بند نہ کرے، ہاں اگر سمجھے

کہ آنکھ بند کر لینے سے نماز میں دل زیادہ لگے گا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے (علم الفقہ ص ۳۷ جلد ۳)

نماز ختم کرنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعاء مانگے اور اگر امام ہو تو مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی سب آمین کہتے رہیں اور دعاء کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعاء نہ مانگے بلکہ مختصر دعاء مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر اور عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعاء مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعاء مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق (جس کی رکعت رہ گئی ہوں) اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنت نہ ہو، ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے **استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم** تین مرتبہ، آیت الکرسی، چاروں قل ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس مرتبہ **سبحان اللہ**، تینتیس مرتبہ **الحمد للہ** اور چونتیس مرتبہ **اللہ اکبر** پڑھے۔ (مراقی الفلاح، درمختار، شامی وغیرہ، علم الفقہ ص ۳۷ جلد ۲ وکبیر ص ۳۰۰، ہدایہ ص ۶۴ جلد اول، شرح نقایہ ص ۲۷ جلد اول، ترمذی ص ۴۰۸ جلد ..... مستدرک حاکم ص ۵۶۰، بہشتی زیور ص ۳۳ جلد ۱۱، مراقی الفلاح ص ۱۸)

مسئلہ:۔ نماز (فجر وعصر) کے بعد تسبیحات کا انگلیوں پر گننا (شمار کرنا) نہ صرف جائز ہے بلکہ حدیث شریف میں تسبیحات کو انگلیوں پر گننے کا حکم آیا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۷۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔ مردوں کے لئے ناف کے اوپر اور نیچے ہاتھ باندھنا دونوں طریقے حدیث سے ثابت ہیں۔ حنفیہؒ نے حدیث زیر ناف کو معمول بہ بنایا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۸۳ جلد ۲ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۲۹۴)

تشہد میں انگلی کس لفظ پر گرائے؟

مسئلہ:۔ تشہد یعنی نماز میں کلمہ کی انگلی صرف دائیں ہاتھ کی ہلائی جا سکتی ہے اگر کسی کی وہ انگلی کٹی ہوئی ہو یا اس میں کوئی مرض ہو تو اس کے بجائے دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ کی کسی اور انگلی سے

تشہد (التحیات) کے دوران اشارہ نہ کیا جائے، اشارہ کا طریقہ یہ ہے کہ تشہد میں اس وقت کی انگلی کو اٹھایا جائے، جب غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کرنے والے الفاظ "لا الہ" کہے جائیں اور جب "الا اللہ" کہا جائے تو انگلی جھکالی جائے گویا انگلی کا اٹھانا (غیر اللہ کی) الوہیت سے انکار اور اس کا جھکالینا اللہ کی الوہیت کے اقرار کی علامت ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۱۸ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۲ جلد ۲ بحوالہ رد المحتار ص ۴۷۴ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۶۸ جلد ۱۳)

مسئلہ:۔ اور نماز کے ختم تک ایسے ہی رہنے دے۔ (نماز مسنون ص ۳۸۹)

نماز میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ

مسئلہ:۔ سلام پھیرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب سلام پھیرا جائے اور اتنا مڑا جائے کہ دائیں اور بائیں رخسار (کلا پیچھے کی جانب) دکھائی دے جائیں۔ اگر بھولے سے بائیں جانب سلام پھیرلیا تو اب صرف دائیں طرف سلام پھیرا جائے، بائیں طرف سلام دوبارہ نہ پھیرا جائے۔ ہاں اگر منہ کو سامنے رکھے ہوئے سلام پھیرا تو اب دائیں اور بائیں مڑ کر سلام پھیرنا چاہیے۔ اور سنت یہ ہے کہ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جائے اور یہ کہ دوسرے سلام کی آواز پہلے کی بہ نسبت ہلکی ہو۔ پھر اگر امام ہو تو ضمیر مخاطب سے (جو السلام علیکم میں ہے) نماز پڑھنے والے مسلمانوں اور جنوں اور فرشتوں کا ارادہ کیا جائے۔ اگر مقتدی ہو تو اپنے امام اور نمازیوں کی نیت (سلام میں) کرے۔ اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو حفاظت کرنے والے فرشتوں کی نیت کرنا چاہیے۔

(کتاب الفقہ ص ۴۱۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کے سلام میں "ورحمۃ اللہ" کے بعد "وبرکاتہ" کا اضافہ متروک العمل ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۹ جلد ۴، در مختار ص ۴۹۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ بلا عذر شرعی مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اگر چہ نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اس کو چاہیے کہ امام کے ساتھ نماز پوری کرلے اور امام کے ساتھ دوبارہ سلام پھیرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۳ جلد ۴)

مسئلہ:۔ علماء بآواز بلند کلمہ طیبہ کو نماز کے بعد بکیفیت خاص پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور

آنحضرت ﷺ کا آواز سے پڑھنا بغرض تعلیم تھا، اس لئے اوروں کو جہر مفرط کرنے سے روکا جاتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ بلند آواز سے نہ پڑھا جائے جس میں دیگر نمازیوں اور ذاکرین کو اذیت ہو۔ (فتاوی دار العلوم ص ۱۳۷ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۶۱۸ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۹ جلد ۷)

مسئلہ:۔ ہلکی آوازوں سے فرضوں کے بعد کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۹ جلد ۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ جلد اول)

عورتیں نماز کس طرح پڑھیں

عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات پر ان کو اس کے خلاف کرنا چاہیے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانا چاہیے (مونڈھوں تک) اگر سردی کا زمانہ نہ ہو، اور عورتوں کو ہر زمانہ میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے شانوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

۲۔ تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے اور عورتوں کو سینے پر۔

۳۔ مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیے، اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہیے اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھنی چاہیے، حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہیے۔

۴۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر اور سرین (کولھے) اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیے بلکہ صرف اسی قدر جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے بلکہ ملا کر۔

۶۔ مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہیے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔

۷۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ زانوں اور بازو بغل سے جدا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو ملا ہوا

۸۔ مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنی چاہیے اور عورتوں کو زمین

پر بچھی ہوئی۔

۹۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پیروں کی انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہیے عورتوں کو نہیں یعنی پاؤں کھڑا نہ کریں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں۔

۱۰۔ مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پیر پر بیٹھنا چاہیے۔ اور داہنے پیر کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سرین (کولھے) کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دینا چاہیے اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔

۱۱۔ عورتوں کو کسی وقت قرأت بلند سے کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قرأت کرنا چاہیے۔ (علم الفقہ ص ۳۸ جلد ۲، امداد الاحکام ص ۴۶۸ جلد اول ہدایہ ص ۷۰ جلد اول، شرح نقایہ ص ۸۰، کبیری ص ۳۳۳ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۴ جلد ۷)

۱۲۔ اذان واقامت عورتوں کے حق میں مسنون نہیں ہے۔

(نماز مسنون ص ۳۷۱، فتاویٰ عزیزی ص ۴۴۸، آپ کے مسائل ص ۳۰۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔ عوام میں مشہور ہے کہ جب تک جمعہ کی نماز مسجد میں ختم نہ ہو جائے عورتیں گھروں میں ظہر کی نماز نہ پڑھیں، یہ محض بے اصل اور غلط ہے۔ (حسن العزیز ص ۱۲۸ جلد ۴)

عورت بوقت ولادت نماز کیسے پڑھے؟

مسئلہ:۔ عورت حالت دردزہ میں جب کہ ہوش وحواس درست ہوں اور بظاہر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو مگر رطوبت خون وغیرہ جاری ہو اور بچہ کا کچھ حصہ جسم سے نکلنا باقی ہو اور نماز کا وقت ہو تو ایسی حالت میں اگر وقت نماز کے نکلنے کا اندیشہ ہو تو وہ عورت وضو کرے اگر ہو سکے، ورنہ تیمّم کر کے نماز ادا کرے اور اس خون کا خیال نہ کرے کیونکہ وہ خون استحاصہ ہے، مانع عن الصلوٰۃ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۱ جلد ۴ بحوالہ غنیۃ ص ۳۶۵)

مقصد یہ ہے کہ خون نفاس کے نکلنے تک عورت پر نماز فرض ہے، اگر نہیں پڑھے گی تو بعد میں قضاء واجب ہوگی۔ نماز کی اہمیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی

نماز معاف نہیں ہے۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مہندی لگا کر نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ ہاتھوں کو مہندی لگا کر بند مٹھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ترک سنن واجب آتا ہے اس لئے مکروہ ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۵ جلد ۴)
چونکہ نماز کے ہر رکن میں مٹھی کا کھلا ہوا رکھنا مسنون ہے۔
(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند)

لُوپ کی حالت میں نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ حامداً و مصلیاً۔ لُوپ اگر پاک ہے اور علاج کے لئے عورت نے (شرم گاہ میں) لگا رکھا ہے تو ایسی حالت میں نماز، تلاوت وغیرہ کچھ بھی ممنوع نہیں ہے، سب درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۵ جلد ۱۳)
مسئلہ:۔ بیماری کی حالت میں عورتوں کو رحم (شرم گاہ) میں جو دوا اندر رکھنی پڑتی ہے اسی حالت میں نماز پڑھ لے قضاء نہ کرے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۹۸ جلد ۷)

لیکوریا کی مریض عورت کی نماز کا حکم

مسئلہ:۔ اس مرض میں خارج ہونے والا پانی ناپاک ہوتا ہے جو کپڑا اس سے آلودہ ہو جائے اس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ البتہ کپڑے کے ناپاک حصہ کو دھو کر پاک کر لیا جائے تو اس میں نماز درست ہے۔
پس جن عورتوں کو ایام سے پاک ہونے کے بعد لیکوریا کی اتنی شدت ہو کہ وہ پورے وقت کے اندر طہارت (پاکی) کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتیں، ان پر معذور کا حکم جاری ہوگا اور ان کو ہر نماز کے وقت ایک بار وضو کر لینا کافی ہوگا، لیکن اگر اتنی شدت نہ ہو تو وہ معذور نہیں۔ اگر وضو کے بعد نماز سے پہلے یا نماز کے اندر پانی خارج ہو جائے تو ان کو دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔(آپ کے مسائل ص ۳۳۱ جلد ۳)
مسئلہ:۔ ناخن پالش اور لپ اسٹک اگر بدن تک پانی پہنچنے نہ دے تو وضو نہیں ہوگا اور جب

وضو نہ ہوا تو نماز بھی نہ ہوئی۔ (آپ کے مسائل ص ۵۷ جلد ۳)

عورتوں کے نماز سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ عورت کا جوان ہونے کا وقت معلوم ہو تو اس وقت سے نماز فرض ہے، ورنہ عورتوں پر نو سال پورے ہونے پر دسویں سال سے نماز فرض سمجھی جائے گی۔

مسئلہ:۔ جو کپڑے ایسے باریک ہوں کہ ان کے اندر سے بدن نظر آئے، ان سے نماز نہیں ہوتی، نماز کے لئے دوپٹہ بھی موٹا استعمال کرنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۹۷ جلد ۳ وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۹ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۲۷۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ عورتیں ایسا لباس پہنیں جس میں بدن نہ کھلتا ہو، اگر بدن پورا ڈھکا ہوا ہو تو نماز ساڑی میں بھی ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل ص ۲۹۸ جلد ۳، فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۳ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۳۷۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ عورت کا نماز کے دوران ستر کھل جائے اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر ستر کھلتے ہی فوراً ڈھک لیا تو نماز ہو جائے گی۔

(آپ کے مسائل ص ۲۹۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔ وقت ہو جانے کے بعد عورتوں کے لئے اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے عورتوں کو اذان کا انتظار کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر وقت کا پتہ نہ چلے تو اذان کا انتظار کریں۔

(آپ کے مسائل ص ۲۹۹ جلد ۳)

مسئلہ:۔ بیوی شوہر کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتی ہے مگر برابر میں کھڑی نہ ہو بلکہ پیچھے کھڑی ہو۔ (آپ کے مسائل ص ۳۰۰ جلد ۳)

مسئلہ:۔ عورت اگر مسجد میں جماعت کے ساتھ جمعہ پڑھے تو اس کے لئے بھی اتنی ہی رکعتیں ہیں جتنی مردوں کے لئے یعنی پہلے چار سنتیں، پھر دو فرض (جماعت کے ساتھ) پھر چار سنتیں مؤکدہ، پھر دو سنتیں غیر مؤکدہ۔ عورتوں پر جمعہ فرض نہیں، اس لئے اگر وہ اپنے گھر پر نماز پڑھیں تو عام دنوں کی طرح ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ نیز عورتوں پر جمعہ، جماعت اور عیدین کی نماز ذمہ نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۰۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔عورت کو خاص ایام (حیض ونفاس کے دوران) میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، لیکن تسبیح پڑھ سکتی ہے۔ (آپ کے مسائل ص۳۰۴ جلد۳)
مسئلہ:۔عورتوں کا بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا بلا عذر درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۱۵۲ جلد۲)
مسئلہ:۔عورت مردوں کی امامت نہ کرے۔
مسئلہ:۔عورتیں اگر جماعت کرائیں تو جو عورت امام ہو وہ آگے بڑھ کر نہ کھڑی ہو بلکہ صف کے بیچ میں کھڑی ہو۔
مسئلہ:۔فتنہ وفساد کی وجہ سے عورتوں کا مسجد میں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔عورت اگر جماعت میں شریک ہو تو مردوں اور بچوں سے پچھلی صف میں کھڑی ہو۔
مسئلہ:۔عورتوں پر ایام تشریق یعنی عید الاضحیٰ کے زمانہ میں فرض نمازوں کے بعد کی تکبیرات تشریق واجب نہیں، البتہ اگر کوئی عورت جماعت میں شریک ہوئی تو امام کی متابعت کی وجہ سے اس پر بھی واجب ہے لیکن بلند آواز سے تکبیر نہ کہے۔ (کیونکہ اس کی آواز بھی ستر ہے، یعنی آواز کا بھی پردہ ہے۔)
مسئلہ:۔عورتوں کو فجر کی نماز جلدی یعنی اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے اور تمام نمازیں اول وقت میں اداء کرنا مستحب ہے۔
مسئلہ:۔عورتوں کو نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنے کی اجازت نہیں، نماز خواہ جہری ہو یا سری، ان کو ہر حال میں آہستہ قرأت کرنی چاہیے۔
مسئلہ:۔عورت اذان نہیں دے سکتی۔
مسئلہ:۔عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے، اور اگر گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مخصوص نہ ہو تو اعتکاف کے لئے جگہ کو مقرر کر لے۔ (آپ کے مسائل ص۳۰۷ جلد۳)
مسئلہ:۔عورتوں کے حق میں پاؤں کی انگلیاں کھڑا کرنا مشروع نہیں ہے۔ (جلسہ وسجدہ میں) (فتاویٰ دار العلوم ص۱۶۴ جلد۲، شامی ص۴۷۱ جلد اول)
مسئلہ:۔مرد وعورت کے اعضاء ستر (جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہے) میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ اگر نماز کے اندر تین تسبیح کی مقدار تلاوت تک کھلا رہ جائے تو نماز باطل

ہو جائے گی، اگر فوراً ڈھانپ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (کبیری ص ۲۶۷)

مسئلہ:۔نماز میں اگر عورت کے سر کا ربع (چوتھائی) حصہ کھلا ہوا ہو تو نماز جائز نہیں ہوگی۔اسی طرح عورت کے سر کے نیچے لٹکے ہوئے بالوں کا چوتھائی حصہ کھلا ہو ہو تو پھر بھی نماز نہیں ہوگی۔(نماز مسنون ص ۲۶۷)

مسئلہ:۔عورت نماز میں اگر ایسا باریک کپڑا پہنے جس سے بدن یا بالوں کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آئے تو نماز نہیں ہوگی۔(نماز مسنون ص ۲۶۸ جلد بحوالہ بیہقی ص ۲۳۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔اگر بچے کے جسم یا کپڑوں پر نجاست لگی ہوئی ہے اور وہ بچہ نمازی کی گود میں آجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(فتح الملہم ص ۱۴۰)

مسئلہ:۔عورت نے نماز میں بچے کو اٹھایا، بچے نے عورت کے پستان کو چوسا اور اس سے دودھ نکلا تو ایسی صورت میں اس عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی (کبیری ص ۴۴۳ جلد اول، فتح الملہم ص ۱۴۱)

مسئلہ:۔عورتوں کے لئے دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھ کی ظہر و بطن (اوپر نیچے کا حصہ) نماز میں ڈھانکنا ضروری نہیں ہے۔(اس کے کھلے رہنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔)

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔عورتوں کو اپنے بدن اور اعضاء کو سجدہ وغیرہ میں خوب ملانا چاہیے، مردوں کی طرح کھل کر نہ کرنا چاہیے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔عورت اگر نماز میں مرد کے ساتھ محاذات (برابر) میں آجائے اور عورت ہو بھی بالغ خواہ محرم ہی کیوں نہ ہو، اور دونوں ایک ہی نماز تحریمہ میں شریک ہوں، درمیان میں کوئی حائل بھی نہ ہو، اور عورت جنون، حیض ونفاس والی بھی نہ ہوں، اور ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار میں محاذات ہو، دونوں ایک ہی امام کے مقتدی ہوں، اور امام نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو، یا عورت مقتدی اور مرد نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو، تو ایسی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(ہدایہ ص ۹۷ جلد اول، شرح نقایہ ص ۸۹ جلد اول، شرح وقایہ ص ۱۵۴ جلد اول، نماز مسنون ص ۴۹۰)

مسئلہ:۔مسجد میں جماعت ہوگئی یا شرعی عذر کی وجہ سے مسجد میں نہ جاسکے تو گھر میں بیوی،

والدہ، بہن وغیرہ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا بہتر ہے۔ایک عورت ہو تو تب بھی پیچھے کھڑی رہے، مرد کی طرح برابر میں کھڑی ہوگئی تو نماز نہ ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۴۰ جلد۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۹۶ جلد اول)

مسئلہ:۔بعض عورتیں نماز پڑھنے کے بعد جاءنماز کا گوشہ یہ سمجھ کر الٹ دینا ضروری سمجھتی ہے کہ شیطان اس پر نماز پڑھے گا، اس میں کسی بات کی بھی اصل نہیں ہے۔(اغلاط العوام ص۵۶)

مسئلہ:۔عورتوں میں مشہور ہے کہ عورتیں مردوں سے پہلے نماز نہ پڑھیں۔یہ غلط ہے(جب وقت ہو جائے نماز پڑھ لیں۔)(اغلاط العوام ص۵۶)

مسئلہ:۔درمختار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر مرد نے عورت کا بوسہ(پیار) نماز میں لیا، یعنی عورت نماز پڑھ رہی تھی اور اس حالت میں مرد نے(نماز میں شامل ہوئے بغیر) اس کا بوسہ لیا خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر مرد نماز پڑھ رہا تھا اور عورت نے اس کا بوسہ لیا اور مرد کو شہوت ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد ہوگئی اور اگر مرد کو شہوت نہ ہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۵۵ جلد۴ بحوالہ درمختار ص۵۸۷ جلد اول)

مسئلہ:۔بعض عورتیں بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، یا کھڑی ہو کر شروع کرتی ہے مگر دوسری رکعت میں(بلاوجہ) بیٹھ جاتی ہیں، یاد رکھنا چاہیے کہ فرض اور واجب بلکہ سنت مؤکدہ میں قیام(نماز میں کھڑے ہونا) فرض ہے،(بلاوجہ بغیر مجبوری کے) بیٹھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔(احسن الفتاویٰ ص۳۱ جلد۳)

نماز میں عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہو جانا

وہ عورت جس پر انسانی نفس مائل ہوتا ہے جماعت میں مرد کے برابر آجائے یا اس کے آگے ہو، یعنی مرد کی پنڈلیوں یا ٹخنوں کے برابر ہو(اگر پنڈلی اور ٹخنے کے پیچھے ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی) تو نماز باطل ہو جائے گی بشرطیکہ یہ شرطیں پائی جائیں۔

(کتاب الفقہ ص۲۸۲ جلد اول)

مسئلہ:۔عورت کا مرد کے کسی عضو کے محاذی کھڑا ہونا ان شرطوں سے(۱) عورت بالغ ہو چکی ہو خواہ جوان یا بوڑھی یا نابالغ ہو مگر قابل جماع ہو، اگر کوئی کم سن نابالغ لڑکی نماز میں

محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔(۲) دونوں نماز میں ہو، اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہیں تو اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی۔(۳) کوئی حائل درمیان نہ ہو۔ اگر کوئی پردہ درمیان میں ہو یا کوئی سترہ حائل ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر درمیان میں اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک آدمی وہاں کھڑا ہو سکے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور وہ جگہ حائل سمجھی جائے گی۔ (۴) عورت میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں، اگر عورت مجنونہ ہو یا حالت حیض ونفاس میں ہو تو اس کی محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ان صورتوں میں وہ نماز میں نہ سمجھی جائے گی۔(۵) نماز جنازے کی نہ ہو جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔(۶) محاذات بقدر ایک رکن کے باقی رہے اگر اس سے کم محاذات رہے تو مفسد نہیں مثلاً اتنی دیر تک محاذات رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذات سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔(۷) تحریمہ دونوں کی ایک ہو، یعنی اس عورت نے اس مرد کی اقتداء کی ہو یا دونوں نے کسی تیسرے کی اقتداء کی ہو۔(۸) ادا دونوں قسم کی ایک ہی ہو۔ یعنی بحالت اقتداء نماز ادا کر رہے ہوں۔ اگر ایک بحالت اقتداء کرتا ہو، دوسرا بحالت انفراد یا دونوں بحالت انفراد ہو تو محاذات مفسد نہ ہوگی۔ مثلاً ایک مسبوق ہو دوسرا لاحق یا دونوں مسبوق ہوں اس لئے کہ مسبوق بعد سلام امام کے اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے ہاں اگر دونوں لاحق ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ لاحق مقتدی کا حکم رکھتا ہے۔(۹) مکان دونوں کا ایک ہو، اگر ایک کسی ایک مکان میں ہو دوسرا دوسرے مکان میں تب بھی محاذات مفسد نہیں، مثلاً ایک مسجد میں ہو دوسرا مسجد سے باہر۔(۱۰) دونوں ایک ہی طرف نماز پڑھتے ہوں، اگر دونوں کے نماز پڑھنے کی جہت مختلف ہو مثلاً اندھیری شب میں قبلہ نہ معلوم ہونے کے سبب سے ہر شخص نے اپنے غالب گمان پر عمل کیا ہو اور ہر ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہوئی ہو یا کعبہ کے اندر نماز ہوتی ہو اور ہر شخص مختلف جہت کی طرف نماز پڑھتا ہو۔(۱۱) امام نے عورت کی امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت کی ہو، اگر امام نے اس کے امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی، بلکہ اس عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ (علم الفقہ ص ۱۰۴ جلد ۲)

سجدہ اور رکوع سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔اگر تمام سجدے میں دونوں قدم (پیر) زمین سے بالکل اٹھے رہے تو سجدہ نہ ہوگا۔ اور جب سجدہ نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔کم ازکم ایک انگلی کسی وقت سجدہ میں زمین پر ٹھہر جائے، یہ نہیں کہ اگر قدمین (دونوں پاؤں) زمین سے اٹھ گئے اور پھر رکھ لئے تو اس میں بھی نماز نہ ہوگی۔مطلب یہ ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں بالکل (پورے سجدہ میں) اٹھے رہے تو نماز نہ ہوگی۔(فتاوی دارالعلوم ص ۴۵ جلد ۴،بحرالرائق ص ۳۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت ہے، دونوں پاؤں زمین سے لگانا واجب ہے اور بلا عذر ایک (بھی) پاؤں کا اٹھائے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔دونوں میں سے ایک پاؤں کا کچھ حصہ زمین سے لگانا فرض ہے، خواہ ایک ہی انگلی لگائی جائے، فرض ادا ہو جائے گا۔اور اگر دونوں پاؤں زمین سے بلا عذر اٹھائے اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار اٹھائے رکھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔انگلی زمین سے لگانے کی شرط یہ ہے کہ فقط ناخن زمین سے نہ چھوئے بلکہ انگلی کے سرے کا گوشت بھی زمین سے چھو جائے یعنی انگلی زمین پر مڑ جائے۔(آپ کے مسائل ص ۳۱۶ جلد ۳،فتاوی دارالعلوم ص ۱۵۳ جلد ۲،فتاوی محمودیہ ص ۱۹۶ جلد ۲ وص ۲۷۰ جلد ۱۰، جوہرہ نیرہ ص ۵۲، عالمگیری ص ۱۰۱ جلد اول شامی ص ۲۳۳ جلد اول)

مسئلہ:۔سجدہ میں صرف انگوٹھا زمین پر رکھنے پر اکتفاء کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے، اس لئے مکروہ ہے۔سنت یہ ہے کہ دونوں انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔(فتاوی رحیمیہ ص ۳۰۴ جلد ۴ وشامی ص ۴۱۶ جلد اول وفتاوی دارالعلوم ص ۴۵ جلد ۴)

مسئلہ:۔چار انگشت کا فاصلہ پیروں میں قیام کی حالت میں رکھنا بہتر ہے اگر کچھ کم وپیش ہو گیا تو نماز صحیح ہے کچھ کراہت نہیں۔(فتاوی دارالعلوم ص ۱۵۳ جلد ۲ ردالمختار ص ۴۱۴ جلد اول)

مسئلہ:۔رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے نہ ہوں تو اس میں ترک واجب ہوتا ہے اور وہ نماز قابل اعادہ ہے، یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑا ہونا چاہیے۔

مسئلہ:۔نیز پہلے سجدے سے اٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے، پھر دوسرا سجدہ کرے، ورنہ نماز لوٹانی

پڑے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۵ جلد ۲، ردالمختار ص ۴۲۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو شخص **سبحان ربی العظیم** کے الفاظ کو ادا نہ کر سکے یعنی **سبحان ربی العظیم** پڑھے تو وہ (ظ کے) تلفظ کے صحیح ہونے تک **ربی الکریم** پڑھ سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۷۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے مگر ضرورت کے وقت ایک پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ بلاعذر صرف ناک پر سجدہ کرنے سے نماز ادا نہ ہوگی اور پیشانی پر اکتفاء (بلاضرورت) مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر پیشانی اور ناک دونوں مجروح ہوں تو ایسا شخص سجدہ اشارہ سے کر سکتا ہے۔

(عالمگیری ص ۷۳ جلد اول، کبیری ص ۲۸۳، نماز مسنون ص ۳۶۷)

مسئلہ:۔ سجدہ کرتے وقت سات اعضاء کو زمین پر لگائے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور پیشانی بمع ناک۔ (ہدایہ ص ۷۰ جلد اول، شرح نقایہ ص ۷۸ جلد اول کبیری ص ۳۲۱)

مسئلہ:۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے۔

(ہدایہ ص ۷۰ جلد اول، کبیری ص ۳۲۱، نقایہ ص ۷۸)

مسئلہ:۔ سجدہ کی حالت میں بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر نہ لگائے۔

(ہدایہ ص ۷۰ جلد اول، نقایہ ص ۷۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ رکوع و سجود ٹھیک طریقہ سے اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔

(بخاری شریف ص ۱۰۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ سجدہ کی حالت میں انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرے، اور بازوؤں کو پہلوؤں (پسلیوں) سے دور رکھے اور سر کو رانوں سے دور رکھے۔ (ہدایہ ص ۷۰، نقایہ ص ۷۸ جلد اول)

(جماعت میں بازوؤں کو ملا کر) اور رکوع اور سجدہ میں پشت کو سیدھا رکھے۔ (نقایہ ص ۷۸ ج ۱)

مسئلہ:۔ جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنا) اچھی طرح نہ کیا تو دو سجدے اداء نہ ہوئے۔ (ہدایہ ص ۷۰ جلد اول، کبیری ص ۳۲۲)

مسئلہ:۔سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف رہیں، رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر کشادہ کر کے گھٹنے پکڑنا مسنون ہے، ان دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیوں کو حسب عادت رکھے، نہ کھولے نہ بند کرے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۳ جلد اول وشامی ص ۴۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سر کو اٹھائے، پھر ہاتھوں کو، پھر گھٹنوں کو، اور ہاتھوں کو زمین پر لگائے بغیر سیدھا کھڑا ہو جائے، بغیر عذر کے زمین کا سہارا نہ لے۔

(شرح نقایہ ص ۷۹)

مسئلہ:۔تکبیرات میں مقتدی کو توقف کرنا چاہیے تاکہ مقتدی کی تکبیر وغیرہ امام کی تکبیر وغیرہ سے پہلے نہ ہو جائے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۶ جلد ۳ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۹۸ جلد اول)

مسئلہ:۔امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ کی تسبیح پانچ پانچ مرتبہ کہے، اگر تین مرتبہ کہے تو اس طرح کہے کہ مقتدیوں کو بخوبی تین تین بار پڑھنے کا موقع مل جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۷۱ جلد ۴ بحوالہ شامی ص ۴۶۲ جلد اول)

تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے بھی پانچ پانچ مرتبہ تسبیح پڑھنا افضل ہے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۸۱)

مسئلہ:۔اگر مقتدی نے رکوع کی تسبیح یا سجدہ کی تسبیح تین مرتبہ پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام اٹھ گیا تو چونکہ مقتدی کے لئے امام کی تابعداری واجب ہے اس لئے امام کے ساتھ مقتدی کو بھی سر اٹھالینا چاہیے۔تسبیحات کی تعداد پوری کرنے کی غرض سے تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۸۰ بحوالہ شامی)

مسئلہ:۔بہتر ہے کہ نوافل میں ربنالک الحمد حمد کثیر طیبا مبارکہ فیہ، رکوع سے اٹھتے وقت یہ ادعیہ اگرچہ فرائض میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں، لیکن فرائض میں چونکہ تخفیف زیادہ مناسب ہے (امام کے لئے) اس لئے نوافل میں ان ادعیہ کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

(نماز مسنون ص ۳۵۶ بحوالہ مسلم شریف ص ۱۹۱ جلد اول)

مسئلہ:۔رکوع میں کم از کم تین بار سبحان ربی العظیم پڑھنا سنت کامل کا ادنیٰ درجہ ہے۔

(نماز مسنون ص ۳۵۴، شرح نقایہ ص ۷۶ جلد اول، ہدایہ ص ۶۸)

مسئلہ:۔رکوع میں سر کو پشت کے ساتھ برابر رکھے، بلا عذر سر اونچا نیچا نہ ہو۔

(ہدایہ ص ۶۸ جلد اول، شرح نقایہ ص ۷۶ جلد اول، کبیری ص ۳۱۶)

مسئلہ:۔رکوع سے سیدھا کھڑا ہو پورے اطمینان کے ساتھ، اس کو قومہ کہتے ہیں یہ واجب ہے۔(فتح القدیر ص ۲۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔جو رکوع میں شریک ہو اس سے ثناء (سبحانک اللھم الخ) ساقط ہوگئی یعنی ثناء نہ پڑھے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۹ جلد ۳)

مسئلہ:۔جماعت میں امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد اگر کوئی شریک ہو تو اس کو ثناء نہ پڑھنی چاہیے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۹ جلد ۳، رد المختار ص ۴۵۶ جلد اول)

مسئلہ:۔مقتدی نماز میں اول شریک ہو اور کسی وجہ سے رکوع کرنا بھول گیا پھر سجدہ میں شریک ہو گیا تو اس مقتدی کو ضروری ہے کہ اگر اس نے نماز کے اندر رکوع نہیں کیا تو فارغ ہونے امام کے، کھڑے ہو کر رکوع کر کے سجدۂ سہو کر لے، اس وقت نماز ہو جائے گی (امام کے سلام کے بعد رکوع کر لیا جائے تو نماز ہو جائے گی۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۶۰ جلد ۴)

مسئلہ:۔جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی، ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار نہ ہوگا۔(علم الفقہ ص ۱۰۰ جلد ۲)

مسئلہ:۔تین مرتبہ تسبیح رکوع وسجود سے سنت تسبیح ادا ہو جاتی ہے، اور فرائض میں (امام کے لئے) تخفیف کا حکم ہے، اس لئے برعایت مقتدیان زیادہ طویل نہ کرنی چاہیے۔لیکن تین مرتبہ سے زیادہ ہونے کو حنفیہ مکروہ نہیں فرماتے اور سمع لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد کہنا بھی مستحب ہے، اسی طرح جلسہ میں رب اغفرلی الخ کہنا بھی مستحسن ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ ادعیہ واذکار نوافل میں پڑھے اور فرائض میں (امام) تخفیف کرے۔)

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۷ جلد ۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱ جلد اول)

مسئلہ:۔سجدہ شکر نعمت حاصل ہونے پر مستحب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۲ جلد ۲، رد المختار ص ۷۳۱ جلد اول)

مسئلہ:۔حنفیہ کے نزدیک آمین کہنا سنت ہے لیکن اگر ایک دو آدمی برابر کے سن لیں تو وہ

جہر(زور سے)نہیں ہے وہ بھی آہستہ میں داخل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۶۲ جلد۲ بحوالہ ردالمختار ص ۴۹۸ جلداول)

مسئلہ:۔اگر کوئی عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے، البتہ عذر ہو جیسے بڑھاپا ہو یا بدن بھاری ہو گیا ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔(مراقی الفلاح مع طحطاوی ص۱۵۴)

سجدہ میں جاتے وقت زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے، پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے، کیونکہ یہ واجب ہے اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو، اگر عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھ لے، اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو دائیں ہاتھ اور گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے۔

(عمدۃ الفقہ ص۱۰۰ جلد۲ وفتاویٰ رحیمیہ ص۲۲۰ جلد۷)

مسئلہ:۔مرد کے لئے سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے جدا رکھے، لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلو سے ملا ہوا رکھے (کہ دیگر مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے، پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے (سینے کے مقابل نہ رکھے) یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں بالکل ملا کر رکھیں تا کہ سب کے سرے قبلہ رخ رہیں، اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر اس طرح رکھے کہ اس کے سرے قبلہ رخ رہیں۔مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں کہنیاں (بلا عذر) زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۱۰۰ جلد۲ وفتاوی رحیمیہ ص۲۲۰ جلد۷ وعالمگیری ص۱۰۲ جلداول وشامی ص۳۴۳ جلداول ومحمودیہ ص۱۹۸ جلداول)

مسئلہ:۔التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانے سے توحید کا اشارہ ہوتا ہے تا کہ جیسا کہ زبان

سے اشهد ان لاالٰہ الااللہ الخ کہا جاتا ہے، جس کا مطلب توحید کا اقرار ہے۔ اسی طرح عملاً بھی افعال و جوارح سے اس کو ظاہر کیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۷۱ جلد ۲۔ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۴ جلد اول)

تکبیرات کا سنت طریقہ

مسئلہ:۔ ایک رکن کے بعد دوسرے رکن میں جانے کے لئے شرعی اذکار کا بے موقع استعمال مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ جب ایک رکن کے بعد دوسرا رکن شروع کیا جائے، اس وقت (شرعی طریقہ سے) اللہ کا نام لیا جائے اور جب وہ انتقال (رکن پورا) ہو تو ذکر بھی (تکبیر وغیرہ کو) ختم کیا جائے، چنانچہ مثلاً یہ صورت مکروہ ہوگی کہ کوئی شخص رکوع میں جاتے وقت کی تکبیر اس وقت کہے جب رکوع میں پہنچ جائے یا سمع اللہ لمن حمدہ جو رکوع سے اٹھتے وقت کہنا چاہیے پورے طور پر کھڑے ہو جانے کے بعد کہا جائے، حالانکہ حکم کا مقصد یہ ہے کہ تکبیر وغیرہ (ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل) ہونے کے درمیان عرصہ کے اندر ادا کی جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۳۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ تکبیرات انتقالات کے اندر امام کو حد سے زیادہ جہر یا حد سے زیادہ اخفاء (زیادہ بلند یا زیادہ ہلکی آواز) دونوں امر خلاف سنت ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۷ جلد ۳)

مسئلہ:۔ تکبیرات میں کامل سنت اسی وقت ادا ہوتی ہے جبکہ ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ شروع کرے اور جیسے ہی دوسرے رکن میں پہنچے تو تکبیر کی آواز بند ہو جائے۔ (کبیری ص ۳۱۳)

مسئلہ:۔ اصح یہ ہے کہ "اکبر" کی باء اور راء کے درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے "اکبار" پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر انتقالات (درمیان کی تکبیرات) مذکورہ طریقہ سے الف ممالہ کے اضافہ کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۷۴ جلد ۴)

مسئلہ:۔ تکبیر تحریمہ اللہ کہہ کر دونوں ہاتھوں کو بغیر چھوڑے ہوئے باندھ لے۔

(امداد الاحکام ص ۴۷۷ جلد اول)

قومہ اور جلسہ کا مسنون طریقہ

سوال:۔ ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدے میں چلے جاتے ہیں اور بسمع الله لمن حمده کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں، درمیان میں ذرا بھی نہیں ٹھہرتے اور نہ سانس توڑتے ہیں، اسی طرح سجدے کے بعد جلسہ کی حالت میں اور یہی حالت سجدے میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی، ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے، ان کو دیکھ کر مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں، لہذا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔

جواب:۔ اس طرح عادت کر لینا غلط ہے، نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے، قومہ و جلسہ (رکوع کے بعد صحیح کھڑے ہونا اور دونوں سجدوں کے درمیان اچھی طرح بیٹھنا) کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

درمختار مع الشامی ص ۴۶۶ جلد اول تا ص ۴۷۲ جلد اول کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو، کیونکہ قومہ سنت ہے، اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے، پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ اور ان عبارات میں لفظ ثم آیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ ساتھ ٹھہر ٹھہر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کریں، یہ تکبیرات اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو (اور پیشانی) زمین پر رکھی جائے)۔ پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ جب رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے، پھر سجدہ میں جاتے، اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے تب دوسرا سجدہ فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ جلد اول)

آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو، اسی طرح تم نماز پڑھو۔''

اگر ہم خود اپنی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں اور خلاف سنت پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بدتر اور سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری

کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! نماز کس طرح چراتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت (سیدھی) نہیں رکھتا۔

آپ کا ہی ارشاد ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی، جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے (نہ ٹھہرائے) اور اس کا ہر عضو اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا، اس کی نماز پوری نہیں ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ جلد اول)

منقول ہے کہ جب بندہ مؤمن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع وسجود کو اچھی طرح بجالاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے، فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں، اور وہ نماز اپنے نمازی کے لئے دعاء کرتی ہے اور کہتی ہے ''اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی'' اور اگر نماز کو اچھی طرح نہیں ادا کرتا تو وہ نماز سیاہ رہتی ہے اور فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے، اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے، اور وہ نماز کہتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کردے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔

(خلاصہ، فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۵ جلد ۳ بحوالہ مکتوب ص ۱۶۹ امام ربانی ص ۱۳۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جو نماز تعدیل ارکان کے ساتھ ادا نہیں ہوئی ہیں اگرچہ وہ ہوگئی ہیں لیکن ان کا اعادہ (لوٹانا) اچھا ہے، فرض اور وتر کا اعادہ کرے، سنتوں کا اعادہ نہ کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۶ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۴۲۴ جلد اول واغلاط العوام ص ۵۹)

قومہ وجلسہ میں دعاء کا حکم

سوال:۔ قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعاء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہوکر (قومہ میں) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کہہ سکتا ہے، جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) اللھم

اغفرلی کہے، اور اگر وقت مل جاتا ہو تو ارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی بھی کہہ سکتا ہے ممنوع نہیں ہے۔ البتہ امام کے لئے آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ امام کو ہلکی پھلکی ہی نماز پڑھانی چاہیے، کیونکہ جماعت میں مریض اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اس کا لحاظ کرتے ہوئے مقتدیوں کے لئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۱ جلد ۴، بحوالہ شامی ص ۴۷۲ جلد اول)

نماز کے بعد دعاء زور سے پڑھے یا آہستہ

مسئلہ:۔ فرض نمازوں کے بعد امام اور مقتدی کے مل کر دعاء مانگنے کی بڑی فضیلت ہے، اور اس کا مسنون اور افضل طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آہستہ دعاء مانگیں، یہ طریقہ اخلاص سے پُر (بھرا ہوا) ہے خشوع وخضوع، عاجزی والا، نیز دل پر اثر انداز قبولیت کے قریب اور ریاکاری سے دور ہے۔ دعاء میں اصل اخفاء (پوشیدہ مانگنا) ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ دعاء عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ ہونی چاہیے۔ دعاء آہستہ مانگنی چاہیے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا بھی یہی طریقہ تھا۔ نِدَاءً خَفِيًّا۔

نیز حدیث شریف میں ہے: خیر الدعا الخفی، بہتر دعاء خفی (آہستہ) ہے۔ اُدْعُوا رَبَّكُم تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً۔

فتح الباری ص ۲۶۹ جلد ۲ میں ہے کہ مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دعاء آہستہ آواز سے کریں، ہاں جب دعاء سکھانے کی ضرورت ہو پھر (سیکھنے تک) مضائقہ نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ محدثین، مفسرین اور فقہاء کے اقوال سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ دعاء مانگنا، امام ومقتدی اور منفرد ہر ایک کے لئے افضل اور مسنون ہے۔ امام کو زور سے دعاء مانگنے کی عادت بنالینا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اماموں کو چاہیے کہ سنت کی عظمت اور اہمیت کو پہچانیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ عوام اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ کا فتویٰ یہ ہے کہ ''سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام باآواز دعائیہ کلمات پڑھتا ہے اور عام طور پر بہت سے لوگ مسبوق (جن کی رکعت رہ جاتی

ہے) ہوتے ہیں جو باقی ماندہ نماز کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں، ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ و تابعین اور ائمہ دین کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ نماز کے بعد وہ (امام) دعاء کرے اور مقتدی صرف آمین کہتے رہیں۔ خلاصہ یہ عام حالات میں اس سے اجتناب کر کے امام و مقتدی سب آہستہ آہستہ دعاء مانگیں، ہاں کسی موقع پر جہاں مذکورہ مفاسد نہ ہوں، کوئی ایک جہراً دعاء کرے۔

مقتدی کو بھی امام کو جہراً دعاء کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کی دعاء سنتا ہے، عربی میں یاد نہ ہو تو فارسی میں، اردو میں عرض کہ جو اس کی زبان ہو اسی زبان میں (آہستہ آہستہ اپنی اپنی دعاء مانگے۔) (خلاصہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۲ جلد ۲ و ص ۱۰۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ ظہر، مغرب، عشاء کی نماز کے بعد امام دیر تک دعاء نہ مانگے، یعنی جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں دعاء مختصر ہونی چاہیے۔ (بہشتی زیور ص ۳۲ جلد ۱۱)

مسئلہ:۔ آہستہ دعاء مانگنا افضل ہے، نمازیوں کا حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے کر لے، جائز ہے لیکن ہمیشہ جہری (بلند آواز سے) دعاء کی عادت بنانا مکروہ ہے۔ حدیثوں میں جس طرح دعاء کے متعلق روایتیں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ دعاء پڑھی، ایسے ہی یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا لیکن جس طرح رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کی روایتوں سے جہر ثابت نہیں ہوتا، دعاء کی روایتوں سے بھی جہر ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۳ جلد اول)

البتہ طویل دعائیں پڑھنے کی امام کو عادت نہ بنا لینی چاہیے جس سے سنت میں تاخیر ہو اور نمازیوں کو گراں بھی گزرے۔

مسئلہ:۔ دعاء کے اول و آخر میں درود شریف کا ہونا دعاء کی قبولیت کے لئے زیادہ امید بخش ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۸۳ جلد ۳)

مسئلہ:۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعاء قبول ہوتی ہے؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری حصہ اور فرض نماز کے بعد کی دعاء۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۰۴ جلد اول و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۰ جلد ۱۴)

مسئلہ:۔امام جس وقت نماز سے فارغ ہو مع مقتدیوں کے سب اکٹھے (ایک ساتھ) دعاء مانگیں پھر سنتیں اور نفل پڑھ کر اپنے اپنے کاروبار میں چلے جائیں، دوبارہ سہ بارہ (سنتوں کے بعد) دعاء مانگنا ثابت نہیں ہے اور نمازیوں کو مقید رکھنا دوسری تیسری دعاء تک جائز نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۰ جلد ۴ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔حضرت سائب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعاء فرماتے تھے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھاتے اور جب فارغ ہوتے تو ان دونوں ہاتھوں کو چہرے مبارک پر پھیرتے تھے۔(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶ جلد اول باب الدعاء)

مسئلہ:۔دعاء کے لئے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے اس طرح دونوں بغل ظاہر ہو جائیں یعنی بغلوں سے جدا رکھے۔(احکام دعاء مفتی محمد شفیعؒ ص ۱۱)

مسئلہ:۔فرائض کے بعد جو دعاء چاہے مانگے، یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعاء پر آمین کہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۱ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۴۸۹ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر مقتدی کو کچھ ضرورت ہے اور کوئی ضروری کام ہے تو سلام کے بعد فوراً چلے جانے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور اس (جانے والے) پر کچھ طعن نہ کرنا چاہیے، اور اگر دعاء کے ختم تک انتظار کرے اور امام کے ساتھ دعاء میں شریک ہو تو یہ اچھا ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۳ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۴۹۵ جلد اول)

مسئلہ:۔فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ یہ دعاء بھی پڑھ سکتے ہیں: بسم اللہ الذی لاالٰہ الاھو الرحمن الرحیم. اللھم اذھب عنی الھم والحزن۔

(امداد الاحکام ص ۴۸۷ جلد اول)

مسئلہ:۔فرض نماز کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام ۔پڑھنا مسنون اور افضل ہے۔اس لئے اکثر اسی کو پڑھا جاتا ہے، لیکن دوسری دعاء اور درود وغیرہ پڑھنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے، لہذا کسی دوسری دعاء کو خلاف سنت کہنا صحیح نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر اتفاقیہ

طور پر کوئی شخص کبھی ترک کردے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔ دعاء کے آداب میں سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر دعاء کرے اور دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو ملا کر رکھنا خلاف اولیٰ ہے (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۰۲ جلد ۴، بحوالہ شامی ص ۴۷۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ دعاء کے وقت دونوں ہاتھوں میں کچھ فصل رکھنا افضل ہے (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کے بعد دعاء کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا جائز ہے مگر اہتمام کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۸ جلد اول) تا کہ عوام نماز کا جزو نہ سمجھیں۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ جماعت کے بعد امام کی دعاء پر آمین کہتا رہے یا اپنی دعاء مانگے، دونوں طرح درست ہے اور دعاء میں اخفاء افضل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۱ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔ نماز کے بعد بالالتزام مصافحہ یا معانقہ کرنا درست نہیں، جہاں تک ہو سکے اس عمل سے بچنا ضروری ہے، لیکن ابتدائی ملاقات کسی بھی نماز کے بعد فوراً ہی ہو تو اس صورت میں گنجائش ہے کہ مصافحہ یا معانقہ کیا جا سکتا ہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۵۰ جلد اول)

امام کے دوسرے سلام سے پہلے مقتدی کا قبلہ سے پھر جانا

سوال:۔ ہماری مسجد کے امام صاحب بہت لمبا (دیر تک) سلام پھیرتے ہیں، ایک مقتدی امام کے دوسرا سلام پھیرتے ہی منہ قبلے سے پھیر لیتا ہے جبکہ امام صاحب کا سلام ابھی پورا نہیں ہوتا۔ اس کا کہنا ہے کہ دوسرا سلام پھیرتے وقت مقتدی امام کی اقتداء سے آزاد ہو جاتا ہے، کیا اس کا یہ عمل درست ہے؟

جواب:۔ امام کو سلام اتنا لمبا نہیں کرنا چاہیے (یعنی قرأت کی لمبی آواز نہ کرے) کہ مقتدیوں کا سلام درمیان میں ہی ختم ہو جائے، جو مقتدی امام کا دوسرا سلام پورا ہونے سے پہلے ہی قبلہ سے ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ایسا مکروہ ہے۔ جب اس نے پانچ سات منٹ امام کے ساتھ صبر کیا ہے تو چند سیکنڈ اور بھی صبر کر لیا کرے۔

(آپ کے مسائل ص ۲۶۲ جلد ۳، و فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر السلام علیکم میں علیکم کے بجائے علیکم نکل جائے تو نماز ہو جائے گی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵ جلد ۴، در مختار ص ۳۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔نماز کے ختم کے سلام میں قبلہ سے صرف منہ پھیرنا دونوں طرف سلام کے ساتھ کافی ہے، سینہ نہ پھیرے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص امام کے پہلے سلام پھیرتے وقت شریک ہوا یعنی امام کے لفظ السلام کہنے کے بعد اور علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے پہلے شریک ہوا تو اس کی شرکت اور اقتداء صحیح نہ ہوگی۔سلام کے پہلے میم پر نماز ختم ہو جاتی ہے،اس لئے وہ شخص اپنی نماز علیحدہ پڑھے،اور تحریمہ علیحدہ شروع کرے اور اپنے آپ کو امام کا مقتدی نہ سمجھے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۳ ج ۳ بحوالہ رد المختار ص ۴۳۶ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۴ جلد ۲ واغلاط العوام ص ۶۸)

مسئلہ:۔اگر پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہو گیا،اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۶۵ جلد ۳ وشامی ص ۴۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔امام داہنی طرف سلام پھیرنے والا تھا کہ مسبوق آکر امام کی نماز میں شامل ہو گیا تو ایسی صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ تشہد پورا کر کے اٹھے۔

(شامی ص ۴۶۳ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۰ جلد ۳)

اور اگر تشہد نہ پڑھا اور کھڑا ہو گیا تو یہ بھی جائز ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۵ جلد ۲)

مسئلہ:۔مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اس کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص جماعت میں شامل ہو گیا،اپنی نماز شروع کرے،قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام نے السلام کا لفظ کہا،ابھی علیکم کا لفظ کہنے نہیں پایا تھا کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی تو اس کی اقتداء صحیح نہیں ہوئی۔تیسری صورت یہ ہے کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کو تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا چاہیے،اگر تشہد پڑھے بغیر ہی کھڑا ہو گیا تب بھی نماز درست ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۱ جلد ۴،شامی ص ۴۳۶ جلد اول،فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۰۵ جلد اول، امداد الاحکام ص ۵۵۱ جلد اول)

مسئلہ:۔السلام علیکم کہتے وقت مقتدی کا سانس امام سے پہلے ٹوٹ جائے تو اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کچھ خلل نہیں آتا(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۳ جلد ۲،رد المختار ص ۴۹۰ جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ)

مسئلہ:۔ ختم نماز صرف لفظ السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ہونی چاہیے، وبرکاتہ کے زائد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(یعنی وبرکاتہ کا اضافہ نہ کرے۔)(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۶ جلد ۲)

امام کا سلام کے بعد قبلہ کی طرف سے منہ پھرنا

مسئلہ:۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر ان میں امام کو اختیار ہے خواہ داہنی طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف، حدیث شریف سے دونوں امور ثابت ہیں اور فقہاء حنفیہؒ نے بھی دونوں میں اختیار دیا ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۹ جلد ۴، رد المحتار ص ۴۹۶ جلد اول، بخاری شریف ص ۱۱۸ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۶ جلد ۲، آپ کے مسائل ص ۲۵۲ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جہت بدلتا رہے تا کہ عوام ایک ہی جہت کو ضروری نہ سمجھیں۔(رحیمیہ ص ۳۵ جلد ۳)

لیکن کسی ایک جہت کو لازم نہ کرے، بدلتے رہنا چاہیے اور اس بیٹھنے میں امام تسبیح فاطمی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھے کہ جن کی رکعت رہ گئی وہ اپنی نماز کو کس انداز میں ادا کر رہے ہیں اور کیا وہ طریقہ قابل اصلاح ہے؟ نیز یہ بھی دیکھے کہ محلّہ کے کون آدمی نماز کی جماعت سے رہ گئے ہیں اور حاضر نہ ہونے کا سبب کیا ہے کیونکہ امام محلّہ کا سربراہ اور ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

نماز کے ختم پر سلام کیوں؟

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح نماز کے افتتاح اور آغاز کے لئے کلمہ اللہ اکبر تعلیم فرمایا ہے جس سے بہتر کوئی دوسرا کلمہ افتتاح نماز کے لئے سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ اسی طرح اس کے اختتام کے لئے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' تلقین فرمایا ہے اور بلاشبہ نماز کے ختم کے لئے بھی اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں سوچا جا سکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ سلام اس وقت کیا جاتا ہے جب ایک دوسرے سے غائب اور الگ ہونے کے بعد پہلی ملاقات ہو، لہٰذا اختتام کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی تعلیم میں واضح اشارہ ہے بلکہ گویا ہدایت ہے کہ بندہ اللہ اکبر کہہ کر جب نماز میں داخل ہوا اور بارگاہ خداوندی میں عرض ومعروض شروع کرے، تو چاہیے کہ اس وقت عالم شہود سے حتیٰ کہ اپنے ماحول اور دائیں بائیں والوں سے غائب اور الگ

ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس وقت اس کے دل کی نگاہ کے سامنے نہ رہے، پوری نماز میں اس کا حال یہی رہے۔

پھر جب قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف اور آخری دعاء اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر کے اپنی نماز پوری کر لے، تو اس کے باطن کا حال یہ ہو کہ گویا اب وہ کسی دوسرے عالم سے اس دنیا میں اور اپنے ماحول میں واپس آیا ہے اور دائیں بائیں والے انسانوں یا فرشتوں سے اب اس کی نئی ملاقات ہو رہی ہے اس لئے اب وہ ان کی طرف رخ کر کے اور ان ہی سے مخاطب ہو کر کہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اس عاجز کے نزدیک اس حکم کا راز اور یہی اس کی حکمت ہے۔ (معارف الحدیث ص ۳۰۸ جلد ۳)

نماز جن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے

نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا مثال (۱) طہارت باقی نہ رہے، طہارت کے باقی نہ رہنے کی بعض صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی، جن کو ہم نماز کے مکروہات کے بعد ایک مستقل عنوان سے بیان کریں گے۔

(۲) ہوش و حواس درست نہ رہیں خواہ بے ہوشی کے سبب یا جنون آسیب وغیرہ کی وجہ سے۔

۳۔ سینے کو قصداً بے عذر قبلہ سے پھیرنا۔ اگر بے مقصد بے اختیاری کی حالت میں سینہ قبلہ سے پھر جائے تو اگر بقدر ادا کرنے کسی رکن کے مثل رکوع وغیرہ کے یہی حالت رہے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں یا کسی عذر سے قصداً پھیرا جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً حالت نماز میں کسی کو یہ شبہ ہو کہ وضو جاتا رہا اور وضو کرنے کے لئے سینہ قبلے سے پھیر لے اور بعد میں یاد آ جائے کہ وضو نہیں گیا، اگر یہ مسجد سے نکلنے کے قبل ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ نماز کے فرائض کا ترک ہو جانا خواہ عمداً ہو یا سہواً مثلاً قرأت بالکل نہ کرے یا قیام رکوع سجدہ وغیرہ بے عذر ترک کر دیا جائے۔

۴۔ نماز کے واجبات کا عمداً چھوڑ دینا۔

۵۔ نماز کے واجبات کا سہواً چھوڑ کر سجدۂ سہو نہ کرنا۔

۶۔ حالت نماز میں کلام کرنا کلام کے مفسد نماز ہونے میں یہ شرط ہے کہ کم سے کم اس میں دو حروف ہوں یا ایسا ایک حرف ہو جس کے معنی سمجھ میں آجاتے ہوں۔
(درمختار، علم الفقہ ص ۱۰۰ جلد ۲)

کلام کی پانچ قسمیں ہیں:۔ پہلی قسم کسی آدمی کے مخاطبہ میں یہ کلام ہر حال میں مفسد نماز ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً، عربی زبان میں ہو یا غیر عربی، وہ لفظ قرآن مجید میں ہو یا نہیں۔

مثال (۱) کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ میں نماز میں نہیں ہوں یا اور کسی دھوکہ میں آکر کسی آدمی سے کچھ کلام کرے۔ (۲) نماز کی حالت میں کسی آدمی سے کہے کہ اُقتل الحیہ (سانپ کو مار ڈال) (۳) نماز کی حالت میں کسی سے کہے کہ پڑھو۔ (۴) کسی یحییٰ نام کے آدمی سے کہے یا یحییٰ خذ الکتاب۔ (اے یحییٰ کتاب لے لو) یا کسی موسیٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یا یا موسیٰ (اے موسیٰ) یا کسی سے کہے کہ اقرأ۔ (پڑھو) یہ سب الفاظ قرآن مجید کے ہیں۔ یہی حکم ہے سلام اور سلام کے جواب کا جب کسی آدمی کے مخاطبہ میں ہو۔ اور یہی حکم ہے، اگر دوسرے کی چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحمت کرے) کہے یا اچھی خبر سن کر کہے الحمد اللہ یا اسی طرح اور کوئی لفظ زبان سے نکل جائے، اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ کہے یا نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ بشرطیکہ اس کہنے سے اس شخص کا جواب دینا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

حاصل یہ کہ جب آدمیوں کے مخاطبہ میں کلام کیا جائے، خواہ کسی قسم کا ہو اور کسی حالت میں ہو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (علم الفقہ ص ۱۰۱ جلد ۲، نماز مسنون ص ۴۷۸، شرح نقایہ ص ۹۱ جلد اول، ہدایہ ص ۸۶ جلد اول، کبیری ص ۴۳۴، درمختار ص ۵۵۴ جلد ...)

دوسری قسم:۔ کسی جانور کے مخاطبہ میں کلام کرنا، یہ کلام بھی ہر حال میں مفسد نماز ہے۔

تیسری قسم:۔ خود بخود کلام کرنا:۔ یہ کلام بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ عربی لفظ نہ ہو، اور ایسی نہ ہو جو قرآن مجید میں وارد ہوئی ہو اور عربی لفظ ہو اور قرآن مجید میں وارد ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، مثلاً اپنی چھینک کے جواب میں الحمد اللہ کہے یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ زبان سے نکل جائے، اگر کوئی لفظ کسی شخص کی سخن تکیہ ہو تو اس کے کہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی

اگر چہ وہ لفظ قرآن میں وارد ہو مثلاً نعم کسی کا سخن تکیہ ہو تو نعم کہنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر چہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے۔

چوتھی قسم ذکر اور دعاء:۔ یہ قسم بھی مفسدِ نماز ہے بشرطیکہ دعاء غیر عربی عبارت میں ہو یا عربی عبارت میں ہو، مگر قرآن مجید اور احادیث میں وارد نہ ہو، نہ اس کا طلب کرنا غیر خدا سے حرام ہو۔ مثلاً حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے **اللھم اعطنی الملح** (اے اللہ مجھے نمک عنایت فرما) یا **اللھم زوجنی فلانۃ** (اے اللہ میرا نکاح فلاں عورت سے کر دے۔) یہ دعائیں نہ قرآن مجید میں ہیں نہ احادیث میں، نہ ان کا طلب کرنا غیر خدا سے ممنوع ہے، لہذا ایسی دعاؤں سے نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر قرآن مجید یا احادیث میں کوئی دعاء وارد ہوئی ہو یا اس کا طلب کرنا غیر خدا سے ناجائز ہو تو ایسی دعاء سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر بے موقع پڑھی جائے مثلاً رکوع یا سجدوں میں۔

پانچویں قسم:۔ حالت نماز میں لقمہ دینا، یعنی کسی کو قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا۔ یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ لقمہ دینا والا مقتدی اور لینے والا امام نہ ہو۔ (علم الفقہ ص ۱۰۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ چونکہ لقمہ دینے کا مسئلہ فقہاء کے درمیان اختلافی ہے۔ بعض علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کیے ہیں، اس لئے ہم چند جزئیات اس کے اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو یا نہیں، بقدر ضرورت سے وہ مقدار قرأت کی مقصود ہے جو مسنون ہے۔
(نہر الفائق، شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔ امام اگر بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ رکوع کر دے مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے، مقتدیوں کو چاہیے کہ جب تک ضرورتِ شدیدہ نہ پیش آئے امام کو لقمہ نہ دیں۔ ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے اگر کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر خود بخود یاد آ جائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے

پیچھے، اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو تو اس کی نماز میں فساد نہ آئے گا۔

(شامی، علم الفقہ ص ۱۰۲ جلد ۲)

اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (بحرالرائق وغیرہ)

مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا سن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز بھی۔

(علم الفقہ ص ۱۰۲ جلد ۲ ہدایہ ص ۸۷ جلد اول، کبیری ص ۴۴۰، شرح نقایہ ص ۹۱ جلد اول)

اسی طرح اگر حالت نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار)

مقتدی کو چاہیے کہ لقمہ دینے میں تلاوت قرآن کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی، اس لئے حنفیہ کے نزدیک مقتدی کو قرأت قرآن نہ کرنی چاہیے۔ (فتح القدیر وغیرہ)

کھانسنا بے کسی عذر یا غرض صحیح کے، اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی کو کھانسی کا مرض ہو، یا بے اختیار کھانسی آجائے یا کوئی غرض صحیح ہو تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی۔ (غرض صحیح کی مثال) (۱) آواز صاف کرنے کے لئے کھانسے۔ (۲) مقتدی امام کو اس کی غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے کھانسے۔ (۳) کوئی شخص اس غرض سے کھانسے کہ دوسرے لوگ سمجھ لیں کہ یہ نماز میں ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۰۲ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ رونا یا آہ یا اُف وغیرہ کہنا، بشرطیکہ کسی مصیبت یا درد سے ہو، اور بے اختیاری نہ ہو اگر بے اختیاری سے یہ باتیں صادر ہوں یا مصیبت و درد سے نہ ہوں بلکہ خدا کے خوف یا جنت و دوزخ کی یاد سے ہوں، تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ کھانا پینا اگر چہ بہت ہی قلیل ہو، ہاں اگر دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کی مقدار سے کم باقی ہو اور اس کو نگل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ حاصل یہ کہ جس قسم کے کھانے پینے سے روزے میں فساد آتا ہے نماز بھی اس سے فاسد ہو جاتی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ عمل کثیر:۔ بشرطیکہ افعال نماز کی جنس سے یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو۔ اگر

اعمال نماز کی جنس سے ہو مثلاً کوئی شخص ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ رکوع سجدہ وغیرہ اعمال نماز کی جنس سے ہیں۔ اسی طرح اگر نماز کی اصلاح کی غرض سے ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی، مثلاً حالت نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ شخص وضو کرنے کے لئے جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ چلنا پھرنا وضو کرنا عمل کثیر ہے مگر چونکہ اصلاح نماز کے لئے ہے لہذا معاف ہے۔

مسئلہ:۔ حالت نماز میں کسی عورت کا پستان چوسا جائے اور اس سے دودھ نکل آئے تو اس عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ دودھ کا پلانا عمل کثیر ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ نماز میں بے عذر چلنا پھرنا، ہاں اگر چلنے کی حالت میں سینہ قبلے سے نہ پھرنے پائے اور جماعت میں ہو تو ایک رکعت میں ایک صف سے زیادہ نہ چلے اور تنہا نماز پڑھتا ہو تو اپنے سجدے کے مقام سے آگے نہ بڑھے اور مکان نہ بدلنے پائے مثلاً مسجد میں ہو تو مسجد سے باہر نہ نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا کسی عذر سے چلے مثلاً وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لئے چلے، اس صورت میں اگرچہ سینہ قبلے سے پھر جائے اور چاہے جس قدر چلنا پڑے نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ نماز کی حالت میں اگر کوئی شخص تکلیف دہ جانور کے اڑانے کی غرض سے ڈھیلہ پھینکے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکے تو عمل کثیر سمجھا جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ (علم الفقہ ص ۱۰۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ نماز کی صحت کے شرائط مفقود ہو جانے کے بعد کسی رکن کا ادا کرنا یا بقدر ادا کرنے کسی رکن کے اسی حالت میں رہنا۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ امام کا بعد حدث کے بے خلیفہ کیے ہوئے مسجد سے باہر نکل جانا۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں مثلاً کسی مجنون یا نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ مقتدی لاحق کا ہر حال میں اور امام لاحق کا اگر جماعت باقی ہو تو موضع اقتداء باقی نماز کو تمام کرنا۔

مسئلہ:۔قرآن مجید کے قرأت میں غلطی ہوجانا خواہ یہ غلطی اعراب میں ہو یا کسی مشدد حرف کے مخفف پڑھنے میں یا کسی مخفف حرف کے مشدد پڑھنے میں کوئی حرف یا کلمہ بڑھ جائے یا بدل جائے یا کم زیادہ ہوجائے،قرآن مجید کی قرأت میں غلطی ہوجانا،ان صورتوں میں مفسد نماز ہے۔

(۱)اس غلطی سے معنی بدل جائیں ایسے کہ جن کا اعتقاد کفر ہوخواہ وہ عبارت قرآن مجید میں ہو یا نہیں۔(۲)معنی بدل گئے ہوں اگرچہ ایسے نہ ہوں کہ جن کا اعتقاد کفر ہومگر وہ عبارت قرآن مجید میں نہ ہو۔(۳)معنی میں تغیر آگیا ہواور معنی وہاں مناسب نہ ہوں اگرچہ وہ لفظ قرآن مجید میں ہو۔(۴)معنی میں تغیر آگیا ہوکہ جس سے لفظ بے معنی ہوگیا ہو جیسے سرائر کی جگہ کوئی شخص سرائل پڑھ جائے۔اگرایسی غلطی ہوجس سے معنی میں بہت تغیر نہ آئے اور مثل اس کا قرآن مجید میں موجود ہوتو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اگرکسی لکھے ہوئے کاغذ پرنظر پڑجائے اوراس کے معنی بھی سمجھ میں آجائیں تو نماز فاسد نہ ہوگی،اگرکسی شخص کے جسم عورت پرنظر پڑجائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔(بحرالرائق)

اگرعورت کسی مرد کا حالت نماز میں بوسہ لے تو اس مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی، ہاں اگرشہوت کے ساتھ بوسہ لے تو البتہ نماز فاسد ہوجائے گی۔(درمختار،علم الفقہ ص۱۰۵ جلد۲)

اگرکوئی شخص نمازی کے سامنے نکل جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی،اگرچہ نمازی کے سامنے سے نکلنے والے پرسخت گناہ ہوگا۔اگرکوئی شخص نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہے تو حالت نماز میں اس شخص سے مزاحمت کرنا اوراس کو اس فعل سے باز رکھنا جائز ہے(درمختار وغیرہ)

یہاں جوصورتیں ہم نے بیان کی ہیں وہ متقدمین کے قواعد کے موافق ہیں اورانہیں کے مذہب میں احتیاط زیادہ ہے،مثلاً متاخرین کے نزدیک اعراب کی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوتی،لہٰذا ہم نے متقدمین کا مذہب اختیار کیا ہے۔(قاضی خان،شامی وغیرہ)

تمام مفسدات نماز جن کا بیان اوپر ہوچکا اگرقبل قعدہ اخیرہ کے یا قعدہ اخیرہ میں قبل التحیات پڑھنے کے پائے جائیں تو مفسد نماز ہیں ورنہ مفسد نماز نہیں بلکہ متمم نماز ہیں،یعنی ان کے پائے جانے سے نماز تمام ہوجائے گی مگران چند صورتوں میں۔

(۱) اگر بعد التحیات پڑھنے کے قعدہ اخیرہ میں کسی تیمّم کرنے والے کو وضو پر قدرت ہو جائے.
(۲) یا موزوں پر مسح کرنے کی مدت گذر جائے یا پٹی پر مسح کرتا ہو اور زخم جس پر پٹی بندھی ہوئی ہوا چھا ہو جائے۔
(۳) یا کسی کا موزہ اتر جائے۔(۴) یا خود اتارے مگر عمل کثیر نہ ہونے پائے۔
(۵) یا کسی اُمّی کو کوئی سورت یاد ہو جائے۔
(۶) یا کسی برہنہ نماز پڑھنے والے کو کپڑے مل جائیں۔
(۷) یا اشاروں سے نماز پڑھنے والا رکوع سجدے پر قادر ہو جائے۔
(۸) یا امام کو حدث ہو جائے اور وہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ کردے جس میں امامت کی صلاحیت نہیں۔
(۹) فجر کی نماز میں آفتاب نکل آئے۔(۱۰) یا جمعے کی نماز میں عصر کا وقت آ جائے۔
(۱۱) یا کوئی شخص وضو سے معذور ہو اور اس کا عذر جاتا رہے۔
(۱۲) یا کسی صاحب ترتیب کو قضاء نماز یاد آ جائے اور وقت میں اس کے ادا کرنے کی گنجائش ہو تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اگر چہ یہ امور بعد تمام ہو جانے ارکان نماز کے پائے گئے ہیں۔(علم الفقہ ص۱۰۶ جلد۲)

یہ بارہ صورتیں ہیں جن میں امام صاحبؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ ختم ہو جاتی ہیں، اس لئے کہ ان صورتوں میں مفسد نماز قعدہ اخیرہ میں بعد التحیات پڑھ چکنے کے پایا گیا جبکہ کوئی رکن نماز کا باقی نہیں رہا اور ایسے وقت میں اگر کوئی چیز مفسد نماز کی پائی جاتی ہے تو نماز تمام ہو جاتی ہے مگر چونکہ احتیاط امام صاحبؒ کے مذہب میں ہے اور عبادات میں جہاں تک ممکن ہو بہتر ہے اور فقہ کی جملہ متون میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔اس لئے ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ واللہ اعلم۔(شامی)

نماز کے فاسد ہونے سے متعلق مسائل

وہ امور جن کو نماز کے دوران کرنے سے نماز فاسد (ختم، ٹوٹ جاتی ہے، دوبارہ

پڑھنا ضروری) ہوجاتی ہے مندرجہ ذیل مزید ہیں۔

مسئلہ:۔چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنے سے بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔رنج وغم کی بری خبر سن کر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہنے پر بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔کسی خوشخبری پر الحمد اللہ کہنا، یا کسی بات پر اظہار تعجب کی خبر سن کر سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہنے پر بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

کسی کے سوال کے جواب میں قرآن کی کوئی آیت پڑھ دینے پر جو بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے (تاکہ اسکے سوال کا جواب ہوجائے۔)

صاحب ترتیب کو بھولی ہوئی نمازوں کا یاد آجانا، جب کہ وقت کی گنجائش ہو، تفصیل قضاء کے بیان میں ہے۔

نماز میں بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے تیمم سے نماز پڑھنے والے کو پانی مل جائے جسے وہ استعمال کرسکتا ہو تو نماز باطل ہوجائے گی، اسی طرح مقتدی باوضو ہے اور امام کا تیمم ہے اور امام کو پانی مل جائے تو مقتدی کی نماز باطل ہوجائے گی فرض نماز، اور وہ نماز نفل ہوجائے گی۔

مسح کی میعاد ختم ہوجانا جب کہ بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے ختم ہو۔اسی طرح موزہ کا اتر جانا، اگرچہ کسی معمولی حرکت سے اتر جائے۔(تفصیل کے لئے دیکھے مسائل خفین)

جوان پڑھ ہے وہ نماز میں قرآن کی کوئی آیت سیکھ جائے تو نماز جاتی رہے گی، بشرطیکہ وہ شخص ایسے شخص کا مقتدی نہ ہو جو قرآن جانتا ہے۔اب وہ ان پڑھ قرآن کی آیت یا تو سن کر سیکھ گیا ہو، یا بھولا ہوا تھا اور یاد آگئی۔ان پڑھ کی نماز باطل اس صورت میں ہوگی جب کہ بہ مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے ایسا ہوا ہو کہ وہ سن کر سیکھ گیا ہو، ورنہ باطل نہ ہوگی۔

جو شخص اشارہ سے نماز پڑھ رہا ہے، اگر نماز کے دوران رکوع وسجود کے قابل ہوجائے تو نماز باطل ہوجائے گی۔جو شخص نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا، جیسے ان پڑھ یا معذور، اس کو امام خلیفہ بنادے تو نماز باطل ہوجائے گی۔

نماز فجر کے پڑھنے میں سورج کا نکل آنا۔عیدین میں سے کسی عید کی نماز کے دوران آفتاب کا زوال پذیر ہونا، اس سے بھی نماز باطل ہوجائے گی۔

جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے عصر کا وقت آجائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

زخم بھر جانے کے باعث پٹی کا اتر جانا نماز کے دوران، اس سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

معذور کے عذر کا جاتا رہنا نماز کے دوران۔ وضو ٹوٹنے پر نماز میں بغیر کسی عذر کے اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ اس میں ایک رکن ادا کیا جا سکے، نماز کو باطل کر دیتا ہے، یعنی دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ نماز کے دوران خیال آیا کہ میرا وضو نہیں ہے، یا مسح کی مدت ختم ہوگئی یا کوئی قضاء نماز پڑھنی ہے یا نجاست (ناپاکی) لگ گئی ہے نمازی کا اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، اگرچہ مسجد سے باہر نہ گیا ہو۔

مقتدی کا اپنے امام کے علاوہ کسی اور کی غلطی بتانا، ہاں اپنے امام کو غلطی بتا سکتا ہے نماز پڑھنے والے کا کسی اور کی بتائی ہوئی غلطی کو مان لینا، اس سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز پڑھتے ہوئے کسی کے حکم کی تعمیل کرنا۔

جو نماز پڑھی جا رہی ہے اس سے ہٹ کر کسی اور دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کے لئے تکبیر کہنا۔ تکبیر میں اللہ اکبر کے پہلے الف کو کھینچ کر پڑھنا جیسے آللہ اکبر، یا اللہ اکبار با کو کھینچ کر پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نماز میں وہ حصہ کھل جانے سے جس کا ڈھانکنا ضروری ہے کھل جانے یا ناپاکی لگ جانے سے اتنی دیر اسی حالت میں رہنا کہ ایک رکن ادا کیا جا سکے۔ مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کسی رکن کا ادا کرنا جس میں اس کے ساتھ شرکت نہ کی ہو، اس میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مقتدی کا قدم اپنے امام کے قدم سے آگے نکل جانے سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

چار رکعت والی نماز میں یہ سمجھ کر یہ دو رکعت والی نماز ہے دو رکعت پر سلام پھیر دینا، مثلاً ظہر کی نماز ہے اور یہ سمجھ کر کہ یہ جمعہ کی نماز ہے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اس میں بھی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۴۶۹ تا ص ۴۷۳ جلد اول)

کسی نابینا کو ہلاکت سے بچانے کے لئے نماز کے اندر بولنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۷۷ جلد اول)

نماز میں زیادتی کے ساتھ ایسے کام کرنے سے جو نماز کے اعمال میں سے نہیں ہیں نماز باطل ہو جاتی ہے اور زیادتی کے ساتھ کام کرنے سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔ شک کرنے لگیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۴۸۷ جلد......)

مسئلہ:۔ منہ میں پان اگر دبا ہوا ہو اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور ص ۲۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ بچہ نے آکر ماں کا دودھ پی لیا تو نماز جاتی رہے، البتہ اگر دودھ نہ نکلا تو نماز ہو جائے گی۔ (بحر الرائق ص ۱۲ جلد اول، بہشتی زیور ص ۲۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ نماز پڑھتے ہوئے کسی لکھی ہوئی چیز پر نظر پڑی اور اس کو زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی، البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز جاتی رہے گی۔ (بہشتی زیور ص ۲۳ جلد ۲ بحوالہ مجمع الانہر ص ۱۲۲، درمختار ص ۵۷۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز میں میٹھی چیز کا حلق میں اگر صرف ذائقہ ہی باقی رہا تو نماز فاسد نہ ہو جائے گی، اور اگر وہ میٹھی چیز منہ میں باقی ہو اور تحلیل (گھل کر) ہو کر حلق میں چلی گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ نماز میں ڈکار لینا مکروہ (تنزیہی) ہے، اس کو روکنے کی کوشش کی جائے اور جہاں تک ممکن ہو، آواز پست رکھی۔ (آپ کے مسائل ص ۳۱۶ جلد ۳ و شامی ص ۵۸۳ جلد اول و فتاوی رحیمیہ ص ۱۹۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز میں چنے کی مقدار یا کم و بیش کھانے کی چیز منہ میں نمازی کی زبان پر آئی، اس کو کپڑے یا ہاتھ سے باہر نکال دینے سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آئے گا۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۱۲ جلد ۴ و مشکوۃ شریف ص ۷۱ جلد اول باب المساجد)

مسئلہ:۔ نماز میں چھینک اور ڈکار سے جو آواز بن جاتی ہے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۸۶ جلد اول، شرح نقایہ ص ۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر چھینک یا ڈکار میں ایسے حروف کا (خود) اضافہ کیا جو قدرتی طور پر نہیں نکلتے

تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ ص ۴۸۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز سے باہر والے کی دعاء پر نماز ہی میں آمین کہنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔
(کبیری ص ۴۳۹)

مسئلہ:۔ نماز میں اذان کا جواب دینے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
(کبیری ص ۴۴۴ و نماز مسنون ص ۴۸۳)

مسئلہ:۔ کسی چیز کے نیچے گرنے پر بسم اللہ پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے، نیز کسی ناگوار بات کے سننے پر "لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ" کہنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ رنج وغم کی وجہ سے کراہنے، آہ، اُف، ہائے کہنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے، اگر کسی مرض کے باعث ہو جس کو ضبط نہ کیا جا سکے تو نماز باطل نہ ہوگی۔
(ہدایہ ص ۸۶ جلد اول شرح نقایہ ص ۹۲ جلد اول، کبیری ص ۴۳۷)

مسئلہ:۔ کسی دنیاوی رنج ومصیبت میں یا دنیوی غرض کے لئے آواز کے ساتھ رونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۷۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز میں اللہ کے خوف، یا امرِ آخرت کی وجہ سے رونا آجائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی جبکہ یہ رونا بے اختیار ہو۔ (ہدایہ ص ۸۶ جلد اول، شرح نقایہ ص ۹۲ جلد اول، کبیری ص ۴۳۶)

مسئلہ:۔ نماز کے دوران چھینک آجائے تو الحمد للہ نہیں کہنا چاہیے اگر کہہ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (آپ کے مسائل ص ۳۲ جلد ۳)

مسئلہ:۔ مجبوری کی وجہ سے نماز میں جمائی لی ہو اور احتیاط کرتا ہو، اور آواز نہ نکلے تو معاف ہے اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے اور حروف پیدا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۵۲)

مسئلہ:۔ نماز میں مصافحہ کرنے، سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (کبیری ص ۴۴۲، شرح نقایہ ص ۹۲ جلد اول، نماز مسنون ص ۴۸۱)

مسئلہ:۔ نماز میں صرف گردن موڑنا مکروہ ہے۔ البتہ کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھ لینا روا ہے۔ (لیکن یہ بھی مناسب نہیں ہے۔) اور سینہ کو قبلہ کے رخ سے ہٹا کر کسی اور جانب اتنی

دیر تک موڑے رکھنا جتنی دیر میں ایک رکن نماز کا پورا ہو سکے، اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
(کتاب الفقہ ص ۴۳۳ جلد اول، ہدایہ ص ۹۰ جلد اول، کبیری ص ۳۵۱، شرح نقایہ ص ۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ ناپاک جگہ سجدہ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
(درمختار ص ۹۰ جلد اول، شرح نقایہ ص ۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کی قرأت میں اگر فاش غلطی ہو گئی جس سے مفہوم ومعنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ نیز قرآن کریم کو موسیقی کی طرز پر پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔
(درمختار ص ۹۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ برہنہ (ننگا) آدمی جو نماز پڑھ رہا ہے، دوران نماز پردہ پوشی کے لئے کپڑے وغیرہ مل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ہدایہ ص ۸۲)

مسئلہ:۔ نماز میں جنون یا بے ہوشی یا جنابت لاحق ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ہدایہ ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کے دوران باہر سے کوئی چیز کھائے گا یا پیئے گا، چاہے تل کے برابر ہی ہو، نگل لے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (نماز مسنون ص ۴۸۹ شرح نقایہ ص ۹۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ دانتوں کے درمیان کوئی ایسی چیز دوران نماز نکال کر کھائے جو چنے کے دانہ کے برابر یا اس سے بڑی ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (شرح نقایہ ص ۹۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ اور ایسی چیز کے نگلنے اور معدہ میں پہنچنے سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے جو منہ میں گھل جاتی ہے جیسے چینی مٹھائی وغیرہ۔ (کتاب الفقہ ص ۴۸۹ جلد اول)

جن چیزوں سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے

مسئلہ:۔ حالتِ نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقہ سے اس کو اہل تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مثال:۔ کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانے پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے۔

مسئلہ:۔ رکوع یا سجدے میں جاتے وقت اپنے کپڑوں کو مٹی وغیرہ سے بچانے کے لئے یا

اور کسی غرض سے اٹھالینا مکروہ تحریمی ہے۔ (ردالمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔حالت نماز میں کوئی لغو فعل کرنا جو عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچنے پائے مکروہ تحریمی ہے، مثال (۱) کوئی شخص اپنے داڑھی کے بال ہاتھ میں لے۔ (۲) اپنے کپڑے کو پکڑے، اپنے بدن کو بے ضرورت کھجلائے۔

مسئلہ:۔حالت نماز میں وہ کپڑے پہننا مکروہ تحریمی ہے جن کو پہن کر عام طور پر لوگوں کے پاس نہ جاسکتا ہو، ہاں اگر اس کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا اس کے پاس نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ:۔کوئی ٹکڑا چاندی سونے یا پتھر وغیرہ کا منہ میں رکھ لینا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ قرأت میں مخل نہ ہو اگر قرأت میں مخل ہوگا تو پھر نماز فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار، شامی)

مسئلہ:۔برہنہ سر نماز پڑھنا، ہاں اگر اپنا تذلل اور خشوع ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں، اگر کسی کی ٹوپی یا عمامہ نماز پڑھتے ہوئے گر جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اسے اٹھا کر پہن لے لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو پھر نہ پہنے۔ (ردالمختار، علم الفقہ ص ۱۰۶ جلد ۲)

مسئلہ:۔پاخانہ یا پیشاب یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع کیے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کو بعد نماز شروع کر چکنے کے عین حالت نماز میں پاخانہ پیشاب وغیرہ معلوم ہو تو اس کو چاہیے کہ نماز توڑ دے اور ان ضرورتوں سے فراغت کر کے باطمینان پڑھے خواہ وہ نماز نفل یا فرض ہو اور خواہ تنہا پڑھتا ہو یا جماعت سے اور یہ خوف بھی ہو کہ بعد اس جماعت کے دوسری جماعت نہ ملے گی۔ ہاں اگر یہ خوف ہو کہ وقت نماز کا نہ رہے گا یا جنازہ کی نماز ہو کہ نماز ہو جائے گی تو نہ توڑے بلکہ اسی حالت میں نماز تمام کر لے۔ (شامی)

مسئلہ:۔مردوں کو اپنے بالوں کا جوڑا وغیرہ باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر حالت نماز میں جوڑا وغیرہ باندھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے (درمختار شامی)

مسئلہ:۔سجدے کے مقام سے کنکریوں وغیرہ کا ہٹانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بغیر ہٹائے سجدہ بالکل ممکن ہی نہ ہو تو پھر ہٹانا ضروری ہے اور مسنون طریقہ سے بے ہٹائے ممکن نہ ہو تو ایک

مرتبہ ہٹادے اور نہ ہٹانا بہتر ہے۔(درمختار، شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔حالت نماز میں انگلیوں کا توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا (یعنی چٹخانا) مکروہ تحریمی ہے۔(درمختار، شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔حالت نماز میں ہاتھ کو کولہے پر رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔(بحرالرائق، شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔حالت نماز میں منہ کا قبلے سے پھیرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ پورا منہ پھیرا جائے یا تھوڑا۔(شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔گوشہ چشم سے بے ضرورت شدیدہ ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سرین زمین پر ہوں اور دونوں زانوں کھڑے ہوئے سینے سے لگے ہوئے ہوں مکروہ تحریمی ہے۔(شامی وغیرہ)(مجبوری میں جائز ہے۔)

مسئلہ:۔مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدے کی حالت میں زمین پر بچھادینا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔سلام کا جواب دینا ہاتھ یا سر کے اشارے سے مکروہ تنزیہی ہے۔(شامی)

مسئلہ:۔سجدہ صرف پیشانی یا صرف ناک پر کرنا مکروہ تحریمی ہے(درمختار وغیرہ، علم الفقہ ص ۱۰۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔نماز میں بے عذر چارزانو بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے.(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔حالت نماز میں جمائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔(شامی)

مسئلہ:۔حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔صرف امام کا بے ضرورت کسی بلند مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک گز سے کم

ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)
مسئلہ:۔ مقتدیوں کا بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ہاں کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)
مسئلہ:۔ حالت نماز میں کوئی ایسا کپڑا پہننا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح ایسے مقام میں نماز پڑھنا جہاں چھت پر یا داہنے بائیں جانب کسی جاندار کی تصویر ہو۔ (درمختار وغیرہ)

اگر فرش پر جہاں کھڑے ہوئے ہوں تصویر ہو تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر تصویر چھپی ہوئی ہو یا اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھ دی جائے اور کوئی شخص کھڑے ہو کر اس کو دیکھے تو اس کے اعضاء محسوس نہ ہو یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا مٹا دیا گیا ہو یا تصویر جاندار کی نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)
مسئلہ:۔ حالت نماز میں آیتوں یا سورتوں کا یا تسبیح کا انگلیوں سے شمار کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ اس کے دبانے سے حساب رکھے تو مکروہ نہیں جیسا کہ صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں ہے۔ (شامی، علم الفقہ ص ۱۰۸ جلد ۲)
مسئلہ:۔ حالت نماز میں ناک صاف کرنا یا اسی طرح کوئی اور عمل قلیل بے ضرورت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)
مسئلہ:۔ ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ سے بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)
مسئلہ:۔ مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کسی فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)
مسئلہ:۔ قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لئے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت تمام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)
مسئلہ:۔ رکوع اور سجدے سے قبل تین مرتبہ تسبیح کہنے سے، سر اٹھا لینا مکروہ تنزیہی ہے۔
مسئلہ:۔ کسی ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس میں بقدر معافی نجاست ہو مثلاً نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو یا خفیفہ چوتھائی حصہ سے زیادہ نہ ہو (رسائل ارکان)
مسئلہ:۔ فرض نمازوں میں قصداً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی جو

سورت پیچھے ہے اس کو پہلی رکعت میں پڑھنا اور جو پہلے ہے اس کو دوسری رکعت میں مثلاً قل یاایھا الکافرون پہلی رکعت میں الم ترکیف دوسری رکعت میں۔ اگر سہواً خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ نوافل میں اگر قصداً بھی خلاف کرے تو کچھ کراہت نہیں۔ اگر کسی سے سہواً خلاف ترتیب ہو جائے اور معاً اس کو خیال آجائے کہ میں خلاف ترتیب قرأت کررہا ہوں تو اس کو چاہیے کہ اسی سورت کو تمام کرلے، اس لئے کہ اس سورت کے شروع کرتے وقت اس کا قصد خلاف ترتیب پڑھنے کا نہ تھا اور قصد نہ ہونے کے سبب سے اس کا پڑھنا مکروہ نہ رہا۔ (شامی، علم الفقہ ص ۱۰۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور کچھ آیتیں دوسری جگہ سے دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑ دی جائے۔ اگر مسلسل قرأت کی جائے یعنی درمیان میں کچھ آیتیں چھوٹنے نہ پائیں یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی جائیں تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر دو سورتیں دو رکعتوں میں پڑھی جائیں اور ان دونوں سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مثال:۔ پہلی سورت میں سورۂ تکاثر پڑھی جائے اور دوسری رکعت سورۂ ہمزہ اور درمیان میں سورۂ عصر جو تین آیتوں کی سورت ہے چھوڑ دی جائے۔ یہ کراہت بھی فرائض کے ساتھ خاص ہے، نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کچھ کراہت نہیں۔ (شامی)

مسئلہ:۔ ایسی دو سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا جن کے درمیان میں کوئی سورت ہو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ایک یا ایک سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت بھی صرف فرائض میں ہے۔ (شامی)

مسئلہ:۔ مقتدی کو جب کہ امام قرأت کررہا ہو کوئی دعاء وغیرہ پڑھنا یا قرآن مجید کی قرأت کرنا خواہ وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۱۰ جلد ۲)

مسئلہ:۔ نماز میں سر پر اس طرح رومال باندھنا کہ چندیا کھلی رہے مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ سجدہ میں جاتے وقت اپنے آگے یا پیچھے سے کپڑوں کو سمیٹنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔چادر کو کندھوں سے لٹکا کر یعنی بکل پلو نہ مارنا، نیز کپڑے کو اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ باہر نہ نکالے جاسکیں، مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔نماز میں بالارادہ خوشبو سونگھنا۔
مسئلہ:۔سجدوں کے درمیانی نشست کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو زانوؤں پر نہ رکھنا، نیز حالت قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر جس طرح بتایا گیا ہے نہ رکھنا مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔آنکھیں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔بے سبب چیونٹی (وغیرہ) کو پکڑ کر مارنا، ہاں اگر اس کے کاٹنے سے نماز میں خلل ہو تو اس کے مارنے میں مضائقہ نہیں ہے، لیکن خون سے بچنا چاہیے۔
مسئلہ:۔گھٹیا لباس میں جو میل کچیل سے بھرے ہوئے ہوں، نماز پڑھنا ہاں اگر عاجزی اور ذلت کے اظہار کی خاطر (یا کپڑے نہ ہونے کے سبب) ایسا کیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔
مسئلہ:۔کسی شخص کا اپنے لئے مسجد میں کسی خاص جگہ کو (بلا عذر) مخصوص کر لینا ہمیشہ وہیں نماز پڑھے تو یہ بھی مکروہ ہے، نیز نماز کے لئے کسی خاص سورت کا (جبکہ اور سورتیں یاد ہوں) مقرر کر لینا مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔نماز کی حالت میں پیشانی سے مٹی جھاڑنا جبکہ نہ جھاڑنے میں کوئی حرج نہ ہو، مکروہ ہے۔(کتاب علی الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص۱۴۲ جلد۴، شرح نقایہ ص٩٦ جلد...... ہدایہ ص٩٠ جلد اول، درمختار ص٩١ جلد اول، کبیری ص٣٧٦)

قضاء نمازوں کا بیان

بے عذر نماز کا قضاء کرنا گناہ کبیرہ ہے جو بے صدق دل سے توبہ کیے ہوئے معاف نہیں ہوتا، حج کرنے سے بھی گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں۔ اور ارحم الراحمین کو اختیار ہے کہ بے کسی وسیلہ اور سبب کے معاف کر دے۔
مسئلہ:۔اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت کی قضاء ہوگئی ہو تو ان کو چاہیے کہ اس نماز کو جماعت سے اداء کریں، اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قرأت کی جائے اور آہستہ آواز کی

ہوتو آہستہ آواز سے۔(علم الفقہ ص۱۲۰ جلد۲ امداد الاحکام ص۶۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔قضاء نماز کا بالاعلان ادا کرنا گناہ ہے، اس لئے کہ نماز کا قضاء ہونا گناہ ہے اور گناہ ظاہر کرنا گناہ ہے، نماز قضاء کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اداء نماز کا ہے، قضاء نماز میں یہ بھی نیت کرنا چاہیے کہ فلاں نماز کی قضاء پڑھتا ہوں، اور اگر نہ نیت کرے تب بھی جائز ہے اس لئے کہ قضاء بہ نیت اداء اور اداء بہ نیت قضاء درست ہے۔(اس لئے کہ قضاء ادا کی نیت کے ساتھ اور اداء قضاء کی نیت کے ساتھ جائز ہے۔)

(علم الفقہ ص۱۲۱ جلد۲، وفتاویٰ دارالعلوم ص۳۲۹ جلد۴)

مسئلہ:۔فرض نمازوں کی قضاء بھی فرض اور واجب کی قضاء واجب ہے، وتر کی قضاء واجب ہے۔اور اسی طرح نذر کے نماز کی اور اس نفل کی جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو۔اس لئے کہ نفل بعد شروع کرنے کے واجب ہو جاتی ہے۔سنن مؤکدہ وغیرہ یا اور کسی نفل کی قضاء نہیں ہوسکتی بلکہ جو نماز ان کی قضاء کی غرض سے پڑھی جائے گی وہ مستقل نماز علیحدہ سمجھی جائے گی اس کی قضاء نہ ہوگی، ہاں فجر کی سنتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر فرض کے ساتھ قضاء ہو جائیں اور فرض کی قضاء قبل زوال کے پڑھی جائے تو وہ سنتیں بھی پڑھی جائیں اور اگر بعد زوال کے پڑھی جائے تو نہیں۔اور ظہر کی سنتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر رہ جائیں تو وقت کے اندر قبل ان دو سنتوں کے جو فرض کے بعد میں پڑھ لی جائیں وقت کے بعد نہیں پڑھی جاسکتیں، خواہ فرض کے ساتھ رہ جائیں یا تنہا۔

مسئلہ:۔وقتی نماز اور قضاء نماز میں اور ایسا ہی قضا نمازوں میں باہم ترتیب ضروری ہے بشرطیکہ وہ قضاء فرض نماز ہو یا وتر کی مثلاً کسی کی ظہر کی نماز قضاء ہوگئی ہو تو ظہر کی قضا اور عصر کی وقتی نماز میں اس ترتیب کی رعایت ضروری ہے یعنی جب تک پہلے ظہر کی قضاء نہ پڑھ لے گا، عصر کا فرض نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور اگر کسی نے وتر نہ پڑھی ہو تو وہ فجر کا فرض بے وتر ادا کیے ہوئے نہیں پڑھ سکتا۔اسی طرح اگر کسی کے ذمہ فجر اور ظہر کی قضاء ہو تو ان دونوں کے آپس میں بھی ترتیب ضروری ہے یعنی جب تک فجر کی قضاء نہ پڑھ لے گا ظہر کی قضاء نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور ظہر کی قضاء بدستور اس

کے ذمہ باقی رہے گا۔ہاں اگر بعداس قضاء کے پانچ نمازیں اسی طرح پڑھ لی جائیں تو پھر یہ پانچویں صحیح ہوجائیں گے یعنی نفل نہ ہوں گی فرض رہیں گے۔ چنانچہ آگے بیان ہوگا، ترتیب ان تین صورتوں میں ساقط ہوجاتی ہے۔

پہلی صورت:۔نسیان یعنی قضاء نماز کا یاد نہ رہنا،اگر کسی کے ذمہ قضاء نماز ہواوراس کو وقتی نماز پڑھتے وقت اس کے ادا کرنے کا خیال نہ رہے تواس پر ترتیب واجب نہیں اوراس کی وقتی نماز جس کوادا کررہا ہے صحیح ہوجائے گی اس لئے کہ قضاء نماز پڑھنے کا حکم یاد کرنے پر مشروط ہے۔اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں مختلف ایام میں قضاء ہوئی ہوں مثلاً ظہر کسی دن کی، عصر کسی دن کی، مغرب کسی دن کی،اوراس کو یہ یاد نہ رہے کہ پہلے کون سی قضاء ہوئی تھی تواس صورت میں ان کی آپس کی ترتیب ساقط ہوجائے گی،جس کو چاہے پہلے ادا کرے چاہے پہلے ظہر کی قضاء پڑھے یا عصر کی یا مغرب کی۔(شامی)

مسئلہ:۔اگر نماز شروع کرتے وقت قضاء نماز کا خیال نہ تھا،بعد شروع کرنے کے خیال آیا تو اگر قبل قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے یا بعد التحیات پڑھنے کے مگر قبل سلام کے یہ خیال آجائے تو وہ نماز اس کی نفل ہوجائے گی اور فرض اس کو پھر پڑھنا ہوگا۔(شامی)

مسئلہ:۔اگر کسی شخص کو وجوب ترتیب کا علم نہ ہو یعنی یہ نہ جانتا ہو کہ پہلے قضاء نمازوں کو بغیر پڑھے ہوئے وقتی نمازوں کو نہ پڑھنا چاہیے تو اس کا یہ جہل بھی نسیان کے حکم میں رکھا جائے گا اور ترتیب اس سے ساقط ہوجائے گی۔(ردالمختار)

دوسری صورت:۔وقت کا تنگ ہوجانا۔اگر کسی کے ذمہ کوئی قضاء نماز ہواور وقتی نماز ایسے تنگ وقت میں پڑھے جس میں صرف ایک نماز کی گنجائش ہوخواہ اس وقتی نماز کو پڑھ لے یا اس قضاء کو تواس صورت میں ترتیب ساقط ہوجائے گی اور بغیر اس قضاء کے پڑھے ہوئے وقتی نماز کا پڑھنا اس شخص کے لئے درست ہوگا۔عصر کی نماز میں وقت مستحب کا اعتبار کیا گیا ہے۔یعنی اگر مستحب وقت میں صرف اسی قدر گنجائش ہو کہ صرف عصر کا فرض پڑھا جاسکتا ہو،اس سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو ترتیب ساقط ہوجائے گی۔اگر چہ اصل وقت میں گنجائش ہواس لئے کہ بعد آفتاب زرد ہوجانے کے نماز مکروہ ہے(علم الفقہ ص ۱۲۳ جلد ۲،فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۳،ہدایہ ص ۱۳۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی کے ذمہ کئی نمازوں کا قضاء ہو اور وقت میں سب کی گنجائش نہ ہو بعض کی گنجائش ہو تب بھی صحیح یہ ہے کہ ترتیب ساقط ہو جائے گی اور اس پر یہ ضروری نہ ہوگا کہ جس قدر قضاء نمازوں کی گنجائش وقت میں ہو پہلے ان کو ادا کر لے اس کے بعد وقتی نماز پڑھے مثلاً کسی کی عشاء کی نماز قضاء ہوئی تھی اور فجر کو ایسے تنگ وقت میں اٹھا کہ صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو اس پر ضروری نہیں کہ پہلے وتر پڑھ لے، تب صبح کی نماز پڑھے بلکہ بے وتر ادا کیے ہوئے بھی اگر صبح کے فرض پڑھے گا تو درست ہے۔

تیسری صورت:۔ قضاء نمازوں کا پانچ سے زیادہ ہو جانا:۔ وتر کا حساب ان پانچ میں نہیں ہے اگر وہ بھی ملالی جائے تو یوں کہیں گے کہ چھ سے زیادہ ہونا یہ قضاء نمازیں خواہ حقیقتاً قضاء ہوں جیسے وہ نمازیں جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائیں یا حکماً قضاء ہوں جیسے وہ نمازیں جو کسی قضاء نماز کے بعد باوجود ترتیب واجب ہونے کے بے اس کے ادا کیے ہوئے پڑھ لی جائیں مثلاً کسی سے فجر کی نماز قضاء ہوئی ہو اور ظہر کی نماز بے اس کے ادا کیے ہوئے باوجود یاد ہونے کے کہ وقت میں گنجائش کے پڑھ لے تو یہ ظہر کی نماز حکماً قضاء میں شمار ہوگی۔ اس کے بعد عصر کی نماز بھی حکماً قضاء سمجھی جائے گی، اگر بے ادا کیے ہوئے ان دونوں نمازوں کے باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھ لے، اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی پھر جب دوسرے دن کی فجر پڑھے گا تو چونکہ اس سے پہلے قضاء نمازیں پانچ ہو چکی تھیں ایک حقیقتاً اور چار حکماً۔ لہٰذا اب اس کے اوپر ترتیب واجب نہ تھی اور یہ فجر کی نماز اس کی صحیح ہوگی۔ (علم الفقہ ص ۱۲۳ جلد ۲، فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۳ جلد ۴، ہدایہ ص ۱۳۷ جلد اول، در مختار ص ۶۶۶ جلد اول)

ترتیب کب تک رہتی ہے؟

مسئلہ:۔ پانچ نمازوں تک ترتیب باقی رہتی ہے اگر چہ وہ مختلف اوقات میں قضاء ہوئی ہوں اور زمانہ بھی گزر چکا ہو، مثلاً کسی کی کوئی قضاء نماز ہوئی تھی اور وہ اس کو یاد نہ رہی، چند روز کے بعد پھر اس کی کوئی نماز قضاء ہو گئی اور اس کا بھی خیال اس کو نہ رہا پھر چند روز کے بعد اس کی کوئی نماز قضاء ہوئی اور اس کا بھی اس کو خیال نہ رہا، پھر چند روز کے بعد اس کی اور کوئی نماز قضاء ہوئی اور وہ بھی اس کو یاد نہ رہی تو اب یہ پانچ نمازیں ہوئیں اب تک ان میں ترتیب

واجب ہے یعنی ان کے یاد ہوتے ہوئے باوجود وقت میں گنجائش کے وقتی فرض اگر پڑھے گا تو وہ صحیح نہ ہوگی اور نفل ہو جائے گی۔ (درمختار، ردالمختار)

ترتیب ختم ہونے کا حکم

مسئلہ:۔ ترتیب ساقط ہو جانے کے بعد پھر عود نہیں کرتی، مثلاً کسی کی قضاء نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور اس سبب سے اس کی ترتیب ساقط ہو جائے بعد اس کے وہ اپنی قضاء نمازوں کو ادا کرنا شروع کرے، یہاں تک کہ ادا کرتے کرتے پانچ رہ جائیں تو اب وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا اور بغیر ادا کیے ہوئے ان باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے جو فرض نماز پڑھے گا وہ صحیح ہوگی۔

اگر کسی کی کوئی نماز قضاء ہوگئی ہو اور اس کے بعد اس نے پانچ نمازیں اور پڑھ لی ہوں اور اس قضاء نماز کو باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے نہ پڑھا ہو تو پانچویں نماز کا وقت گزر جانے کے بعد یہ پانچوں نمازیں اس کی صحیح ہو جائیں گی یعنی فرض رہیں گے اس لئے کہ یہ پانچوں نمازیں حکماً قضاء ہیں اور وہ ایک حقیقتاً قضاء سب مل کر پانچ سے زیادہ ہوگئیں، لہٰذا ان میں ترتیب ساقط ہوگئی اور ان کا ادا کرنا خلاف ترتیب درست ہوگیا۔

(علم الفقہ ص۱۲۳ جلد۲)

مسئلہ:۔ اگر کسی کی نمازیں حالت سفر میں قضاء ہوئی ہوں اور اقامت کی حالت میں ان کو ادا کرے تو قصر کے ساتھ قضاء کرنا چاہیے، یعنی چار رکعت والی نماز کی دو رکعت اسی طرح حالت اقامت میں جو نمازیں قضاء ہوئی تھیں ان کی قضاء حالت سفر میں پڑھے تو چار رکعتیں پڑھے، قصر نہ کرے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ نفل نمازیں شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہیں، اگر چہ وہ کسی وقت مکروہ میں شروع کی جائیں، یعنی ان کا تمام کرنا ضروری ہے اور اگر کسی قسم کا فساد یا کراہت تحریمہ اس میں آجائے تو ان کی قضاء پڑھنا واجب ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ نفل قصداً شروع کی جائے اور شروع کرنا اس کا صحیح ہو اگر قصداً نہ شروع کی جائے مثلاً کوئی شخص یہ خیال کر کے کہ میں نے ابھی فرض نماز نہیں پڑھی، فرض کی نیت سے نماز شروع کر دے، بعد اس کے اس کو یاد آجائے

کہ میں فرض پڑھ چکا تھا تو یہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی، اس کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور اگر اس میں فساد وغیرہ آجائے تو اس کی قضاء بھی اس کو نہ پڑھنا پڑے گی۔ اسی طرح اگر کوئی قعدہ اخیرہ میں سہواً کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں پڑھ لے تو یہ دو رکعتیں اس کی نفل ہو جائیں گی۔ اور چونکہ قصداً نہیں شروع کی گئیں اس لئے ان کا تمام کرنا اس پر ضروری نہیں نہ فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضاء ضروری ہے۔ اور اگر شروع کرنا صحیح نہ ہو تب بھی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضاء نہ کرنا ہوگی مثلاً کوئی مرد کسی عورت کی اقتداء میں نفل نماز شروع کرلے تو یہ شروع کرنا ہی اس کا صحیح نہ ہوگا۔

(علم الفقہ ص۱۲۴ جلد۲)

مسئلہ:۔ اگر نفل نماز شروع کر دینے کے بعد فاسد کر دی جائے تو صرف دو رکعتوں کی قضاء واجب ہوگی اگر چہ نیت دو رکعت سے زیادہ کی کی ہو، اس لئے کہ نفل کا ہر شفع یعنی ہر دو رکعتیں علیحدہ نماز کا حکم رکھتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور اس کے دونوں شفع میں قرأت نہ کرے یا پہلے شفع میں قرأت نہ کرے یا دوسرے میں نہ کرے یا صرف پہلے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا پہلی شفع کی دونوں رکعتوں میں اور دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے۔ تو ان سب چھ صورتوں میں دو ہی رکعت کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ پہلی دوسری صورت میں صرف پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریمہ فاسد ہوگئی اور دوسرے شفع کی بناء اس پر صحیح نہ ہوگی گویا دوسرا شفع شروع ہی نہیں کیا گیا پس اس کی قضاء بھی لازم نہ ہوگی۔ تیسری صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس سبب سے کہ پہلے شفع میں کچھ فساد نہیں آیا فساد صرف دوسرے شفع میں آیا ہے۔ چوتھی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لئے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے دوسرا شفع بالکل صحیح ہے۔ پانچویں صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس لئے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے۔ پہلا شفع بالکل صحیح ہے۔ چھٹی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لئے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب اس کی تحریمہ فاسد ہو جائے گی، اور دوسرے شفع کی بناء اس پر صحیح نہ ہوگی۔ لہذا ان کی قضاء بھی

اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور ہر شفع کی ایک ایک رکعت میں قرأت کرے، ایک ایک میں نہ کرے یا پہلے شفع کی ایک اور دوسرے کی دونوں رکعتوں میں نہ کرے تو ان دونوں صورتوں میں چار رکعت کی قضاء پڑھنا ہوگی اس لئے کہ ان صورتوں میں پہلے شفع کی تحریمہ فاسد نہیں ہوئی، لہذا دوسرے شفع کی بناء اس پر صحیح ہوگی اور فساد دونوں شفعوں میں آیا ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۲۵ جلد ۲ و کتاب الفقہ ص ۴۹۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ حیض ونفاس کی حالت میں جو نمازیں نہ پڑھی جائیں وہ معاف ہیں ان کی قضاء نہ کرنی چاہیے، ہاں اگر حیض ونفاس سے کسی ایسے وقت میں فراغت حاصل ہو جائے کہ اس میں تحریمہ کی گنجائش ہو تو اس وقت کے نماز کی قضاء اس کو پڑھنا ہوگی۔ اور اگر وقت میں زیادہ گنجائش ہو تو اسی وقت اس نماز کو پڑھ لے، اگر چہ پڑھ چکی ہو، اس لئے کہ اس سے پہلے اس پر نماز فرض نہ تھی، اب فرض ہوئی ہے اس سے پہلے پڑھنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے، یعنی فرض نہیں ساقط ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی نابالغ ایسے وقت میں بالغ ہو تو اس کو بھی اس وقت کی نماز کی قضاء پڑھنا ہوگی اس مسئلے کی تفصیل حیض کے بیان میں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی لڑکا عشاء کا نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے، جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو اس کو چاہیے کہ عشاء کی نماز کا اعادہ کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت کو آخر وقت میں حیض یا نفاس آجائے اور ابھی تک اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس وقت کی نماز اس سے معاف ہے، اس کی قضاء اس کو نہ کرنا ہوگی۔

(شرح وقایہ وغیرہ، علم الفقہ ص ۱۲۵ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۷۸۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی کو جنون یا بے ہوشی طاری ہو جائے اور چھ نمازوں کے وقت تک رہے تو اس کے ذمہ ان نمازوں کی قضاء نہیں وہ نمازیں معاف ہیں، ہاں اگر پانچ نمازوں تک بے ہوشی رہے اور چھٹی نماز میں اس کو ہوش آجائے تو ان نمازوں کی قضاء اس کو کرنا ہوگی۔

(علم الفقہ ص ۱۲۵ جلد ۲، ہدایہ ص ۱۱۰ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۱۸ جلد اول، کبیری ص ۲۶۳ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۴۳۹ جلد ۴، کتاب الفقہ ص ۷۸۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو کافر دار الحرب میں اسلام لائے اور مسائل نہ جاننے کے سبب سے نماز نہ پڑھے تو جتنے دن وہاں رہنے کے سبب سے اس کی نمازیں گئی ہوں، ان نمازوں کی قضاء اس کے ذمے ہیں۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ اگر کسی کی بہت نمازیں قضاء ہو چکی ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو قضاء کے وقت ان کی تعیین کرنا ضروری ہے،اس طرح کہ میں اس فجر کی قضاء پڑھتا ہوں کہ جو سب سے اخیر میں مجھ سے قضاء ہوئی ہے پھر اس کے بعد یہ نیت کرے کہ میں اس فجر کی قضاء پڑھتا ہوں جو اس سے پہلے مجھ سے قضاء ہوئی تھی،اس طرح ظہر،عصر وغیرہ کی نماز میں بھی تعیین کر لے۔(علم الفقہ ص ۱۲۶ جلد ۲)

نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ اسی نماز کو پڑھنا

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھنے لگا اور وہ نماز ادا کی ہے یعنی اسی وقت کی۔ نہ قضاء کی ہے اور نہ نذر،اور نہ نفلی نماز ہے، پھر جماعت کھڑی ہوگئی تو مستحب یہ ہے کہ اس نماز کو ایک سلام سے پھیر کر توڑ دے تاکہ جماعت میں شامل ہو جانے کی فضیلت حاصل ہو جائے ،اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ابھی تک اس نماز میں سجدہ نہ کیا گیا ہو۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے ظہر،عصر،مغرب یا عشاء کی نماز تنہا پڑھی یا جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر اسی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی تو اس تنہا پڑھنے والے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو امام کے ساتھ شامل ہو کر دوبارہ نماز ادا کرنا جائز ہے لیکن یہ دوسری نماز نفل ہوگی۔اور ایسا کرنا اس صورت میں جائز ہے،جب کہ امام فرض پڑھ رہا ہو، نفل نہیں۔ کیونکہ فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔البتہ نفل نماز (دوبارہ) نفل نماز کی جماعت میں مکروہ ہے۔بشرطیکہ وہ جماعت تین آدمیوں سے زیادہ کی ہو۔(جیسا کہ نوافل کی جماعت کے بیان میں مسائل تراویح ص ۱۷۷ پر گزرا ہے۔)لہذا کچھ لوگوں نے جماعت سے نماز ادا کر لی، پھر انہوں اسی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھا،اور جماعت تین آدمیوں سے زیادہ کی ہے تو یہ فعل مکروہ ہے،ہاں اگر اس سے کم ہو تو مکروہ نہیں ہے،بشرطیکہ اس کو بغیر اذان کے پڑھا جائے۔اذان کے ساتھ نماز میں دوبارہ پڑھنا بہرحال مکروہ ہے

اور جب یہ معلوم ہو کہ دوسری نماز نفل ہے تو اس میں نماز کی حیثیت مکروہ اوقات میں نفل نماز پڑھنے کی سی ہوگی، لہذا فجر وعصر کی نمازوں کو دہرانا جائز نہیں ہے، کیونکہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۹۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ قضاء نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۶ جلد ۴ بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۶۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو نماز تنہا مسجد میں قضاء پڑھے تو اس کے لئے اذان واقامت مشروع نہیں ہے اور نہ وتر کے لئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۴ جلد ۴، ردالمحتار ص ۳۵۶ جلد اول باب الاذان)

مسئلہ:۔ اگر قضاء نماز میں جماعت ہو تو پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کہی جائے اور باقی کے لئے اختیار ہے کہے یا نہ کہے اور اقامت تو سب کے لئے کہی جائے۔ (جماعت کے لئے۔) (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۰ جلد ۴)

مسئلہ:۔ قضاء کے ادا کرنے کی آسان صورت یہ ہے کہ ہر ایک نماز کے ساتھ وہی نماز قضاء کرے۔ جس قدر برسوں کی نماز فوت ہوئی اتنے برسوں تک ہر ایک نماز کے ساتھ وہی نماز قضاء پڑھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۵ جلد ۴)

قضاء نمازوں میں تاخیر کی گنجائش

مسئلہ:۔ فوت شدہ بہت ساری نمازیں جو کسی کے ذمہ واجب ہیں گو اس کے لئے واجب یہ ہے کہ فوراً ادا کی جائیں، لیکن عذر کی وجہ سے ان نمازوں کو دیر سے ادا کرنا جائز ہے، جس طرح اور جتنی فرصت ملے تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرسکتا ہے، البتہ چھوڑنا نہیں چاہیے۔

(درمختار ص ۶۷۵ جلد اول)

فوت شدہ نماز کی نیت

مسئلہ:۔ فوت شدہ نماز کی نیت میں کسی کے ذمہ زیادہ تعداد میں ہوگئی ہوں تو نیت میں اس طرح کہے کہ پہلی نماز ظہر ادا کر رہا ہے جو اس کے ذمہ تھی، پھر اس کے بعد دوسری ظہر کا نام لے۔ (درمختار ص ۶۷۶ جلد اول)

اگر مرنے سے پہلے نماز ادا نہ کر سکا؟

سوال:۔اگر قضاء نماز ادا کرنے کی نوبت نہ آئے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو جائے اور فدیہ کی طاقت نہ ہو تو مؤاخذہ سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا یا فدیہ دینا بھی (مرنے کے بعد) موجب سقوطِ عذاب ہوسکتا ہے باقی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے جیسا کہ فرمایا: **ویغفر مادون ذالک لمن یشاء**۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۶۲ جلد۴)

مسئلہ:۔اگر قضاء نمازیں بکثرت ہوں جن کا شمار کرنا دشوار ہو تو چاہیے کہ خوب سوچ سمجھ کر ایک صحیح تخمینہ کرے، مثلاً چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوا اور چار پانچ سال تک نمازیں نہیں پڑھیں یا کبھی پڑھیں اور کبھی چھوڑ دی اور یہ صورت اس شخص کے اندازہ میں مثلاً چار سال کی ہوئی تو اس شخص کو اپنے زعم (گمان) کے مطابق اس قدر نمازوں کو ادا کرنا چاہیے۔

آخر دنیا میں کسی شخص کا قرض ذمہ ہو اور تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ تخمینہ سے ہی اس کو ادا کرتے ہیں کہ اس کا کچھ ذمہ باقی نہ رہے، ایسی ہی سوچ کر کہ کس قدر دنوں کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں، ان کو ادا کرنا چاہیے اور مناسب یہ ہے کہ جس قدر ہوسکے زائد پڑھے کہ سراسر نفع ہی نفع ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۵۳ جلد۴، ہدایہ ص۱۳۸ باب قضاء)

قضاء نمازوں کا فدیہ کب ادا کیا جائے

مسئلہ:۔زندگی میں تو نماز کا فدیہ ادا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ قضاء نمازوں کا ادا کرنا ہی لازم ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں تو ہر نماز کا فدیہ صدقہ فطر کی طرح پونے دو سیر غلہ ہے۔فدیہ ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے، اس دن غلہ کی جو قیمت ہو، اس کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے۔اور چونکہ وتر ایک مستقل نماز ہے اس لئے دن رات کی چھ نمازیں ہوتی ہیں، اور ایک دن کی نماز قضاء ہونے پر چھ صدقے لازم ہیں۔میت نے اگر اس سے وصیت کی ہو، تب تو تہائی مال سے فدیہ ادا کرنا واجب

ہے۔اور اگر وصیت نہ کی ہو تو وارثوں کے ذمہ واجب نہیں۔البتہ تمام وارث عاقل و بالغ ہوں اور وہ اپنی اپنی خوشی سے فدیہ ادا کریں تو توقع ہے میت کا بوجھ اتر جائے گا۔

(آپ کے مسائل ص ۳۵۹ جلد ۳)

قضاء نماز کس وقت پڑھنی ناجائز ہے

مسئلہ:۔تین اوقات ایسے ہیں کہ جن میں کوئی نماز بھی جائز نہیں، نہ قضاء، نہ نفل۔

۱۔ سورج طلوع ہونے کے وقت، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، اور دھوپ کی زردی جاتی رہے۔

۲۔ غروب سے پہلے جب سورج کی دھوپ زرد ہو جائے، اس وقت سے لے کر غروب آفتاب تک۔(البتہ اگر اس عصر کی نماز نہ پڑھی ہو تو اس وقت بھی پڑھ لینا ضروری ہے، نماز کا قضاء کر دینا اچھا نہیں۔)

۳۔ نصف النہار(زوال) کے وقت یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

ان تین اوقات میں کوئی نماز بھی جائز نہیں۔ان کے علاوہ تین اوقات ہیں، جن میں نفل نماز جائز نہیں قضاء نماز اور سجدۂ تلاوت کی اجازت ہے۔

۱۔ صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے صرف سنت پڑھی جاتی ہے، اس کے علاوہ کوئی نفل نماز اس وقت جائز نہیں۔

۲۔ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک۔

۳۔ عصر کی نماز کے بعد غروب(سے پہلے دھوپ زرد ہونے تک)۔

ان تین اوقات میں نوافل کی اجازت نہیں، نہ تحیۃ المسجد، نہ تحیۃ الوضوء، نہ دوگانہ طواف، البتہ قضاء نماز ان اوقات میں جائز ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ان اوقات میں قضاء نماز لوگوں کے سامنے نہ پڑھی جائے، بلکہ تنہائی میں پڑھے۔(آپ کے مسائل ص ۳۵۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔جس شخص کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں، اس کو نوافل کے بجائے قضاء نمازیں پڑھنی چاہئیں، خواہ جاگنے والی راتوں(شب قدر و شب برأت) میں پڑھے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۵۶ جلد ۳)

میت کی طرف سے نماز و روزہ ادا کرنا

مسئلہ:۔اگر میت کے وارثین اس کے حکم سے اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضاء کریں تو یہ نمازیں اس کی طرف سے درست نہیں ہوں گی، اس لئے کہ نماز عبادت بدنی ہے جس کے لئے ہر مکلف کو حکم ہے کہ وہ خود ادا کرے، دوسرے کے ادا کرنے سے اس کی طرف سے ادا نہیں ہوتی ہے، برخلاف حج کے اس میں وہ نیابت کو قبول کرتا ہے، یعنی اگر وارث میت کی طرف سے حج کر دے گا تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، اگر چہ میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو۔ (درمختار ص ۶۷۳ جلد اول، امداد الاحکام ص ۶۶۸ جلد اول)

مرض الموت میں خود فدیہ دینا

مسئلہ:۔میت اگر اپنے مرض الموت میں خود اپنی نماز کا فدیہ دے گا تو یہ درست نہیں ہوگا، لہذا اس پر واجب یہ ہے کہ وہ وصیت کر جائے، البتہ روزہ کا فدیہ خود اپنی طرف سے اپنے مرض الموت میں دے دے گا تو یہ جائز ہوگا مگر اس کی صحت اس کی موت کے بعد ثابت ہوگی۔

مسئلہ:۔نماز روزہ کے کفارہ میں کل فدیہ کی رقم ایک فقیر (حاجت مند، جو صاحب نصاب نہ ہو) کو دینا بھی درست ہے، اور کسی کو بھی دے سکتا ہے۔ (درمختار ص ۶۷۴ جلد اول)

اگر مرتد پھر اسلام قبول کرلے تو وہ نمازیں کیسے پڑھے گا

مسئلہ:۔جو لوگ مرتد ہو گئے ہوں (اسلام سے پھر گئے ہوں) اور پھر اسلام قبول کرلیا ہو وہ زمانہ ردت کی ان نمازوں کی قضاء نہیں پڑھیں گے جو انہوں نے چھوڑ دی تھیں اور ان پر زمانہ ردت کے پہلے کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے اس لئے کہ وہ مرتد ہونے کی وجہ سے اصلی کافر کی طرح ہو جاتا ہے، تو جس طرح کافر پر اصلی زمانہ کفر کے وقت کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے، اسی طرح اس پر بھی نہیں ہے، البتہ حج کی قضاء کرے گا، یعنی اس کا لوٹانا ضروری ہوگا۔

(درمختار ص ۶۷۵ جلد اول)

رات میں بالغ ہونے سے عشاء کی قضاء

مسئلہ:۔ایک نابالغ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سویا، نیند میں اس کو احتلام ہوا، اب فجر کے بعد جاگا تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ عشاء کی نماز کی قضاء پڑھے اس لئے کہ وہ سونے سے پہلے نابالغ تھا، اور عشاء کی نماز اس حالت میں پڑھی تھی تو وہ نفل کے درجے میں ہوئی، اب جب رات کو احتلام ہوا تو اس سے معلوم ہوگیا کہ وہ رات ہی میں بالغ ہوگیا، لہذا عشاء کی نماز بلوغ کے بعد اس پر فرض ہوگی۔ گو وہ اس وقت سویا ہوا تھا مگر سونا خطاب شرعی کے لئے مانع نہیں ہے، تو اب وہ فجر کے بعد جب جاگا ہے تو اس کے لئے فرض ہے کہ غسل کرنے کے بعد عشاء کی نماز کی قضاء پڑھے۔

مسئلہ:۔مریض نے بیماری میں تیمم کر کے وہ نماز پڑھی جو اس کی صحت کے زمانہ میں فوت ہوگئی تھی تو اس سے اس کی یہ نماز درست ہوگی، تندرست ہونے کے بعد اس نماز کو دوبارہ نہیں پڑھے گا۔ (درمختار ص ۶۷۶ جلد اول)

کیا قضاء نمازیں چھپ کر ادا کی جائیں؟

مسئلہ:۔مناسب یہ ہے کہ جو شخص نمازوں کی قضاء پڑھے، اس پر دوسروں کو مطلع نہ ہونے دے یعنی قضاء نمازیں چھپ کر پوشیدہ طور پر پڑھے، اور یہ اس وجہ سے کہ نماز کو اس کے وقت سے ٹالنا معصیت ہے اور گناہ و معصیت کو ظاہر نہیں کرسکتا ہے، یہ بری بات ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے قضاء نماز علی الاعلان پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار ص ۶۷۷ جلد اول)

مسئلہ:۔قضاء نماز ادا نماز کے مشابہ ہے، سفر میں بھی اور اقامت میں بھی، اس وجہ سے کہ قضاء ہو جانے کے بعد وہ متغیر نہیں ہوتی ہے، یعنی اگر سفر میں نماز قضاء ہوگئی تھی اور حالت اقامت میں اس کو پڑھے گا اور اسی طرح جو نماز حالت اقامت میں قضاء ہوئی ہے اس نے اس کو حالت سفر میں ادا کی تو پوری نماز پڑھے گا اس لئے کہ نماز جس طرح واجب ہوتی ہے وقت کے بعد اسی طرح ادا کی جاتی ہے اس میں ردوبدل نہیں ہوا کرتا ہے، البتہ وقت کے اندر نیت کے بدل جانے سے نماز بدل جاتی ہے، مثلاً مسافر تھا، وقت کے اندر اقامت (ٹھہرنے) کی

نیت کرلی تواب پوری نماز پڑھے گا، اسی طرح مقیم تھا اور وقت کے اندر سفر کی نیت کرلی اور اپنی آبادی سے باہر نکل گیا تو قصر پڑھے گا، یا مسافر تھا، ان نے کسی مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی تواب پوری نماز پڑھے گا۔ (درمختار ص ۷۴۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر قصر پڑھتا رہا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسافر نہیں ہے تو ان نمازوں کی قضاء کرنا ضروری ہے، مثلاً جتنے دنوں کی نماز قصر پڑھی ان کو شمار کرکے وہ سب نمازیں مع وتر کے قضاء کریں اور سنتوں کی قضاء نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۳۳ جلد ۴) (کیونکہ جب نماز ہی نہیں ہوئی تو قضاء کرنی ہوگی۔ تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ کتاب ''مسائل سفر''

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

سنتوں اور نوافل کا بیان

دن رات میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمہ ایمان ہیں، ان کے علاوہ ان کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب وتعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، پھر ان میں سے جن کے آپؐ نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ جن کا آپؐ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا، ان کو عرف عام میں ''سنت'' کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ کو ''نوافل'' کہا جاتا ہے۔

نوافل کے اصل معنی زوائد کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو نوافل کہا گیا ہے۔

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، بظاہر ان کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربار عالی کی خاص الخاص حضوری ہے اس میں مشغول رہنے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کر دل اس دربار سے آشنا اور مانوس کرلیا جائے اور ملاء اعلیٰ سے ایک قرب ومناسبت پیدا کرلی جائے۔

اور جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے ان کی حکمت اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرضوں کی ادائیگی میں جو قصور رہ گیا ہو اس کا تدارک

بعد والی سنتوں اور نفلوں سے ہو جائے۔

فرضوں کے آگے یا پیچھے والے سنن ونوافل کے علاوہ جن نوافل کی مستقل حیثیت ہے مثلاً دن میں چاشت اور رات میں تہجد یہ دراصل تقرب الی اللہ کے خاص طالبین کے لئے ترقی اور تخصص ومخصوص نصاب ہے۔

(معارف الحدیث ص ۳۲۰ جلد ۳ ومظاہر حق ص ۱۱۲ جلد ۲ وعلم الفقہ ص ۴۰ جلد ۲)

نوافل کا ایک خاص فائدہ

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اس کی جانچ کی جائے گی۔ پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام ونامراد ہو جائے گا۔ پھر اگر اس کے فرائض میں کمی کسر ہوئی تو رب کریم فرمائے گا دیکھو کیا چیز بندہ کے ذخیرہ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سنتیں یا نوافل) ہیں؟ تا کہ اس کے فرائض کی کمی وکسر کو پوری کر سکے۔ پھر نماز کے علاوہ باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔

(معارف الحدیث ص ۳۷۴ جلد ۳)

سنت پڑھنے کا طریقہ اور تعداد

نفل نمازوں کے پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو فرض کا ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ فرائض کی صرف دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے، اور نوافل اور سنتوں کی سب رکعتوں میں جو سورتیں پڑھی جائیں ان کا برابر نہ ہونا بھی خلاف سنت نہیں ہے۔

نوافل دن میں دو رکعت اور رات میں چار رکعت ایک ہی سلام سے پڑھی جاسکتی ہے، مگر ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنی چاہیے۔

فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں، ان کی تاکید تمام مؤکدہ سنتوں سے زیادہ ہے، یہاں تک کہ بعض روایات میں امام صاحب سے ان کا وجوب منقول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ فجر کی سنتیں نہ چھوڑا کرو چاہے تم کو گھوڑے کچل ڈالیں یعنی جان جانے کا خوف ہو، جب بھی نہ چھوڑو، اس سے صرف تاکید اور ترغیب مقصود ہے ورنہ جان کے خوف سے تو فرائض کا چھوڑنا بھی جائز ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ فجر کی سنتیں میرے نزدیک تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(علم الفقہ ص ۴۲ جلد ۲، مسلم شریف ص ۲۵۱ جلد اول، درمختار ص ۹۷ جلد اول)

ظہر کے وقت فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ (مراقی الفلاح، درمختار، علم الفقہ ص ۴۲ جلد ۲، ہدایہ ص ۹۵ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۰۰ جلد...... کبیری ص ۳۸۴)

جمعے کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد بھی چار رکعتیں ایک سلام سے۔ (مراقی الفلاح)

عصر کے وقت کوئی سنت مؤکدہ نہیں، ہاں فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے مستحب ہیں۔ (مراقی الفلاح، علم الفقہ ص ۴۲، ترمذی شریف ص ۹۸، فتاوی رحیمیہ ص ۲۵ جلد ۳)

مغرب کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔

(علم الفقہ ص ۴۲، مسلم شریف ص ۲۵۲ جلد اول)

عشاء کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے مستحب ہیں۔ (علم الفقہ ص ۴۲ جلد ۲، ہدایہ ص ۹۵ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۰ جلد اول، کبیری ص ۳۸۴، ابوداؤد ص ۱۸۵، فتاوی رحیمیہ ص ۴۸ جلد ۳، فتاوی محمودیہ ص ۲۰۳ جلد ۲)

وتر کے بعد بھی دو رکعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں لہذا یہ دو رکعتیں وتر کے بعد مستحب ہیں۔ (علم الفقہ ص ۴۲ جلد ۲، بخاری شریف ص ۱۵۵ جلد اول، ابن ماجہ ص ۸۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان فرائض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا۔ (صحیح مسلم شریف)

احادیث میں ان بارہ رکعتوں کی تفصیل اس طرح منقول ہے۔ چار رکعت قبل ظہر اور دو رکعت اس کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو قبل فجر کے۔

(علم الفقہ ص ۴۲ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۵۱۹ تا ص ۵۲۱ جلد اول، فتاوی دار العلوم ص ۲۳۵ جلد ۴)

احادیث میں پنجوقتہ نمازوں سے پہلے یا بعد سنن و نوافل کا ذکر آتا ہے، یہ بہت اہم ہیں اور اس کی اہمیت کا اندازہ قیامت میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرائض کی کمی کو نوافل وغیرہ سے پورا کریں گے۔ اس لئے ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر صبح کی نماز شروع ہو چکی ہو، اور کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت آئے کہ اس نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں، اگر اس کو ایک رکعت مل جانے کا یقین ہو تو پھر وہ الگ جگہ پر سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔ (ہدایہ ص ۱۰۱ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۰۸ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۷ جلد ۳، کتاب الفقہ ص ۵۲۰ جلد اول، علم الفقہ ص ۹۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ صبح کی سنتیں عین امام کے پیچھے ادا کرنا شدید مکروہ ہے۔

(نماز مسنون ص ۵۳۶، جامع صغیر ص ۱۲، ہدایہ ص ۱۰۱ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۰۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔ یہ سب سے زیادہ ضروری سنتیں ہیں، ان کا بیٹھ کر (بغیر مجبوری کے) یا سواری کے اوپر بلا عذر کے ادا کرنا جائز نہیں ہے، ان کا وقت وہی ہے جو نماز فجر کا وقت ہے۔ پس اگر دونوں کا وقت نکل جائے تو ان سنتوں کی قضاء فرض کے ساتھ پڑھی جائے، مثلاً کوئی سوتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا تو پہلے سنتوں کی قضاء پھر فرض کی قضاء پڑھی جائے اور قضاء پڑھنے کا وقت زوال آفتاب سے پہلے پہلے ہے۔

اور اگر ان میں سے صرف فجر کے فرض پڑھے، فرض سے پہلے سنتیں نہیں پڑھیں تو سنتوں کی قضاء نہ پڑھی جائے، صرف فرض پڑھے۔

(کتاب الفقہ ص ۵۲۰ جلد اول، و فتاویٰ محمودیہ ص ۵۴ جلد ۱۳ و فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۰ جلد ۲)

مسئلہ:۔ فجر کی سنتوں کی مستقل قضاء نہیں ہے، البتہ اگر فجر کے فرض قضاء ہو گئے ہوں تو فجر کے فرض کے ساتھ زوال سے پہلے پہلے سنتوں کی قضاء ہے، بعد میں نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۵ جلد ۴)

مسئلہ:۔ صبح صادق کے بعد فرضوں سے پہلے سوائے دو سنت فجر کے یا قضاء کے اور نوافل پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور بعد نماز فجر کے سنت فجر بھی جائز نہیں، اور نہ کوئی نوافل۔ اور عصر کے نماز کے بعد بھی کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۷ جلد ۲ بحوالہ رد المحتار ص ۳۴۷ جلد اول، غنیۃ المستملی ص ۲۳۷)

مسئلہ:۔اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت میں اگر نماز کے سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو جماعت نہیں ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف (نماز) کے فرائض اور واجبات پر اختصار کرے سنن وغیرہ کو چھوڑ دے۔(علم الفقہ ص ۹۹ جلد ۲)

فجر وظہر کی سنتوں کی قضاء میں فرق کیوں؟

سوال:۔صبح کی دو رکعت سنت اور ظہر کے فرض سے پہلے کی چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، پھر کیا سبب ہے کہ صبح کی سنت کی قضاء سورج کے بعد پڑھے تو بہتر ہے اور اگر نہ پڑھے تو کچھ مؤاخذہ نہیں اور ظہر کی سنن اگر قضاء ہو جائیں تو فرض پڑھنے کے بعد ضروری اداء کرے۔ وجہ فرق کیا ہے؟

جواب:۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہر کا وقت باقی ہے اور صبح کا وقت سورج نکلنے کے بعد باقی نہیں رہتا۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۷۲ جلد ۲ بحوالہ ردالمحتار صص ۴۳۱ جلد اول)

جماعت کے لئے سنت پڑھنے والے کا انتظار کرنا

سوال:۔ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، ابھی دو بجنے میں تین منٹ باقی تھے کہ ایک شخص نے ظہر کی سنتوں کی نیت باندھ لی، تیسری رکعت میں دو بج گئے، کیا امام کو اتنی تاخیر کی اجازت ہے کہ وہ شخص چار سنتوں کو پوری کرلے؟

جواب:۔اجازت اس قدر کی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۷ جلد ۳ بحوالہ عالمگیری ص ۵۳ جلد اول)

تاخیر سے آنے والوں کو چاہیے کہ وہ وقت مقررہ کا خیال رکھتے ہوئے سنتیں پڑھیں یا الگ حصہ میں سنتیں ادا کی جائیں تا کہ کسی کو پریشانی نہ ہو، اور اچھا تو یہی ہے کہ سنن ونوافل گھروں پر پڑھیں۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

فجر کی سنتیں جماعت کے وقت کیوں؟

سوال:۔ایک شخص طعن کرتا ہے کہ فجر کی سنتیں باوجود جماعت قائم ہو جانے کے حنفی لوگ پڑھتے رہتے ہیں؟

جواب:۔امام صاحبؒ کے مذہب کے موافق حدیث اور قرآن شریف دونوں پر عمل ہو جاتا

ہے، بعض احادیث میں چونکہ سنت فجر کی زیادہ تاکید آئی ہے اور صحابہ کرامؓ کا عمل ایسا رہا ہے کہ فرضوں کے شروع ہونے کے بعد انہوں نے سنتیں صبح کی پڑھی ہیں اور سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے ہیں، چنانچہ وہ آثار کتب میں منقول ہیں۔ امام صاحب نے اس پر عمل فرمایا۔ پھر اعتراض اور طعن فضول اور غلطی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۲۲ جلد ۴)

مسئلہ:۔ آثار صحابہؓ سے ایسا ثابت ہے کہ صبح کے فرض کی قرأت کی آواز آتی تھی اور وہ ایک طرف ہو کر سنتیں پڑھتے تھے۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے ایسا حکم دیا ہے کہ علیحدہ ہو کر صبح کی سنتیں پڑھ لے، پھر شریک جماعت ہو جائے تاکہ دونوں فضلیتیں حاصل ہو جائیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۰۱ جلد ۴، بحوالہ رد المختار ص ۶۷۹ جلد اول)

سنتوں کو فضیلت کس قاعدہ سے؟

سوال:۔ اگر کوئی مغرب یا فجر کے فرض الگ پڑھ رہا ہو، اگر دوسری رکعت کے سجدہ سے پہلے جماعت قائم ہو جائے تو نماز توڑ کر جماعت میں مل جائے اب شبہ یہ ہے کہ جماعت سنت ہے اور اعمال کے باطل کرنے پر قرآن میں حکم ممانعت آیا ہے اور فجر کی سنت کے متعلق ہے کہ جب تک قعدہ اخیرہ ملنے کی امید ہے سنتیں نہ توڑ لے اور چار رکعت سنت کے بارے میں ہے کہ اگر تیسری رکعت میں جماعت قائم ہوئی ہے تو چار رکعت پوری کر کے شریک جماعت ہو۔ تو شبہ یہ ہے کہ سنتوں کو فرضوں پر فضیلت کس قاعدے سے حاصل ہے کہ فرض توڑے جائیں اور سنت نہ توڑی جائیں؟

جواب:۔ یہ ابطال عمل چونکہ واسطے اکمال کے ہے اس لئے جائز ہے۔ اور ممنوع نہیں ہے بلکہ بہتر ہے اور ثواب کا کام ہے۔ اور فجر کی سنتوں میں یہ بھی مسئلہ ہے کہ قعدہ اخیرہ کے ملنے تک کی امید ہو تو سنتیں پڑھ کر شامل جماعت ہو جائے تاکہ ثواب بھی مل جائے اور سنتیں بھی ادا ہو جائیں۔ غرض یہ کہ مسائل مذکورہ صحیح ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۶ جلد ۴، شرح وقایہ ص ۲۰۹ جلد اول)

سوال میں جو اشکال سنت کے نہ توڑنے پر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فرض اگر پڑھ رہا ہے تو اس کو توڑ کر پھر اسی امام کے ساتھ ادا کرے گا تو وہاں ابطال للاکمال

ہے، بخلاف سنت کے کہ اسے ترک کرکے اسے نہ پڑھے گا بلکہ فرض پڑھے گا تو یہ ابطال لِلاکمال نہ ہوا، لہٰذا نہ توڑنے کی صورت میں سنت بھی ادا ہو جائے گی اور فرض کی فضیلت بھی حاصل کرلے گا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ، حاشیہ فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۶ جلد ۴)

سنتوں کے مسائل

مسئلہ:۔ ایک رکعت پڑھ چکنے کے بعد ظہر کی نماز کی جماعت شروع ہوگئی تو دوسری رکعت پوری کرکے سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہوجائے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۹ جلد ۴، ردالمحتار ص ۶۶۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ کی نیت باندھی اور اتنے میں ظہر کی نماز باجماعت شروع ہوگئی اور اس نے دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر دیا تو اس کو فرضوں کے بعد پوری چار رکعت پڑھنی ہوں گی اور پہلے جو دو رکعت پڑھی تھیں وہ نفل ہو جائیں گے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۵۹ بحوالہ شامی ص ۶۳۰ جلد اول و فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۱۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔ اگر چار سنت نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ سنت شمار نہ ہوگی، بعد میں چار رکعت ایک سلام سے پڑھے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۲ جلد ۷)

مسئلہ:۔ ظہر کے پہلے کی سنت جو شخص نہ پڑھ سکا ہو اور جماعت میں شامل ہوگیا ہو تو فرض کے بعد چار رکعت سنت پہلے پڑھے اور دو رکعت بعد کو، مگر فتح القدیر نے پہلے دو سنت پڑھنے کو ترجیح دی ہے، پس اختیار ہے جو چاہے کرے درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲۲ جلد ۴، ردالمحتار ص ۶۷۳ جلد اول و غنیۃ ص ۳۷۹ جلد اول)

ویسے اچھا یہ ہی ہے کہ پہلے فرض کے بعد دو سنت پڑھے اور پھر بعد میں چار سنتیں پہلے والی پڑھے کیونکہ دیکھنے والے کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ یہ فرض پڑھنے کے بعد پھر فرض لوٹا رہا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ حدیث سے فجر اور عصر کے بعد سنن ونوافل کی ممانعت معلوم ہوئی اور ظہر کے بعد ممانعت نہیں آئی، لہٰذا ظہر کی سنتیں پہلے اگر رہ جائیں تو بعد فرضوں کے ان کو پڑھ لے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۵ جلد ۴، ردالمحتار ص ۶۷۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر امام کے ساتھ التحیات بھی مل سکے تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک جماعت ہو مگر یہ

ضروری ہے کہ جماعت کے برابر یا جس درجہ میں جماعت ہو رہی ہے اس میں سنتیں نہ پڑھے کہ مکروہ ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور فقہائے حنفیہ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ مسجد کے دروازہ کے پاس یا علیٰحدہ کوئی سہ دری وغیرہ یا حجرہ ہو، اس میں سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو، امام اور جماعت کے پاس سنتیں نہ پڑھے۔ امام کی قرأت کی آواز آنا مانع سنتوں کے پڑھنے کو نہیں ہے۔ آواز آنے یا نہ آنے پر مدار سنتوں کے پڑھنے نہ پڑھنے کا نہیں رکھا۔ (یعنی آواز آنے میں کوئی حرج نہیں ہے) اور چونکہ صبح کی سنتوں کی تاکید زیادہ آئی ہے، اس لئے علیٰحدہ جگہ ہونے کے سنتوں کو چھوڑنا بُرا ہے۔ کیونکہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ جماعت ہوتے ہوئے سنتیں علیٰحدہ پڑھنا ممنوع نہیں ہے تو بلا وجہ سنتوں کا چھوڑنا اچھا نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۲۵ جلد ۴، درمختار ص ۶۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ بہتر یہ ہے کہ سنتِ فجر علیٰحدہ جگہ میں مسجد سے خارج پڑھیں، اگر ایسا موقع نہ ہو تو جماعت اگر اندر کے درجہ میں ہو رہی ہو تو باہر پڑھیں، اور اگر باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھیں، اور مجبوری میں ایسا بھی درست ہے کہ (اگر کوئی جگہ الگ نہ ہو تو) پیچھے کی صفوف میں سنت پڑھیں۔ بہرحال چھوڑنا سنت کا نہ چاہیے جب تک جماعت کا کوئی جزو مل سکے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۳ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۶۷۱ جلد اول، علم الفقہ ص ۹۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ سنت پڑھے بغیر جو جماعت میں شریک ہو گیا وہ بعد فرض کے اسی وقت سنت نہ پڑھے بلکہ بعد آفتاب طلوع ہونے اور بلند ہونے کے اگر چاہے تو پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۲۳ جلد ۴، ردالمحتار ص ۶۷۲ جلد اول)

مطلب یہ کہ سنت کی قضاء نہیں ہے اگر چاہے تو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے اور اگر فجر کی نماز قضاء ہو گئی تو زوال سے پہلے اگر ادا کرے تو سنت بھی پڑھ لے اور زوال کے بعد سنت کی قضاء نہیں ہے بعد چاہے تو پڑھے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ طلوع آفتاب سے پہلے سنت قضاء پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص عشاء کی نماز ادا کر چکا پھر جماعت ہوتے دیکھی تو اس میں بھی شامل ہو گیا، اب وہ (اگر سنت اور وتر پہلے پڑھ چکا ہو تو) سنت اور وتر نہ پڑھے (کیونکہ وہ پہلے

ادا کر چکا ہے۔) اور جماعت میں شامل ہونا اس کے لئے نفل کے حکم میں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۰ جلد ۴)

مسئلہ:۔امام نے مؤکدہ سنتیں نہ پڑھی ہوں تب بھی وہ جماعت ادا کرسکتا ہے امام صاحب کو چاہیے کہ سنتوں سے پہلے فارغ ہونے کا اہتمام کیا کریں اور اگر کبھی امام پہلے فارغ نہ ہو سکے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام کو سنتوں کا موقع دے دیا کریں۔اگر وقت کم ہو تو امام فرض پڑھانے کے بعد سنت پڑھے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۰ جلد اول،ترمذی شریف ص ۵۷ جلد اول،آپ کے مسائل ص ۲۴۸ جلد ۳،فتاویٰ محمودیہ ص ۴۰۲ جلد ۲)

مسئلہ:۔فرض جہاں پر پڑھے ہوں،وہاں سے الگ (آگے یا پیچھے) ہو کر نفل وسنت پڑھنا مستحب ہے اور الگ گھر میں پڑھنے والے کے لئے بھی یہی بہتر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۰ جلد ۴)

مسئلہ:۔سنتیں مکان پر پڑھنے کی فضیلت ہے اور حکم ہر دو سنن (فرض سے پہلے اور بعد والی) کے لئے ہے،لیکن اگر فرض کے بعد مکان پر جانے میں راستہ یا مکان جا کر کچھ حرج ہونے کا احتمال ہے اور امور دنیوی میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ ہے تو پھر مسجد ہی میں سنتیں پڑھ لے، کیونکہ ایسا بھی ثابت ہے۔اور جب تک وقت اس نماز کا ہے،ان نوافل وسنت کا بھی وقت ہے (مگر متصلاً فوراً ہی پڑھنا اولیٰ ہے۔) (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۷ جلد ۴،فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹ جلد ۳،مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۶ جلد اول)۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔فجر کے فرض شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ سنت نہیں پڑھی ہے۔ایسی حالت میں سنت کے لئے فرض نہ توڑے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸ جلد ۳،بحرالرائق ص ۴۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔سنن مؤکدہ پڑھنے کے بعد اگر جماعت میں دیر ہو تو نوافل پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔سوائے سنت فجر کے،اس کے بعد نوافل سورج بلند ہونے تک درست نہیں ہیں۔ مگر دیگر اوقات میں کوئی حرج نہیں ہے،کیونکہ وہ وقت نوافل کی کراہت کا نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۳۸ جلد ۴،ردالمختار ص ۳۴۹ جلد اول)

مسئلہ:۔دن کی نفلوں اور سنتوں میں قرأت آہستہ ہی پڑھنا چاہیے،البتہ رات میں اختیار ہے

خواہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۲۴۰ جلد۴، ردالمحتار ص۴۹۸ جلد......)

مسئلہ:۔نفل شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے۔پس اگر کسی نے نفل نماز شروع کرنے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑ دی تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب ہے(فتاویٰ دارالعلوم ص۲۳۵ جلد۴)

مسئلہ:۔سنت وفرض کے درمیان دنیاوی باتیں کرنے سے ثواب میں کمی آجاتی ہے لیکن سنتوں کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۲۰۱ جلد۴ ردالمحتار ص۶۳۹ جلد۴)

مسئلہ:۔کوئی سنت ظہر پڑھ رہا تھا، ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہوجائے اور بعد فرض کے چار رکعت پھر سنت ظہر پڑھنی چاہیے۔(دو رکعت جو پڑھی اس کے علاوہ چار پڑھنی چاہیے۔) اور اس میں اختیار ہے ہے چاہے چار سنت پہلے یا دو سنت پہلے اور نیت سنت ظہر کی کرے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۲۰۲ جلد۴، ردالمحتار ص۶۷۳ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص۲۷۶ جلد۴ و فتاویٰ محمودیہ ص۱۸۷ جلد۲)

مسئلہ:۔جمعے کی سنت مؤکدہ کا حکم ظہر کی سنت کی طرح ہے کہ اگر شروع کر چکا اور فرض ہونے لگے تو دو ہی رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر ان سنتوں کو فرض کے بعد پڑھ لے۔

(علم الفقہ ص۹۹ جلد۲)

مسئلہ:۔سنن پڑھنے کے واسطے اذان کا انتظار ضروری نہیں ہے۔جمعہ اور ظہر اور عشاء کی سنتیں اذان سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں۔(کفایت المفتی ص۲۶۷ جلد۳)(بشرطیکہ نماز کا وقت ہوجائے۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔بغیر سنت (ظہر وغیرہ پڑھے) فرض پڑھا دینے سے نماز ہوجاتی ہے۔

(کفایت المفتی ص۲۷۲ جلد۳)

مسئلہ:۔جس جگہ سنت نماز پڑھی جائے فرض کے لئے اس جگہ سے ہٹنا ضروری نہیں۔

(کفایت المفتی ص۲۷۴ جلد۳)

مسئلہ:۔تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد فجر یعنی صبح صادق ہوجانے کے بعد غروب شمس کے بعد فرض سے پہلے پڑھنا حنفیہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔(کفایت المفتی ص۲۷۴ جلد۲)

مسئلہ:۔بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسافر پر سنتیں نہیں ہیں، اس لئے (مسافر صرف فرض

نماز پڑھتے ہیں اور) بلا عذر اور بلا مجبوری بھی سنتیں چھوڑ دیتے ہیں، یہ غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ سفر شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو یا ریل میں کثرت سے بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑنے کی گنجائش ہے، مگر اطمینان کی حالت میں نہ چھوڑنا چاہیے، پس سخت مجبوری میں ایسا کرے۔

(اغلاط العوام ص ۶۳، تفصیل دیکھئے مسائل سفر مکمل و مدلل میں۔)

کیا سنتوں کے بعد مزید دعاء کریں

سوال:۔ دعاء مانگنے کے دو طریقے دیکھے، پہلا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر مانگتے ہیں (زیادہ طویل نہیں) اس کے بعد نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد فقط اللھم انت السلام الخ والی دعاء مانگی جاتی ہے، پھر سنن وغیرہ پڑھ کر امام و مقتدی اکٹھے ہو کر الفاتحہ کہہ کر مل کر دعاء کرتے ہیں، سنتوں کے بعد مل کر دعاء کو ضروری سمجھا جاتا ہے، بڑی اہتمام و التزام اور پابندی سے کیا جاتا ہے اور امام کے ساتھ بھی شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح الفاتحہ پڑھنا ہوگا، کونسا طریقہ مسنون ہے؟

جواب:۔ مسنون یہ ہے کہ جس طرح فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے دعاء بھی جماعت کے ساتھ کی جائے یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعاء مانگیں اور جس طرح سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں دعاء بھی الگ الگ مانگیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ مسنون اور مطابق سنت ہے۔ دوسرا طریقہ خلاف سنت، بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے۔ الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا کرنا جمع ہونا اور اکٹھے ہو کر دعاء مانگنا نہ صرف آنحضرت ﷺ کے کسی عمل یا فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہؓ و تابعین، تبع تابعینؒ اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعاء بھی جماعت کے ساتھ (امام و مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے، اور سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تھے تو دعاء بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، بہر حال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اکثر و بیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام و مقتدی کا مل

کر باجماعت (سنتوں اورنفلوں کے بعد) دعاء مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟

کبھی کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تب بھی آپؐ نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعاء نہیں فرمائی بلکہ آپؐ سنتوں میں مشغول رہتے اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ کی فراغت کا انتظار کیے بغیر ہی چلے جاتے تھے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۶ جلد اول بحوالہ ابوداؤد ص ۱۹۱، فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۲ جلد ۴، تفسیر کبیر ص ۲۴۳ جلد ۸، بحرالرائق ص ۱۵۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔امام کے ساتھ دعاء مانگنا کوئی ضروری نہیں ہے، آپ نماز سے فارغ ہو کر (اگر جلدی ہو تو) اپنی دعاء کر کے جا سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۲۷۳ جلد ۳)

مسئلہ:۔دعاء کے وقت نماز استسقاء کے علاوہ ہاتھ کاندھوں سے اوپر نہ جائیں اور دعاء میں عاجزی اور مسکنت کی کیفیت ہونی چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۷۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔نمازوں کے بعد بغل گیر ہونا یا مصافحہ کرنا نہ سنت ہے نہ واجب ہے بلکہ بدعت ہے، اگر کوئی شخص دور سے آیا ہوا ور نماز کے بعد ملے تو مصافحہ ومعانقہ جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۲۸۷ جلد ۳)

مسئلہ:۔دعاء مانگتے وقت جب ہاتھوں کو اٹھاؤ تو ان کو اس طرح رکھو کہ ہاتھوں کے اندر کا رخ یعنی ہتھیلیاں منہ کے سامنے رہیں جیسا کہ دعاء کے وقت کا معمول ہے (مظاہر حق ص ۹۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔احادیث سے معلوم ہوا کہ دعاء کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھانا اور پھر دعاء کے بعد اٹھے ہوئے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرنا سنت ہے۔ (مظاہر حق ص ۹۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔نماز ختم ہونے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعاء مانگے اور اگر امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی۔اور دعاء مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔مقتدی خواہ اپنی اپنی دعاء مانگیں یا امام کی دعاء سنائی دے تو خواہ سب آمین آمین کہتے رہیں (بہشتی زیور ص ۳۲ جلد ۱۱ بحوالہ طحطاوی ص ۱۸۴ جلد اول، کفایت المفتی ص ۳۰۷ جلد ۳)

☆

اگر فرض دوبارہ پڑھے جائیں تو بعد کی سنتوں کا حکم

سوال:۔ اگر امام سے جماعت کے دوران غلطی ہو جائے اور اس غلطی کا احساس اس وقت ہو، جب فرض نماز کے بعد کی سنتیں اور نفلیں بھی پڑھی جا چکی ہیں تو دوبارہ فرض پڑھانے کے بعد کی سنتیں بھی دوبارہ پڑھنا پڑیں گی یا نہیں؟

جواب:۔ بعد کی سنتیں فرض کے تابع ہیں، اگر سنتیں پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض نماز صحیح نہیں ہوئی تو فرض کے ساتھ بعد کی سنتیں بھی دوبارہ پڑھی جائیں۔ البتہ وتر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۵۳ جلد ۳)

مسئلہ:۔ عشاء کے فرض بے وضو پڑھے اور سنت و وتر باوضو پڑھے تو وقت کے اندر یاد آ جائے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کا اعادہ کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ وقت کے اندر پڑھنے کا ہے، وجہ سنتوں کے اعادہ کی اور وتر کے عدم اعادہ کی مذہب حنفیہ میں یہ ہے کہ جب فرض عشاء کے نہ ہوئے تو فرض کے لوٹانے کے ساتھ سنتوں کا بھی اعادہ کرے کیونکہ سنت فرض کے تابع ہیں اور چونکہ وتر واجب مستقل ہے اور وہ وضو سے ہوئے لہٰذا اس کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ چونکہ وتر کو سنت فرماتے ہیں اس لئے وہ فرض کے ساتھ وتر کے اعادہ کا بھی حکم کرتے ہیں۔ اور صوت مسئولہ یہ ہے کہ نماز کے بعد وقت کے اندر یاد آ گیا اور وقت گزرنے کے اگر یاد آیا تو صرف فرض عشاء کے پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۶۴ جلد ۴ بحوالہ ہدایہ ص ۱۳۹ جلد اول)

نماز وتر کا طریقہ

نماز وتر واجب ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہماری جماعت میں نہیں۔ (ابوداؤد، مستدرک)

وتر کی نماز بھی مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت ہے، اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو فرض نمازوں کا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ فرض کی صرف دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملائی جاتی ہے اور اس کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورت پڑھنے

کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں دوسری سورت کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اسی طرح اٹھا کر جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے ہیں پھر باندھے اور اس دعاء کو آہستہ آواز سے پڑھے۔ (علم الفقہ ص ۳۸ جلد ۲)

اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک ،اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعیٰ ونحفد ونرجو رحمتک ونخشیٰ عذابک ان عذابک بالکفار ملحق.

مسئلہ:۔ اگر کسی کو یہ دعائے قنوت یاد نہ ہو تو بجائے اس کے یہ دعاء پڑھے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ۔ اور اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو دعاء قنوت کے یاد ہونے تک یہ دعاء پڑھ لے۔ **اللھم اغفرلی** تین مرتبہ۔ یا یہ پڑھے **یارب** تین مرتبہ۔ (علم الفقہ ص ۴۰ جلد ۳، کتاب الفقہ ص ۵۳۳ جلد اول، فتاوی دار العلوم ص ۱۶۴ جلد ۴، رد المحتار ص ۶۲۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ وتر اور سنت مؤکدہ اور نوافل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت ملانا ضروری ہے۔ (نماز مسنون ص ۳۹۳، کبیری ص ۳۳۴)

مسئلہ:۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت سے پہلے بسم اللہ الخ پڑھنی جائز ہے مگر آہستہ آواز سے، بلند آواز سے نہ پڑھے۔ (کفایت المفتی ص ۴۱۱ جلد ۳)

وتر سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ وتر کا وقت شفق کے غائب ہونے سے طلوع فجر تک ہے۔ اگر بھولے سے یا ارادۃً ترک ہوئے تو اس کی قضاء واجب ہوگی، اگرچہ اس میں دیر ہو جائے۔

مسئلہ:۔ وتر کو نماز عشاء کے بعد پڑھنا واجب ہے، کیونکہ اس میں یہ ترتیب لازمی ہے، تاہم اگر بھولے سے عشاء کی نماز سے پہلے پڑھ لیے گئے تو صحیح ہو گئے۔ اسی طرح علی الترتیب دونوں یعنی فرض نماز اور وتر کو پڑھ لیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز باطل ہو گئی لیکن وتر صحیح پڑھے گئے تھے تو نماز وتر صحیح قرار دی جائے گی۔ اور صرف عشاء کی نماز دوبارہ پڑھی

جائے، کیونکہ اس قسم کی معذوریوں میں ترتیب ساقط (ختم) ہو جاتی ہے۔
مسئلہ:۔وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور سنت یہ ہے کہ اس کو آہستہ پڑھا جائے خواہ کوئی امام ہو یا تنہا پڑھنے والا (اور رمضان المبارک میں وتر کی جماعت میں امام اور مقتدی دونوں حضرات قنوت آہستہ پڑھیں گے۔محمد رفعت قاسمی)
مسئلہ:۔اگر کوئی شخص دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں جانے کے بعد یاد آئے تو رکوع کی حالت میں دعائے قنوت نہ پڑھی جائے اور نہ دوبارہ قنوت کے لئے کھڑا ہو بلکہ سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے۔اور اگر کھڑے ہوکر رکوع سے قنوت پڑھ لی اور رکوع کا اعادہ (دوبارہ) نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔
مسئلہ:۔اگر غلطی سے سورت اور قنوت پڑھنے سے پہلے رکوع کیا یعنی محض سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو ضروری ہے کہ سورۂ فاتحہ اور قنوت پڑھنے کے لئے اٹھے اور دونوں چیزیں پڑھ کر دوبارہ رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔اور اگر سورۂ فاتحہ اور سورت اور قنوت تینوں کو بھول کر رکوع میں چلا گیا تو رکوع سے اٹھ کر فاتحہ،سورت اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کرلے،اور اگر رکوع دوبارہ نہ کیا تو تب بھی نماز ہو جائے گی۔لیکن سجدۂ سہو بہر حال کرنا چاہیے۔
مسئلہ:۔نماز وتر کا رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں جماعت کے ساتھ مشروع نہیں ہے،ماہ رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے،اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت مکروہ ہے۔(کتاب الفقہ ص ۵۳۴ جلد اول)
مسئلہ:۔تہجد گزار کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹ جلد ۳،مراقی الفلاح ص ۴۷،نور الایضاح ص ۱۰۰)
مسئلہ:۔وتر کی نیت میں یہ کہنا چاہیے کہ نیت کرتا ہوں میں نماز وتر کی،اور اگر واجب اللیل بھی کہہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۰ جلد ۴ ورد المحتار ص ۴۸۹ جلد اول)
مسئلہ:۔وتر کو واجب کہنا چاہیے،وتر امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے،لہٰذا وتر کے ادا کرتے وقت واجب کا لفظ کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے،اور اگر نہ کہا جائے،تب بھی واجب ہے،وتر

ادا ہوجائیں گے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۳ جلد ۴، ردالمختار ص ۳۸۸ جلد اول بحث نیت)
اور اگر مطلق وتر کی نیت پڑھے جب بھی نماز میں کچھ خلل نہ ہوگا، نماز وتر ہوجائے گی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔جس نے رمضان المبارک میں عشاء کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۲ جلد ۴)

مسئلہ:۔امام نے قنوت پڑھ کر رکوع کیا اور مقتدی کی دعائے قنوت پوری نہیں ہوئی، اگر تھوڑی باقی ہے کہ اس کو پورا کر کے امام کے رکوع میں شریک ہوسکتا ہے تو پورا کر کے رکوع کرے ورنہ چھوڑ دے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۴ جلد ۴، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۴ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر وتر کی تیسری رکعت میں شریک ہوا پس اگر اس نے تیسری رکعت پوری پالی ہے تو امام کے ساتھ قنوت پڑھے، بعد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہوا جب بھی بعد میں دعاء قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔
(مسائل سجدۂ سہو ص ۹۶ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۲۵ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۷ جلد اول، عالمگیری ص ۱۰۸ جلد اول)

مسئلہ:۔وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دونوں طرح درست ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں دوہرا ثواب ہے بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے میں اور آنحضرت ﷺ نے ان کو بیٹھ کر پڑھا ہے لیکن آپ ؐ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب تھا، دوسروں کو نصف ثواب ملتا ہے، احادیث سے یہ ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۳۱ جلد ۴، درمختار ص ۶۵۳ جلد اول)

مسئلہ:۔کیونکہ اس میں بھی امت کو تعلیم تھی کہ نفلوں میں کھڑا ہونا فرض نہیں ہے، امت کو تعلیم دینا نبوت کے واجبات میں سے ہے، پس آپ ؐ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴ جلد ۳)

مریض کے احکام

مسئلہ:۔بعض مریض نماز کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ ممکن ہے یہ زندگی کا آخری مرض ہو، کیونکہ ہر بیماری موت کی یاد دہانی کراتی ہے، صحت میں فکر نہ کی تو اب غافل رہنا اور اہتمام نہ

کرنا بڑے ہی اندیشہ اور خطرہ کی بات ہے۔

مسئلہ:۔ بعض مریض تندرستی کے زمانہ میں تو نماز کے پابند ہوتے ہیں مگر بیماری میں نماز کا خیال نہیں رکھتے ، اور خیال نہ رکھنے کی عمومی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بیماری یا وسوسہ کی وجہ کی بناء پر کپڑے یا بدن ناپاک گندے ہیں، یا وضو اور غسل نہیں کرسکتے اور تیمم کو دل گوارہ نہیں کرتا کہ اس سے طبیعت صاف نہیں ہوتی، اس لئے نماز قضاء کردیتے ہیں، یہ سخت جہالت اور نادانی کی بات ہے ایسے موقع پر اہل علم سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرنا چاہیے اور شریعت کی عطاء کردہ سہولتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ ان وجوہات کی بناء پر نماز قضاء نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ:۔ بعض مریض ڈاکٹر یا حکیم کے منع کردینے کا عذر کرتے ہیں اور نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ جب تک اشارہ سے نماز پڑھنے پر قدرت ہو، اشارہ سے نماز ادا کرنا لازم ہے، ہاں جب اشارہ پر بھی قدرت نہ رہے تو بے شک نماز مؤخر کرنا اور بعد میں قضاء کرلینا درست ہے، بیماری پیام موت ہے۔ اس سے انسان کو اور زیادہ ہوشیار اور فکر آخرت کی طرف اور زیادہ متوجہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ:۔ بعض مریض نماز کے پورے پابند ہوتے ہیں مگر بیماری کے غلبہ سے یا نماز کے وقت نیند کے غلبہ سے یا بہت ضعف، کمزوری اور نقاہت سے آنکھیں بند ہو کر غفلت سی ہوجاتی ہے اور نماز کے اوقات وغیرہ کی پوری خبر نہیں ہوتی، یہاں تک نماز قضاء ہوجاتی ہے حالانکہ اگر نماز کی اطلاع کی جائے تو ہرگز کوتاہی نہ کریں، لیکن اوپر کے لوگ تیماردار خدمت کرنے والے حضرات مریض کی راحت کا خیال کر کے نماز کی اطلاع نہیں کرتے اور اگر بیمار کو کسی طرح اطلاع ہو بھی جائے تو الٹا منع کردیتے ہیں یا اس کی امداد نہیں کرتے مثلاً وضو، تیمم، کپڑوں کی تبدیلی، قبلہ رخ کرنا وغیرہ کچھ نہیں کرتے جس سے خود بھی گنہگار ہوتے ہیں، ایسا کرنا نہ مریض کے ساتھ خیر خواہی ہے نہ اپنے ساتھ۔ (کیونکہ اگر مریض کا اسی مرض میں انتقال ہوجائے تو وہاں کون ساتھ دے گا؟)

مسئلہ:۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کہ جب مریض ہوش میں نہیں ہے تو نماز معاف ہے یہ بھی درست نہیں، کیونکہ ہر بے ہوشی میں نماز معاف نہیں ہوتی، جس میں نماز معاف ہوتی ہے وہ

بے ہوشی ہے جس میں خبردار کرنے سے بھی آگاہ (واقف) نہ، اور مسلسل چھ نمازیں (مکمل) بے ہوشی میں گزر جائیں، ایسی شکل میں نماز معاف ہے، قضاء واجب نہیں اور اگر اس سے کم بے ہوشی ہو مثلاً چار یا پانچ نمازیں اس حالت میں گزر جائیں تو اس وقت مریض بے ہوشی کی بناء پر نمازیں ادا کرنے کا مکلّف نہیں۔ البتہ ہوش آنے پر ان کی قضاء واجب ہے اور اگر قضاء میں سستی اور لاپرواہی کی تو مرنے سے پہلے ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ بعض بیمار کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہیں مگر پھر بھی وہ بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، حالانکہ جب تک کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے کی قدرت ہو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں ہے، لہذا بڑی احتیاط سے نماز ادا کرنا چاہیے۔

مسئلہ:۔ بعض مریض نماز میں باوجود اس کے کہ کراہنے کو ضبط کر سکتے ہیں لیکن آہ آہ خوب صاف صاف لفظوں سے کہتے ہیں اور اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ نماز رہے گی یا جائے گی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قدرتِ ضبط ہوتے ہوئے نماز میں ہائے ہائے یا آہ آہ اُوئی وغیرہ کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ (اغلاط العوام از مولانا تھانویؒ ص ۱۹۸)

مسئلہ:۔ بعض عوام ایسے مرض میں مبتلا ہو کر نماز چھوڑ دیتے ہیں جس میں بدن اور کپڑوں کا پاک رہنا مشکل ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس حالت میں نماز ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ علماء سے مسائل معلوم کر کے نماز پڑھنا چاہیے۔ ایسی حالت میں بھی نماز درست ہو جاتی ہے، جب دھونے سے سخت تکلیف ہو یا مرض بڑھ جانے کا ڈر ہو اور کپڑے بدلنے کے لئے کپڑے زیادہ نہ ہوں تو ایسی حالت میں نماز درست ہو جاتی ہے۔

(اغلاط العوام ص ۵۸)

مریض کے لئے تیمّم کا حکم

مسئلہ:۔ بعض مریض یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وضو کچھ مضر نہیں پھر بھی تیمم کر لیتے ہیں، بعض مرتبہ خدمت گزار (تیماردار) یا دوسرے خیر خواہ وضو سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں میاں شریعت میں آسانی ہے تیمم کر لو۔ یہ سخت نادانی ہے، جب تک وضو کرنا مضر نہ

ہو، تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ بعض مریض یہ غلطی اور بے احتیاطی کرتے ہیں کہ خواہ ان پر کیسی ہی مصیبت گزرے، خواہ کیسا ہی مرض بڑھ جائے جان نکل جائے مگر تیمم نہیں کرتے، مرجائیں گے مگر وضو ہی کریں گے، یہ غلو ہے، اور در پردہ حق تعالیٰ شانہ کی عطا کردہ سہولت کو قبول نہ کرنا ہے جو سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ جس طرح وضو کرنا حق تعالیٰ کا حکم ہے تیمم بھی اس کا ہی حکم ہے۔ بندہ کا کام ماننا ہے، نہ کہ دل کی چاہت اور صفائی کو دیکھنا، بندگی تو اسی کا نام ہے کہ جس وقت جو حکم ہو جان ودل سے اطاعت کرے۔ (اغلاط العوام ص ۱۹۶)

مسئلہ:۔ اگر جنبی (جس کو غسل کی ضرورت ہو) غسل کرنے سے ہلاکت یا مرض کے بڑھ جانے کا غالب اندیشہ ہو، اور گرم پانی کا سامان بھی نہ ہو، یا استعمال نہ کرسکتا ہو تو ایسی صورت میں تیمم جائز ہے۔ (شامی ص ۱۵۶ جلد اول وہدایہ ص ۵۲ جلد اول)

مریض اور معذور کی نماز

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی مرض کی وجہ سے نماز کے ارکان ادا کرنے پر پورے طور سے قادر نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی طاقت اور قدرت کے موافق ارکان نماز کو ادا کرے۔ قیام پر قدرت نہ ہو کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کہیں سخت درد ہونے لگتا ہو تو اس پر قیام فرض نہیں اس کو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدے سر کے اشارے سے کرے، اگر مسنون طریقے سے بیٹھ سکتا ہو یعنی جس طریقے سے التحیات پڑھنے کے لئے حالت صحت میں بیٹھنا چاہیے تو اسی طرح بیٹھے ورنہ جس طریقے سے بیٹھنے میں اس کو آسانی ہو اسی طرح بیٹھے۔ اور اگر تھوڑی دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ نماز کھڑے ہو کر شروع کرے اور جتنی دیر تک کھڑا ہو جائے کھڑا رہے، بعد اس کے بیٹھ جائے حتی کہ اگر صرف بقدر تکبیر تحریمہ کے کھڑے ہونے کی قوت ہو تب بھی اس کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے بعد اس کے بیٹھ جائے، اگر نہ کھڑا ہو گا تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی چیز کے سہارے سے خواہ لکڑی کے یا تکیہ کے یا کسی آدمی کے کھڑا ہو سکتا ہو تب بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے۔ (درمختار، ردالمختار وغیرہ، صغیری

ص ۱۴۳، علم الفقہ ص ۱۲۷، ہدایہ ص ۱۰۸، شرح نقایہ ص ۷۷ جلد اول، کبیری ص ۲۱۶)
مسئلہ:۔اگر کسی شخص کے پاس کپڑا اس قدر ہو کہ کھڑے ہونے کی حالت میں اس کا جسم عورت نہ چھپ سکتا ہو، ہاں بیٹھنے کی حالت میں چھپ جاتا ہو تو اس صورت میں کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی کمزور آدمی کھڑے ہونے سے ایسا بے طاقت یا تنفس میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ قرأت نہ کر سکے تو اس کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

(درمختار شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔اگر رکوع اور سجدے یا صرف سجدے پر قدرت نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ کھڑے ہونے کی قوت ہو اور رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرے سجدے کے لئے رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا دے۔ کسی چیز کا پیشانی کے برابر اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر کوئی اونچی چیز پیشانی کے برابر رکھدی جائے اور اس پر سجدہ کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ:۔اگر کوئی مریض بیٹھنے سے بھی معذور ہو یعنی نہ اپنی قوت سے بیٹھ سکتا ہو نہ کسی کے سہارے سے تو اس کو چاہیے کہ لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے، لیٹنے کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ چت لیٹے، پیر قبلے کی طرف ہوں اور سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ لے تاکہ منہ قبلے کی سامنے ہو جائے، اور اگر پہلو پر لیٹے خواہ داہنے پر یا بائیں پہلو پر تب بھی درست ہے بشرطیکہ منہ قبلے کی سامنے ہو جائے، اور سر سے رکوع سجدے کا اشارہ کرنا چاہیے، سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے جھکا ہوا ہو، آنکھ یا ابرو وغیرہ کے اشارے سے سجدہ کرنا کافی نہیں۔ (درمختار وغیرہ) اگر یہ بھی قدرت نہ ہو تو جیسے ممکن سہولت ہو پڑھے۔

(علم الفقہ ص ۱۲۷ کتاب الفقہ ص ۸۰۲ جلد اول، درمختار ص ۷۰۲ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کوئی عورت درد زہ میں مبتلا ہو مگر ہوش و حواس قائم ہوں تو اس کو چاہیے کہ بہت جلد نماز پڑھ لے تاخیر نہ کرے مبادا نفاس میں مبتلا ہو جائے اور نماز قضاء ہو جائے ہاں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں یہ خوف ہو کہ اگر اسی حالت میں بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کو صدمہ پہنچے گا تو بیٹھ کر پڑھے، اسی طرح اگر کسی عورت کے خاص حصے سے بچے کا کچھ حصہ

نصف سے کم باہر آ گیا ہو مگر ابھی تک نفاس نہ ہوا ہو تو اس کو بھی نماز میں تاخیر کرنا جائز نہیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے اور زمین میں کوئی گڑھا کھود کر روئی وغیرہ بچھا کر بچے کا سر اس میں رکھ دے یہ بھی ممکن نہ ہو تو اشاروں سے نماز پڑھ لے۔ (خزانۃ الروایات وغیرہ)

اگر نہ پڑھے گی تو بعد اس نماز کی قضاء اس کے ذمہ ہوگی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہیے نماز اس وقت نہ پڑھے بعد صحت کے اس کی قضاء پڑھ لے، پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضاء بھی نہیں، جیسا کہ قضاء کے بیان میں گزر چکا۔

مسئلہ:۔ اگر کسی مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضاء پڑھ لے ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے۔ یہی حکم ہے اس شخص کا جو زیادہ بڑھاپے کے سبب سے مخبوط العقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنے غالب رائے پر عمل کرے۔ (نفع المفتی)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں بیمار ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ باقی نماز جس طرح پڑھ سکتا ہو تمام کر لے، مثلاً اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اور اب کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے، رکوع سجدے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو اشارے سے رکوع سجدے کرے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گیا تو لیٹ کر۔ (علم الفقہ ص ۱۲۸ جلد ۲، ہدایہ ص ۱۰۹ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۱۸ جلد اول، کبیری ص ۲۶۹، درمختار ص ۷۰۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی معذور حالت نماز میں قادر ہو جائے تو اگر صرف قیام سے معذور تھا اور بیٹھ کر رکوع سجدہ کرتا تھا اور اب کھڑے ہونے کی قدرت ہو گئی تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے اور اگر رکوع سجدے سے بھی معذور تھا اور اس نے اشارے سے رکوع سجدہ کرنے کا ارادہ کر کے نیت باندھی تھی مگر ابھی تک کوئی رکوع سجدہ اشارے سے ادا نہیں کیا تھا اور اب اس کو رکوع سجدہ کرنے پر قدرت ہو گئی تو وہ باقی نماز اپنی رکوع سجدے کے ساتھ ادا کرے اور اگر اشارے سے کوئی رکوع سجدہ کر چکا ہو تو وہ نماز اس کی فاسد ہو جائے گی اور پھر نئے

سرے سے اس نماز کا پڑھنا اس پر لازم ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۱۲۸ جلد ۲، ہدایہ ص ۱۰۹ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۰۸ جلد اول، کبیری ص ۲۶۹)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص قرأت کے طویل ہونے کے سبب سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں۔ تراویح کی نماز میں ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (شامی وغیرہ) (ایسی نیند نہ آئے جس سے وضو جاتا رہے۔)

مسئلہ:۔ نفل نماز میں جیسا کہ ابتداء میں بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے ویسا ہی درمیان نماز میں بھی بیٹھ جانے کا اختیار ہے اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔

(درمختار وغیرہ، علم الفقہ ص ۱۲۹ جلد ۲)

انسان معذور کب بنتا ہے

مسئلہ:۔ کسی کو پیشاب کا قطرہ کم وبیش آتا رہتا ہے مگر نماز کا پورا وقت گھیرتا نہیں ہے، اتنا وقت مل جاتا ہے کہ پاکی کی حالت میں نماز ادا کر سکے تو وہ معذور نہیں ہے، اس کو چاہیے کہ قطرہ رک جانے کا انتظار کر کے پھر وضو کر کے نماز پڑھ لے، اگر نماز پڑھتے ہوئے قطرہ آنے کا شبہ ہو جائے تو نماز توڑ کر وہ جگہ دیکھ لے، اگر واقعی قطرہ ہے تو شرمگاہ پانی سے دھولے اور وضو کر کے کپڑا بدل کر نماز پڑھے۔ اگر قطرہ نہ آیا ہو ویسے ہی شبہ ہو تو آئندہ اس قسم کے شبہ کی پرواہ نہ کرے، بلکہ وضو کرنے کے بعد رومالی پر کچھ پانی چھڑک لے۔ شبہات سے بچنے کی یہ بھی ایک تدبیر اور علاج ہے۔ اور اگر قطرہ آتا رہتا ہے اور اتنا وقت نہ ملے کہ طہارت (پاکی) کے ساتھ اس وقت کی نماز ادا کر سکے تو وہ معذور ہے۔ ایسا معذور ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے پاک کپڑا پہن کر فرض، واجب، سنت، نفل جو چاہے پڑھ سکتا ہے، جب تک اس نماز کا وقت باقی رہے گا قطرہ آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں قطرہ کے علاوہ دوسرے نواقض سے وضو ٹوٹ جائے گا یعنی دوسری وضو توڑنے والی چیزوں سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

ایک وقت پورا ایسا گزر جانے کے بعد طہارت سے نماز ادا کرنے کا موقع نہ ملے اور معذور ہونے کا حکم لگ جائے، اس کے بعد دوسری نمازوں کے اوقات میں پورا وقت قطرہ

جاری رہنا شرط نہیں ہے۔ کبھی کبھی قطرہ آجانا معذور بنے رہنے کے لئے کافی ہے۔ ہاں اگر نماز کا ایک وقت کامل (پورا) ایسا گزر جائے کہ ایک دفعہ بھی قطرہ نہ آئے تو اب وہ معذور نہ رہے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۳ جلد ۴ بحوالہ نور الایضاح ص ۵۴ و امداد الاحکام ص ۳۷۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ چاہے نماز کی حالت میں پیشاب کا قطرہ ٹپک جائے اور کپڑوں پر بھی لگ جائے معذور ہونے کی وجہ سے شرعاً معاف ہے لہٰذا نماز نہ پڑھنے کا بہانہ غلط ہے، نماز معاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۲ جلد ۴ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۹)

مسئلہ:۔ قطرہ نکلنے کے خوف سے عضو خاص (پیشاب گاہ) پر کپڑا باندھ کر نماز پڑھنا صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۱۳۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا مستحب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو اتنی جھکائی جائے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔ سرین (کولھے) اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۹ جلد ۴، شامی ص ۶۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں قرأت کے وقت نگاہ سجدہ کی جگہ کے بجائے گود میں مناسب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۷ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۳۲۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ معذور کے لئے سجدہ کرنے کے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا نہ چاہیے، جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو بس اشارہ کر لیا کرے، تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (امداد الاحکام ص ۱۹۸ جلد اول)

معذور سے متعلق مسائل

مسئلہ:۔ جو شخص کھڑے ہو کر نفل پڑھ رہا ہو، اگر درمیان میں تھک جائے اور درماندہ ہو جائے تو لاٹھی، دیوار پر ٹیک لگا کر نماز پوری کر سکتا ہے یا بیٹھ جائے اور نماز پوری کر لے۔ یہ عذر ہے اس کے حق میں بغیر عذر کے بیٹھے گا تو مکروہ ہوگا۔ (ہدایہ ص ۱۰۹، کبیری ص ۲۷۱)

کیونکہ نفل پڑھنے والا بلا کراہت ہر حال میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور جب بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے تو درمیان میں بھی بیٹھ سکتا ہے۔ (درمختار ص ۷۰۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر ریل گاڑی وغیرہ میں بھی کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔ (درمختار ص ۷۰۶ جلد اول)

مسئلہ:۔معذور بیمار بیٹھ کر نماز پڑھنے والا قرائت اور رکوع کے وقت جس طرح چاہے بیٹھے اگر چہ بہتر صورت وہی ہے جیسے تشہد کے وقت بیٹھا جاتا ہے، سجدہ اور تشہد کی حالت میں اس طرح بیٹھنا چاہیے جس طرح پہلے بتایا گیا ہے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج اور دشواری نہ ہو، بصورت دیگر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے، جس میں زیادہ آسانی ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۸۰۴ جلد اول)

مسئلہ:۔لنگڑا جو کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، اس کو جماعت میں صف اول میں (کنارہ پر) بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (امداد الاحکام ص ۵۴۵ جلد اول)

مسئلہ:۔جو شخص بیٹھ کر بھی اشارہ سے نماز نہ پڑھ سکے وہ لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور سنت اور نفل کا ادا کرنا (مریض کے لئے) ضروری نہیں ہے اگر چہ پڑھ سکے تو بہتر ہے نہ پڑھے تو کچھ گناہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۰ جلد ۴، رد المختار ص ۷۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔مرض کی وجہ سے (یا نجس مرہم وغیرہ) کی پٹی باندھی گئی تو وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے، نماز اس کی درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۰ جلد ۴، رد المختار ص ۷۱۱ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر ریاح کا مریض شرعی معذور ہو چکا ہے یعنی خروج ریح کا اس کو اس قدر زیادہ ہے کہ کسی وقت اس کو ایسی نوبت آچکی ہے کہ تمام وقت نماز میں اس قدر مہلت اس کو اس مرض نے نہیں دی کہ وضو کر کے فرض وقت میں بغیر اس عذر کے پڑھ سکا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ایک دفعہ وضو کر کے وقت کے اندر نماز پڑھ سکتا ہے اگر چہ ریح نماز میں خارج ہوتی رہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۲ جلد ۴، ورد المختار ص ۲۸۰ جلد اول باب المعذ ور وفتاوی محمودیہ ص ۱۳۳ جلد ۷)

ایسا مریض ایک وضو سے وقت کے اندر اندر اس نماز کو ادا کر سکتا ہے چاہے نماز میں بھی ریاح نکلتی رہیں، لیکن اس وضو سے دوسرے وقت کی نماز نہیں پڑھ سکتا ہے، ہر نماز کے لئے تازہ وضو یا اگر تیمم کی ضرورت ہو تو تازہ تیمم کرے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔جس قدر طاقت ہو اسی کے موافق نماز ادا ہو جائے گی اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز ادا کرنا صحیح ہے الغرض تکلیف بقدر وسعت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۳۶ جلد ۴)

مسئلہ:۔ اگر مرض کی وجہ سے رکوع وسجود کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر اشارہ سے نماز پڑھے اور رکوع کی نسبت سے سجدہ کا اشارہ ذرا پست کرے، لیکن کوئی چیز (تکیہ وغیرہ) اٹھا کر پیشانی کے سامنے کر کے اس پر سجدہ نہ کرے۔ (ہدایہ ص ۱۰۸ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۱۷ جلد اول، کبیری ص ۲۶۲، فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۶ جلد ۳)

مسئلہ:۔ اگر ایسی کمزوری ہو کہ بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تو پھر پشت (یعنی چت) لیٹ کر نماز پڑھے اور پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف کر دے تو ایسا بھی جائز ہے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے۔ (ہدایہ ص ۱۰۹ جلد اول، کبیری ص ۲۶۲)

مسئلہ:۔ اگر پہلو پر لیٹ کر منہ قبلہ کی طرف کر دے تو ایسا بھی جائز ہے۔ (شرح نقایہ ص ۱۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر بیمار کے پاس کوئی دوسرا شخص نہ ہو اور خود مریض قبلہ کی طرف اپنا رخ نہیں کر سکتا تو جس طرف مریض کا رخ ہو، اسی طرف وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۳۲۴ جلد......)

مسئلہ:۔ اگر کسی کو سلسل البول (پیشاب جاری ہونا) کا مرض لاحق ہو اور یہ اندیشہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پیشاب آجائے، اور بیٹھ کر پڑھے تو نہیں آئے گا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اسی طرح ایک تندرست صحت مند آدمی کو اگر تجربہ وغیرہ سے یہ معلوم ہو کہ کھڑے ہونے سے بے ہوشی ہو جائے گی یا سر چکرائے گا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور ان تمام صورتوں میں رکوع اور سجود کے ساتھ مکمل طور پر نماز ادا کرنا واجب ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۸۰۳ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص بغیر سہارے کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہے لیکن کسی دیوار یا لکڑی وغیرہ کے سہارے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو وہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا پابند ہے، اس کو بیٹھ کر نماز جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ جتنی دیر بھی مریض کو بغیر سہارے کے بیٹھ کر نماز پڑھنا ممکن ہو اتنی دیر بغیر سہارے کے بیٹھنا چاہیے، اگر بغیر سہارے کے نہ بیٹھا جا سکے تو سہارا لینا ہی پڑے گا، اس کے لئے لیٹ کر نماز جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی سہارا لے کر یا بغیر سہارے کے بیٹھ کر پڑھنے سے عاجز ہو تو کروٹ لے کر یا لیٹ کر نماز پڑھے۔

(کتاب الفقہ ص ۸۰۳ جلد اول، امداد الفتاویٰ ص ۴۵۱ جلد اول ودر مختار ص ۱۰۷ جلد اول)

جس طرح بھی ممکن ہو سکے بغیر کسی پریشانی کے نماز پڑھے۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص محض آنکھ، پلک یا دل سے اشارہ کر سکتا ہے تو اسی حالت میں وہ نماز سے بری الذمہ متصور ہوگا اور اس حالت میں نماز درست نہ ہوگی، خواہ عقل قائم ہو یا نہ ہو۔ یا ایسا مرض ہے تو اس پر قضاء بھی واجب نہ ہوگی بشرطیکہ فوت شدہ نمازوں کی تعداد پانچ سے زیادہ ہو جائیں، بصورت دیگر قضاء واجب ہے۔(کتاب الفقہ ص ۸۶ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر مریض کو سر کے ساتھ اشارہ کرنے کی طاقت بھی نہ رہے تو ایسی حالت میں نماز اس سے مؤخر ہوگی۔ آنکھ اور ابرو کا اشارہ معتبر نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں نماز کو مؤخر کردے۔ اگر تندرست ہو گیا تو نمازیں قضاء کرے گا۔

(ہدایہ ص ۱۰۹ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۱۸ جلد اول، کبیری ص ۲۶۲)

مسئلہ:۔کوئی شخص قیام (کھڑے ہونے) پر قادر ہو، لیکن رکوع اور سجود پر قادر نہ ہو تو اس پر قیام لازم نہ ہوگا، بلکہ وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے۔

(ہدایہ ص ۱۰۹ جلد اول، کبیری ص ۲۶۶ و کتاب الفقہ ص ۸۰۶ جلد اول)

رکوع وسجود سے معذوری کا حکم

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص رکوع کرنے یا سجدہ کرنے یا ان میں سے کسی ایک کے ادا کرنے سے معذور ہو تو جس امر سے معذور ہو اس کو اشارے سے ادا کرے۔

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص کھڑے ہونے اور سجدہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے، صرف رکوع نہیں کر سکتا تو اسے واجب ہے کہ نیت باندھے اور قرأت کرنے کے لئے کھڑا ہو اور رکوع کا صرف اشارہ کرے پھر سجدہ کرلے۔

مسئلہ:۔اگر قیام (کھڑا) تو کر سکتا ہو، لیکن رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو تو تکبیر تحریمہ اور قرأت کھڑے ہو کر کرے اور رکوع کے لئے کھڑے کھڑے اشارہ کر کے پھر بیٹھ کر اشارہ سے سجدہ کرے۔(کتاب الفقہ ص ۷۰۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ایسا زخمی جس کو سجدہ کرنے سے خون بہہ پڑتا ہے، اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں خون نہیں بہتا، تو اس صورت میں اس کے لئے اچھی شکل یہ ہے کہ بیٹھ کر سر کے اشارہ سے نماز

ادا کرے، اس لئے کہ اس صورت میں وضو باقی رہتا ہے صرف سجدہ چھوٹتا ہے اور سجدہ کے بغیر نماز شریعت میں موجود ہے۔ مثلاً سواری پر نماز۔ جب عذر در پیش ہو تو سجدہ ترک کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (درمختار ص ۶۵ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ:۔ ایک بیمار جس کے جسم کے نیچے ناپاک کپڑے ہوں اور جب بھی اس کے نیچے کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک ہو جاتی ہے تو وہ اسی حالت میں نماز پڑھے گا، کیونکہ یہ اس کے لئے حکماً پاک قرار دیئے گئے ہیں۔ (درمختار ص ۷۰۹ جلد اول)

جس مریض کو رکعات وغیرہ یاد نہ رہیں

مسئلہ:۔ اگر بیمار پر اونگھ کی بیماری کی وجہ سے رکعتوں کی تعداد مشتبہ ہو جائے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں یا سجدے مشتبہ ہو جائیں اور یاد نہ رہیں کہ اس نے کتنے سجدے کیے، تو اس صورت میں اس پر نماز کا ادا کرنا لازم نہیں ہے اور اگر وہ نمازوں کو دوسرے کے سکھانے اور بتانے سے ادا کرے گا تو کوئی حرج نہیں۔ (نماز ہو جائے گی۔) (درمختار ص ۷۰۴ جلد اول)

آنکھ کے اشارہ سے نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ مجبور آدمی سر کے اشارہ سے بلاشبہ نماز ادا کر سکتا ہے، مگر اپنی آنکھ، اپنے دل اور اپنے ابرو کے اشارہ سے نماز ادا نہیں کر سکتا ہے۔ (درمختار ص ۷۰۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ جس مریض کو چت لیٹنے کا حکم دے دیا گیا ہو تو ایسا شخص اشارہ سے نماز پڑھے گا اس لئے کہ اعضائے انسانی کی حرمت جان کی حرمت کے برابر ہے یعنی جس طرح جان کا بچانا فرض ہے، اعضاء کا بچانا بھی فرض ہے۔ (درمختار ص ۷۰۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ کہنی اور پاؤں ٹخنے سے کٹے ہوئے ہوں اور اس کے چہرے پر زخم ہو تو ایسا شخص بغیر وضو اور بغیر تیمم نماز پڑھے گا اور ان نمازوں کو لوٹائے گا بھی نہیں۔

(درمختار ص ۷۰۸ جلد اول)

اگر ہاتھ کہنی سے کم کٹا ہوا ہو تو اگر کوئی وضو کرانے والا ہو تو دھونا واجب ہے اور اگر موجود نہ ہو تو ضروری نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

پاگل اور بے ہوش کا حکم

مسئلہ:۔ جو شخص پاگل ہو جائے یا اس پر بے ہوشی طاری ہو جائے پورے چوبیس گھنٹے یہ حال رہے تو بے ہوشی کے ختم ہونے کے بعد ان پانچ وقتوں کی قضاء کرے گا، اور اگر اس کا جنون اور بے ہوشی چھٹی نماز کے وقت بڑھ جائے تو پھر وہ ان نمازوں کی قضاء نہیں کرے گا۔ (درمختار ص ۷۰۷ جلد اول کتاب الفقہ ص ۷۸۸ جلد اول)

بھنگ وشراب سے عقل جانے پر نماز کا حکم

مسئلہ:۔ نمازی کی عقل اگر بھنگ یا شراب یا کسی اور دوا کے استعمال سے زائل ہوئی ہے تو اس پر بے عقلی کے زمانہ کی نمازوں کی قضاء لازم ہے، اگر چہ عقل کے زائل ہونے کی مدت لمبی ہو، اس لئے کہ عقل کا زائل ہونا خود بندہ کے فعل سے لاحق ہوا ہے جیسے کوئی سو رہا ہے تو سونے کے زمانے کی نمازوں کی قضاء لازم ہے، ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح خود کچھ کھا کر بے ہوش ہوا تو اس کی وجہ سے بھی نماز ساقط نہیں ہوتی ہے۔ (درمختار ص ۷۰۸ جلد اول)

نماز کی حالت میں پیٹ میں قراقر ہونا

مسئلہ:۔ بعض دفعہ نماز پڑھتے ہوئے پیٹ میں قراقر ہو کر ایسا شبہ ہوتا ہے کہ شاید ریح نکل گئی ہو، ایسی شک کی حالت میں نماز نہ توڑے، جب تک آواز یا بدبو نہ آجائے نماز سے نہ پھرے۔ (فتاویٰ محمدیہ میاں صاحب ص ۶۸)

مقصد یہ کہ شک وشبہ نہ کیا جائے جب تک آواز سن کر یا بدبو سونگھ کر ریح کے نکلنے کا یقین نہ ہو جائے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

ریاح روک کر نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ ریاح روک کر نماز ادا کرنے کی صورت میں نماز ہو گئی، البتہ اس میں کراہت ہے (جبکہ) اگر قلب اس کا اس میں زیادہ مشغول ہو تو کراہت تحریمی ہو گی ورنہ تنزیہی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۵ جلد ۴ ورد المختار ص ۶۱۲ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۰ جلد ۲)

مسئلہ:۔ پیشاب روک کر جماعت میں شرکت کرنے میں نماز مکروہ تحریمی ہے، لیکن یہ اس وقت ہے کہ پیشاب وپاخانہ کی ایسی حاجت ہو کہ اس کا دل اس میں مشغول ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۶ جلد ۴ وردالمحتار ص ۶۰۰ جلد اول)

نماز میں کھجانا

مسئلہ:۔ نماز میں کھجلاہٹ خارش جتنی مرتبہ بھی ہو کھجانا درست ہے، مفسد نماز نہیں ہے، خارش اگر کافی مرتبہ ہو تو وہ عمل کثیر کی تعریف سے خارج ہے۔

مسئلہ:۔ ناک سے میل (چونہے) نکالنا بری بات ہے، اگرچہ نماز اس سے فاسد نہیں ہوتی، مگر یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۵ جلد ۴ وفتاویٰ محمودیہ ص ۶۰ جلد ۱۳)

صحت کے زمانے کی نماز حالت بیماری میں پڑھنا

مسئلہ:۔ مریض اپنی صحت کی حالت میں قضاء شدہ نماز کو اپنے مرض میں جس طرح پڑھنے پر قدرت رکھتا ہوگا اسی طرح ادا کرے گا مثلاً حالت صحت کی نماز قضاء ہوئی تھی اب اگر اس نماز کو بیماری کے زمانے میں یہ نماز بیٹھ کر پڑھے گا تو عذر کی وجہ سے اس کی یہ نماز جائز ہوگی لیکن اگر حالت بیماری کی قضاء شدہ نماز حالت صحت میں بیٹھ کر پڑھے گا تو درست نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت اس کو کوئی عذر نہیں ہے۔ (درمختار ص ۴۸۷ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

مریض اور معذور کا قبلہ

مسئلہ:۔ اس شخص کا قبلہ جو اپنے مرض کی وجہ سے قبلہ رخ ہونے سے مجبور ہو، اور ایسا ہی ہر وہ شخص جس سے نماز کے ارکان ساقط ہو چکے ہوں، ان سب کا قبلہ ان کی قدرت والی جہت ہے یعنی جس طرف وہ رخ کر کے مجبوری میں نماز پڑھ سکتا ہو نماز پڑھے گا۔ نماز جائز ہوگی، ان مجبوریوں کے لئے قبلہ رخ ہونا لازمی نہیں ہے۔ اگرچہ بیمار خود قبلہ رخ نہیں ہو سکتا لیکن اس کے پاس ایسا آدمی (تیماردار) ہے جو اس کو قبلہ رخ کر سکتا ہے۔ تب بھی قبلہ رخ ہونا (بیمار و مجبور کے لئے) لازم نہیں ہے۔ (درمختار ص ۸۷ جلد اول وعالمگیری ص ۵۶ جلد ۳)

استقبال قبلہ بھی شرط ہے مگر فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عاجز کے لئے جہت

پر قدرت کافی ہے۔

مسئلہ:۔مریض کے نیچے ناپاک کپڑے ہیں اور یہ صورت ہے کہ جو کپڑا بچھاتے ہیں فوراً ناپاک ہو جاتا ہے تو اسی حالت میں نماز پڑھے، اور اگر دوسرا بستر ناپاک نہیں ہوتا لیکن بستر (کپڑے وغیرہ) بدلنے میں مریض کو تکلیف ہوتی ہے تو بستر نہ بدلیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۵۶ جلد ۳)

مسئلہ:۔مریض کا مجبوری کی حالت میں کپڑا پاک نہ ہو سکے اور نہ پاک رہ سکے تو اس کی نماز صحیح ہے۔(اسی حالت میں) اور اگر کپڑا پاک بدل سکتا تھا اور نہ بدلا تو قضاء لازم ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۳۳ جلد ۴، رد المختار ص ۲۸۱ جلد اول، باب احکام المعذور)

مسئلہ:۔مریض سردی وغیرہ کی وجہ سے اپنے تمام بدن اور منہ کو چادر وغیرہ میں چھپا کر نماز پڑھے تو نماز اس مریض کی صحیح ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۳۳ جلد ۴، رد المختار ص ۲۸۰ جلد اول باب الشروط الصلوٰۃ)

بے نمازی کی طرف سے فدیہ دیں تو وہ بری ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ:۔بلا وصیت میت کے اور بلا مال چھوڑنے کے ورثاء کے ذمہ کوئی کفارہ (مرنے والے کی طرف سے) واجب نہیں ہے، اگر تبرعاً کفارہ اس کی نمازوں کا ادا کریں تو درست ہے اور بہت اچھا ہے۔شاید اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمادے اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اگرچہ یہ یقین نہیں ہے کہ میت بری ہو جائے گی مگر کچھ امید برأت کی ہے اور یہ فدیہ کا دینا نماز چھوڑنے پر دلیر نہیں بنا سکتا (مالداروں کو) کیونکہ اول تو تارک نماز کو کیا یقین ہے کہ اس کے ورثاء فدیہ ادا کریں گے یا نہیں، دوسرے بغیر وصیت بغیر مال چھوڑے، وارثوں کے تبرع (محض اپنی طرف سے) سے فدیہ ادا کرنے سے برأت یقینی نہیں ہے۔ بہر حال فریضہ کا چھوڑنا معصیت کبیرہ ہے، اس کا سوال ضرور ہوگا، فدیہ ادا نہ کیا، باقی معافی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔"ویغفر مادون ذلک لمن یشاء"

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۶۵ جلد ۴، رد المختار ص ۶۸۵ جلد اول باب قضاء الفوائت)

☆

وصیت کے باوجود فدیہ نہ دیا تو؟

مسئلہ:۔میت کے ورثاء نے میت کے وصیت کر جانے اور مال چھوڑ جانے کے باوجود وصیت کو ثلث مال میں سے پورا نہ کریں گے تو گنہگار رہوں گے اور میت بھی مواخذہ اخروی سے بری نہ ہوگا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۸ جلد۴، ردالمختار ص ۶۸۵ جلداول باب قضاء الفوائت وفتاویٰ محمودیہ ص ۹۸ جلد۷)

نمازوں کا فدیہ کتنا ہے؟

مسئلہ:۔کفارہ نمازوں کا مرنے کے بعد ورثاء کو دینا چاہیے۔زندگی میں کفارہ کا حکم نہیں ہے، اور کفارہ نماز کا پونے دوسیر گندم ہیں (یعنی ایک کلو ۶۳۳ گرام) دن رات میں چھ نمازیں لینی چاہئیں یعنی مع وتر کے۔پس ایک دن کی نمازوں کا کفارہ ساڑھے ۱۰ سیر گیہوں ہوئے۔ اختیار ہے کہ خواہ گندم دے یا نقد۔نقد روپیہ بہتر ہے کہ اس میں حوائج پوری ہوسکتی ہیں۔ اور اگر دینی کتب خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے لیکن پھر یہ ضروری ہوگا کہ وہ انہیں (ضرورت مند غریب) طلباء کو تقسیم کردی جائیں اور ان کی ملک کردی جائیں۔مدارس اسلامیہ میں جس طرح کتب وقف رہتی ہیں اس طریقہ سے جائز نہیں ہے۔اس سے کفارہ ادانہ ہوگا۔(مالک بنانا ضروری ہے)۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۴ جلد۴، فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰ جلد۱۳)

مسئلہ:۔اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ وصدقہ فطر کا مصرف ہے اور زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو زیادہ حاجتمند ہیں جیسے مقروض وغیرہ اور اگر مدرسہ میں طلبہ کے واسطے بھیجا جائے تو یہ بھی اچھا مصرف ہے، لیکن فیس منی آرڈر ڈرافٹ وغیرہ اس میں محسوب (حساب میں شمار) نہ ہوگا۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۹ جلد۴)

مریض کا زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا

مسئلہ:۔شیخ فانی کو (بڑھاپے وزندگی کی آخری اسٹیج پر) روزہ کا فدیہ دینا درست ہے لیکن نماز کا فدیہ (بدلہ) خود اس کو (اپنی زندگی میں) دینا درست نہیں ہے اور نمازیں اس فدیہ سے ساقط (معاف) نہ ہوں گی کیونکہ نماز میں یہ وسعت ہے کہ اگر کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ

کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور اگر رکوع وسجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا تو اشارہ سے پڑھے، البتہ اس کے مرنے کے بعد جو نمازیں اس کے ذمہ رہ جائیں یا روزے رہ جائیں اور وصیت فدیہ دینے کی کرے اور مال بھی چھوڑے تو اس کے وارثوں کے ذمہ فدیہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور حکم اس کا زکوٰۃ کا سا ہے کہ تملیک فقیر (ضرورت مند) اس میں ضروری ہے۔ اگر مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کے لئے دیا جائے تو یہ بھی درست ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ علم دین کے لئے طلبہ کی امداد ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۳۸ جلد ۴، بحوالہ ہدایہ ص ۲۰۴ جلد اول کتاب الصوم)

مسئلہ:۔ توبہ سے یا حج سے صرف گناہ معاف ہوتے ہیں، فرائض معاف نہیں ہوتے، جیسے اگر کسی نے حج کیا یا توبہ کر لی تو اس کے ذمہ قرض داروں کا قرض ایسا ہی واجب ہے جیسے حج کرنے سے پہلے تھا، اسی طرح حقوق اللہ کا بھی جو قرض ہے (نماز وغیرہ) وہ ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا، توبہ سے نمازوں کی تاخیر کی معصیت معاف ہوگی اور فوراً ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر پھر قضاء کرنے میں تاخیر کی تو از سرنو گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۳۷ جلد ۴، شامی ص ۶۷۶ جلد ۲)

مسئلہ:۔ قضاء شدہ نمازوں کا کفارہ ان کا ادا کرنا ہے اور حق تعالیٰ شانہ سے عجز اور ندامت کے ساتھ توبہ کرنا ہے، صدقہ دینا نہیں ہے۔ ہاں اگر صدقہ دے تو چونکہ صدقہ سے غضب الٰہی دفع ہوتا ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا جو غصہ سبب ترک نماز کے تھا وہ نہ رہے اور کسی غریب کی حاجت براری سے رحمت الٰہی متوجہ ہو جائے باقی اصل ادا کرنا نماز کا ہے، صدقہ دینے سے نماز (زندگی میں) ساقط نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔ قضاء نماز و روزے صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ قضاء ان کی لازم ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶۳ جلد ۴ ردالمختار ص ۶۸۰ جلد اول)

حیلہ اسقاط

سوال:۔ اسقاط یعنی حیلہ جوئی کو جنازہ کی نماز سے قبل یا بعد اس طرح دیا جاتا ہے کہ گیہوں ایک من نقد کم از کم سو روپیہ اور قرآن مجید۔ اور غرض حیلہ دینے والوں کی یہ ہے کہ مردہ

کی تمام قضاء شدہ نماز وروزہ حج وغیرہ کا یہ کفارہ ہو جاتا ہے، اور یہ جنازہ کی نماز پڑھانے والے کو دیتے ہیں اور حیلہ لینے والے بیٹھ جاتے ہیں اور ہاتھ میں قرآن شریف لے لیتے ہیں اور ایک بڑی دعاء بھی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے قبول کیا۔

جواب:۔ حیلہ اسقاط کا مذکورہ وارثان میت پر واجب نہیں اور ایسی صورت کو بھی فقہاء نے جائز نہیں رکھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۳۰ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۶۷۹ جلد اول)

متفرق مسائل

جس ملک میں رات مختصر ہو وہاں پر نماز کا حکم

حاصل سوال یہ ہے کہ برطانیہ میں عموماً شمالی حصہ میں اکثر گرمی کے موسم میں عشاء کا وقت گیارہ بج کر تین منٹ پر شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ایک بج کر چھیالیس منٹ پر ہو جاتی ہے۔ گویا رات کی مقدار دو گھنٹہ ۴۳ تینتالیس منٹ تک ہو جاتی ہے۔ امسال رمضان المبارک میں ایسا ہی ہوگا۔ اب اگر وقت شروع ہوتے ہی اذان دے کر بارہ چودہ منٹ پر بھی نماز شروع کردی جائے تو فرض و وتر سے فراغت تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں ہوگی اس طرح اب رات کا حصہ کم وبیش ایک گھنٹہ بچے گا، اس مختصر وقت میں سحری کھانا پینا اور دوسری ضروریات پوری کرنا اور مسجد جانا وغیرہ سب کچھ کرنا بہت مشکل ودشوار ہوگا تو عمل کی کیا صورت ہوگی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عزیمت تو یہی ہے کہ سنت کے مطابق پورے ایک ختم قرآن پاک کے ساتھ پوری تراویح پڑھ کر پورا ماہ مبارک مجاہدہ میں گزاردیں ورنہ اگر معذوری ہو، مثلاً کمزوری ہو یا مریض یا ملازمت کی مجبوری ہو تو الم ترکیف سے بیس رکعات تراویح پوری کرلیں اور اس کی بھی طاقت یا موقع نہ ہو تو فرض اور وتر کے درمیان محض آٹھ رکعت تراویح کی نیت سے پڑھ لیا کریں۔

(ب) اسکاٹ لینڈ یا جہاں بھی ایسا ہو کہ کسی مہینہ میں مثلاً مئی جون اور وسط جولائی تک پوری رات شفق ابیض بعد مغرب قائم رہتی ہے اور صبح صادق ہونے پر بیاض (سفید) پھیل

کر مکمل روشنی مہیا کردیتی ہے تو ایسے مقام میں عشاء کا وقت اور سحری کا آخری وقت کا تعین کس طرح کیا جائے اور نماز کس طرح اور کس وقت پڑھی جائے؟

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگرچہ فقہاء نے شفق ابیض کے بعد ہی شروع وقت عشاء بیان کیا ہے، لیکن بعض محققین فقہاء شفق احمر کے غروب کے بعد سے ہی عشاء کی ابتداء بیان کرتے ہیں۔

اس لئے مذکورہ حالت میں شفق احمر کے غروب ہوتے ہی عشاء کا وقت تسلیم کرکے نماز عشاء صبح صادق کا بیاض شروع ہونے سے قبل ادا کر لی جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی عشاء کے فرض و وتر کے درمیان صبح صادق کی سفیدی ظاہر ہونے سے پہلے تراویح بھی پڑھ لینے کی کوشش کی جائے۔

اگر بیس رکعات کا موقع الم ترکیف پڑھ کر بھی نہ ملے تو آٹھ رکعت ہی پڑھ لیا کریں، ہاں جہاں اس کا بھی موقع نہ ہو تو صرف عشاء کے فرض اور وتر ہی پڑھ لیا کریں، اور ادا کی نیت سے پڑھیں جیسا کہ مقیمین بلغار کے لئے عشاء کے ادائیگی کی بحث میں فقہاء نے بیان فرمایا ہے کہ اگر شفق ختم ہونے سے قبل ہی صبح صادق شروع ہو جائے اور عشاء کا وقت نہ ملے جب بھی مغرب کی نماز اور فجر کے درمیان مغرب کے بعد کچھ وقفہ دے کر عشاء کے فرض اور وتر بہ نیت ادا پڑھ لینا راجح ہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۴۷ بحوالہ شامی ص ۵۷۴ جلد اول)

جہاں عشاء کا وقت نہ ملے تو نماز عشاء کا حکم

سوال:۔ لندن میں بائیس مئی سے اکیس جولائی تک ان دو ماہ کی راتیں صرف ساڑھے چار گھنٹے فی رات کی ہے۔ ان ایام میں غروب شفق نہیں ہوتا۔ اب اس حال میں نماز عشاء کے متعلق کیا حکم ہے؟ کہ عشاء کا وقت غروب شفق کے بعد ہے؟ لہٰذا مذکورہ ذیل باتوں کی تفصیل فرمائیں۔

۱۔ جہاں وقت عشاء نہ ہو وہاں نماز عشاء فرض ہے؟
۲۔ اگر وہ فرض ہوتی ہے تو کب پڑھی جائے؟
۳۔ کیا طلوع آفتاب کے بعد قضاء کرے اگر قضاء تو اس کا وقت مقرر کرکے اذان

وجماعت کے ساتھ؟

جواب:۔(اس مسئلہ میں کافی تفصیل واختلاف ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ)اگر چہ عشاء کا وقت وہاں نہیں آتا،لیکن عشاء کی نماز وہاں بھی فرض ہے اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان بندوں پر پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی ہے ان کو ہر جگہ اور ہر وقت پڑھنا چاہیے جیسا کہ حدیث دجال میں وارد ہے کہ ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا،صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ نمازوں کے نسبت کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ"اس دن میں سال بھر کی نمازیں پانچوں وقت کا اندازہ کر کے پڑھو یعنی ہر ایک چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا کرو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۱ جلد ۲،درمختار ص ۲۰ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

۲۔ جب عشاء کا وقت ملتا تھا اور نماز عشاء پڑھی جاتی تھی،مغرب کے بعد اتنے فاصلہ پر عشاء پڑھی جائے یا گرد ونواح میں جہاں عشاء کا وقت ہوتا ہے،اور نماز عشاء اس کے وقت پر ادا ہوتی ہے تو اس حساب سے پڑھی جائے۔ایک صورت یہ بھی ہے کہ صبح صادق کے بعد عشاء اور وتر ادا کی جائیں پھر فجر کے وقت میں نماز فجر پڑھی جائے(کیونکہ)درمختار میں ہے کہ جس کو عشاء کا وقت نہ ملے وہ بھی عشاء اور وتر کا مکلف ہے یعنی عشاء اور وتر کی ادائیگی اس پر ضروری ہے وہ ان دونوں نمازوں کا اندازہ کر کے پڑھے یعنی جس موسم میں عشاء کا وقت ہوتا تھا اس وقت مغرب کے بعد جتنے فاصلہ سے عشاء کی نماز پڑھی جاتی تھی اتنے فاصلہ پر عشاء کی نماز ادا کی جائے یا اطراف کے شہروں اور ممالک میں جس وقت عشاء پڑھی جاتی ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے اور عشاء اور وتر میں قضاء کی نیت نہ کی جائے(کیونکہ) قضاء وہ ہے جس کا وقت ملے اور فوت ہو جائے،یہاں تو عشاء کا وقت ہی نہیں تو پھر قضاء کا مسئلہ کہاں رہا۔(درمختار مع شامی ص ۳۳۵ جلد اول)

۳۔طلوع آفتاب کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں مگر نماز فجر اور عشاء میں ترتیب مشکل ہے،لہذا صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے عشاء کی فرض،اذان،تکبیر اور جماعت کے ساتھ پڑھے۔

مسئلہ:۔لیکن وتر با جماعت صرف رمضان المبارک میں ہی ادا کیے جاتے ہیں۔

(جوہرنیرہ ص ۴۴ جلد اول،تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۴ جلد...... وفتاویٰ محمودیہ ص ۹۳ جلد ۷ ونظام الفتاویٰ ص ۵۹ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۴۴ جلد ۲)

جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہو تو نماز کیسے پڑھیں؟

مسئلہ:۔ جس مقام پر سورج چھ مہینے مسلسل غروب رہتا ہے اور چھ مہینے مسلسل طلوع رہتا ہے اس مقام پر انسانی آبادی مشکل ہے، بہر حال وہاں جو لوگ آباد ہیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ جس وقت آفتاب غروب ہو، اس وقت سے ہر چوبیس گھنٹہ کو گھڑی دیکھ کر ان کو دن ورات کا مجموعہ قرار دے کر پانچوں نمازیں جس فصل وانداز سے پڑھتے ہیں، پڑھتے رہیں۔ حدیث دجال سے بھی اس طرف روشنی ملتی ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

پھر اسی طرح جب چھ ماہ مسلسل طلوع رہے، اس وقت بھی وہی سابقہ حساب کے اعتبار سے ہر چوبیس گھنٹہ میں شب وروز کی نمازیں اندازہ کے لحاظ سے پڑھتے رہیں اور اسی طرح حساب سے جب رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو اس میں روزہ بھی رکھیں، (اسی اعتبار سے) اور جس طرح دنیا کا اپنا ہر کام (سونا، جاگنا، کام کرنا ڈیوٹی دینا وغیرہ) وقت کے حساب سے کریں گے، اسی طرح نماز روزہ بھی حساب سے ادا کریں گے۔

۲۔ جب ایک مرتبہ کوئی نماز پڑھ لی گئی تو پھر اگر اسی نماز کا دوبارہ وقت آئے گا تو دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی، وہ ہی ایک بار کی ایک دن میں پڑھی ہوئی کافی ہوگی۔ یعنی کوئی شخص برق رفتار جہاز سے ظہر کی نماز پڑھ کر مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہے اور منزل پر پہنچنے کے بعد یہاں ظہر کا وقت ہوتا ہے تو اب اس کو نماز ظہر نہیں پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ جو پڑھ کر آیا تھا وہی کافی ہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۴۷ جلد اول بحوالہ مسلم شریف ص ۴۰۱ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم ص ۳۰ جلد ۲)

نمازوں میں فصل کرنے کا طریقہ

مسئلہ:۔ جہاں مسلسل کئی دن یا کئی ہفتہ یا کئی ماہ آفتاب غروب نہیں ہوتا یا طلوع نہیں ہوتا تو وہاں بھی چوبیس گھنٹہ کا ایک دورہ یومی ولیلی (دن ورات کا ایک چکر) متعین کر کے اس کے اجزاء میں پانچوں نمازیں ادا کریں گے اور نمازوں کے درمیان فصل وفاصلہ کا وہی تناسب

رکھیں گے جو یہاں معتدل دن کے ملکوں میں ہوتا ہے۔اور چوبیس گھنٹہ کا ایک دورہ یومی ولیلی معلوم کرنے کے لئے اس کی ابتداء کب سے اور کس طرح کریں تو اس کا آسان اور سہل طریقہ یہی ہے کہ جس دن آفتاب غروب ہوکر طلوع نہ ہونا شروع ہو جائے بلکہ مسلسل غروب ہی رہے، اس دن کے غروب سے چوبیس گھنٹہ کی مقدار کو پورے ایک دن ایک رات کی مقدار شمار کر کے اس میں حسب تصریح بالا پانچوں نمازیں ادا کریں اور پھر چوبیس گھنٹہ کی نصف اول کو رات کی مقدار شمار کر کے اس میں رات کی نمازیں اور نصف ثانی کو دن قرار دے کر دن کی نمازیں پڑھتے چلے جائیں اور دن بڑا ہوتے ہی جس دن آفتاب طلوع ہوکر مسلسل طلوع رہے غروب نہ ہوتو اس میں پہلا دورہ مکمل کرنے کے لئے صرف بارہ گھنٹہ کی مقدار پر ایک دورہ یومی ولیلی (دن ورات) مکمل قرار دیں اور اس بارہ گھنٹہ میں دن کی نمازیں ادا کریں۔اس بارہ گھنٹہ کا دورہ ختم ہونے کے بعد پھر چوبیس گھنٹہ کی مقدار کا دورہ لیلی ویومی (رات ودن) کا مجموعہ مقرر کرتے جائیں اور اس کے نصف اول میں رات کی نمازیں (مغرب عشاء وفجر) پڑھتے جائیں اور نصف ثانی میں دن کی نمازیں (ظہر وعصر) پڑھتے جائیں۔(نظام الفتاویٰ ص ۵۹ جلد اول وامداد الاحکام ص ۴۰۴ جلد اول)

چاند ومریخ پر نماز کا حکم اور طریقہ

سوال:۔حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے بعض حضرات سوال کرتے ہیں کہ آج کل لوگ چاند پر اترنے کی باتیں کرتے ہیں، تو کیا یہ ممکن ہے؟ اگر چاند پر سکونت اختیار کرلیں تو وہاں پر نمازیں پڑھنا صحیح ہوگا اور کس طرف رخ قبلہ کر کے نماز پڑھیں گے؟

جواب:۔اگر جگہ مل جائے تو جماعت بھی کر سکتے ہیں ورنہ تنہا پڑھ لیں قضاء نہ کریں۔قبلہ نما رکھ کر قبلہ معلوم کر سکتے ہیں، ورنہ تحری (اندازہ غور وفکر) کر کے سمت قبلہ متعین کرلیں، اگر تحری میں غلطی بھی واقع ہو جائے اور تحری کر کے سمت قبلہ متعین کرلیں تو نماز (پھر بھی) ادا ہو جائے گی۔

نماز اگر (جہاز کی) سیٹ سے علیحدہ ہوکر کسی خالی جگہ قیام ورکوع وسجدہ کے ساتھ نہ پڑھی جائے تو سیٹ ہی پر بیٹھے بیٹھے اشارہ سے رکوع وسجدہ کر کے پڑھ لیں، پھر (چاند ومریخ یا دنیا کی) زمین پر اتر کر فرض کا اعادہ کرلیں، چاند کیا بلکہ زہرہ، مریخ وغیرہ پر بھی جانا،

رہنا ممکن ہے اس میں شرعاً کوئی مانع نہیں ہے اور وہاں نماز پڑھنا بھی صحیح ہوگا، بلکہ وہاں بھی نماز پڑھنے کا حکم اور وجوب اسی طرح باقی رہے گا اور نماز قبلہ رخ ہی پڑھنی ہوگی، قبلہ نما رکھ کر یا کسی اور ذریعہ سے، ورنہ تحری کرے قبلہ متعین کریں گے اور جس طرح یہاں (روئے زمین پر) نماز فرض ہے اسی طرح وہاں بھی فرض رہے گی۔ (نظام الفتاویٰ ص ۷۶ جلد اول)

اولاد کو نماز پڑھنے کے لئے مجبور کرنا

مسئلہ:۔ بچے جب سات کی عمر کو پہنچ جائیں تو والدین کو چاہیے کہ ان بچوں کو نماز پڑھنے کی تاکید شروع کردیں تاکہ انہیں نماز کی عادت پڑ جائے، اور جب وہ بالغ ہونے کے قریب ہوں یعنی دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو اس وقت نماز پڑھنے پر مجبور کرنے کے لئے تاکیداً ان کی پٹائی بھی کریں، پس بچوں کو شروع ہی سے نہ صرف یہ کہ تاکید کرنی چاہیے، بلکہ نماز کے ارکان وشرائط اور نماز سے متعلق ضروری کام ومسائل بھی ان کو بتلاتے اور سکھاتے رہنا چاہیے۔ (مظاہر حق ص ۵۰۷ جلد اول، درمختار ص ۸ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم دے۔
(فضائل نماز از شیخ زکریاؒ ص ۲۵)

نماز کے لئے جگانا کیسا ہے

مسئلہ:۔ بلاشبہ صبح کا وقت غفلت کا وقت ہے، غافلوں کو بیدار کرنے اور نماز باجماعت کا عادی بنانے کے لئے باہمت لوگ نکلتے ہوں تو ان کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ضرورت ہو یہ جگانے کا عمل جاری رکھا جاسکتا ہے، مگر کام سلیقہ سے ہونا چاہیے تماشہ نہ بنالیا جائے اور باعث ایذاء مسلمین نہ ہو۔ مستورات اور معذورین مکانوں میں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو ان کا لحاظ رکھا جائے۔ اور لوگوں کو چاہیے کہ غافلین میں اپنا شمار نہ کرائیں (خود ہی نماز کیلئے اٹھ جائیں) اور لوگوں کو جگانے کی زحمت سے بچائیں۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۱ جلد ۴ بحوالہ کبیری ص ۳۶۱، شامی ص ۳۶۱ جلد اول)

مسئلہ:۔سوئے ہوئے آدمی کو یہ مستحب ہے کہ جماعت سے پہلے بیدار کردیا جائے تا کہ جماعت سے محروم نہ رہے۔(درمختار ص ۱۴ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ:۔اگر کسی کو نماز کیلئے اٹھانے میں ناگواری ہوا اور اس نے نیند کی حالت میں کہہ دیا کہ میں نہیں جاؤں گا تو اس صورت میں تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔توبہ واستغفار کرتا رہے، کیونکہ اس کا مقصد نماز کی فرضیت سے انکار نہیں، بلکہ اٹھنے سے انکار ہے۔یعنی کچھ دیر نیند پوری ہونے پر پڑھوں گا۔(فتاوی محمودیہ ص ۵۹ جلد ۱۳)

ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

مسئلہ:۔فرض نمازوں میں امام کا ایک سانس میں الحمد شریف پڑھنا کوئی کمال اور خوبی کی بات نہیں ہے، اور اس کی عادت کرلینا ناپسندیدہ ہے اور کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔ترتیلاً اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے۔اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔الحاصل فرض نماز میں ایک سانس سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت قابل ترک ہے۔(فتاوی محمودیہ ص ۲۲۵ جلد ۷ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۷۸ جلد اول)

فرض نماز میں بتدریج پورا قرآن پڑھنا

مسئلہ:۔کسی نے فرض نماز میں امام ہو کر تمام قرآن کریم تین چار ماہ میں پڑھا۔آخر پارہ ایک ایک رکعت میں کئی سورت اور آخر رکعت میں کسی قدر الم سے مفلحون تک پڑھا تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اگر پہلی رکعت میں قرآن شریف ختم کرے مثلاً قل اعوذ برب الناس اور دوسری رکعت میں سورۂ بقرہ میں سے کچھ آیتیں پڑھیں لیکن فرائض کی ایک ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا تو اچھا نہیں یعنی خلاف اولیٰ ہے۔(فتاوی دارالعلوم ص ۲۵۰ جلد ۲)

نماز کی حالت میں لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ:۔قصداً اور ارادۃً دل سے پڑھنا اور سمجھنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہ ہوگی۔اور اگر پڑھنے میں زبان کو حرکت ہوئی تو یہ تلفظ ہوا، اس سبب سے نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد وارادہ

اتفاقاً نظر پڑ جائے تو معاف ہے مکروہ نہیں ہے مگر نظر جمائے نہ رکھے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۹ جلد ۷، شامی ص ۵۹۳ جلد اول، مراقی الفلاح ص ۱۸۷، آپ کے مسائل ص ۳۱۳ جلد ۳)

وقت کی تنگی کے وقت تیمّم سے نماز پڑھنا

مسئلہ:۔کوئی صحت مند ہے مگر وقت نماز کا تنگ ہے، غسل کے بعد نماز کا وقت نہیں رہتا تو تنگی وقت کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمم کرنا جائز نہیں ہے، اگر پڑھ لی تو وہ نماز صحیح نہیں ہوئی، اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۴ جلد ۱۰)

نماز فجر کے بعد کتاب سنانا کیسا ہے؟

سوال:۔صبح کی نماز کے بعد دعاء سے قبل یا بعد مصلے پر بیٹھ کر روزانہ کوئی دینی کتاب نمازیوں کو سنانا جبکہ تلاوت قرآن اور وظیفہ پڑھنے والوں اور مسبوق ولاحق کو پریشانی ہو، شرعاً کیسا ہے؟

جواب:۔حامداً ومصلیاً۔مسلمانوں میں عامۃً دین سے بے رغبتی اور بے عملی ہے اس کے دور کرنے کے لئے دینی معتبر کتاب کا سنانا بہت مفید ہے، اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ سب لوگ جماعت سے نماز پڑھیں، اگر کسی کے رکعت رہ جائے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔اس کے بعد کتاب سنائی جائے، جن کو قرآن پاک کی تلاوت کرنا ہو وہ دوسرے وقت بھی کر سکتے ہیں، لیکن نمازیوں کا مجمع پھر بغیر نماز کے جمع نہیں ہوگا، اور اگر دوسرے وقت تلاوت نہ کر سکتا ہو تو دوسری جگہ یا ایک طرف آہستہ بھی تلاوت کر سکتے ہیں۔اس طرح سب کے اتفاق کے ساتھ مشورہ سے کام ہو جائے اور انشاء اللہ خیر و برکت بھی ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۷ جلد ۱۰)

نصف شب کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا

مسئلہ:۔نصف شب کے بعد عشاء کی نماز درست تو ہے اور وہ ادا صحیح ہو جاتی ہے مگر بلا عذر اتنی تاخیر کرنا مکروہ ہے۔(امداد الاحکام ص ۴۰۷ جلد اول)

☆☆

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ:۔امام اور منفرد (تنہا پڑھنے والا) ہر رکعت کے آغاز میں یعنی سبحانک اللھم کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے، خواہ نماز سری ہو یا جہری (ہلکی آواز والی ہو یا بلند آواز والی نماز ہو) مقتدی تو قدرتی طور پر بسم اللہ الخ نہ کہے گا، کیونکہ حالت اقتداء میں (امام کے پیچھے) اسے قرآن کریم پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔

بسم اللہ اور اعوذ باللہ، سبحانک اللھم الخ کے بعد پڑھنی چاہیے، اگر اعوذ باللہ یاد نہیں رہی اور بسم اللہ الخ پڑھ لی تو لازم ہے کہ تعوذ کے بعد پھر پڑھے، لیکن اگر بسم اللہ پڑھنا یاد نہیں رہا اور سورۂ فاتحہ شروع کر دی تو اس کو جاری رکھے پھر سے بسم اللہ نہ کہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنے کے وقت (نماز میں) بسم اللہ الخ پڑھنا مکروہ تو نہیں ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ نہ کہی جائے (نہ پڑھی جائے) نماز خواہ سری ہو یا جہری سب کا یہی حکم ہے۔

یاد رہے کہ بسم اللہ الخ نہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے اور نہ کسی بھی سورت کا جز ہے۔ البتہ یہ قرآن کریم کا جز ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۰۷ جلد اول)

نماز میں قرأت کتنی اور کیسے

مسئلہ:۔نماز میں لمبی قرأت جب ہی مسنون ہے کہ امام جانتا ہو کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہوگی، لیکن اگر معلوم ہو کہ ان کو گرانی ہوگی تو لمبی قرأت مکروہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک بار فجر کی نماز میں معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) سورتوں سے نماز ادا فرمائی۔ بعد میں لوگوں نے تعجب سے سوال کیا کہ آپؐ نے نماز بہت مختصر کر دی۔ آپؐ نے فرمایا "میں نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا اس کی ماں آزمائش میں پڑ جائے۔"

اس حدیث کے مفہوم میں کمزور، مریض اور اہل حاجت سب شامل ہیں۔

(کتاب الفقہ ص ۴۱۰ جلد اول)

مسئلہ:۔امام کا تکبیروں میں اتنا ہی آواز بلند کرنا جتنا ضروری ہو، سنت ہے ضرورت سے بہت زیادہ اونچی آواز نکالنا مکروہ ہے، اس میں تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔(کتاب الفقہ ص۴۰۲ جلد اول)

مسئلہ:۔نماز میں طوال مفصل (یعنی لمبی سورتیں) سورۂ حجرات سے سورۂ البراج تک ہیں۔ اور درمیانی درجہ کی سورتیں سورۂ بروج سے لم یکن تک ہیں اور چھوٹی لم یکن سے سورۃ الناس تک۔لمبی سورتیں فجر اور ظہر میں پڑھی جائیں (جبکہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو) لیکن ظہر کی سورتیں فجر کی سورتوں سے چھوٹی ہوں، اور درمیانی درجہ کی سورتیں عصر اور عشاء میں اور چھوٹی سورتیں مغرب میں پڑھی جائیں۔(کتاب الفقہ ص۴۰۸ جلد اول)

امام کے لئے بلند آواز کا درجہ کیا ہے؟

سوال:۔ہمارے امام صاحب بہت پست آواز سے قرأت کرتے ہیں کہ پہلی صف والے بھی بہت غور سے سنیں تب بھی ان کو سنائی نہیں دیتا۔

جواب:۔امام بلند آواز، خوش الحان، تجوید کے مطابق صحیح صحیح قرأت کرنے والا ہونا چاہیے، جو اس قدر بلند آواز سے پڑھے کہ تمام مصلی یا جماعت کا اکثر حصہ اس کی آواز سن سکے اور اگر امام صاحب کی آواز اتنی پست ہو کہ تمام یا اکثر مصلی ان کی آواز نہ سن سکیں تو کم از کم اگر پہلی صف کے آس پاس کے مصلی ان کی آواز سن سکتے ہوں تو نماز ہو جائے گی مگر ایسے پست آواز والے کا امام بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔(فتاویٰ محمودیہ ص۲۳۶ جلد ۷، درمختار ص۴۹۸ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص۱۷۹ جلد ۲)

تنہا نماز پڑھنے والا کتنی آواز سے قرأت کرے؟

سوال:۔سری نماز میں قرأت کس طرح پڑھنی چاہیے۔تصحیح حروف کافی ہے یا کس قدر آواز ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔احواط قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز خود سن سکے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۲۳۷ جلد ۷)

جہر سر کی تشریح

سوال:۔اگر نماز میں قرأت اتنی آواز سے ہو کہ قریبی شخص کو آواز بھن بھن کی سنائی دے ،تو اس سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں اور کس قدر آواز سے جہر قرار پائے گا؟
جواب:۔حامداً ومصلیاً۔اگر ایک دو آدمی کو اس طرح سنائی دے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ سر ہی ہے۔امام کی آواز پہلی صف عموماً سن لے تو یہ جہر ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ص۲۰۲ جلد۲)

ضالین کو ڈوالین پڑھنا

سوال:۔ضالین کو ڈوالین پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟
جواب:۔عرب کے قراء وعلماء بھی ضالین کو ایسی صورت میں ادا کرتے ہیں کہ دال مفخم کی آواز نکلتی ہے،اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان سب کی نماز نہیں ہوتی حالانکہ وہ جاننے والے اصوات (آواز) ومخارج حروف کے ہیں۔(فتاویٰ دار العلوم ص۴۷ جلد۴)
مسئلہ:۔جو شخص ضاد کو صحیح ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ دال پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۱۸۶ جلد۲)

مسئلہ:۔نماز میں ضؔ کو ظؔ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ کے متعلق یہ ضروری ہے کہ قصداً ظاء پڑھنے سے احتراز کیا جائے کیونکہ اس میں نماز کے فاسد ہونے کی روایت موجود ہے بلکہ شرح فقہ اکبر میں محیط سے نقل کیا ہے کہ تعمد (ہمیشہ عمل، پڑھنا جان بوجھ کر) کفر ہے۔باوجود ارادہ ادائے ضاد از مخرج اگر مشابہت ظاء یا دال کے ساتھ ہو جائے تو نماز صحیح ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص۷۴ جلد۴، بحوالہ شرح فقہ اکبر ص۲۰۵ رد المحتار ص۵۹۲ جلد اول، زلۃ القاری)
مسئلہ:۔ضاد کو اس کے مخرج سے پڑھنا چاہیے ،نہ نکل سکے تو جیسے ادا ہو جائے نماز ہو جاتی ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص۹۱ جلد۴ وفتاویٰ محمودیہ ص۱۳۵ جلد۲، رد المحتار ص۵۹۱ جلد اول)

ہونٹ بند کر کے قرأت کرنا

مسئلہ:۔بعض لوگ نماز میں اس طرح قرأت کرتے ہیں کہ چپ چاپ ہونٹ بند کیے رہتے ہیں اور دل میں سوچتے اور تصور کرتے ہیں،اس طرح پڑھنے سے (دل دل میں) قرأت

کا رکن ادا نہیں ہوتا ہے۔ قرأت کا رکن ادا ہونے کے لئے کم سے کم درجہ یہ ہے کہ حروف صحیح طور پر نکلیں اور اس کے پاس والا یا خود اپنی قرأت کی آواز سن سکے۔ (صغیری ص ۱۵۰)

مسئلہ:۔ قرأت بغیر حرکت لب (ہونٹ) معتبر نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۰ جلد ۲ بحوالہ رد المختار ص ۲۹۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ زیادہ معتبر اور صحیح یہ ہے کہ نماز میں الحمد شریف اور سورت اس طرح پڑھے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان میں آواز آجائے، اگر نہ آئے تب بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۲ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۲۹۸ جلد اول باب فی القرأت و فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۷ جلد ۲)

لیکن ہونٹ بند کر کے دل ہی دل میں نہ پڑھے، اور نہ ہی اتنی آواز سے پڑھے کہ قریب میں نماز پڑھنے والے کو خلل ہو۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ نماز میں قرأت اس طرح کرنا چاہیے کہ زبان سے صحیح صحیح حروف ادا ہوں اور آواز دوسروں کو نہ سنائی دے (تا کہ خلل نہ ہو) دن کی نمازوں میں (بلند آواز) اس طرح قرأت کرنا کہ دوسروں کو سنائی دے مکروہ ہے اور اگر اس طرح دل ہی دل میں پڑھے کہ زبان کو حرکت نہ ہو اور حروف بھی ادا نہ ہوں تو نماز نہ ہوگی! (کیونکہ) دل ہی دل میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، زبان سے الفاظ کا ادا کرنا ضروری ہے اپنے آپ کو سنائی دینا شرط نہیں ہے، بلکہ زبان سے صحیح الفاظ کا ادا ہونا شرط ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۰۶ جلد ۳)

مسئلہ:۔ نماز میں قرأت الفاظ میں پڑھنا ضروری ہے، محض خیال سے قرأت کرنے سے نماز نہ ہوگی، جب تک زبان کو حرکت نہ دی جائے۔ نیز اسی طرح نماز میں قرآن حکیم کے بجائے کسی آیت کا ترجمہ پڑھنا روا نہیں ہے۔ (ہدایہ ص ۴۷ جلد اول شرح نقایہ ص ۸۲ جلد اول، شرح وقایہ ص ۱۴۹ جلد اول)

خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

جیسا کہ کعبہ شریف کے باہر اس کی محاذات پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ استقبال قبلہ ہو جائے گا خواہ جس طرف پڑھے اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے۔ جس طرف منہ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے۔

مگر ہاں جب ایک طرف منہ کر کے نماز شروع کی جائے تو پھر حالت نماز میں دوسری طرف پھر جانا جائز نہیں اور جس طرح نفل نماز جائز ہے اسی طرح فرض نماز بھی۔ (ردالمختار)

مسئلہ:۔ کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہوکر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کی محاذی جو حصہ ہوا کا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے۔ قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں پر منحصر نہیں، اسی لئے اگر کوئی شخص کسی بلند پہاڑ پر کھڑے ہوکر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اس کی نماز بالاتفاق درست ہے لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع بھی فرمایا ہے، اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔ کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی، اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو، اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ سے سامنے ہو تب بھی درست ہے اس لئے کہ اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ کیا جائے گا۔ آگے جب ہوتا ہے کہ جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا ہے مگر وہاں اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی، اس لئے کہ آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی چیز بیچ میں حائل کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے ہوئے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن اگر صرف امام کعبہ کے اندر ہوگا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں امام کا مقام بقدر ایک قد کے مقتدیوں سے اونچا ہوگا۔ (ردالمختار، علم الفقہ ص ۵۸ و ص ۱۵۹ جلد دوم)

کیا صرف فرض نماز پڑھ لینا کافی ہے؟

سوال:۔ کیا نمازوں میں صرف فرض ادا کرنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ جبکہ نفل، وتر واجب نہ پڑھے جائیں؟ کیونکہ ہمارے ایک عزیز کا کہنا ہے کہ آج کے مشینی دور میں کسی کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ سنت و نفل پڑھے۔ بعض حضرات غیر ممالک میں فرض پڑھ کر نماز ختم کر تے ہیں،

اگران کو منع کیا جائے تو کہتے ہیں کہ انسان کی نیت درست ہونی چاہیے ،اور بالکل ہی نماز چھوڑنے دینے سے تو بہتر ہے کہ صرف فرض پڑھ لیے جائیں۔کیا نماز پڑھنے کا یہ طریقہ درست ہے؟

جواب:۔فرض تو فرض ہے اور وتر کی نماز واجب ہے ۔گویا عملاً وہ بھی فرض ہے ،اس کا چھوڑنا گناہ ہے۔اگر وقت پر نہ پڑھ سکے تو قضاء لازم ہے۔سنت مؤکدہ کا چھوڑنا برا ہے، اور اس کے چھوڑنے کی عادت بنالینا بھی گناہ ہے۔سنت مؤکدہ اور نوافل میں اختیار ہے خواہ پڑھے یا چھوڑ دے۔

آج کے مشینی دور کی مصروفیات کی باوجود خرافات کے لئے ''گپ شپ'' کے لئے اور تفریح کے لئے اور نہ معلوم کن کن چیزوں کیلئے وقت نکالا جاتا ہے،تو مشینی دور کے عدیم الفرصتی کا نزلہ نماز پر ہی کیوں گرایا جائے؟

رہا یہ کہ ''کہ آدمی کی نیت درست ہونی چاہیے'' بالکل بجا ہے لیکن اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ آدمی کا عمل خراب ہونا چاہیے؟ نیت کے ساتھ عمل کا درست ہونا بھی تو ضروری ہے۔ورنہ نری نیت سے کیا ہوگا۔(آپ کے مسائل ص ۳۳۸ جلد۲)

زیر ناف بال نہ مونڈنے والے کی نماز کا حکم

مسئلہ:۔جو شخص زیر ناف کے بال نہ مونڈے اس کی نماز صحیح ہے،لیکن یہ فعل برا ہے اور چالیس دن سے زیادہ موئے زیر ناف کو باقی رکھنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۰ جلد۴ عالمگیری مصری ص ۳۶۸ جلد۵)

کیا سنکھ بجنے سے نماز میں خرابی آتی ہے؟

مسئلہ:۔نماز کے وقت ضد میں سنکھ بجایا جائے یا شوروغل کیا جائے ،اگر بذریعہ حکام اس کا انسداد ہوسکے تو انسداد ضروری ہے، کیونکہ اگرچہ نماز میں کسی کے شوروغل اور سنکھ بجانے سے فساد نہیں ہوتا ،لیکن نمازیوں کو تشویش و پراگندگی خاطر اور عدم خشوع وخضوع اس کی وجہ سے ضرور ہوگا۔لہذا ضروری ہے کہ حکام کے ذریعہ ان کو نماز کے وقت بجانے سے روکا جائے

کیونکہ فقہاء نے نماز کے وقت زور سے ذکر کو منع کیا ہے کہ اس سے نماز میں پراگندگی خاطر ہوگی اور ممکن ہے کہ نمازی قرأت بھول جائے۔ پس جب کہ ذکر جہر کو بوقت نماز منع کیا جاتا ہے تو باجہ اور سنکھ بجانا نماز کے وقت ظاہر ہے کہ نہایت برا ہے، لیکن چونکہ مسلمانوں کو قدرت نہیں ہے کہ از خود اس کو روکیں لہذا احکام کے ذریعہ اگر انسداد ہوسکے تو کرایا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۵۴ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۶۱۸ جلد اول)

نماز کی حالت میں نابینا کا رخ صحیح کرنا

مسئلہ:۔ نابینا اگر بے رخ نماز پڑھ رہا ہو اس کو ہاتھ سے بھی سیدھا کرنا درست ہے اور زبان سے بھی، اس سے نماز میں کچھ خلل نہ آئے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۳ جلد ۴)

یعنی غلط رخ پڑھنے والے کی نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا اور سیدھا کرنے والا فرد نماز میں ہے تو اس کو ایک ہاتھ کے اشارہ سے (عمل قلیل سے) صحیح رخ کر دینا چاہیے اور اگر نماز پڑھنے والا زبان سے بولے گا تو بولنے والے کی نماز نہ ہوگی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر ایک ہاتھ کے اشارہ اور حرکت سے نماز کے اندر قریب کھڑے ہوئے نابینا کے رخ کو ٹھیک کر دے تو اس قدر فعل قلیل ہے اور فعل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر ضرورت دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کرنے کی ہو تو یہ فعل کثیر (زیادہ کام) ہے اگر ایسا کرے گا تو ٹھیک کرنے والے کی نماز نہ ہوگی۔ اور بہتر یہی ہے کہ اگر قریب میں کھڑے ہوئے نابینا کے رخ کو یہ نمازی ٹھیک کر لے تو پھر از سر نو نیت باندھے، اور اگر اس نے ٹھیک نہ کیا تو نابینا کی نماز ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۹۸ جلد ۴، رد المحتار ص ۵۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کی حالت میں انسان یا حیوان حملہ آور ہو تو نماز توڑ دے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۹۹ جلد ۴ رد المحتار ص ۵۷۸ جلد اول)

نمازی کو پنکھا کرنا

مسئلہ:۔ نمازی کو اگر کوئی شخص لوجہ اللہ پنکھا کرے اور نمازی کو اس سے راحت ہو اور وہ با اطمینان نماز پوری کرے تو اس سے نماز میں کچھ فساد اور خلل اور کراہت نہ ہوگی۔ نماز پڑھنے

والا اگر اس سے خوش ہو، تب بھی اس کی نماز میں کچھ فساد اور کراہت نہ آئے گی اور مساجد میں جو پنکھے لگے ہوئے ہیں ان سے کسی کی نماز میں کچھ کراہت نہ ہوگی۔ البتہ نماز پڑھنے والے کو خود یہ حکم کسی کو نہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کو پنکھا کرے، نماز پڑھتے ہوئے کہ یہ امر خلاف ادب ہے، اگرچہ نماز میں اس سے بھی کچھ کراہت نہ آئے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۱ جلد ۴)

مسئلہ:۔ نماز پڑھنے میں اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو نماز میں نہ پونچھے، اگر نماز کے بعد صاف کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن اچھا یہ ہے کہ نہ پونچھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۲ جلد ۴، غنیۃ المستملی ص ۳۲۵)

نماز میں وسوسوں کا آنا اور اس کا علاج

مسئلہ:۔ نماز میں دنیوی خیالات اور وساوس کے پیدا ہونے سے نماز میں فساد نہیں ہوتا، حتی الوسع وسوسوں اور خیالات کو دفع کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۶ جلد ۴ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز میں وساوس وشکوک واوہام کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ اس کو وسوسہ شیطانی سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کریں اور اس پر عمل نہ کرے اور نماز پوری کرے۔ احادیث میں اس کا یہی علاج وارد ہوا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۱۷ جلد ۴، مشکوٰۃ شریف ص ۱۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ محض خیالات آنے یا دل سے دعاء نکلنے سے نماز میں خلل نہیں آتا، خداوند تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا تصور کر کے نماز پڑھے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اور ہر رکن کے آداب کی رعایت رکھی جائے تو انشاء اللہ نماز کا حظ کامل حاصل ہوگا اور خیالات بھی پریشان نہیں کریں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۹ جلد ۲)

احادیث سے ثابت شدہ کلمات اور آخر سورت میں جماعت کی نماز میں نہ کہے جائیں

مسئلہ:۔ علاوہ آخر سورۂ فاتحہ میں آمین ہلکی آواز سے کہنے کے، سورۂ بقرہ کے ختم پر آمین، بنی اسرائیل کے آخر میں تکبیر، سورۂ ملک کے آخر میں اللھم ربنا ورب العالمین، سورۂ قیمہ

والمرسلات ووالتین کے آخر میں کلمات مشہورہ ومسنونہ ۔سورۂ الضحٰی سے آخر قرآن تک ہر سورت کے آخر میں تکبیر۔بعض آیات کے آخر میں کچھ الفاظ بطریق مسنون اثنائے تلاوت (دیکھ کر پڑھنے میں) کہے جائیں جیسے سورۂ طٰہٰ میں وقل ربی زدنی علما کے بعد حضرت ابن عباسؓ اللھم زدنی علماء وایمانا ویقینا'' فرماتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔یہ اذکار حنفیہؒ کے نزدیک نوافل (بغیر جماعت) یا منفرد خارج عن الصلوٰۃ تنہا دیکھ کر تلاوت کرنے والے پر محمول ہیں، فرائض اور نوافل کی جماعت (تراویح وغیرہ) میں درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۵ جلد ۲)

یعنی سورۂ فاتحہ کے ختم پر ہلکی آواز سے آمین کہنے کے علاوہ جماعت کی نماز میں الفاظ مسنونہ نہ کہے جائیں۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔آیات کا جواب نماز کی جماعت میں دینا جائز نہیں ہے، جواب نہ دینا چاہیے۔البتہ خارج نماز سے اگر کوئی آیت مذکورہ پڑھے تو جواب دینا مسنون ومستحب ہے۔اور حضور اکرم ﷺ سے اکثر یہ جوابات نماز سے خارج ہی منقول ہیں۔نماز میں اگر کہیں وارد ہے تو وہ تعلیم کے لئے ہے، یا ابتدائے اسلام میں تھا۔جب تک نماز میں زیادہ قیود نہ تھیں مثلاً باتیں کر لیتے تھے، اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں جلدی پڑھ کر امام کے ساتھ مل جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔رفتہ رفتہ یہ امور ممنوع ہو گئے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۵ جلد ۲ بحوالہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ص ۵۳۶ جلد اول باب القرأۃ)

نماز فجر میں قرأت کی مقدار

مسئلہ:۔نماز صبح میں امام کو اتنی مختصر قرأت (الم نشرح، والتین وغیرہ) کی عادت بنالینا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے، کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد (تنہا پڑھنے والے کے لئے) نماز فجر میں سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے۔یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں یہ کم سے کم ہے، متوسط درجہ یہ ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ آیتوں تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ سو آیتوں تک پڑھیں۔اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی

ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہیے، البتہ وقت کی تنگی، یا کسی اور ضرورت یا عذر کی بناء پر قرأت مختصر کرنی پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۵ جلد اول، کبیری ص ۳۰۲، شامی ص ۵۰۴)

مسئلہ:۔ رمضان المبارک میں فجر کی نماز (عادم دنوں سے) وقت سے پہلے پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اولیٰ ہے کہ سب لوگ شرکت کر سکیں اور جماعت بڑی ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۲ جلد اول) (نماز کا وقت ہونے پر پڑھیں۔)

رکعت حاصل کرنے کے لئے دوڑنا

سوال:۔ امام صاحب رکوع کریں اس وقت بعض لوگ رکوع کی شرکت کے لئے دوڑتے ہیں جس سے دوسرے نمازیوں کو بھی خلل ہوتا ہے، تو اس طرح دوڑنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں دوڑتے ہیں، دوڑنا منع ہے خواہ رکوع نہ ملے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ، اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ، رکعت نکل جائے تو اس کو بعد میں ادا کرلو۔ (مسلم شریف ص ۲۲۰ جلد اول)

اس کے علاوہ یہ بھی خیال رہے کہ مسجد میں دوڑنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے خصوصاً جبکہ نمازیوں کو بھی تشویش ہو، جس سے اجتناب ضروری ہے، ایک حدیث میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چلو، دوڑو مت۔

(بخاری ص ۸۸ ج ۲، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۸ جلد اول)

نماز کب توڑی جائے؟

مسئلہ:۔ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے، کبھی مستحب، کبھی مباح اور کبھی واجب، اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز توڑنا حرام ہوگا، اور جماعت ملنے کے لئے توڑنا مستحب ہے۔ اور مال ضائع ہو رہا ہو تو نما کی نیت توڑنا مباح ہے اور جان بچانے کے لئے نماز کی نیت توڑنا واجب ہے۔

(درمختار ص ۶۴۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ نما کا شروع کر کے قطع کر دینا بے عذر کے حرام ہے خواہ فرض نماز ہو یا واجب یا نفل

اور اگر مال کے خوف سے قطع کر دی جائے خواہ اپنا مال ہو یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کا تو جائز ہے۔ مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور کسی شخص کو دیکھے کہ اس کا یا کسی دوسرے کا مال چرائے لئے جاتا ہے، اور اگر نماز کی تکمیل کے لئے قطع کرے تو مستحب ہے مثلاً کوئی شخص تنہا فرض نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت میں شریک ہونے کی غرض سے جو نماز کی تکمیل کا ذریعہ ہے اس فرض کو توڑ دے اور اپنی یا کسی دوسرے کی جان بچانے کے لئے قطع کرنا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو نماز کی حالت میں فریادرسی کے لئے بلائے تو ایسی حالت میں بھی توڑ دینا فرض ہے، اگر چہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس پر کون سی مصیبت آئی ہے یا معلوم ہو اور جانتا ہو کہ میں اس کی مدد کر سکوں گا۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کو نماز پڑھنے کی حالت میں اس کے ماں باپ پکاریں تو فرض نماز ہو تو نہ توڑے، اور نفل ہو اور وہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو بھی نہ توڑنا بہتر ہے۔ اور توڑ دے تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر وہ نہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو توڑ دے اس خیال سے کہ وہ ناخوش نہ ہو جائیں۔ (شامی وغیرہ، علم الفقہ ص ۱۲۶ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جن حالتوں میں نماز کی نیت توڑنے کا حکم ہے یا اس کی اجازت ہے ان حالتوں میں نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں نماز توڑے گا، اس لئے کہ نماز میں بیٹھنا اس وقت ہے جب حلال ہونے کے لئے ہو اور یہاں نماز کو قطع کرنا اور توڑنا ہے، حلال کرنا نہیں ہے، لہٰذا نماز کی نیت توڑنے میں صرف ایک سلام پر اکتفاء کرے زیادہ صحیح یہی ہے اور اقتداء امام کے پیچھے کرے (یعنی اپنی نماز کو کھڑے ہونے کی حالت میں ایک سلام سے توڑ کر امام کے ساتھ جماعت میں مل جائے۔) (درمختار ص ۶۴۹ جلد اول)

اگر فرض نماز پڑھ رہا تھا اور پھر اسی فرض کی جماعت شروع ہوگئی تو؟

مسئلہ:۔ یہ نماز کا توڑنا اور امام کے ساتھ جماعت میں ملنا اس صورت میں ہے جبکہ اس نے پہلی رکعت کا سجدہ ابھی نہ کیا ہو، یا سجدہ کیا ہو مگر وہ نماز دو رکعت والی ہو جیسے فجر یا تین رکعت

والی ہو جیسے مغرب اور اگر چار رکعت والی میں سجدہ کیا ہو تو اس میں دوسری رکعت بطور وجوب کے ملا لے تو گنہگار نہیں ہوگا، پھر امام کی اقتداء کرے تا کہ جماعت بھی مل جائے اور نفل کا ثواب بھی مل جائے۔ (درمختار ص ۶۴۵ جلد اول)

مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص فرض نماز تنہا شروع کر چکا تھا، پھر اسی فرض کی جماعت شروع ہوگئی، تو اگر اس نے اب تک پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا تو اس کو چاہیے کہ نیت توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تب جماعت شروع ہوئی ہے اور یہ فجر کی نماز تھی یا مغرب کی نماز جس کو اس نے تنہا شروع کیا تھا تو بھی نیت توڑ کر جماعت کے ساتھ مل جائے اور اگر وہ ظہر یا عصر یا عشاء کی نماز تھی اور پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا تھا اس کے بعد جماعت شروع ہوئی تھی تو اب اس پر واجب یہ ہے کہ اپنی اس نماز میں ایک رکعت اور ملا لے تا کہ یہ دو رکعت نفل ہو جائے اور دو رکعت پر اس کو ختم کر کے جماعت میں مل کر فرض ادا کر لے، اس طرح دونوں نمازوں کا ثواب مل جائے گا اور اگر فجر یا مغرب کی نماز میں جس کو اس نے تنہا پڑھنا شروع کیا تھا اس کی دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تب جماعت شروع ہوئی تھی، تو اب وہ اپنی اس نماز کو پوری کر لے، نیت توڑ کر جماعت میں شامل نہ ہو۔ اور اگر وہ چار رکعتوں والی نماز میں سے تین رکعت پڑھ چکا تھا تب جماعت شروع ہوئی تو اب وہ نیت نہیں توڑے گا بلکہ وہ اس کو تنہا پوری کرے گا، پھر نفل کی نیت سے امام کی اقتداء کرنا چاہے تو کرے تا کہ جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے، البتہ عصر و فجر کی نماز ہوگی تو وہ نفل کی نیت سے جماعت میں شریک نہ ہوگا کیونکہ عصر و فجر کے بعد نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور تین رکعت پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا تھا پھر جماعت کھڑی ہوئی۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

نماز میں قبلہ سے سینہ پھر جانا

مسئلہ:۔ اگر نماز میں سینہ قبلہ سے ہٹ جائے تو دیکھنا چاہیے کہ ایسا مجبوری سے ہوا یا اپنے ارادہ سے ہوا؟ اگر مجبوری سے ہوا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ البتہ اگر کوئی اسی حالت (قبلہ سے سینہ پھرا رہنے) میں اتنی دیر رہے کہ نماز کا کوئی رکن ادا کیا جا سکے تو نماز باطل ہو جائے گی لیکن

اگر نمازی نے اپنے اختیار سے کیا اور بلا کسی سبب کے تو آغاز باطل ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ یعنی کسی سبب سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہوگی، خواہ یہ قبلہ سے پھرنا تھوڑا ہو یا بہت۔

(کتاب الفقہ ص ۴۸۹ جلد اول)

امام سے پہلے کسی رکن کا ادا کرنا

مسئلہ:۔ اگر مقتدی نے کسی رکن کی ادائیگی میں امام پر سبقت (پہل) کی (مثلاً رکوع میں جا کر امام کے اٹھنے سے پہلے ہی اٹھ جائے) اور پھر امام کے ساتھ یا اس کے بعد اس رکن کو نہ دہرایا اور امام کے ساتھ سلام پھیرا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، خواہ یہ سبقت (پہل کرنا) ارادۃً ہو یا بھولے سے ہوئی، لیکن اگر اسی رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد دہرا لیا۔ اور اس نماز میں امام کے ساتھ ہی سلام پھیرا تو نماز باطل نہ ہوگی، لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرتے ہوئے کہ نماز جو وہ (امام کے ساتھ) پڑھ رہا ہے پوری ہو چکی ہے اور اس بھلاوے میں سلام پھیر دیا تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی جب تک کہ سلام کے بعد عمل کثیر نہ کیا ہو اور کچھ بولا نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۴۹۵ جلد اول)

امام کا کسی کی رعایت کے لئے قرأت لمبی کرنا

مسئلہ:۔ نماز میں شامل ہونے والے (آنے والے) کی رعایت سے امام کا قرأت کو طویل کرنا مکروہ تحریمی ہے یعنی اگر اس کو پہچانتا ہو، ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۵ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۴۶۲ جلد اول)

نماز کے دوران آنکھیں بند کر لینا

مسئلہ:۔ نماز میں آنکھیں بند کرنا بھی مکروہ ہے، ہاں کسی مصلحت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایسی چیز کے دیکھنے سے آنکھیں بند کر لینا جو انسان کو محو یا غافل کر دے۔ اسی طرح نماز کے دوران آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نماز کی حالت میں جو لوگ آنکھیں اونچی کر کے آسمان کی طرف دیکھتے ہیں ان کی بصارت (نگاہ) جاتی رہے گی یا آنکھ چوندھی ہو جائے گی۔ (بروایت بخاری شریف۔ کتاب الفقہ

ص ۴۳۷ جلد اول وآپ کے مسائل ص ۳۱۷ جلد ۳)

مسئلہ:۔ خشوع حاصل کرنے کے لئے آنکھیں بند کر لینا اولیٰ ہے، بلا کراہت درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۹ جلد ۴ ورد المحتار ص ۶۰۵ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۸ جلد ۷)

مسئلہ:۔ آنکھ کے آپریشن کے بعد اگر واقعی رکوع وسجدہ کرنے میں آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو یا آنکھوں کو نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں، رکوع وسجدہ سر کے اشارہ سے کریں، اور سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۱ جلد ۷)

آتش دان اور تصویر والے گھر میں نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ تنور یا آتشدان (آگ) کے سامنے، جس میں انگارے روشن ہوں، نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کی عبادت سے مشابہ ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۳۸ جلد اول)

اگر کوئی اور جگہ ہی نہ ہو تو مجبوری ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ کسی جاندار کی تصویر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ اس کی طرف توجہ جاتی ہو یا نہ جاتی ہو۔ یہ تصویر خواہ نمازی کے سر کے اوپر یا آگے پیچھے یا دائیں بائیں یا برابر میں ہو، نہایت شدید کراہت اس میں ہے کہ تصویر نمازی کے آگے ہو۔ اس سے کم کراہت یہ ہے کہ وہ تصویر سر کے اوپر ہو، پھر دائیں جانب اس کے بعد بائیں جانب، اور پھر پیچھے ہونا، ہاں اگر تصویر چھوٹی سی ہو کہ غور سے دیکھے بغیر نظر نہ آئے، جیسے کہ سکہ پر ہوتی ہے (تو وہ مکروہ نہیں) چنانچہ اگر نمازی کے پاس سکے (روپے کرنسی وغیرہ) ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر بڑی تصویر سر کٹی ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ درخت کی تصویر سامنے ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی، خواہ وہ تصویر جاذب نظر وجاذب توجہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۴۳۹ جلد اول)

قبر کے سامنے نماز پڑھنا

مسئلہ:۔ اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے قبر ہو تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے، قبر کے سامنے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خشوع کے ساتھ (نظر جھکائے ہوئے) نماز پڑھنے کی حالت میں نظر قبر

پر پڑتی ہو، اگر قبر پیچھے کی جانب ہو، یا اوپر ہو، یا جہاں نماز پڑھی جا رہی ہو، اس کے نیچے ہو تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ واضح رہے کہ کراہت اسی صورت میں ہے کہ قبرستان میں نماز کے لئے کوئی مخصوص جگہ ایسی نہ ہو جو نجاست اور گندگی سے پاک ہو۔ اگر ایسا ہو تو نماز مکروہ نہیں ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام کے مقبرے اس سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ وہاں پر (قبر کے سامنے ہو تب بھی) نماز مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۴۴۰ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۹۳ جلد ۴، رد المحتار ص ۳۵۲ جلد اول)

نماز میں کھنکارنا یا گلا صاف کرنا

مسئلہ:۔ نماز میں گلا صاف کرنے یا کھنکارنے سے نماز جاتی رہتی ہے، جبکہ اس میں کم از کم حروف کی آواز پیدا ہو جائے۔ البتہ اگر بلا ضرورت ایسا کیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی، ہاں اگر ضرورت ہو مثلاً آواز ٹھیک ہو جائے تاکہ قرأت میں حروف اپنے مخارج سے پوری طرح ادا کیے جا سکیں (آواز صحیح ہو جائے) یا امام کو غلطی پر لقمہ دیا جا سکے وغیرہ تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اس صورت میں جبکہ طبعی طور پر کھانسی آجائے اور جب تک ایسی ضرورت رہے یعنی بیماری کی وجہ سے ہو تو نماز باطل نہ ہوگی۔

(کتاب الفقہ ص ۴۷۸ جلد اول، ہدایہ ص ۸۷ جلد اول وکبیری ص ۴۴۹)

مسئلہ:۔ صرف حسن آواز کے لئے کھانسنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگرچہ تین بار یا کم وبیش ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۵ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۵۷۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز میں جسم کو مختلف انداز سے (بلا عذر) حرکت دینا صحیح نہیں ہے مثلاً رکوع کے بعد سیدھے کھڑے نہ ہونا اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھنا ترک واجب ہے۔ اور ایسی نماز کو لوٹانا واجب ہے، ہاتھوں کو غیر ضروری حرکت دینا اور سجدے کو جاتے ہوئے درمیان میں غیر ضروری توقف کرنا مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۱۴ جلد ۳)

نماز میں وضو کا ٹوٹ جانا

مسئلہ:۔ اگر کسی نماز پڑھنے والے کو نماز کی حالت میں حدث لاحق ہو جائے یعنی نماز کے

اندر ہی بے وضو ہو جائے تو ایسے شخص کو بلا توقف فوراً ہی وضو کر کے پہلی نماز پر ہی اپنی نماز کی بناء کرنا چاہیے، خواہ یہ بات تشہد کے بعد ہی واقع ہوئی ہو، نیز فقہاء کرام کہتے ہیں کہ نئے سرے سے نماز پڑھنا افضل ہے۔

(نماز مسنون ص ۵۴۱ وہدایہ ص ۸۲ جلد اول، شرح نقایہ ص ۹۰ جلد اول وکبیری ص ۴۵۲)

مسئلہ:۔ اگر نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ وضو کرنے کے لئے نکل آئے۔ اور اگر امام کو ایسی حالت پیش آجائے یعنی حدث لاحق ہو تو وہ اپنا نائب (خلیفہ) مقرر کردے۔ (ہدایہ ص ۸۲ جلد اول، شرح نقایہ ص ۹۰ جلد اول، کبیری ص ۴۵۳)

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص کے پیچھے نابالغ بچہ یا عورت ہے اور اس شخص کو نماز میں حدث ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ بچہ اور عورت خلیفہ (قائم مقام) یا نائب بنانے کے اہل نہیں ہیں۔ (شرح وقایہ ص ۱۶۲ جلد اول)

نماز میں قہقہہ کا حکم

مسئلہ:۔ بالغ نمازی کے نماز میں قہقہہ لگانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے، (رکوع وسجود والی نماز میں قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسا کہ ساتھ والا آدمی سن لے، تو نماز اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔ (ہدایہ ص ۱۴۱ جلد اول وشرح نقایہ ص ۱۲ جلد اول ونماز مسنون ص ۴۸۶ وفتاوی دار العلوم ص ۳۵ جلد ۴)

مسئلہ:۔ نماز میں ضحک (ہنسنے) سے (ایسی ہنسی جس کو خود سن لے) صرف نماز فاسد ہوتی ہے، اور تبسم (مسکرانے) سے نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو۔ (شرح نقایہ ص ۱۲ جلد اول، کبیری ص ۱۴۲، درمختار ص ۵۷۶ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۳۱۹ جلد ۳)

تبسم یعنی صرف مسکرانے سے جس میں ہنسنے کی آواز پیدا نہ ہو، اس سے نہ نماز ٹوٹتی ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

نماز میں ستر کا کھل جانا

مسئلہ:۔ نماز کے دوران ستر یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہے، بغیر ذاتی عمل کے

ایک چوتھائی کھل جائے، مثلاً ہوا کے جھونکے سے کپڑا ہٹ گیا اور اتنی دیر تک کھلا رہا کہ نماز کا ایک رکن ادا کیا جاسکے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔لیکن اتنا ہی حصہ یا اس سے کم خود نماز پڑھنے والے کے عمل سے کھل گیا تو نماز معاً (فوراً) فاسد ہوجائے گی۔اگرچہ ایک رکن ادا کرنے کی مدت سے کم عرصہ تک کھلا رہا ہو۔

مسئلہ:۔اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی ستر کا حصہ کھلا ہوا اور اس حالت میں نماز شروع کر دی تو نماز کی نیت ہی نہ بندھے گی یعنی صحیح نہ ہوگی۔(کتاب الفقہ ص ۳۰۲ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر نماز میں ستر (ناف سے گھٹنوں تک) کھل جائے اور فوراً چھپالے، ڈھانپ لے، تاخیر نہ ہو تو، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵ جلد ۴ وغنیۃ المستملی ص ۲۱۳)

مسئلہ:۔اس میں کوئی حرج نہیں ہے (مردوں کے لئے) کپڑا جسم سے اس قدر چسپاں (چپکا ہوا) ہو کہ ستر کی حدود کا امتیاز ہوسکے۔(کتاب الفقہ ص ۳۰۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ستر کا خود اپنے سے ڈھانکنا (چھپانا) ضروری نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی نماز کے دوران خود اپنا ستر (وہ حصہ جس کا چھپانا دوسروں سے ضروری ہے) دیکھ لیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگرچہ یہ فعل مکروہ ہے۔(کتاب الفقہ ص ۳۰۴ جلد اول)

مسئلہ:۔کم عمر بچوں کے لئے کوئی ستر نہیں ہے، چاہے لڑکا ہو یا لڑکی۔اور کم عمر بچے کی تعریف چار سال یا اس سے کم عمر کا بچہ ہے۔لہٰذا ایسے بچے کے جسم کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا مباح ہے ۔اس عمر سے آگے جب تک کہ دیکھنے سے برا خیال نہ پیدا ہوتا ہو، تب تک بچے کا ستر صرف اس کے آگے اور پیچھے کی شرمگاہ ہے لیکن اگر وہ اس حال کو پہنچ جائے کہ اس کے دیکھنے سے برا خیال پیدا ہو تو اس کا ستر بالغ مرد یا عورت کے ستر کی مانند ہے، نماز کی حالت میں بھی اور نماز سے باہر بھی۔(کتاب الفقہ ص ۳۰۸ جلد اول)

چراغ سامنے رکھ کر نماز کا حکم

مسئلہ:۔نماز کی جماعت کے وقت اگر چراغ سامنے ہو جیسا کہ عامۃ مساجد میں جوار غربی میں چراغ رکھا ہوتا ہے، تو اس سے نماز خراب نہیں ہوتی۔اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے چراغ رکھا ہو تو کسی کو اعتراض کا موقع بھی نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۲ جلد ۱۰، درمختار ص ۴۳۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر قبلہ کا رخ صحیح ہو تو اندھیرے میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص۲۵۷ جلد۱۰)

مسئلہ:۔ سانپ، بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو نماز کی حالت میں قتل کرنا مارنا جائز ہے۔
(شرح نقایہ ص۹۶ جلد اول، کبیری ص۳۵۴)

اگر صبح کی نماز میں پڑھنے میں سورج نکل آیا

مسئلہ:۔ فجر کی نماز میں نیت باندھنے کے بعد یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد سورج طلوع ہوگیا تو ایسی حالت میں نماز ادا نہیں ہوگی۔ (نیز اگر سب کی نماز فوت ہوگئی) تو جماعت سے پڑھیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۷۴ جلد۱۰)

مسئلہ:۔ طلوع آفتاب کے وقت نماز ناجائز ہے، اگر عین نماز میں آفتاب طلوع ہوجائے تو اس نماز کو وہیں ختم کردے اور آفتاب بلند ہونے پر قضاء پڑھیں اور جب وقت تنگ ہوجائے تو اپنی نماز تنہا پڑھے، جماعت کا انتظار نہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۶۱ جلد۱۰)

سورج نکلنے کے کتنی دیر بعد نماز پڑھیں

مسئلہ:۔ جب سورج نکلنا شروع ہوتا ہے تو دو منٹ چوبیس سکنڈ میں پورا نکل آتا ہے، پھر جب اس کی طرف نظر نہ کی جاسکے (یعنی نگاہ سورج پر نہ ٹھہر سکے) اور بالکل سفید ہوجائے، تب اشراق کا وقت ہوجاتا ہے، عامۃً بیس منٹ کے بعد بالکل سفید ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۵۸ جلد۱۰) (اس کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ عین زوال کے وقت یا یوں کہیئے کہ استواء اور دوپہر کے وقت قرآن کریم کی تلاوت درست ہے اور نوافل (وغیرہ) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۷۳ جلد۲ بحوالہ ردالمحتار ص۲۴۳ جلد اول)

مغرب کی نماز کب تک ادا کی جاسکتی ہے؟

مسئلہ:۔ غروب کے بعد افق پر جو سرخی رہتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں۔ جب تک افق پر سرخی موجود ہو (اور یہ وقت تقریباً ایک گھنٹہ تو ہوتا ہے اور کم وبیش ہوسکتا ہے) تب تک مغرب کی

نماز ہوسکتی ہے۔عوام میں یہ جو مشہور ہے، ذرا سا اندھیرا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت ختم ہوگیا، اب عشاء کے ساتھ پڑھ لینا، یہ غلط ہے۔مغرب کی نماز میں قصداً تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی مجبوری سے تاخیر ہو جائے تو شفق غروب ہونے قبل ضرور پڑھ لینی چاہیے، ورنہ نماز قضاء ہو جائے گی۔اور نماز کا قصداً قضاء کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
(آپ کے مسائل ص ۱۰۸ جلد ۳)

بڑھے ہوئے ناخنوں کے ساتھ نماز پڑھنا

مسئلہ:۔نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر ناخنوں کے اندر کوئی ایسی چیز جم جائے جس کی وجہ سے پانی اندر نہ پہنچ سکے تو نہ وضو ہوگا اور نہ نماز ہوگی۔اور اگر ناخن اندر سے بالکل پاک صاف ہوں تو نماز صحیح ہوتی ہے۔(آپ کے مسائل ص ۱۸۲ جلد ۳)

ٹی وی والے کمرہ میں نماز پڑھنا

مسئلہ:۔جس وقت آپ نماز پڑھ رہے ہیں، اس وقت ٹیلی ویژن بند ہے تو اس کمرہ میں نماز بلا کراہت صحیح ہے۔اور اگر ٹیلی ویژن چل رہا ہے تو ایسی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جو جگہ لہو ولعب کے لئے مخصوص ہو اس میں بھی نماز مکروہ ہے۔(آپ کے مسائل ص ۱۸۴ جلد ۳)

غیر مسلم کے گھر میں نماز پڑھنا

مسئلہ:۔زمین خشک ہونے کے بعد نماز کے لئے پاک ہو جاتی ہے، اور اگر جگہ پاک ہو تو وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں، اس لئے غیر مسلم کے گھر کے خالی فرش پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر کپڑا بچھا لیا جائے تو اور بھی اچھا ہے۔(آپ کے مسائل ص ۱۵۵ جلد ۳)

رشوت خور کی نماز کا حکم

مسئلہ:۔جو شخص تنخواہ کے علاوہ رشوت لیتا ہے اس کی نماز قبول ہے اور نماز کا ثواب بھی حاصل ہوگا لیکن رشوت کا گناہ ہوگا۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷ جلد ۲)

☆

گونگے کی نماز کا حکم

مسئلہ:۔ مادرزاد گونگا، بہرا، جب کہ قرأت پر قادر نہیں تو قرأت اس پر فرض نہیں، باقی جن ارکان میں قیام وقعود وغیرہ پر قادر ہے، ان کو سب لوگوں کی طرح ادا کرتا رہے، اگر اس کو اتنی سمجھ ہے کہ نماز فرض ہے اور پھر نماز کو بقدر طاقت ادا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۷ جلد۲ بحوالہ شامی ص ۳۶۳ جلد اول)

نمازی کے سامنے روضہ مبارک کی تصویر کا ہونا

سوال:۔ مدینہ منورہ کا نقشہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کا قبہ (گنبد) بھی ہے، اگر نماز میں سامنے لٹکا ہو تو نماز میں کچھ خرابی تو نہ ہوگی؟

جواب:۔ درمختار ص ۹۴۵ جلد اول سے معلوم ہوا کہ اگر چہ قبر کا نمازی کے سامنے ہونا مکروہ ہے، لیکن قبر کا نقشہ سامنے ہونا کچھ حرج نہیں، کیونکہ نقشہ قبر کی کوئی پرستش نہیں کرتا، البتہ اگر کسی قوم کی یہ رسم بھی ثابت ہو جائے تو پھر اس میں بھی کراہت ہو جائے گی۔

(امداد الفتاویٰ ص ۴۴۰ جلد اول)

نماز میں نام مبارک سن کر درود پڑھنا

سوال:۔ اگر امام نے نماز میں آیت "وما محمد الا رسول" پڑھی اور کسی مقتدی نے یہ سوچ کر کہ آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہیے، اس نے پڑھ دیا تو؟

جواب:۔ اس کا خیال صحیح ہے کہ نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے، لیکن یہ حکم خارج نماز کا ہے۔ نماز میں یہ حکم نہیں ہے۔ پس اگر نماز میں درود شریف پڑھا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے کہ کسی نے امام سے اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہٗ کہہ دیا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر تعظیمی لفظ کہنا چاہیے۔ یا امام سے کسی آیت کو سن کر صدق اللہ ورسولہ کہہ دیا۔ ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں قصدِ جواب ملحوظ ہے۔ اگر بغیر قصد جواب کے درود شریف پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوئی، کیونکہ درود شریف ایسی چیز نہیں جس کے پڑھنے سے

نماز فاسد ہو جائے، بلکہ نماز میں اس کو مستقلاً پڑھا جاتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۷ جلد ۲ و آپ کے مسائل ص ۳۲۰ جلد ۳)

فجر کی نماز پڑھ کر کپڑوں پر منی دیکھی

مسئلہ:۔ اگر کسی کو احتلام ہو جائے اور اسے صبح کو یاد نہ رہے اور اس نے فجر کی نماز ادا کی، پھر دوپہر کو اس نے نجاست دیکھی تو اگر فجر کے بعد نہیں سویا تو نماز فجر کا لوٹانا لازم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۶ جلد ۲)

نماز کے بعد صف سے کچھ پیچھے ہو جانا

سوال:۔ بسا اوقات بعض جگہ طلبہ و اساتذہ جماعت میں شریک رہتے ہیں، جب امام سلام پھیرتا ہے تو جو طالب علم اپنے استاد کے پاس ہوتا ہے، وہ پیچھے کھسک جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟

جواب:۔ حامداً و مصلیاً۔ برابر بیٹھے رہنا بھی درست ہے۔ پیچھے کھسک کر بیٹھنا بھی ادباً درست ہے۔ یہ نہ اصرار کی چیز ہے نہ انکار کی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ جماعت کے اختتام پر بعض مقتدی صف سے ذرا سرک کر قبلہ رو بیٹھ کر تسبیح پوری کر کے امام کے ساتھ دعاء میں شرکت کر کے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایسا کرنے سے وہ منافق بھی نہیں اور گنہگار بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۹ جلد ۲)

چوبیس گھنٹہ کی نمازیں ایک نظر میں

فرض نمازیں

فرض نمازیں دن رات میں جمعے کے دن پندرہ اور دوسرے دنوں میں سترہ رکعات ہیں۔ دو رکعت فجر کے وقت، چار رکعت ظہر کے وقت، اور جمعے کے دن بجائے چار رکعت کے دو۔ چار عصر کے وقت، تین مغرب کے وقت، چار عشاء کے وقت۔ یہ نمازیں فرض عین ہیں۔ اور جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔

☆

واجب نمازیں

شریعت کی طرف سے تین نمازیں واجب ہیں وتر اور عیدین ۔وتر تین رکعت ہر روز عشاء کے بعد اور عیدین دو دو رکعت سال بھر کے بعد،ان کے علاوہ جو نماز نذر کی جائے وہ بھی واجب ہے اور ہر نفل شروع کر دینے کے بعد واجب ہوتی ہے یعنی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے میں اس کی قضاء ضروری ہے۔

مسنون نمازیں

فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت،ظہر کے وقت چھ رکعت،چار فرض سے پہلے اور دو فرض کے بعد،مغرب کے وقت دو رکعت،فرض کے بعد عشاء کے وقت دو رکعت فرض کے بعد،نماز تہجد۔تحیۃ المسجد،نماز تراویح بیس رکعت،نماز احرام ،نماز کسوف دو رکعت، نماز خسوف دو رکعت۔

مستحب نمازیں

وتر کے بعد دو رکعت،سنت وضو دو رکعت،نماز سفر دو رکعت۔نماز استخارہ دو رکعت، نماز حاجت دو رکعت،صلوٰۃ الاوابین چھ رکعت،صلوٰۃ التسبیح چار رکعت۔نماز توبہ دو رکعت، نماز قتل دو رکعت۔

نماز تہجد

نماز تہجد سنت ہے، نبی کریم ﷺ ہمیشہ اس کو پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کے پڑھنے کی بہت ترغیب دیتے تھے۔اس کے فضائل میں بہت احادیث میں وارد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد فرض نمازوں کے نماز شب (تہجد) کا مرتبہ ہے۔(مسلم)

بعض فقہاء نے اس نماز کو مستحب لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سنت ہے۔

حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بے نماز تہجد کے درجہ ولایت کو نہیں پہنچتا، اس میں شک نہیں کہ یہ نماز تمام صلحائے امت کا معمول ہے،صحابہؓ سے لے کر اس وقت

تک بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ اگلی امت والے بھی نماز کو پڑھتے تھے۔

نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے۔سنت یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے اس کے بعد اٹھ کر نماز تہجد پڑھے۔(شامی وغیرہ، علم الفقہ ص ۴۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔تہجد کا وقت صبح صادق سے پہلے پہلے رہتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۴ جلد ۴ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۰۵ جلد اول)

بہتر یہ ہے کہ نماز تہجد نصف شب کو پڑھے۔کم سے کم تہجد کی نماز دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت منقول ہے اور اکثر معمول نبی کریم ﷺ کا آٹھ رکعت پر تھا۔ایک سلام سے دو رکعتیں۔

بعض کتب فقہ میں اس نماز کی آٹھ رکعتیں انتہائی تعداد لکھی ہے، مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دس رکعت بھی حضور ﷺ نے پڑھی ہیں۔شرح سفر السعادت میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس کو بہت عمدہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

تہجد کی نماز اس نیت سے پڑھے: نویت ان اصلی رکعتی صلوٰۃ التہجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز تہجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پڑھوں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آدھی رات کو کبھی اس سے کچھ پہلے کبھی اس کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے تو اس دعاء کو جو بیداری کے وقت آپ کا معمول تھی، پڑھتے ہوئے دونوں ہاتھ منہ پر ملتے تا کہ نیند کا اثر جاتا رہے۔ودعاء یہ ہے:۔

((الحمدللّٰہ الذی احیانا بعدما اماتنا والیہ النشور))

ترجمہ:۔اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں بعد موت (خواب) کے زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف سب کا رجوع ہے۔اس کے علاوہ اور بھی مختلف دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔(سفر السعادت)

اس کے بعد مسواک فرماتے، مسواک میں مبالغہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔بعد مسواک کے وضو فرماتے۔بعض روایات میں ہے کہ مسواک اور وضو کرتے وقت بعض میں ہے کہ اس سے پہلے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور سورۂ آل عمران کی

آخری دس آیتیں جن کی ابتداء ان فی خلق السموٰت والارض سے ہے تلاوت فرماتے، اور بعض روایات میں ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا سے لا تخلف المیعاد تک پڑھتے، اس کے بعد نماز شروع کرتے، نماز پڑھنے میں آپ کی عادت مختلف تھی، کبھی چھ رکعت پڑھتے اور ہر رکعت کے بعد سو رہتے، سو کر اٹھنے کے بعد پھر اسی طرح مسواک اور وضو کرتے اور آیتوں کی تلاوت فرماتے، اکثر عادت آپ کی آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی، اسی واسطے فقہاء نے آٹھ رکعتیں اختیار کی ہیں، وتر کی نماز حضرت ﷺ تہجد کے بعد پڑھتے تھے، اور اگر فجر کا وقت آجاتا تو اس کے بعد فجر کی سنتیں بھی پڑھ لیتے پھر تھوڑی دیر لیٹ رہتے، اس کے بعد فجر کی نماز پڑھنے تشریف لے جاتے۔ (علم الفقہ ص ۴۴ جلد..... قرآن کریم المزمل ص ۲۹، بخاری ص ۵۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۵۳۱ جلد اول)

سوال:۔ جو نمازی تہجد گزار ہیں، وہ تہجد کے وقت وتر ادا کرتے ہیں۔ اگر وتر پہلے ہی عشاء کے وقت پڑھ لیں تو اس میں کچھ حرج تو نہیں؟ کیونکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وتر کے بعد صبح تک کوئی نماز نفل نہیں ہوتی ہے؟

جواب:۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ جو لوگ تہجد گزار ہیں وہ بھی وتر کو عشاء کے بعد پڑھ لیں۔ بلکہ یہ احوط ہے، پھر اگر اٹھیں تو تہجد پڑھ لیں۔ یہ بات غلط ہے کہ وتر کے بعد پھر نفلیں نہ پڑھی جائیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۵ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۴۴۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ تہجد کا وقت صبح صادق سے پہلے پہلے رہتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۰۴ جلد ۴)

مسئلہ:۔ تہجد اور تراویح آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت تہجد مع وتر سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، یعنی اکثر یہ عادت مبارکہ تھی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۳ جلد ۴)

مسئلہ:۔ آنحضرت ﷺ نے چونکہ اکثر آٹھ رکعت تہجد پڑھی ہیں، اور تین رکعت وتر، اس لئے فقہاء نے آٹھ رکعت تہجد پر مواظبت کو مستحب فرمایا ہے اور گنجائش نہ ہو تو دو یا چار رکعت بھی کافی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۰۴ جلد ۴ و شامی ص ۶۲۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ جو شخص پچھلی رات میں تہجد پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے

یا وتر کے بعد تہجد کی نیت سے پڑھ لے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۰۲ جلد ۴)

نیز تہجد کی نفلوں میں قرأت بلند آواز سے مستحب ہے۔

(بحوالہ رد المختار ص ۴۹۸ جلد اول فصل فی القرأت)

مسئلہ:۔ نماز تہجد کی قضاء نہیں ہے، لیکن دو پہر سے پہلے پڑھ لینا اچھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۱ جلد ۴ بحواہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۰ جلد اول)

یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مستقل بارہ مہینے تہجد پڑھتے ہیں، اگر کسی وجہ سے آنکھ نہیں کھل سکی تو وہ افسوس نہ کریں کہ تہجد کی نماز نہیں پڑھی، اگر دو پہر سے پہلے پہلے پڑھ لیں تو امید ہے کہ ثواب سے محروم نہیں رہیں گے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز تہجد پڑھ کر سونا نہ چاہیے ورنہ تہجد جاتا رہتا ہے، سو اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور بہت آدمی اسی وجہ سے تہجد سے محروم ہیں کہ صبح تک جاگنا مشکل ہے اور سونے کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تہجد کی نماز پڑھ کر سو رہنا درست ہے۔ (اغلاط العوام ص ۵۷) (ہاں اس کا خیال رہے کہ فجر کی نماز قضاء نہ ہو جائے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ:۔ صلوٰۃ الاوابین واشراق و چاشت سب میں صرف نفل نماز کی نیت کر لینا کافی ہے، کسی خاص نماز اور وقت کا نام لینا ضروری نہیں ہے۔ (اگر لے لے تو بہتر ہے)

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۰۹ جلد ۳)

شکرانے کی نماز کا طریقہ

مسئلہ:۔ جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی مصیبت زائل ہو تو بہتر ہے کہ شکریہ کے لئے دو رکعت نماز کم از کم ادا کرے اگر یہ نہ ہو تو سجدہ شکر بھی مستحب ہے، لیکن نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ممنوع ہے کیونکہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کریں گے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۵ جلد ۷)

مسئلہ:۔ شکرانے کی نماز کا نہ وقت مقرر ہے، نہ تعداد، البتہ مکروہ وقت نہیں ہونا چاہیے اور تعداد دو سے کم نہ ہونی چاہیے۔

مسئلہ:۔ نیز دلہن (بیوی) کے آنچل پر نماز شکرانہ پڑھنا محض رسم ہے۔ شکرانے کی نماز عام

معمول کے مطابق پڑھی جاسکتی ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۸۰ جلد ۳)
مسئلہ:۔نماز اوابین واشراق وچاشت سب میں صرف نفل نماز کی نیت کر لینا کافی ہے، کسی خاص نماز اور وقت کا نام لینا ضروری نہیں ہے۔ عوام کو لمبی لمبی نیت بتلا کر پریشان کرنا جہالت ہے، اور جون سی بھی سورت چاہے پڑھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۹ جلد ۴ بحوالہ کبیری ص ۲۲۵)

نماز چاشت

نماز چاشت مستحب ہے، اختیار ہے کہ چاہے چار رکعت پڑھے چاہے چار سے زیادہ۔ نبی کریم ﷺ سے چار رکعت بھی منقول ہیں۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ کبھی چار سے زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے، طبرانی کی ایک حدیث میں بارہ رکعت تک منقول ہیں۔ (مراقی الفلاح)
نماز چاشت کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے بعد زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ (مراقی الفلاح) نماز چاشت اس نیت سے پڑھی جائے: نویت ان اصلی اربع رکعات الصلوٰۃ الضحیٰ سنته النبی صلی الله علیه وسلم۔
ترجمہ:۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز چاشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پڑھوں۔
یہاں تک کہ جو نمازیں مذکور ہوئیں وہ تھیں جن کو نبی کریم ﷺ ہمیشہ التزام سے پڑھا کرتے تھے کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور باقی جو نمازیں آپ پڑھتے تھے ان کے لئے کوئی خاص سبب ہوتا تھا مثلاً تحیۃ المسجد، مسجد میں جانے کے لئے پڑھتے تھے۔ نماز خسوف وکسوف، چاند گرہن اور سورج گرہن کے سبب سے وعلیٰ ہذا القیاس۔
طالبِ ثواب اور پیرو سنت کو چاہیے کہ ان نمازوں کو بے کسی عذر قوی کے نہ چھوڑے۔ اگر خیال کیا جائے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ دن رات میں فرائض وغیرہ ملا کر صرف چھیالیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ سترہ رکعتیں فرض، تین وتر، بارہ رکعتیں مؤکدہ سنتیں جو پنج وقتی نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، آٹھ رکعت نماز تہجد، چار رکعت چاشت۔
مگر افسوس ہم لوگوں کی کم ہمتی اور سستی کے سامنے فرائض ہی ادا کرنا دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وانها لكبيرة الا على الخشعين الذين يظنون انهم

ملقوربھم۔ (ترجمہ) بے شک نماز کا پڑھنا بہت دشوار ہے مگران لوگوں کو جنھیں اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین ہے۔ پس اصل وجہ ہماری سستی اور کم ہمتی کی ہی ہے کہ ہمیں قیامت کے آنے اور ثواب وعذاب کے ملنے کا پورا یقین نہیں ہے۔ اعوذباالله من جميع ماكره الله۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو ہر شب وروز اتنے مرتبہ کریم کا دروازہ طلب اور ادب کے ہاتھوں سے کھولنا چاہے، بے شک اس پر سعادت ورحمت کا دروازہ بہت جلد کھل جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۴۵ جلد ۲ وکتاب الفقہ ص ۵۲۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز اشراق کی پوری فضیلت اور مکمل ثواب کا مستحق وہ شخص ہے جو نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرے۔ یا بوجہ معذوری گھر میں پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر مکروہ وقت نکل جانے کے بعد دو رکعت یا چار رکعت ادا کرے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷ جلد ۳)

تحیۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لئے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔ (درمختار وغیرہ)

اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے، جو درحقیقت خدا ہی کی تعظیم ہے اس لئے کہ مکان کی تعظیم صاحب مکان کے خیال سے ہوا کرتی ہے، پس غیر خدا کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔ (درمختار، بحرالرائق، شامی وغیرہ)

اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے:۔ سبحان الله والحمدلله ولا اله الاالله۔ اور بعد اس کے کوئی درود شریف پڑھ لے۔ (درمختار، مراقی الفلاح)

اس نماز کی نیت یہ ہے:۔ نويت ان اصلي ركعتين تحية المسجد میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھوں۔

دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں، اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی

مل جائے گا، اگر چہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔ (درمختار، مراقی الفلاح، شامی وغیرہ)

اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے۔ اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔ (درمختار وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے، نہ بیٹھے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں۔ (درمختار، شامی، علم الفقہ ص ۴۵ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۵۲۷ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۶ جلد ۴، رد المختار ص ۶۳۵ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۶ جلد اول)

سنت وضوء

بعد وضو کے جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز مستحب ہے۔ (درمختار)

اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لی جائیں، تب بھی کافی ہے، ثواب مل جائے گا۔ (مراقی الفلاح، علم الفقہ ص ۴۵ جلد ۲)

مسئلہ: عورتیں بھی تحیۃ الوضوء پڑھ سکتی ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۸۱ جلد ۳)

مسئلہ: مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے، اولاً بیٹھ جانا مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف سنت ہے، ہاں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھے تو حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۹ جلد اول)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز خالص دل سے پڑھ لیا کرے، اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی، صبح کو ان سے دریافت فرمایا کہ تم کون سا ایسا نیک عمل کرتے ہو کہ کل میں نے تمہارے چلنے کی آواز جنت میں اپنے آگے سنی۔ حضرت بلال ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

غسل کے بعد یہ دو رکعتیں مستحب ہیں اس لئے کہ ہر غسل کے ساتھ وضو بھی ضرور

ہو جاتا ہے۔ (ردالمختار، علم الفقہ ص ۴۶ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۵۴۰ جلد......)

نماز سفر

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ (درمختار وغیرہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جائے۔ (طبرانی)

نبی کریم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح مسلم)

مسافر کو یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو قبل بیٹھنے کے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (شامی وغیرہ، علم الفقہ ص ۴۶، کتاب الفقہ ص ۵۴۰ جلد اول، مسائل سفر میں دیکھیے مرتب احقر)

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہو یا اس میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے مثلاً کسی کو سفر حج درپیش ہو تو اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ حج عبادت ہے اور عبادت کے کرنے نہ کرنے میں تردد کیسا، ہاں اس میں تردد ہوسکتا ہے کہ سفر حج آج کیا جائے یا کل تو ایسی حالت میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھی جائے اس کے بعد جس طرف طبیعت کو رغبت ہو وہ کام کیا جائے۔ (درمختار، مراقی الفلاح)

بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ تک نماز استخارہ کی تکرار کے بعد کام کیا جائے۔ (شامی، مراقی الفلاح)

نبی کریم ﷺ صحابہ کو نماز استخارہ کی اس قدر اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ)

نمازِ استخارہ اس نیت سے شروع کی جائے:۔نویت ان اصلی رکعتی صلوٰۃ الاستخارۃ (میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھوں پھر بدستور معمول دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعاء پڑھی جائے) اللھم انی استخیرک بعلمک استقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب. اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ۔

اور لفظ امر کی جگہ اپنی حاجت ذکر کرے، مثلاً سفر کے لئے استخارہ کرنا ہو تو ھذا السفر کہے اور نکاح کے لئے استخارہ کرنا ہو تو ھذا النکاح کہے، کسی چیز کی خرید وفروخت کے لئے کرنا ہو تو ھذا البیع کہے۔ وعلی ہذا القیاس۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ بعد اس دعاء کے پڑھنے کے باوضو قبلہ رو ہو کر سو جائے، اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ کام اچھا ہے، کرنا چاہیے، اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے نہ کرنا چاہیے۔ (شامی)

اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض ونفاس کے سبب سے تو صرف دعاء پڑھ کر کام شروع کرے۔ (طحطاوی وغیرہ)

مستحب یہ ہے کہ دعاء سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور درود شریف بھی پڑھ لیا جائے۔ (علم الفقہ ص ۴۷، حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹ بخاری ص ۱۵۵، ترمذی ص ۹۰، کتاب الفقہ ص ۵۳۱ جلد اول)

اگر ایک دن میں معلوم نہ ہو سکے تو تین دن یا سات دن تک یہ عمل کرے، انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

نماز حاجت

جب کسی کو کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئے خواہ وہ حاجت بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بواسطہ یعنی کسی بندے سے اس حاجت کا پورا ہونا مقصود ہو، مثلاً کسی نوکری کی خواہش ہو

یا کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر درود شریف پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے اس دعاء کو پڑھے۔ لاالٰہ الااللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ ربّ العرش العظیم الحمدللّٰہ ربّ العالمین اسألک موجبات رَحمَتک وعَزائم مغفرتک والغنیمة من کل برٍّوالسّلامة من کل اثم لاتدع لی ذنبًا الاغفرته ولاهمًّا الا فرّجته ولاحاجةً هی لک رضی الاقضیتها یا ارحم الرّاحمین ۔ اس دعاء کے بعد جو حالت اس کو درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے، یہ نماز حاجت روائی کے مجرب ہے، بعض بزرگوں نے اپنی ضرورتوں میں اسی طریقہ سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت بیان کی ان کا کام پورا ہو گیا۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ میرے لئے دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو بہت ثواب ہوگا، اگر کہو تو میں دعاء کروں، انہوں نے خواہش کی کہ آپ دعاء فرمائیے، اس وقت آپ نے ان کو یہ نماز تعلیم فرمائی۔

(علم الفقہ ص ۳۸ جلد ۲، کتاب الفقہ ص ۵۳۲ جلد اول)

صلوٰۃ الاوابین

نماز اوابین مستحب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں۔ نماز اوابین چھ رکعت پڑھنی چاہیے، تین سلام سے نماز مغرب کے بعد۔

(مراقی الفلاح، علم الفقہ ص ۴۸ جلد ۲، ترمذی ص ۸۹، ابن ماجہ ص ۹۸)

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح مستحب ہے، ثواب اس کا احادیث میں بے شمار ہے۔ یہ نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ اے چچا اس کے پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگلے پچھلے، نئے پرانے، اگر تم سے ہو سکے تو ہر روز اس کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، ورنہ ہفتے میں ایک بار، ورنہ مہینہ میں ایک دفعہ اور یہ بھی

نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار۔ (ترمذی)

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔ (شامی)

حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس نماز کے لئے کوئی خاص سورت بھی تم کو یاد ہے انہوں نے کہا کہ ہاں الھاکم التکاثر. والعصر، قل یا ایھا الکافرون. قل ھو اللہ احد۔

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، بہتر ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں۔ اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح کہنا چاہیے، پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔

نماز صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے نیت کرے۔ نویت ان اصلي اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح ۔ ترجمہ۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں، تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کر پندرہ مرتبہ کہے سبحان اللہ والحمدللہ ولاالہ الااللہ واللہ اکبر پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد اور سورت پڑھے۔ اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح رکوع میں پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ ربنالک الحمد کے درمیان دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدے میں جائے اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس دفعہ اسی تسبیح کو پڑھے۔ اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ سبحانک اللھم کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ بعد الحمد اور سورت کے پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور بعد التحیات کے دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی، اور چوتھی رکعت میں بعد درود شریف کے

دس مرتبہ اور باقی تسبیحیں بدستور پڑھے۔ یہ دونوں طریقے ترمذی شریف میں مذکور ہیں، اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے تا کہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

اس کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی حالت قیام میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ اس لئے اس کی تسبیحوں کے گننے کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا، لہذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گننے کے لئے کوئی علامت مقرر کردے۔ مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دباوے، پھر دوسری کو اسی طرح تیسری چوتھی پانچویں کو جب پانچواں عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دباوے، اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے۔ اور اگر پندرہ مرتبہ کہنا ہو تو ایک ہاتھ کی انگلیاں ڈھیلی کر کے پھر دباوے، پندرہ عدد پورے ہو جائیں گے، انگلیوں کے پوروں پر نہ گننا چاہیے۔ (شامی)

اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ (شامی)

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو دوسرے مقام میں ادا کرلے جو پہلے مقام سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دوگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے۔ پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومے میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (شامی، علم الفقہ ص ۵۰ جلد ۲، ابن ماجہ ص ۹۹، ترمذی ص ۹۵، تفصیل کے لئے دیکھئے مسائل شب برات وشب قدر)

نماز توبہ

جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ کے معاف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے۔ (طحطاوی، شامی وغیرہ۔)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور اس کے بعد فوراً طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے، اللہ تعالیٰ جل وشانہ اس کے گناہ بخش دے گا۔ پھر آپ ؐ نے بطور سند کے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ **والذین اذافعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم ...... الایۃ**۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہوجائے پھر اللہ کا ذکر کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے چونکہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عمدہ ذکر ہے، اس لئے یہ نماز اس آیت سے سمجھی جاتی ہے۔

نماز قتل

جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے تاکہ یہی نماز واستغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔ (طحطاوی، مراقی الفلاح وغیرہ)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے کہیں بھیجا تھا، اثنائے راہ میں کفار مکہ نے انہیں گرفتار کیا، سوا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اور سب کو وہیں قتل کر دیا، حضرت خبیب ؓ کو مکہ میں لے جا کر بڑی دھوم دھام اور بڑے اہتمام سے شہید کیا۔ جب یہ شہید ہونے لگے تو انہوں نے ان لوگوں سے اجازت لیکر دو رکعت نماز پڑھی، اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔

(مشکوۃ، علم الفقہ ص ۵۱ جلد ۲، بخاری شریف ص ۴۲۸ جلد اول وطحطاوی ص ۲۹۱)

نماز تراویح

نماز تراویح رمضان المبارک میں سنت مؤکدہ ہے، مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی۔ (درمختار)

جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے، اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند دیکھا جائے چھوڑ دی جائے۔

نماز تراویح روزہ کی تابع نہیں ہے، جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے، اگر نہ پڑھیں گے تو ترک سنت کا گناہ ان پر ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

مسافر اور وہ مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو، اور اسی طرح حیض ونفاس والی عورتیں اگر تراویح کے وقت طاہر ہو جائیں اور اسی طرح وہ کافر جو اسلام لائے ان سب کو تراویح پڑھنا سنت ہے، اگر ان لوگوں نے روزہ نہیں رکھا۔ (مراقی الفلاح)

نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشاء کے شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز تک رہتا ہے، نماز عشاء سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور بعد پڑھ چکنے کے معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کچھ سہو ہو گیا، جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشاء کی نماز کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے۔ (درمختار وغیرہ)

وتر کا بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔ (درمختار وغیرہ)

نماز تراویح کا بعد تہائی رات کے نصف شب سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور نصف شب کے بعد خلاف اولیٰ ہے۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)

نماز تراویح کی بیس رکعات باجماع صحابہؓ ثابت ہیں، ہر دو رکعت ایک سلام سے بیس رکعتیں دس سلام سے۔ (درمختار، بحرالرائق وغیرہ)

نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے، ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے کہ چاہے نوافل پڑھے

چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے۔ چاہے چپ بیٹھا رہے، مکہ معظمہ میں لوگ بجائے بیٹھنے کے طواف کیا کرتے ہیں، مدینہ منورہ میں چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں، بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح پڑھے۔ **سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح لااله الاالله نستغفر الله ونسئلک الجنة ونعوذبک من النار.** (شامی)

اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لئے کہ تراویح عشاء کی تابع ہیں، ہاں جو لوگ جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہیں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھ لینا درست ہو جائے گا۔ جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے اس لئے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا، جن کی جماعت درست ہے۔ (درمختار، شامی وغیرہ)

اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو گئی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھ کے پھر تراویح میں شریک ہو اور اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے پڑھے۔ (درمختار)

مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہ کرنا چاہیے، ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو ناگوار ہو گا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گزرے اسی قدر پڑھا جائے باقی الم ترکیف سے اخیر تک کی دس سورتیں پڑھ دی جائیں ہر رکعت میں ایک سورت پھر جس دس رکعتیں ہو جائیں تو انہیں سورتوں کو دوبارہ پڑھ دے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

(درمختار، مراقی الفلاح، بحرالرائق، شامی وغیرہ)

ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاوقتیکہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔

ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین

ہوں کہ ان کو گراں نہ گزرے، اگر گراں گزرے اور نا گوار ہو تو مکروہ ہے۔

تراویح میں کسی سورت کے شروع پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہیے اس لئے کہ بسم اللہ الخ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگر چہ کسی سورت کا جزو نہیں ہے، پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

تراویح کا رمضان کے پورے مہینہ میں پڑھنا سنت ہے اگر چہ قرآن مجید قبل مہینہ تمام ہونے کے ختم ہو جائے، مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو باقی زمانے میں بھی تراویح کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قل ہو اللہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل دستور ہے مکروہ ہے۔ نماز تراویح اس نیت سے پڑھے: نویت ان اصلی رکعتی صلوٰۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ۔

(ترجمہ) میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تراویح پڑھوں جو نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہؓ کی سنت ہے۔

نماز تراویح پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اور نمازوں میں بیان ہو چکا۔ نماز تراویح کی فضیلت اور اس کا ثواب محتاج بیان نہیں، رمضان المبارک کی راتوں میں جو عبادت کی جائے اس کا ثواب احادیث میں بہت وارد ہے۔ ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر عبادت کرے، اس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (علم الفقہ ص ۵۴ جلد ۲ کتاب الفقہ ص ۵۴۴ جلد اول، تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ کتاب مکمل ومدلل مسائل تراویح)

نماز احرام

جو شخص حج کرنا چاہے اس کے حج کا احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح۔ طحطاوی وغیرہ)

اس نماز کی نیت یوں کی جائے: نویت ان اصلی رکعتی الاحرام سنۃ النبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔(ترجمہ) میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز احرام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پڑھوں۔

نماز کسوف وخسوف

کسوف سورج گرہن اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں، اس کی قرأت آہستہ ہونی چاہیے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۲۶)

کسوف کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسوف اور خسوف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔اس سے مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے، پس جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔

نماز کسوف وخسوف پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور نوافل کا ہے۔نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے۔بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکم وقت یا اس کا نائب امامت کرے۔

(مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کسوف میں وہ سب شرطیں معتبر ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں سوا خطبہ کے۔(طحطاوی، مراقی الفلاح) نماز کسوف کے لئے اذان یا اقامت نہیں بلکہ اگر لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو پکار دیا جائے۔(مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورۂ بقرہ وغیرہ کا پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے۔اور قرأت آہستہ پڑھے۔

(بہشتی زیور ص ۳۷ جلد ۲ بحوالہ شرح التنویر ص ۱۱۷ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۶ جلد اول)

نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دعاء میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں، جب تک گرہن موقوف نہ ہو جائے، دعاء میں مصروف رہنا چاہیے ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو البتہ دعاء کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

خسوف کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے، مگر اس میں جماعت مسنون نہیں، اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آجائے تو نماز پڑھنا مسنون ہے، مثلاً سخت آندھی

چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے، یا پانی بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضے وغیرہ کے پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے ہر شخص اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

جس قدر نمازیں یہاں بیان ہو چکیں، ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جائے باعث ثواب وترقی درجات ہے، خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی اکرم ﷺ نے فرمائی ہے مثل رمضان کے اخیر عشرے کی راتوں اور شعبان کی پندرہویں تاریخ کے ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہوا ہے، ہم نے احادیث کے خیال سے ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔

استسقاء کے سلسلہ میں سب بڑی چیز توبہ، استغفار، عجز و نیاز اور بارگاہ خداوندی میں بندوں کی گریہ وزاری ہے، جو نماز کے علاوہ اور صورتوں سے بھی ہو سکتی ہے، لیکن اگر نماز پڑھنا ہی طے ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ بستی یا شہر کے تمام چھوٹے بڑے مسلمان شہر سے باہر عیدگاہ یا کسی وسیع میدان میں جمع ہوں، پورے اخلاص اور دل کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے رہیں، جب اجتماع ہو جائے تو جماعت سے دو رکعت نماز پڑھی جائے، امام صاحب قرأت جہر سے کریں، سلام پھیرنے کے بعد یہ خطبہ پڑھا جائے، اس کے بعد دوسرا خطبہ وہی پڑھا جائے جو جمعہ کے اولیٰ کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ بھی کریں، پھر دعاء مانگیں۔ قلب رداء صرف امام صاحب کریں، مقتدی قلب رداء نہ کریں۔ یعنی مقتدی حضرات چادر کو نہ پلٹیں۔ (ابوداؤد، زادالمعاد و حصن حصین)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاء کی جو دعائیں منقول ہیں منجملہ ان کے ایک دعاء یہ ہے۔ **اللھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریئاً مریعاً نافعاً غیر ضار عاجلاً غیر آجل اللھم انت اللہ لا الٰہ الا انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث واجعل ما انزلت لنا قوۃً وبلاغاً الیٰ حین.**

استسقاء کی دعاء کا عربی زبان میں یا خاص انہیں الفاظ سے ہونا کچھ ضروری نہیں۔

(علم الفقہ ص ۵۷ جلد ۲، ہدایہ ص ۱۲۱ جلد اول، کبیری ص ۴۲۷ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۹ جلد ۵، مشکوٰۃ ص ۱۳۲ جلد اول، تفصیل دیکھئے خطبات ماثورہ)

خوف کی نماز

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور ہو یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں، ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کرلیں اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں، اس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضاء پڑھ لیں۔

اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں، اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنی چاہیے۔ اس قاعدے سے نماز پڑھیں۔ تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں، ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ نماز شروع کر دے، اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو، جیسے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء بشرطیکہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں اور قصر نہ کریں تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگے ورنہ ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے جیسے فجر، جمعہ، عیدین کی نماز یا ظہر، عصر، عشاء کی نماز کی قصر کی حالت میں، اور دوسرا حصہ وہاں آکر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے، امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے، پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو تنہا سلام پھیر دے۔ اور یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی بقیہ نماز بے قرأت کے تمام کرلیں، اس لئے کہ وہ لوگ لاحق ہیں، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قرأت کے ساتھ تمام کرے اس لئے کہ وہ لوگ مسبوق ہیں۔ حالت نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز کرنے کے لئے آتے وقت پا پیادہ چلنا چاہیے، اگر سوار ہو کر چلیں گے

تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر کی اسی قدر اجازت دی گئی ہے جس کی ضرورت ہو، اگر امام تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے حصے کے ساتھ ایک رکعت دوسرے کے ساتھ دو یا تین رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (شامی)

دوسرے حصے کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آکر اپنی نماز تمام کرنا اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آکر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں تمام کر لے، تب دشمن کے مقابلہ میں جائے جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئیں۔ (درمختار، شامی وغیرہ)

یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت کے لئے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں مثلاً کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے، پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے قاعدہ سے نماز پڑھی، بعد اس کے یہ خیال غلط نکلا، تو ان کو اس نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے، اس لئے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے وقت خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ شروع کی گئی ہے، بے ضرورت شدید اس قدر عمل کثیر مفسد نماز ہے۔

اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لئے اس قدر عمل کثیر معاف نہ ہوگا۔

نماز خلاف جہت قبلے کی طرف شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں ہی دشمن بھاگ جائے تو ان کو چاہیے کہ فوراً قبلے کی طرف پھیر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اگر اطمینان سے قبلے کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا چاہیے، اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

اگر کوئی شخص دریا میں تیر رہا ہو، اور نماز کا وقت اخیر ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ پیر کو جنبش نہ دے اور اشارہ سے نماز پڑھ لے۔

مسئلہ:۔ نماز جمعہ اس نیت سے پڑھی جائے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھو، بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں، اگر چہ ایک مقام کی متعدد مساجد میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعے کی نماز قائم کرنی چاہیے یعنی دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے اتر جائے گی۔ (بحر الرائق، در مختار، علم الفقہ ص ۱۵۳ جلد ۲)

مسئلہ:۔ شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ۔ یہ دونوں اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں۔ ان دونوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے جمعے کی نماز کے صحت و وجوب کے جو شرائط ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوا خطبے کے، جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور عیدین کی نماز میں شرط نہیں ہے۔ جمعہ کا خطبہ فرض ہے، عیدین کا خطبہ سنت، مگر عیدین کے خطبہ کا سننا بھی مثل جمعے کے واجب ہے، جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے، اور عیدین کا نماز کے بعد مسنون ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۵۴ جلد ۲، تفصیل کے لئے دیکھئے "مسائل نماز جمعہ" اور "مسائل عیدین و قربانی")

نماز عشق

مسئلہ:۔ نماز عشق بعض حضرات جو کہ اس طرح پڑھتے ہیں کہ قیام میں بیس دفعہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد دس دس دفعہ قومہ، سجدہ اور جلسہ میں پڑھتے ہیں، اس کی شریعت میں کچھ اصل نہیں ہے اور طریقت میں بھی وہی عبادت معتبر ہے جو شریعت سے ثابت ہو اور شرعاً جائز ہو۔ یہ خلاف طریق سنت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۳ جلد ۴)

سجدۂ سہو کا بیان

نماز کے سنن و مستحبات اگر ترک ہو جائیں (یعنی چھوٹ جائیں تو اس سے نماز میں

کوئی خرابی نہیں آتی) یعنی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور نماز کے فرائض میں سے کوئی چیز اگر سہواً یا عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کا کوئی بھی تدراک نہیں جس کی وجہ سے نماز کا لوٹا ضروری ہوتا ہے۔ نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی چیز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کا بھی تدراک نہیں ہوسکتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر نماز کے واجبات میں سے کوئی چیز عمداً نہیں بلکہ سہواً چھوٹ جائے تو اس کا تدراک ہوسکتا ہے، اور وہ تدراک یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں پوری التحیات پڑھنے کے بعد داہنی طرف ایک مرتبہ سلام پھیر کر دو سجدے کر لیے جائیں، اور سجدہ کے بعد پھر قعدہ کیا جائے اور التحیات اور درود شریف اور دعاء حسب معمول پڑھ کر پھر سلام پھیرا جائے، ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہا جاتا ہے۔

اتنی بات سمجھ لیجئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال میں جو شرعی چیزوں کی خبر دینے اور دینی احکام کے بیان سے متعلق ہیں نہ کبھی سہو ہوا ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔ ہاں آپؐ کے افعال میں سہو ہوتا تھا، وہ بھی اس حکمت و مصلحت کے پیش نظر تا کہ امت کے لوگ اس طرح سہو کے مسائل سیکھ لیں۔ (مظاہر حق ص ۲۱ جلد ۲)

سجدۂ سہو کے اصول

مسئلہ:۔ سجدۂ سہو حسب ذیل وجہوں سے واجب ہوتا ہے۔

۱۔ نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کر دے (چھوڑ دے)۔

۲۔ کسی واجب کو اس کے محل سے مؤخر کر دے۔

۳۔ کسی واجب کی تاخیر ایک رکن کی مقدار کر دے۔

۴۔ کسی واجب کو دو مرتبہ ادا کر لے۔

۵۔ کسی واجب کو متغیر کر دے، جیسے جہری (بلند آواز والی) نماز میں آہستہ اور آہستہ والی نماز میں بلند آواز سے قرأت کر دے۔

۶۔ نماز کے فرائض میں سے کسی فرض کو اس کے محل سے مؤخر کر دے۔

۷۔ کسی فرض کو اس کے محل (جگہ) سے مقدم کر دے۔

۸۔ کسی فرض کو مکرر (یعنی دو مرتبہ بھولے) سے ادا کر لے۔

(مسائل سجدہ سہو ص ۱۲ و در مختار ص ۶۷۸ جلد اول)

مسئلہ:۔سہو (بھول) کی وجہ سے اگر نماز میں کوئی ایسی خرابی ہوگئی ہے، مثلاً کسی رکن کو مقدم یا مؤخر کردیا یا رکوع قرأت سے پہلے کردیا، یا سجدہ رکوع سے پہلے کردیا، یا ایک رکن کو مکرر کردیا تو دو سجدے سہو کے واجب ہوں گے۔ (شرح نقایہ ص ۱۱۱ جلد اول، کبیری ص ۴۵۵، نماز مسنون ص ۵۱۳)

مسئلہ:۔دراصل سجدۂ سہو ترک واجب سے ہی لازم ہوتا ہے مگر چونکہ تاخیر واجب میں بھی ترک واجب لازم آتا ہے، اس لئے تاخیر واجب سے بھی سہو لازم آتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۵ جلد ۴)

مسئلہ:۔نماز کے سنن اور مستحبات کے ترک سے نماز میں کچھ خرابی نہیں آتی یعنی نماز صحیح ہو جاتی ہے، ہاں جن سنن کے چھوڑ دینے سے نماز میں کراہت تحریمہ آجاتی ہے ان کے ترک سے البتہ نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے۔ اس لئے کہ جو نماز کراہت کے ساتھ ادا کی جائے اس کا لوٹانا واجب ہے۔ (شامی)

مسئلہ:۔سجدۂ سہو کر لینے سے وہ خرابی جو واجب کے چھوٹ جانے سے پیش آئی تھی وہ دور ہو جاتی ہے خواہ جس قدر بھی واجب چھوٹ گئے ہوں دو سجدے سہو کے کافی ہیں یہاں تک کہ اگر کسی سے نماز کے تمام واجبات چھوٹ گئے ہوں، اس کو بھی دو ہی سجدے کرنے چاہئیں، دو سے زیادہ سجدۂ سہو مشروع نہیں ہے۔

مسئلہ:۔سجدۂ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنا بھی واجب ہے۔

(علم الفقہ ص ۱۱۷ جلد ۲، در مختار ص ۶۸۱ جلد اول)

سجدۂ سہو کا طریقہ

مسئلہ:۔سجدۂ سہو کسی نقصان کی وجہ سے ہو یا کسی زیادتی کی وجہ سے اس کے ادا کرنے کا طریقہ احنافؒ کے نزدیک یہ ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد (التحیات) پڑھنے کے بعد پہلے داہنی طرف (ایک ہی) سلام پھیرے اس کے بعد دو سجدے کرے، پھر تشہد (التحیات) درود شریف اور دعاء بدستور پڑھ کر نماز سے نکلنے کیلئے (دونوں طرف) سلام پھیرے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۶۷، ہدایہ ص ۱۰۴ جلد اول، کبیری ص ۴۷۱، شرح نقایہ ص ۱۱۰ جلد اول)

مسئلہ:۔افضل یہ ہی ہے کہ داہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد یہ سجدے کیے جائیں، اگر بغیر

سلام پھیرے یا سامنے ہی سلام کہہ کر سجدے کر لیے جائیں تب بھی جائز ہے۔

(علم الفقہ ص ۱۱۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔ سجدۂ سہو کرنا تھا، لیکن دونوں طرف سلام پھیر دیا، تب بھی کچھ حرج نہیں پھر بھی سجدۂ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد کر لے۔ (اگر بولا نہ ہو۔)

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۶ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۵۷۵ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۶ جلد ۷)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا، اس کے بعد سجدۂ سہو کیا تو اس پر (مزید) سجدۂ سہو اس غلطی کی وجہ سے واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ سجدۂ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں، اگر سجدۂ سہو میں بجائے دو سجدوں کے ایک سجدہ کیا تو یہ کافی نہیں ہے۔ لہٰذا نماز قابل اعادہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶ جلد ۳ بحوالہ ہدایہ ص ۱۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر امام نے سجدۂ سہو کیا اس کے بعد کسی شخص نے آکر جماعت میں شرکت کی تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسی نیت اور اسی تحریمہ سے اپنی نماز پوری کر لے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۳ جلد ۲، طحطاوی ص ۲۵۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ مسبوق (جس کی رکعت رہ گئی ہو) سجدۂ سہو میں تو امام کی مطابعت کرے گا مگر اس کے ساتھ سلام نہیں پھیرے گا، اگر مقتدی نے یہ بات یاد ہوتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر بھولے سے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۹ جلد ۳، کبیری ص ۴۶۵، فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳ جلد ۵ بحوالہ بدائع الصنائع ص ۱۷۶ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۰ جلد ۱۰)

مسئلہ:۔ جب امام دوسری طرف کا سلام شروع کرے تو مسبوق (جس کی رکعت رہ گئی ہو) کھڑا ہو جائے۔ ایک طرف سلام پھیرنے پر کھڑا نہ ہو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ امام کے ذمہ سجدۂ سہو ہو۔ (آپ کے مسائل ص ۲۹۳ جلد ۳ و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۰ جلد ۱۰ اور ردالمختار ص ۵۵۹ جلد اول و فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۴ جلد ۴)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سجدۂ سہو میں امام کے ساتھ لوٹنا پڑ جائے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے بجائے داہنی جانب کے، بائیں جانب سلام پھیر دیا تو فقط داہنی طرف سلام پھیر لے، بائیں جانب سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے، نماز صحیح ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۷ جلد اول، جوہرہ نیرہ ص ۵۵)

(دوبارہ بائیں جانب سلام پھیرنا اس پر لازم نہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

امام کو غلطی بتانے کا حکم

مسئلہ:۔ اگر امام نماز میں کوئی آیت بھول جائے، مثلاً پڑھتے پڑھتے اٹک گیا یا پس و پیش میں پڑ گیا تو مقتدی کے لئے جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے جائز ہے کہ بتادے، لیکن صرف غلطی بتانا مقصود ہو، اپنی قرأت مقصود نہ ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

واضح ہو کہ مقتدی کے لئے امام کو لقمہ دینے (غلطی بتانے) میں پیش دستی مکروہ ہے، یعنی جلدی نہیں کرنی چاہیے، اور اسی طرح امام کے لئے بھی مکروہ ہے کہ مقتدی کی رہنمائی کا متوقع ہو، اسے چاہیے کہ کسی اور سورت میں سے ضروری قرأت پڑھ لے، یا کوئی اور سورت پڑھ لے، یا پھر رکوع میں چلا جائے، بشرطیکہ مقدار فرض یا واجب قرأت پوری ہو چکی ہو۔

مقتدی کا امام کے سوا کسی اور کو غلطی بتانا، مثلاً اپنے جیسے کسی دوسرے مقتدی کو یا کسی اور امام کو جو اس کا امام نہیں ہے، یا تنہا نماز پڑھنے والے کو یا کسی شخص کو جو نماز میں نہیں ہے، جائز نہیں ہے، اس سے نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر تلاوت کے ارادہ سے نہ کہ بتانے کی غرض سے کچھ پڑھا تو نماز باطل نہ ہوگی، تاہم ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح کوئی نمازی دوسرے کے بتانے پر عمل کرے تو نماز جاتی رہے گی ہاں اگر امام اپنے مقتدی کا لقمہ (غلطی) لے سکتا ہے، اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ پس امام یا منفرد (تنہا پڑھنے والا) کوئی آیت بھول جائے اور کوئی دوسرا (جو نماز میں شامل نہ ہو نماز کے باہر سے) بتادے اور اس کے بتائے ہوئے پر عمل کرے تو نماز باطل ہو جائے گی، ہاں اگر خود ہی اس کو بھولی ہوئی آیت وغیرہ یاد آجائے تو اس پر عمل کرنے سے نماز باطل نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر امام لقمہ (غلطی) نہ لے تو لقمہ دینے والے اور امام کی نماز فاسد نہ ہوگی نماز صحیح

ہوگی، سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں ہے، اگر غلطی سے سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز صحیح ہوگی۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۵۸ جلد۴)

مسئلہ:۔ واضح ہو کہ جس طرح قرأت میں کسی دوسرے کے بتائے پر عمل کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے اسی طرح کسی اور کی (جو نماز میں شامل نہیں ہے) بتائی ہوئی کسی بات پر عمل کرنے سے بھی نماز جاتی رہتی ہے، مثلاً صف میں کوئی جگہ خالی ہے اور کسی نے (باہر سے) نمازی سے کہا کہ اس جگہ کو پر کرلو، اور نمازی نے اس کا کہنا مان لیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر ایسی صورت ہو تو چاہیے کہ قدرے توقف کرے اور پھر بخوشی خود یعنی کسی کے کہنے کی بناء پر نہیں بلکہ خود وہ کام کرلے۔ (کتاب الفقہ ص۴۸۱ جلد اول، ہدایہ ص۹۷ جلد اول، شرح نقایہ ص۹۲ جلد اول، کبیری ص۴۴۰، فتاویٰ دارالعلوم ص۳۳ جلد۴)

مسئلہ:۔ اگر امام بقدر تین آیت بعد سورۂ فاتحہ کے پڑھ چکا ہے تو لقمہ دینے (بتانے) کا انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ فوراً رکوع کرنا چاہیے، اور اگر تین آیت سے پہلے بھول گیا تو بہتر یہ ہے کہ کسی دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کرے، اگر ایسا نہ کیا، دوسری جگہ سے پڑھنا شروع نہیں کیا تو جب مقتدی پر ثابت ہو جائے کہ امام کو آگے یاد نہیں آرہا تو لقمہ دیدے، بغیر مہلت کے لقمہ دینا مکروہ ہے، نماز بہر حال صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۰۶ جلد۴، بحوالہ شامی ص۶۵۰ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص۱۵۵ جلد اول، فتاویٰ عالمگیری ص۹۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز میں اگر امام کو حدث (وضو ٹوٹ جائے) ہو جائے تو خلیفہ بنانا درست ہے، ضروری نہیں ہے، اگر عوام مسائل سے ناواقف ہیں تو ایسی حالت میں استیناف (نماز کا توڑنا) افضل ہے۔ پس پہلے نماز کو قطع کردے اور کوئی عمل منافی کرلے، پھر وضو کے بعد از سر نو نماز شروع کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۴۰۱ جلد۳ ورد المحتار ص۵۶۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر امام سجدہ کی حالت میں فوت ہو جائے تو وہ نماز فاسد ہوگئی پھر کسی کو امام بنا کر از سر نو نماز پڑھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۷۰ جلد۴ ورد المحتار ص۵۵۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر امام نے ناپاکی کی حالت میں یا بغیر وضو نماز پڑھا دی تو امام کو چاہیے کہ حتی الوسع جو جو مقتدیوں میں سے یاد آجائیں ان کو اطلاع کردے کہ فلاں وقت کی نماز کا اعادہ کرلیں،

چونکہ وہ نماز نہیں ہوئی تھی اور جو یاد نہ آئیں ان کی نماز ہوگئی۔ اس کو اطلاع نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے، اگر کبھی یاد آجائیں تو ان کو بھی اطلاع کردی جائے، اور خود امام کو بھی اس نماز کا اعادہ کرنا چاہیے اور اس گناہ سے توبہ واستغفار کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۷۷ جلد ۳ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶۴ جلد ۴ وشامی ص ۵۵۳ جلد اول ودرمختار ص ۵۲۵ جلد اول)

نماز میں قرأت کی غلطی کا قاعدہ کلیہ

مسئلہ:۔ نماز کی قرأت میں غلطی واقع ہونے کا سلسلہ میں فقہاء نے یہ قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ وہ غلطی جس سے معنیٰ میں ایسا زبردست تغیر ہوگیا ہو کہ اس کے اعتقاد سے کفر لازم آتا ہو تو نماز ہر جگہ فاسد ہوجائے گی، خواہ تین آیت کے پہلے ایسی غلطی ہوئی ہو یا تین آیت کے بعد اور وہ غلطی جس سے حرف کی ہیئت میں فرق آگیا ہو، مثلاً زیر، زبر پیش بدل جائے یا تشدد، تخفیف یا مدوقصر میں فرق ہوجائے تو نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ اگر بہت تغیر ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

اسی طرح کسی حرف میں تغیر ہوجائے جس کے سبب مراد سے بہت دور معنیٰ بن جائیں، جب بھی نماز فاسد ہوجائے گی ورنہ نہیں، خواہ تغیر ایک حرف میں ہو یا زیادہ میں۔ اسی طرح ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا اور معنیٰ بدل گیا، پس اگر ان دونوں حرفوں میں کسی مشقت کے بغیر فرق کرسکتا تھا، مگر نہیں کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر ان دونوں حرفوں میں فرق کرنا دشوار رہا جیسے سین اور صاد میں اور ظاء اور ضاد میں اور طاء اور تاء میں پس اگر کسی نے قصداً ایسا پڑھا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور اگر بلا قصد اس طرح زبان سے نکل گیا یا ایسا ناواقف اور جاہل ہے کہ ان دونوں میں فرق کو نہیں جانتا تھا تو نماز ہوجاتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے لفظ زیادہ کرکے پڑھ دیا اور معنیٰ میں تغیر ہوگیا تو نماز فاسد ہوجائے گی، خواہ وہ زائد لفظ قرآن شریف میں کسی جگہ آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور اگر اس لفظ کے زیادہ کرنے سے معنیٰ میں تغیر نہیں ہوا، لیکن قرآن شریف میں کہیں وہ لفظ موجود ہے تو نماز بالاتفاق درست ہے، اور اگر وہ لفظ قرآن کریم میں کسی جگہ نہیں آیا تو اس میں اختلاف ہے امام ابویوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اور دوسرے ائمہ کرام کے نزدیک نماز فاسد

نہیں ہوتی ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا صورتوں میں علماء متاخرین اکثر جگہ گنجائش پیدا کرتے ہیں اور آسانی کا لحاظ کرتے ہیں اور نماز کے درست ہونے کا حکم دیتے ہیں اور متقدین حضرات نماز لوٹانے کو کہتے ہیں اور نماز جیسی اہم عبادت میں احتیاط کا لحاظ کرتے ہیں۔

لہذا نماز پڑھنے والوں کو ان مسائل میں احتیاط سے کام لینا بہتر ہے، اور ضرورت کے وقت اپنے مقامی علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۴۲، بحوالہ شامی ص ۴۴۴ و فتاوی دار العلوم ص ۴۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۵۹۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کی قرأت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے نماز فاسد ہونا لازم آتا ہو لیکن پھر اس کی تصحیح کرلی تو نماز صحیح ہوگئی، اگر غلطی کی اصلاح نہیں ہوگئی تو نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۳۰۸ جلد ۴)

مسئلہ:۔ لفظ انا ضمیر متکلم جو کہ قرآن شریف میں برسم خط باثبات الف ہے تو ''انا'' کو باثبات الف پڑھنے سے اگر چہ نماز ہو جائے گی لیکن یہ لحن (غلطی) فی القرأت ہوگا۔

(فتاوی دار العلوم ص ۷۳ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۵۸۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ جن موقعوں پر راء اور لام کو پُر کر کے پڑھنا چاہیے وہاں پر باریک پڑھنے سے نماز صحیح ہے، نماز میں کچھ خلل نہیں ہوا۔

مسئلہ:۔ جس جگہ میم اور نون غنہ کر کے پڑھا جاتا ہے اس جگہ میم اور نون ظاہر کر کے پڑھے تو یہ ظاہر ہے کہ حسب قاعدہ تجوید اس جگہ مد نہیں ہے لہذا یہ لحن ہے اور خطا ہے مگر نماز ہو جاتی ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۸۰ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۵۹۲ جلد اول)

خواص کو اس مسئلہ میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، کیونکہ جان بوجھ کر اس طرح پڑھنے سے نماز میں خلل واقع ہوگا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا

مسئلہ:۔ کسی نے دوسری رکعت میں خلاف ترتیب پہلے کی سورت پڑھ دی، مثلاً پہلی رکعت میں قل یاایھا الکفرون الخ پڑھی اور دوسری رکعت میں الم ترکیف الخ پڑھی پس اگر بھول

کرایسا کیا ہے تو نماز بلا کراہت درست ہے، اور اگر قصداً خلاف ترتیب پڑھا تو نماز مکروہ ہوئی اور سہوا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، اور دونوں صورتوں میں سے کسی میں بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور نماز بہر حال صحیح ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۱۰ جلد۴، فتاویٰ دارالعلوم ص۴۱۹ جلد۴، شامی ص۵۱۰ جلداول، فتاویٰ محمودیہ ص۲۲۷ جلد۱۰)

مسئلہ:۔ایک ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا فرائض میں نامناسب ہے، نوافل میں مضائقہ نہیں۔ (طحطاوی ص۱۹۴ جلداول، فتاویٰ محمودیہ ص۱۵۶ جلد۲، فتاویٰ رحیمیہ ص۴۶ جلداول)

مسئلہ:۔اگر کسی نے دوسری رکعت میں بھول کر خلاف ترتیب شروع کی اور شروع کرتے ہی یاد آ گیا پھر اس نے اسے چھوڑ کر دوسری سورت ترتیب کی رعایت سے پڑھی تو اس کی نماز درست ہے مگر مکروہ ہوئی (تنزیہی) اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔البتہ اس کے لئے وہ سورت چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا بہتر نہیں۔(شامی ص۵۱۰ جلداول)

مسئلہ:۔درمیان میں چھوٹی سورت چھوڑ دی مثلاً پہلی رکعت میں ارایت الذی اور دوسری میں قل یاالخ پڑھی یعنی درمیان میں انااعطینا کی سورت چھوڑ دی تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں ہے۔(شامی ص۴۲۵)

مسئلہ:۔نماز میں قرأت کرتے ہوئے بھولے سے کسی لفظ کا ترجمہ پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو گئی اور سجدۂ سہو سے وہ نماز صحیح نہ ہوگی، اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔(شامی ص۳۴۰ جلداول)

تجوید کی رعایت کے بغیر پڑھنا

مسئلہ:۔اگر کسی نے بلند آواز والی نماز میں تجوید کی رعایت کیے بغیر قرآن مجید پڑھا تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی ایسی غلطی کی ہے جس سے نماز میں فساد آتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۴۱۹ جلد۴، عالمگیری ص۲۶ جلداول، ردالمحتار ص۹۰ جلداول)

ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا

مسئلہ:۔اگر کسی نے دو رکعتوں میں ایک ہی سورت دوبارہ پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(مسائل سجدۂ سہو ص۳۲ و شامی ص۵۱۰ جلداول)

مسئلہ:۔بہتر یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری پوری (چھوٹی) سورت پڑھے اگر ایک رکعت میں کسی سورت کا کچھ حصہ پڑھے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن بلا ضرورت یہ افضل نہیں ہے۔
(عالمگیری ص ۴۰ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ایک ہی رکوع کو مکرر دونوں رکعتوں میں پڑھنے سے نماز ہو جائے گی اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۰۵ جلد ۲ و فتاویٰ محمودیہ ص ۹۵ جلد ۷)

مسئلہ:۔جو لوگ اول رکعت میں رکوع اور دوسرے رکعت میں سورت جو رکوع سے بڑی نہیں ہوتی، پڑھتے ہیں، اس میں کچھ کراہت نہیں ہے، البتہ فضیلت اس میں ہے کہ دونوں رکعتوں میں پوری سورت پڑھی جائے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۵ جلد ۲ بحوالہ رد المحتار ص ۵۱۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے، مگر نماز ہو جاتی ہے، اور خلاف اولیٰ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۵ جلد ۲ بحوالہ فتح القدیر ص ۲۹۹ جلد اول)

مسئلہ:۔وقت کی تنگی کے وقت فجر کی نماز میں چھوٹی سورتیں درست ہیں، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھی ہے۔پس معلوم ہوا کہ جب کہ وقت تھوڑا ہو یا سفر وغیرہ میں عجلت ہو تو چھوٹی سورتوں کا فجر کی نماز میں پڑھنا درست ہے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۷ جلد ۲ بحوالہ رد المحتار ص ۵۰۵ جلد اول)

رموز واوقاف پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کی بحث

سوال:۔(۱) الحمد للہ رب العالمین .الرحمن الرحیم (۲) من شر الوسواس الخناس .الذی یوسوس (۳) علی کل شئی قدیر ۜ نِ الذی خلق الموت والحیوٰۃ .الایہ۔

آیت ''لا'' پر اگر سانس ختم یا بند ہو جانے کی وجہ سے وقف کرے اور اخیر لفظ کو نہ دہرا کر آگے بڑھتا چلے تو نماز میں کیا خلل ہے؟ نیز تیسری مثال میں اگر وقف کر لیا ہو تو آگے الذی کہہ کر پڑھا جائے نِ الذی کہہ کر؟

الجواب:۔آیت ''لا'' پر بضرورت وقف کر دینے میں کچھ حرج نہیں ہے اور لفظ ماقبل کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نماز میں کچھ خلل نہیں ہے۔

(اگر دہرالیا) تو اور تیسری مثال میں الذی اور ن الذی پڑھنا دونوں طرح درست ہے۔ مگر وقف میں الذی پڑھنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۷ جلد۲)

بعض لفظوں میں دو قرأتیں

سوال:۔ قرآن شریف میں بعض جگہ چھوٹے حروف لکھے ہوئے ہوتے ہیں مثلاً بصطۃ، ہم المصیطرون. علیھم بمصیطر'' ان میں سے کون سا حروف دو مرتبہ پڑھا جائے؟

الجواب:۔ لفظ یبصط اور ہم المصیطرون اور علیھم بمصیطر اور س لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ سین پڑھا گیا ہے اور صاد سے بھی یعنی تلاوت کرنے والا خواہ سین پڑھے خواہ صاد، نماز صحیح ہے، اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسے کلمات کو دو دفعہ پڑھے، بلکہ جس قاری کا اتباع کرے اسی کے موافق پڑھے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۳ جلد۲ بحوالہ جلالین سورۂ غاشیہ ص ۴۹۸)

صغیہ واحد کو جمع اور جمع کو واحد پڑھنا

مسئلہ:۔ نماز میں بوقت قرأت واحد کو بصغیہ جمع اور جمع کو بصیغہ واحد پڑھنا مثلاً آیت کو آیات پڑھنا غلطی ہے، عمداً ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر غلطی سے ایسا پڑھا گیا تو نماز صحیح ہے یعنی نماز ہو جاتی ہے، مگر ایسا کرنا نہ چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۷ جلد۲ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۹۱ جلد اول وزلۃ القاری)

قرأت میں سہو (بھول ہو جانے) کے مسائل

مسئلہ:۔ نماز پڑھتے پڑھتے بھول جائے یا متشابہ لگ کر دوسری جگہ کو دو تین آیات پڑھے اور پھر یاد آنے پر یا بھولنے کی وجہ سے ابتداء سے قرأت پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے، اور سجدۂ سہو واجب نہیں اور غلطی سے اگر سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز ہو گئی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۳ جلد۴ و ردالمحتار ص ۵۶۰ جلد اول و شامی ص ۱۸۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز جمعہ میں امام نے پہلی رکعت میں سورۂ دہر شروع کی، نصف سورت پڑھ کر آگے نہ پڑھ سکا دوبارہ سہہ بارہ پڑھ کر اول سے جب پوری ہوئی ایسی صورت میں نماز ہو گئی سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴ ۳۷ جلد۴)

مسئلہ:۔ مقتدی نے بار بار لقمہ دیا جس میں ایک رکن کی مقدار (تین بار سبحان اللہ پڑھنے کے برابر) تاخیر ہوگئی تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو واجب نہیں اور نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوگی۔ (شامی ص ۴۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ بقدر واجب قرأت کے بعد قرأت میں غلطی سے سجدۂ سہو نہیں آتا، لیکن اگر غلطی ایسی ہے جو مفسدِ صلوٰۃ (نماز کو توڑنے والی) ہے تو نماز کا لوٹانا لازم ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۸ جلد ۴)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) یا دوسری سورت چھوڑ جائے اور اسی رکعت کے رکوع یا بعد رکوع کے یاد آجائے تو اس کو چاہیے کہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی سورت کو پڑھ لے اور پھر رکوع اور سجدۂ سہو کرے، اس لئے کہ رکوع ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی اور اگر سورۂ فاتحہ وغیرہ چھوٹ جائے اور دوسری رکعت میں یاد آجائے تو اگر دوسری سورت چھوٹی ہے تو اس کو پڑھ لے اور سورۂ فاتحہ چھوٹی ہو تو اس کو نہ پڑھے، ورنہ ایک رکعت میں دو سورۂ فاتحہ ہو جائیں گی اور تکرار سورۂ فاتحہ کی مشروع نہیں۔ اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔

(علم الفقہ ص ۱۱۷ جلد ۲ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۶ جلد اول و شامی ص ۲۲۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے تکرار (دو مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنے) سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۶ جلد ۴ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ سے پہلے دوسری سورت پڑھ جائے اور اسی وقت اس کو خیال آجائے تو چاہیے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد پھر سورت پڑھے اور سجدۂ سہو کرے، اس لئے کہ دوسری سورت کا سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے۔ اور یہاں اس کے خلاف ہوا ہے۔

(علم الفقہ ص ۱۱۷ جلد...... و عالمگیری ص ۶۵ جلد...... و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷ جلد اول)

نماز میں سورۂ فاتحہ یا صرف سورت پڑھی

مسئلہ:۔ اگر کسی نے صرف سورۂ فاتحہ پڑھی یا صرف کوئی سورت پڑھی اور رکوع میں چلا گیا تو ان دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (در مختار ص ۴۲۳ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۴۱۳ جلد ۴)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے سورۂ فاتحہ کے بعد صرف چھوٹی دو آیتیں پڑھیں اور بھول کر رکوع میں

چلا گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر قصداً رکوع میں چلا جائے تو نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ (عالمگیری ص ۶۵ جلد اول وفتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۸ جلد ۴)

(کیونکہ چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت ضروری ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھی تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔

(کبیری ص ۴۷۱)

نیز فرائض کی طرح نوافل (سنن وغیرہ) میں بھول جانے سے سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۹ کبیری ص ۴۷۱)

سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ لی

مسئلہ:۔ اگر کسی نے فرض کی پہلی یا دوسری رکعت میں بھول کر دو مرتبہ الحمد شریف پڑھی یا اکثر حصہ دوبارہ لوٹایا تو ان دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں دو مرتبہ الحمد شریف پڑھ دی تو سجدۂ سہو واجب نہیں، یہ مسئلہ فرضوں کا ہے، لیکن اگر نوافل کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف دو مرتبہ پڑھ لی تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھ لیا اور تھوڑا سا حصہ بھول گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں اور اگر تھوڑا سا حصہ پڑھا اور اکثر حصہ رہ گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔

(عالمگیری ص ۶۵ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۸ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۰ جلد ۷ وص ۱۸۵ جلد ۲)

سورۂ فاتحہ کے بجائے کوئی سورت پڑھ لی

مسئلہ:۔ اگر کسی نے پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اور بھول کر دوسری کوئی سورت شروع کردی، پھر یاد آیا تو سورت چھوڑ کر پہلے سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر اس کے بعد کوئی سورت ملائے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے، اسی طرح اگر سورۂ فاتحہ چھوڑ کر مکمل سورت پڑھ لی، یا رکوع میں چلا گیا یا رکوع سے بھی اٹھ گیا، تو ان سب صورتوں میں لوٹ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر ترتیب کے مطابق بقیہ کام کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۲۹، عالمگیری ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ الحمد شریف کو سورت سے پہلے پڑھنا واجب ہے اگر سورت کا کوئی جملہ بھی الحمد سے پہلے پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔(شرح نقایہ ص ۱۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لئے متعین کرنا بھی واجب ہے۔

(شرح نقایہ ص ۷۰ جلد اول، کبیری ص ۲۹۵)

مسئلہ:۔ اگر پہلی رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورت نہ پڑھی تو آخری رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورت پڑھے اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے۔(شرح نقایہ ص ۱۱۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ چار رکعت والی فرض نماز کو تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اور سورت پڑھے تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲ جلد ۳ بحوالہ درمختار ص ۴۲۷ جلد اول)

فاتحہ کے بعد جس سورت کا ارادہ کیا وہ نہیں پڑھی

مسئلہ:۔ کسی نے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایک سورت پڑھنے کا ارادہ کیا، لیکن غلطی سے دوسری سورت پڑھ ڈالی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(عالمگیری ص ۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ کوئی سورت شروع کی پھر دوسری سورت پڑھی تو اس صورت میں نماز صحیح ہے اور سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۵ جلد ۴)

التحیات کے بجائے فاتحہ اور فاتحہ کے بعد التحیات پڑھ لی

مسئلہ:۔ التحیات کے بجائے فاتحہ پڑھ دی یاد آنے پر التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو نہیں ہے، مگر تفصیل یہ ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ تشہد کی جگہ پڑھی یا پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی پھر تشہد تو دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو آئے گا اور اگر پہلے تشہد پھر فاتحہ پڑھا، تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۰۲ جلد ۴ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد التحیات پڑھ ڈالی تو اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

(عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

☆☆

فاتحہ کے بعد دیر تک خاموش کھڑا رہا

مسئلہ:۔کسی نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور چپ ہوگیا اور ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر خاموش کھڑا رہا، اس کے بعد سورت ملائی تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۸۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۶۹۳ جلد اول وعالمگیری ص ۳۹۳ جلد اول)

تاخیر فرض یا واجب کے سبب ہو جائے

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص نماز میں ایسا فعل کرے جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے تو اس کو بھی سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔ مثلاً (۱) سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی شخص اس قدر خاموش رہے جس میں کوئی رکن ادا ہو سکے۔ (۲) کوئی شخص قرأت کے بعد اتنی ہی دیر تک خاموش کھڑا رہے۔ (۳) کوئی شخص قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد اتنی ہی دیر تک خاموش چپ بیٹھا رہے یا درود شریف پڑھے یا کوئی دعاء مانگے، ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(علم الفقہ ص ۱۲۰ جلد ۲، فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۰۱ جلد ۴ ردالمختار ص ۴۲۷ جلد اول)

مسئلہ:۔نمازی کے لئے قرأت، رکوع، سجود میں ترتیب قائم رکھنا بھی واجب ہے، پہلے قیام، پھر تحریمہ، پھر قرأت، پھر رکوع، دونوں سجدے اور آخر میں قعدہ۔

(شرح نقایہ ص ۶۹ جلد اول، ہدایہ ص ۶۳ جلد اول)

فرض کی اخیر رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھا

مسئلہ:۔اگر فرض کی خالی رکعتوں میں یعنی تیسری یا چوتھی رکعت میں کسی نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ (اگرچہ کچھ بھی نہ پڑھے بلکہ خاموش کھڑا رہا تو نماز درست ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔اگر فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت بھولے سے یا قصداً پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ (شامی ص ۴۷۸ جلد اول وعالمگیری ص ۹۵ جلد اول)

مسئلہ:۔چار فرض کی اخیر دو رکعت میں سورت ملانے سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ اخیرین میں اکتفاء فاتحہ پر واجب نہیں ہے کہ زیادتی سے ترک واجب ہوتا ہو بلکہ سورت ملانے اور نہ

ملانے کا اختیار دیا گیا ہے، اگر چہ نہ پڑھنا سورت کا اولیٰ (بہتر) اور مسنون ہے۔ بخلاف قعدہ اولیٰ کے اس میں اکتفاء تشہد پر اور درود شریف نہ پڑھنا واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۶ جلد ۴ و ص ۴۷۵ جلد ۴ وفتاویٰ محمودیہ ص ۵۵ جلد ۱۳)

فرض کی پہلی رکعتوں میں سورت ملانا بھول جائے

مسئلہ:۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے، کیونکہ سورت ملانا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۹ جلد ۴ و عالمگیری مصری ص ۱۱۸ جلد اول)

مسئلہ:۔ سنت یا نفل یا فرض کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے اور رکوع کر دے تو اب قومہ کر کے (یعنی کھڑے ہو کر) سجدے میں جائے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ مذکورہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ لوٹ کر سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ گو یہ صورت بھی درست ہے کہ رکوع کے بعد سجدہ میں چلا جائے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۸ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۶۸۳ جلد اول و ص ۴۹۹ جلد اول و امداد الفتاویٰ ص ۵۳۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر رکوع مکرر (دو مرتبہ) کیا یا تین سجدے کر لیے یا تشہد کے بعد چار رکعت والی نماز میں درود شریف پڑھ لیا، جس کی وجہ سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہوگئی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (شرح نقایہ ص ۱۱۱ جلد اول، کبیری ص ۴۵۲)

مسئلہ:۔ فرض کی تیسری یا چوتھی یا دونوں رکعتوں میں غلطی سے سورت ملالی تو نماز صحیح ہے اور سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۰۵ جلد ۴ و شامی ص ۴۲۷ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۷ جلد اول)

آہستہ والی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا

مسئلہ:۔ اگر آہستہ آواز کی نماز (ظہر، عصر) میں کوئی شخص بلند آواز سے قرأت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قرأت کرے تو اس کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے، ہاں اگر آواز کی

نماز (فجر، مغرب، عشاء) میں بہت تھوڑی قرأت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لئے کافی نہ ہو مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں تو کچھ حرج نہیں۔ (علم الفقہ ص ۱۱۸ جلد ۲، ہدایہ ص ۱۰۵ جلد اول، کبیری ص ۴۶۴، شامی ص ۴۹۴ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر امام نے جہری نماز میں بھول کر آہستہ پڑھنا شروع کیا اور چھوٹی تین آیتیں پڑھنے کے بعد اسے یاد آیا یا کسی نے لقمہ دیا تو اس کو سورۂ فاتحہ شروع سے بلند آواز کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرے۔

مسئلہ:۔ اگر امام نے ظہر یا عصر کی نماز میں چھوٹی تین آیتیں بلند آواز سے پڑھ دیں اور اس کے بعد یاد آیا کہ یہ آہستہ قرأت والی نماز ہے تو جس قدر پڑھ چکا ہے اس کے بعد آہستہ آواز سے پڑھے، شروع سے آواز کے ساتھ قرأت دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(شامی ص ۴۹۴ جلد اول، مسائل سجدۂ سہو ص ۳۳)

اگر کوئی امام عشاء کی اخیر رکعتوں میں جہر (بلند آواز سے قرأت) کرے تو اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا کیونکہ عشاء کی آخری رکعتوں میں اگر قرأت پڑھے تو سر (آہستہ) لازم ہے، نیز ظہر کی اخریین میں جہر کرنے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ کیونکہ عشاء کی آخر رکعتوں میں اگرچہ قرأت واجب نہیں ہے لیکن اگر قرأت کرے تو اخفا (آہستہ پڑھنا) لازم ہے۔
نیز ظہر کی آخری رکعتوں میں جہر کرنے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۹ جلد ۴ و ص ۳۹۰ جلد ۴ بحوالہ ہدایہ ص ۱۴۱ جلد اول و شامی ص ۴۹۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ جس میں جہر واجب نہیں ہے، اس میں ترک جہر سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا اور جس میں جہر واجب ہے اس میں ترک جہر سے سجدۂ سہو لازم ہوگا، مگر جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو کا حکم نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۳ جلد ۴)

مسئلہ:۔ امام کے لئے فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور صرف رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت واجب ہے، اسی طرح ظہر وعصر کی نماز میں آہستہ آواز سے قرأت واجب ہے۔ (ہدایہ ص ۷۳ جلد اول، شرح نقایہ ص ۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا اگر جہری نماز میں آہستہ سے اور آہستہ آواز والی نماز میں

بلند آواز سے قرأت کردے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

(عالمگیری ص ۸۲ مسائل سجدۂ سہو ص ۳۲ در مختار ص ۸۳ جلد اول)

والحاصل ان الجهر في الجهرية لايجب على المنفرد اتفاقاً وانما الخلاف في وجوب الاخفاء عليه في السرية وظاهر الرواية عدم الوجوب كماصرح بذالك في التاتارخانية عن المحيط وكذافي الذخيرة وشروحة الهداية كالنهاية والكفاية والعناية و معراج الدارية وصرحوابان وجوب السهو عليه اذاجهر فيمايخافت فيه وانماهو على الامام فقط (شامی ص ۴۹۸)

امام پر جہری نماز میں جہر اور سری نماز میں سر واجب ہے اس لئے اس کے ترک پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، منفرد کو اختیار ہے چاہے زور سے یعنی بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ آواز سے۔

مسئلہ:۔ جہری (بلند آواز سے قرأت والی) نماز میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پوری کرنے کے لئے اٹھے تو اس کو اختیار ہے جی چاہے تو زور سے قرأت کرے اور اگر جی چاہے تو آہستہ آواز سے قرأت کرے۔ مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعت میں منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کی حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ زور سے پڑھنے کی صورت میں جہر کے ادنیٰ درجہ پر عمل کرے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۹۰، ردالمختار ص ۴۹۸ جلد اول)

سجدۂ تلاوت کی تاخیر سے سجدۂ سہو کا حکم

مسئلہ:۔ نماز میں اگر کوئی شخص آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ اگر چھوٹی تین آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بعد سجدۂ تلاوت کیا تو سجدۂ تلاوت کرکے اخیر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اگر تین آیتوں سے کم پڑھ کر ہی سجدۂ تلاوت کرلیا تو پھر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۵۴ بحوالہ شامی ص ۷۲۱ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر سجدۂ تلاوت اس رکعت میں کرنا بھول گیا جس میں سجدہ کی آیت پڑھی تھی تو دوسری تیسری رکعت میں جب یاد آئے کرلے اور پھر سجدۂ سہو کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲۴ جلد ۴ بحوالہ عالمگیری ص ۱۳۲ جلد اول)

مسئلہ:۔اگرآیت سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد یا دو تین آیت پڑھ کررکوع کیا اور اس میں نیت سجدۂ تلاوت کی کرلی تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کو بھی نیت کرنے کی ضرورت ہے بغیر نیت کے ان کے ذمہ سے سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا اور تین آیات سے زیادہ میں فوریت منقطع ہو جاتی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۴۲۳ جلد۴ بحوالہ ردالمختار ص۷۱۷ جلد اول)

مسئلہ:۔امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدۂ تلاوت کیا تو یہ سجدہ کافی ہے،اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۴۹ جلد۳)

شک کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا

مسئلہ:۔اگر کسی پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا، محض شک اور شبہ کی وجہ سے سجدۂ سہو نہ کرنا چاہیے اور اگر اتفاق سے غلطی سے سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہو جائے گی،لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے اور آئندہ محض شبہ اور شک میں سجدۂ سہو نہ کرنا چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۵۹ جلد۴ وشامی ص۵۶۰ وامداد الاحکام ص۵۴۴ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر سجدۂ سہو واجب ہوا اور نہ کیا تو نماز لوٹانا واجب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۴۱۴ جلد۴ بحوالہ ردالمختار ص۲۲۴ جلد اول)

مسئلہ:۔اور جب یہ علم نہ ہو کہ اس بھول سے سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں تو سجدۂ سہو کرلینا احوط ہے یعنی سجدۂ سہو کرلینے میں احتیاط ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۷۸ جلد۴)

مسئلہ:۔اور اگر کسی شخص سے سہو ہو گیا تھا،اور سجدۂ سہو کرنا اس کو یاد نہیں رہا،یہاں تک کہ نماز ختم کرنے کی غرض سے سلام پھیر دیا،اس کے بعد اس کو سجدۂ سہو کا خیال آیا تو اب بھی سجدۂ سہو کرسکتا ہے،تاوقتیکہ قبلے سے نہ پھرے یا کلام نہ کرے۔(علم الفقہ ص۱۲۰ جلد۲)

سجدۂ سہو میں تمام نمازیں برابر ہیں

مسئلہ:۔نماز فرض ہو یا واجب وسنت یا نفل،تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے،البتہ نماز عیدین اور جمعہ میں جبکہ مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار

پیدا ہوجائے اور تشویش میں پڑجائیں اور نمازیں خراب کرلیں تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو معاف ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر کسی جگہ نماز تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدہ معاف ہوجائے گا اور نماز لوٹانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۲۲ جلد۵ و در مختار ص ۶۵۵ جلد اول)

سنت ونوافل میں پہلے قعدہ کا حکم

سوال:۔ چار رکعت والی سنت کے قعدہ اولیٰ یا دو رکعت والی سنت ونفل کے اندر التحیات بھول جائے، پھر اس حالت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے تو اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب:۔ حامداً ومصلیاً! چار رکعت والی سنت میں قعدہ اولیٰ اور تشہد (التحیات) واجب ہے، اس کے چھوٹنے سے سجدۂ سہو لازم ہے اور نفل میں دو رکعت پر قعدہ فرض ہے، اس کے ترک سے نماز درست نہ ہوگی، پس اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تو سجدہ سے پہلے پہلے جب یاد آجائے فوراً بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے۔ اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرچکا ہے تو چوتھی رکعت بھی اس کے ساتھ ملائے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کردے، لیکن اس صورت میں دو رکعت معتبر ہوں گی اور پہلی دو رکعت قعدہ چھوٹنے کی وجہ سے فاسد ہوں گی اور اسی تحریمہ پر شفعہ ثانیہ کی بناء صحیح ہوگی، مگر سجدۂ سہو ضروری ہے۔ تشہد بہر حال واجب ہے، اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ قعود (بیٹھنا) واجب ہے اگر سہواً چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، اس کے بعد یاد آیا تو بیٹھنا نہیں چاہیے، اگر بیٹھے تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ فرض کو ترک کرکے واجب کی طرف عود کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہاں فرض کو ترک نہیں کیا بلکہ مؤخر کیا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۹ جلد ۷ بحوالہ در مختار ص ۷۷۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ دعائے قنوت واجب ہے، اگر بھول جائے تو سجدۂ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجائے گی۔ (آپ کے مسائل ص ۳۶۸ جلد ۳)

قرأت میں درمیان سے آیت کا چھوٹنا

مسئلہ:۔ جہری نماز کے اندر قرأت کے دوران تین آیت پڑھنے کے بعد اگر پوری آیت چھوڑ دی گئی یا کچھ الفاظ قرآنیہ چھوڑ دیے گئے اور اس کے چھوڑنے سے معنیٰ کے اندر تبدیلی پیدا نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ نماز کا اعادہ واجب ہے نہ سجدۂ سہو لازم ہے، نماز درست ہے۔
(آپ کے مسائل ص ۲۷۴ جلد ۳، عالمگیری ص ۶۵ جلد اول)

اگر رکعت کی تعداد میں شک ہو گیا تو

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص بھول گیا اور اس کو یاد نہیں رہا کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار؟ اگر اس کا بھولنا پہلی مرتبہ ہوا ہے تو اس کے لئے نئے سرے سے یعنی دوبارہ نماز پڑھنی افضل ہے، اور اگر بار بار شک ہوا کرتا ہے (بھولتا ہے) تو پھر گمان غالب پر عمل کرنا چاہیے، یعنی جتنی رکعتیں اس کو غالب گمان سے یاد پڑیں، اسی قدر رکعتیں سمجھے کہ پڑھ چکا ہے اور غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو کمی کی جانب کو اختیار کرے مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہوا کہ تین پڑھ چکا ہے یا چار اور اگر غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ تین رکعتیں شمار کرے اور ایک رکعت اور پڑھ کر نماز پوری کرے اور ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔
(علم الفقہ ص ۱۲۰ جلد ۲ وہدایہ ص ۱۰۸ جلد اول، شرح نقایہ ص ۱۱۳ جلد اول، فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۴ جلد ۴، کتاب الفقہ ص ۷۲۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر شک نمازی کو اس طرح مشغول کر دے کہ ایک رکن کی مقدار (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے تک) شک میں گزر جائے اور شک کی حالت میں قرأت و تسبیح میں مشغول نہیں تھا، تو شک کی ان تمام صورتوں میں اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، خواہ اس نے ظن غالب پر گمان کیا ہو، اور اس کی وجہ سے سوچنے میں دیر ہوئی ہو، یہ سجدۂ سہو مؤخر ہونے کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔ (درمختار ص ۶۹۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے بھول کر فجر کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھ لی یا عصر کی نماز چار رکعت کے بجائے چھ رکعت پڑھ لی، پس اگر قعدہ اخیرہ کر کے زائد رکعتیں پڑھی ہیں تو

اس کا فرض ادا ہو گیا اور دو رکعت زائد نفل ہو جائیں گے، البتہ اخیر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا، اور پڑھنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۲ جلد ۴ ورد المحتار ص ۷۰۰ جلد اول)

فجر اور عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس صورت میں زائد رکعت نفل پڑھنا ہو رہا ہے تو اس پر مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ پڑھنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے، کیونکہ مکروہ جب ہے جبکہ قصداً پڑھے اور اگر بھول کر یا کسی مجبوری سے پڑھ لی تو مکروہ نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ امام جب کہ چوتھی رکعت میں نہ بیٹھا اور پانچویں رکعت میں کھڑا ہو کر رکوع وسجدہ کر کے بیٹھا تو قعدہ اخیرہ کے فوت ہونے کی وجہ سے امام کی نماز نہیں ہوئی اور جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو کسی بھی مقتدی کی نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۵ جلد ۴ وہدایہ ص ۱۴۲ جلد اول ورد المحتار ص ۵۶۰ جلد اول باب الامامت) (قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا ضروری ہے اگر بغیر بیٹھے اٹھے گا تو نماز نہ ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ امام اگر چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ کر سہواً کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت ملا لے اور سجدۂ سہو کرے، فرض اس کے پورے ہو گئے، اگر کوئی شخص پانچویں یا چھٹی رکعت میں امام کا مقتدی ہوا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی، کیونکہ امام کی وہ دو رکعت نفل ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۱۸ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۷۰۱ جلد اول)

مسئلہ:۔ چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آجائے تو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس کو چاہیے کہ وہ چھٹی رکعت بھی ملا لے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے، اس کے چار فرض صحیح ہو جائیں گے اور اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔

(عالمگیری ص ۶۷ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۸ جلد ۲)

قعدہ اولیٰ میں بھول کر سلام پھیر دیا

مسئلہ:۔ اگر کسی نے قعدہ اولیٰ میں بھول کر ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا، اس کے فوراً بعد یاد آیا، پس اگر کوئی بات چیت نہیں کی تو تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، کیونکہ

سہواً سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، باقی رکعات پڑھ کر اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۴۱۲ جلد۴ بحوالہ رد المحتار ص۵۷۵ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص۱۶۹ جلد اول)

مسئلہ:۔ پہلا قعدہ واجب ہے اور اگر نماز کا واجب بھول جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے اس لئے اگر کوئی شخص بھول سے کھڑا ہو گیا تو اب نہ بیٹھے بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ نماز صحیح ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل ص۳۷۱ جلد۳)

مسئلہ:۔ آخری قعدہ فرض ہے، اگر کوئی شخص بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو اس کو لوٹ آنا چاہیے، فرض میں تاخیر کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، لیکن اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز باطل ہو جائے گی ایک اور رکعت ملا کر نماز پوری کر لے اور فرض نماز پھر نئے سرے سے پڑھے۔ (آپ کے مسائل ص۳۷۲ جلد۳)

مسئلہ:۔ پہلی یا تیسری رکعت میں بھول کر بیٹھ گیا، پھر دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، پس اگر ایک رکن کی مقدار بیٹھا رہا تو اخیر میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (عالمگیری ص۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر پہلا قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اگر بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے تو واپس نہ آئے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے، اور اگر بالکل سیدھا نہیں کھڑا ہوا تھا تو واپس بیٹھ جائے، ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (علم الفقہ ص۱۱۹ جلد۲، کبیری ص۴۵۹، شرح نقایہ ص۱۱۲، ہدایہ ص۱۰۶ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص۳۸۸ جلد ۴، در مختار ص۶۸۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ امام دو رکعت کے بعد بیٹھ گیا اور مقتدی بھول سے کھڑا ہو گیا، امام کے ساتھ قعدہ میں نہیں بیٹھا تو مقتدی پر واجب ہے کہ وہ بھی بیٹھ جائے اور بیٹھ کر التحیات پڑھے۔

(در مختار ص۶۸۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے ظہر کے فرض میں دو ہی رکعت کے بعد یہ سمجھ کر کہ چار رکعتیں پڑھ چکا ہوں، سلام پھیر دیا اور سلام پھیرنے کے بعد خیال آیا تو اس کو چاہیے کہ دو رکعتیں اور پڑھ کر نماز کو پوری کر دے اور سجدۂ سہو کر لے۔ (علم الفقہ ص۱۲۰ جلد۲)

بشرطیکہ بولا نہ ہو یعنی کلام نہ کیا ہو اور قبلہ سے نہ پھرا ہو۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

☆☆

اگر قیام کی حالت میں التحیات پڑھ لی

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص حالت قیام میں التحیات پڑھ جائے تو اگر پہلی رکعت ہو، اور سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے، اس لئے کہ تحریمہ اور سورۂ فاتحہ کے درمیان کوئی ایسی چیز پڑھنا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو اور التحیات بھی اسی قسم سے ہے اور اگر قرأت کے بعد پڑھے یا دوسری رکعت میں پڑھے خواہ قرأت سے پہلے یا قرأت کے بعد اس کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے اس لئے کہ قرأت کے بعد فوراً رکوع کرنا واجب ہے۔ اور دوسری رکعت کی ابتداء بھی قرأت سے کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص قومہ بھول جائے یا سجدوں کے درمیان میں جلسہ نہ کرے (یعنی نہ بیٹھے) تو اس کو بھی سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔ (علم الفقہ ص ۱۱۸ جلد ۲)

اگر قعدہ اخیرہ بھول جائے

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو جائے، سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ جائے تو اس کو بیٹھ جانا چاہیے اور سجدۂ سہو کر لے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو پھر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ اس کی یہ نماز اگر فرض کی نیت سے پڑھتا تھا تو نفل ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہے کہ اس ایک رکعت کے ساتھ دوسری رکعت اور ملا لے تاکہ یہ رکعت بھی ضائع نہ ہو اور دو رکعتیں یہ بھی نفل ہو جائیں۔ اگر عصر اور فجر کے فرض میں یہ واقعہ پیش آئے تب بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے، اس لئے کہ عصر اور فجر کے فرضوں کے بعد نفل مکروہ ہے اور یہ رکعتیں فرض نہیں رہیں بلکہ نفل ہوگئی ہیں۔ پس گویا فرض سے پہلے نفل پڑھی گئی اور اس میں کچھ کراہت نہیں، مغرب کے فرض میں صرف یہی رکعت کافی ہے، دوسری رکعت نہ ملائے ورنہ پانچ رکعت ہو جائیں گی اور نفل میں طاق رکعتیں منقول نہیں اور اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(علم الفقہ ص ۱۱۹ جلد ۲ و در مختار ص ۶۸۷ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں اس قدر بیٹھنے کے بعد جس میں التحیات پڑھی جا سکے کھڑا ہو جائے (بغیر التحیات کے) تو اگر سجدہ نہ کر چکا ہو تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر لے۔ اس لئے

کہ سلام کے ادا کرنے میں جو واجب تھا تاخیر ہوگئی۔ اور اگر سجدۂ سہو کر چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ ایک رکعت اور ملا لے تاکہ یہ رکعت ضائع نہ ہو، اس صورت میں اس کی وہ رکعتیں اگر فرض کی نیت کی تھی تو فرض ہی رہیں گی، نفل نہ ہونگی (کیونکہ قعدہ اخیرہ بالکل نہیں بھولا جتنی دیر میں التحیات پڑھتے ہیں بیٹھا رہا)

عصر اور فجر کے فرض میں بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لئے کہ بعد عصر اور فجر کے فرضوں کے قصداً نفل پڑھنا مکروہ ہے، اگر سہواً پڑھ لی جائے تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ اس صورت میں فرض کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی گئی ہیں یہ ان سنتوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں جو فرض کے بعد ظہر و مغرب و عشاء کے وقت مسنون ہیں کیونکہ ان سنتوں کا نئی تحریمہ سے ادا کرنا نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ (علم الفقہ ص ۱۱۹ جلد۲، ہدایہ ص ۱۰۷ جلد اول، بحر ص ۱۰۳ ج ۲، عالمگیری ص ۶۶ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۶ جلد۳، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۲ جلد ۱۰، درمختار ص ۶۸۹ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۵ جلد۲)

تین حالتوں کا ایک حکم

سوال:۔ اگر آخری رکعت میں تشہد کے بعد کھڑا ہوگیا اور پھر بیٹھ گیا تو پھر تشہد پڑھے یا سلام پھیر کر تشہد سجدۂ سہو کا پڑھے۔ ایک صورت یہ کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد فوراً بیٹھ گیا۔ دوسری شکل یہ کہ کچھ پڑھ کر، تیسرے ختم سورۃ کے بعد ہر تین حالات کا ایک حکم ہے یا مختلف؟

جواب:۔ ہر سہ حالات میں بیٹھ کر پھر تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۸۳ جلد۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۷۰۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ نماز کے اندر آخری قعدہ کر کے نمازی کھڑا ہوگیا اور پھر یاد آنے پر بیٹھا تو اب سجدۂ سہو کے واسطے دوبارہ التحیات پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قعدہ وتشہد پہلے ہو چکا بیٹھتے ہی سلام پھیر کر سجدۂ سہو کر لے، پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام ختم کا پھیرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۱۵ جلد۴ بحوالہ شامی ص ۷۰۰)

مسئلہ:۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد کچھ دیر تک سکوت کیا (خاموش رہا) اور سلام نہیں پھیرا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۰۰ جلد۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۷۰۰ جلد اول)

مسئلہ:۔قعدہ اخیرہ میں دومرتبہ التحیات پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۷ جلد ۳، عالمگیری ص ۱۱۹ جلد اول)

قعدہ (بیٹھنے) میں سہو کے مسائل

مسئلہ:۔فرض یا واجب یا سنن مؤکدہ چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے تشہد کے بعد بھول کر اگر التحیات کے بعد چند الفاظ درود شریف کے پڑھ لے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۱۲ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۶۹۴ جلد اول، کبیری ص ۴۶۰، شامی ص ۴۷۸ جلد اول)
مسئلہ:۔نماز واجب مثلاً وتر میں وہی حکم ہے جو نماز فرض میں ہے، وتر کی تین رکعات مثل مغرب کے ہے، اس میں قعدہ اولیٰ واجب ہے۔پس اس میں اگر قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا اور سنن میں بھی چار رکعت والی میں سجدۂ سہو ہے۔ اور قعدہ اولیٰ کے ترک میں وہی احکام ہیں جو فرض کے قعدہ اولیٰ کے ترک میں ہیں، کہ اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب ہو تو بیٹھ جائے اور اگر زیادہ قریب کھڑے ہونے کے ہو تو نہ بیٹھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۴ جلد ۴، شامی ص ۶۳۳ جلد اول، درمختار ص ۶۸۶ جلد اول)
مسئلہ:۔اگر کوئی شخص پورا درود شریف یا اس کا نصف اللھم بارک سے حمید مجید تک مکرر (دوبارہ) قعدہ اخیرہ میں پڑھے، اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۱ جلد ۴ بحوالہ شامی ص ۶۹۳ جلد اول)
مسئلہ:۔اگر درود شریف قعدہ اخیرہ میں بھول کر نہ پڑھا جائے اور دعائے ماثورہ پڑھتے وقت یاد آئے تو باقی ماندہ دعاء کو چھوڑ کر درود شریف پڑھے اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۲ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۴۴۵ جلد اول)
مسئلہ:۔اگر کسی نے نصف درود شریف پڑھ کر بھولے سے دعاء ماثورہ شروع کردی پھر خیال آئے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ دعاء چھوڑ کر پہلے درود شریف پورا پڑھے اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(شامی ص ۴۴۵ جلد اول)
مسئلہ:۔اگر مسبوق (جس کی کچھ رکعت رہ گئیں تھیں) امام کے پیچھے قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھ کر درود شریف اور دعاء ماثورہ وغیرہ بھی پڑھ لی تو اس پر بعد میں سجدۂ سہو واجب نہیں

ہے۔(مسائل سجدۂ سہو ص ۹۱)

مسئلہ:۔مقتدی نے امام کے پیچھے اگر سہواً تشہد نہیں پڑھا تو اعادہ لازم نہیں اور اگر عمداً چھوڑا ہے تو نماز اس صورت میں بھی ہوگئی، مگر لوٹانا نماز کا ضروری ہے تا کہ ترک واجب عمداً سے جو خلل آگیا ہے وہ دور ہو جائے۔(امداد الاحکام ص ۴۸۳ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کسی نے قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھی اور اس کا کچھ حصہ چھوٹ گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔(عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔قعدہ اولیٰ میں اگر کسی نے دو مرتبہ التحیات پڑھ لی تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔اگر کسی نے قعدہ اخیرہ میں دو مرتبہ التحیات پڑھ لی تو سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ:۔اگر قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھ کر کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا، اگر اس کی یہ خاموشی ایک رکن (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے) کے برابر ہے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر ایک رکن سے کم خاموشی رہی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص التحیات پڑھنا بھول گیا اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر یاد آیا تو تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کرے، پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔(عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔التحیات کل واجب ہے، اکثر یا بعض حصہ چھوٹ جانے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۰ جلد ۵)

مسئلہ:۔اگر کسی کے ذمہ سجدۂ سہو واجب تھا اس کو التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرنا یاد نہ رہا، یہاں تک کہ درود شریف پڑھنے کے بعد یاد آیا تو یاد آتے ہی اسی وقت سجدۂ سہو کر لے، پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔(عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کسی نے قعدہ اخیرہ میں التحیات، درود شریف وغیرہ پڑھنے کے بعد سلام نہیں پھیرا بلکہ کسی سوچ میں دیر تک خاموش رہا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

(شامی ص ۷۰۷ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹ جلد ۵ عالمگیری ص ۸۲ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر امام کے پیچھے نماز میں کسی نے التحیات نہیں پڑھی تو اس کا لوٹانا ضروری نہیں ہے اور نہ مقتدی پر سجدۂ سہو واجب ہے۔(شامی ص ۶۹۵ جلد اول)

مسئلہ:۔اگرامام نے سلام پھیر دیا اور مقتدی کی التحیات ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی تو مقتدی کو چاہیے کہ اپنی التحیات پوری کر کے سلام پھیرے اور اگر امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو جس کی التحیات رہ گئی ہو اس کو التحیات پوری کر کے کھڑا ہونا بہتر ہے اور اگر پوری کیے بغیر امام کے ساتھ کھڑا ہو گیا جب بھی نماز ہو جائے گی۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۶۹ امداد الفتاویٰ ص ۵۱۱ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر نماز میں کسی پر سجدۂ سہو واجب ہوا اس نے سجدۂ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کے بجائے سورۂ فاتحہ پڑھ ڈالی تو اس پر دوبارہ سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔سورۂ فاتحہ کے بعد پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر نماز پوری کرے اس کی نماز صحیح اور درست ہے(عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کسی نے رکوع یا سجدہ میں التحیات پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

(طحطاوی ص ۲۵۰ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر آخری التحیات کے بعد سہو (غلطی) ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، نماز پوری ہوگی۔(آپ کے مسائل ص ۳۶۸ جلد ۳)

مسئلہ:۔اگر التحیات کی جگہ کوئی سورت پڑھ لیں یا التحیات غلط پڑھ لیں تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔(آپ کے مسائل ص ۳۷۰ جلد ۳)

اذکار اور تسبیحات میں سہو کے مسائل

مسئلہ:۔اگر کسی نے نماز میں اعوذ باللہ یا بسم اللہ یا ثناء (سبحانک اللھم) چھوڑی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۶۵ جلد اول آپ کے مسائل ص ۳۶۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص رکوع یا سجدہ کی تسبیح پڑھنے کے بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(ہدایہ ص ۱۴۰ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کسی نے بلند آواز سے اعوذ باللہ یا بسم اللہ یا آمین کہہ دی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے نماز کی حالت میں دوسرے شخص سے فاتحہ سنی، اور اس کے ولا الضالین کہنے پر نمازی نے آمین کہدی تو آمین کہنے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اسی طرح کسی شخص کے دعاء مانگنے پر نماز کی حالت میں آمین کہدی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔
(مسائل سجدۂ سہو ص۷۶)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص ''سمع الله لمن حمده'' کو اس طرح پڑھتا ہو کہ ''لیمن'' سنائی دیتا ہو تو اس طرح پڑھنا اس شخص کا باعتبار قرأت کے غلط ہے، صحیح نہیں ہے، قرأت کے قاعدہ میں یہ ہے کہ ضمہ اور کسرہ (پیش اور زیر) میں صرف بو واؤ اور یاء کی آجائے نہ یہ کہ صریح واؤ اور یا یعنی ''هو لیمن'' پڑھا جائے یہ بالکل غلط ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۸۸ جلد۴)

مسئلہ:۔رکوع میں اتنی دیر ٹھہرنا کہ ہر عضو اپنے موقع پر برقرار ہو جائے اور ایک ''مرتبہ سبحان ربی العظیم'' کہا جاسکے واجب ہے۔اگر بھول کر اس کو چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور اگر قصداً ایسا کیا تو دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔(طحطاوی ص۱۶۶ جلد اول)

یعنی رکوع میں تسبیح پڑھنا تو سنت ہے، لیکن ایک تسبیح کی مقدار رکوع میں ٹھہرنا کہ ہر عضو اپنے موقع پر برقرار ہو جائے واجب ہے، اگر بھول کر اتنی دیر بھی رکوع میں نہ ٹھہر سکا تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور اگر قصداً ایسا کیا تو نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

رکوع وسجدہ میں سہو کے مسائل

مسئلہ:۔ایک رکعت میں دو رکوع کرنے سے بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز لوٹانی پڑے گی، لیکن اگر یہ مسئلہ نماز عیدین میں پیش آجائے تو بوجہ اژدہام کثیر کے ترک سجد سہو سے نماز صحیح ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۷۹ جلد۴ ورد المختار ص۵۰۷ جلد اول)

مسئلہ:۔کوئی شخص سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے کے بجائے بھول کر سجدہ میں چلا گیا، اور دوسری رکعت سے پہلے یاد آیا تو اس کو چاہیے کہ اسی وقت اٹھ کر رکوع کرے اور پھر دوبارہ سجدہ کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت سے پہلے یاد نہیں آیا تو دوسری رکعت کا رکوع پہلی رکعت کا رکوع تصور کیا جائے گا اور یہ دوسری رکعت بھی پہلی رکعت سمجھی جائے گی اور یہ دوسری رکعت کالعدم ہو جائے گی۔اس کے عوض میں اور رکعت اس کو پڑھنا ہوگی، اور اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(علم الفقہ ص۱۱۹ جلد۲، عالمگیری ص۶۷ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص۳۱۶ جلد۴)

مسئلہ:۔اگر کسی رکعت میں بھول کر دو سجدوں کے بجائے تین سجدے کرے تو اس سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔(آپ کے مسائل ص ۳۷۱ جلد ۳)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص کسی رکعت میں ایک ہی سجدہ کرے اور دوسرا سجدہ بھول جائے اور دوسری رکعت میں یا دوسری رکعت کے قعدہ اخیرہ التحیات پڑھنے سے پہلے یاد آجائے تو اس سجدے کو ادا کر کے پھر التحیات پڑھے اور سجدۂ سہو کرے۔(بحر ص ۹۴ جلد ۲،فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۲ جلد ۲،علم الفقہ ص ۱۱۸ جلد ۲،عالمگیری مصری ص ۱۱۸ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۸ جلد ۴ کبیری ص ۴۵۵)

مسئلہ:۔اگر بھولے سے امام تیسرے سجدے میں چلا گیا تو مقتدی اس کا اتباع نہ کریں البتہ امام پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور سجدۂ سہو میں مقتدی اتباع کریں گے۔

(شامی ص ۴۳۹ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۴۱۶ جلد ۴)

مسئلہ:۔اگر کسی نے نماز میں کسی رکن کو مقدم یا مؤخر کر دیا مثلاً پہلے سجدہ کر لیا بعد میں رکوع کر لیا، یا کسی رکن کو مکرر کر لیا مثلاً دو رکوع کر لیے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

امام کے ساتھ رکوع یا سجدہ رہ گیا تو؟

مسئلہ:۔امام کے پیچھے نماز میں اگر کسی کا رکوع یا سجدہ چھوٹ جائے تو اسے چاہیے کہ جس وقت یاد آجائے فوراً رکوع یا سجدہ کر کے امام کے ساتھ ہو جائے،اور اگر اس وقت نہیں کیا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد رکوع یا سجدہ کر کے پھر سجدۂ سہو (خود) کرے،اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار نہیں کی،تو اس کی نماز نہ ہوگی اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔(مسائل سجدۂ سہو بحوالہ عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔امام کے پیچھے کوئی واجب چھوٹ جائے مثلاً التحیات کے،تو اس کا اعادہ بعد میں نہیں ہے اور سجدۂ سہو بھی اس پر واجب نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۰۴ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۶۹۵ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر امام پر سجدۂ سہو واجب ہو،اور اسے سجدۂ سہو کرنا یاد نہیں رہا تو مقتدیوں پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔(عالمگیری ص ۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر جماعت میں مقتدی سے سہو (غلطی) ہوگئی تو نہ مقتدی پر سجدۂ سہو واجب اور نہ امام پر۔(ہدایہ ص ۱۰۶ جلد اول، کبیری ص ۴۶۴)

مسئلہ:۔اگر امام بھول جائے تو مقتدی پر بھی اس کی اقتداء کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔(شرح نقایہ ص ۱۱۲)

مسئلہ:۔مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کوئی فعل شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(بہشتی زیور ص ۶۶ جلد ۱۱ و شامی ص ۴۲۹ جلد اول)

مسئلہ:۔رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک ہی سجدہ کیا تو نماز کے اندر اندر فوت شدہ رکوع اور سجدہ ادا کر لے، اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو نماز کی اصلاح ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵ جلد ۵ و عالمگیری ص ۸۱ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر کوئی شخص قرأت کرنے کے بعد اور رکوع میں جانے سے پہلے ایک رکن کی مقدار یعنی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھا جاسکے، کھڑا سوچتا رہا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔(عالمگیری ص ۶۵ جلد اول، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸ جلد اول)

اگر رکوع میں سجدہ کی تسبیح پڑھ دی

مسئلہ:۔اگر کسی نے رکوع میں سجدہ کی تسبیح یا سجدہ میں رکوع کی تسبیح پڑھ دی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، البتہ مکروہ تنزیہی ہے یاد آجائے تو پھر رکوع یا سجدہ کی تسبیح کہہ لے تاکہ سنت کے مطابق ہو جائے۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۵ جلد ۴، درمختار بر حاشیہ شامی ص ۴۶۱ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۳۱۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہہ رہا تھا، سجدہ ہی میں یاد آنے پر سجدہ کی تسبیح کہنی چاہیے تاکہ سنت کے موافق ہو۔(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸۵ جلد ۴)

مسئلہ:۔نماز میں بہ مجبوری زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۱۵ جلد ۳)

مسئلہ:۔رکوع میں بجائے تسبیح کے کوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ رکوع کی تسبیح واجب نہیں ہے اور تشہد (التحیات) واجب ہے اس میں ایسا کرنے

سے یعنی تشہد چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب لازم ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۶ جلد ۴ وہدایہ ص ۱۴۰ جلد اول باب سجود السہو)

مسئلہ:۔ نماز میں تکبیر تحریمہ فرض ہے۔ اس کے علاوہ باقی نماز کی تکبیرات سنت ہیں۔ اس لئے اگر رکوع کو جاتے ہوئے تکبیر بھول گیا تو نماز ہوگئی، سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۳۱۵ جلد ۳)

اگر سجدہ کرنے میں شک ہوگیا

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص کو نماز میں یہ شک ہو کہ میں نے ایک سجدہ کیا یا دو، پس ایسی صورت میں اگر کسی طرف ظن غالب نہیں ہے تو ایک سجدہ اور کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

(درمختار ص ۱۰۳ جلد اول، فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۱۸ جلد ۴)

سجدۂ سہو میں شک ہوگیا تو!

مسئلہ:۔ اگر کسی پر سجدۂ سہو واجب تھا لیکن قعدہ اخیرہ میں اس کو سجدۂ سہو کے بارے میں شک ہوگیا کہ میں نے سجدۂ سہو کیا یا نہیں کیا تو ایسی صورت میں غالب ظن پر عمل کرلے، اور اگر کسی جانب رجحان نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۴۸ بحوالہ شامی ص ۵۲۹ جلد اول)

تکبیرات کا صحیح طریقہ

سوال:۔ تکبیر تحریمہ کب کہے ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر (۱) اگر امام کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کا ایک جز کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا اجزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ غرض یہ کہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے، نیز رکوع وسجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی

ہاتھ باندھ لے۔ (۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے۔ (۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کر دے۔

(بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد اول، شامی ص ۴۶۵ جلد اول)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے، تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے۔ (ہدایہ ص ۸۴ جلد اول)

اور جوہرہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ ص ۴۹ جلد اول)

صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر مؤخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے۔ یہ ثناء (سبحانک اللھم الخ) پڑھنے کا محل (جگہ) ہے نہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہونی چاہیے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا مقتدی اور بہرا مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تحریمہ کہہ لے گا تو امام سے پہلے تکبیر کی بناء پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ ''اللہ'' کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ ''اللہ'' امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ ''اکبر'' امام سے پہلے ختم کر دے، تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی (درمختار مع شامی ص ۴۴۸ جلد اول) (لہٰذا امام کو یہ عادت چھوڑ دینی چاہیے۔

جواب (۲):۔ رکوع وسجود کی تکبرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے، اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم کرے، رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس میں دو کراہت لازم آتی ہیں، ایک کراہت ترک محل کی، کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں، رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدے میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہیے تھا، یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کر دیا۔ دوسری کراہت ادائے بے محل کی یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے وہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کا وقت تھا، تکبیر کہنے کا وقت نہیں تھا، اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ (منیۃ المصلی ص ۸۸ کبیری ص ۳۲۵)

مختصر یہ کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۴۳ جلد اول وص ۲ جلد ۳)

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے

مسئلہ:۔ تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے قبل، اسی طرح نماز عیدین کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لیے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں ہے، اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے جائیں یا چھوڑے رکھے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۷ جلد ۳، نور الایضاح ص ۷۶ وامداد الاحکام ص ۴۶۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا، قیام اور تکبیر دونوں کا فرض (اتنی مقدار کھڑے رہنے سے) ادا ہو چکا، بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اس کو لازم نہیں، اس لئے کہ جس قدر قیام پایا گیا وہ ہی کافی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۱۴ جلد ۳ وفتاویٰ قاضی خاں ص ۴۷ جلد اول)

یعنی مقتدی نے قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہی، اس کے بعد بلا توقف رکوع میں چلا گیا اور امام کو رکوع میں پالیا تو بحالت قیام تکبیر کہنے کی مقدار کافی ہے (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ اگر کسی نے تکبیر تحریمہ بحالت قیام نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہی ہے اس لئے وہ نماز میں داخل نہ ہوگا، جب داخل ہونا نماز میں صحیح نہ ہوا تو رکعت کیسے معتبر ہوگی بلکہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط تکبیر کا حالت قیام میں کہنا ہے، لہٰذا اگر قیام میں "اللہ" کہا اور رکوع میں "اکبر" کہا تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۱۵ جلد ۴ وفتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ بعض مقتدی ایسی غلطی کر لیتے ہیں جس سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے مثلاً امام کے تکبیر تحریمہ یعنی "اللہ اکبر" کہنے سے پہلے مقتدی اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں یا امام کے لفظ "اللہ" ختم ہونے سے پہلے ہی لفظ "اللہ" کہہ دیتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوتا، ان مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ

پھر دوبارہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر امام کے پیچھے نماز کی نیت باندھے۔ (صغیری ص ۱۴۳)

مسئلہ:۔ جب کوئی امام کے ساتھ رکوع میں آکر شامل ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنا مسنون ہے۔ اگر ہاتھ نہ باندھے اور ویسے ہی رکوع یا سجدے میں چلا گیا تو بھی نماز صحیح ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۹ جلد ۳، بحر الرائق ص ۳۲۰ جلد اول)

مسئلہ:۔ جب امام رکوع میں ہو تو آنے والے کو تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہیے، یہ طریقہ مسنون ہے لیکن اگر صرف تکبیر تحریمہ کہہ کر بغیر دوسری تکبیر کہے رکوع میں چلا گیا اور امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ رکعت اس کو مل گئی اور نماز بھی صحیح ہو گی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۸ جلد ۳ و شامی ص ۴۴۳ جلد اول)

مسئلہ:۔ مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کے تحریمہ کے ساتھ کریں، رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ قومہ بھی اس کے قومہ کے ساتھ، سجدہ بھی اس کے سجدے کے ساتھ، غرضیکہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ۔ ہاں اگر قعدہ اولیٰ میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات تمام کریں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں، اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے مقتدی التحیات تمام کریں، سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں، ہاں رکوع سجدے وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح پڑھی ہو تب بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہیے۔ (علم الفقہ ص ۹۸ جلد ۲)

بعد میں آنے والا رکوع میں کس طرح جائے؟

مسئلہ:۔ حکم یہ ہے کہ بعد میں آنے والا شخص کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ کر رکوع میں چلا جائے تکبیر کے بعد قیام کی حالت میں ٹھہرنا کوئی ضروری نہیں، پھر اگر امام کو عین رکوع کی حالت میں جا ملا، تو رکعت مل گئی خواہ اس رکوع میں جانے کے بعد امام فوراً ہی اٹھ جائے اور اس کو رکوع کی تسبیح پڑھنے کا موقع بھی نہ ملے۔ (جب بھی رکعت ملنا شمار ہو گا) اور اگر ایسا ہوا کہ اس کے رکوع میں پہنچنے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ گیا تو رکعت نہیں ملی۔

(آپ کے مسائل ص ۲۹۱ جلد ۳)

رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھیں یا آہستہ

مسئلہ:۔فرض وغیرہ میں ثناء اور رکوع وسجود کی تسبیحات وغیرہ یا تلاوت قرآن کریم،ذکر واوراد اور وظیفہ وغیرہ اس قدر زور سے پڑھنا کہ دوسروں کی توجہ ہٹے،نماز پڑھنے والوں کو خلجان ہو، وہ بھول جائیں یا ان کے خشوع وخصوع میں،یا اعتکاف کرنے والوں کی یکسوئی میں فرق آئے،یا سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے۔(اس طرح پڑھنا) درست نہیں،گناہ کا موجب ہے۔(یعنی بعض حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ نمازوں میں ثناء اور رکوع وسجود کی تسبیحات وتکبیرات انتقالات وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں کہ قریب والوں کو حرج ہوتا ہے۔) لہذا ایسی عادت چھوڑ دینی چاہیے کہ حرج ہو۔(فتاویٰ رحیمیہ ص۲۳ جلد۳ وشامی ص ۶۱۸ جلد اول)

تکبیرات میں سہو کے مسائل

مسئلہ:۔ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے وقت مثلاً رکوع یا سجدہ میں جاتے وقت یا سجدہ سے اٹھتے وقت جو تکبیرات یعنی ”اللہ اکبر“ کہی جاتی ہیں،ان تکبیروں میں سے کوئی تکبیر کہنا بھول گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں،البتہ عیدین کی نمازوں میں دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا،مگر چونکہ عیدین کی نمازوں میں مجمع زیادہ ہوتا ہے اس لئے سجدۂ سہو راجح قول کے مطابق نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۶۵ جلد اول وآپ کے مسائل ص ۱۷۱ جلد۳)

مسئلہ:۔اگر کسی شخص نے تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز شروع کی اور قرأت بھی کرلی،اس کے بعد تکبیر تحریمہ کے بارے میں شک ہوا،تو اس نے دوبارہ تکبیر تحریمہ کہی اور قرأت پھر دوبارہ شروع کی،اس کے بعد خیال آیا کہ تکبیر تحریمہ تو شروع میں کہہ لی تھی تو اس کے اوپر آخیر میں سجدۂ سہو واجب ہے۔(مسائل سجدۂ سہو ص ۷۰ بحوالہ مبسوط ص ۲۳۲ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر امام بھول کر پہلی رکعت یا تیسری رکعت میں بیٹھ گیا تو پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا یا خود ہی یاد آیا تو امام کو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہونا چاہیے۔(کبیری ص ۳۱۲)

مسبوق ولاحق کی تعریف اور مسائل

مسبوق اس شخص کو کہتے ہیں جس کو نماز کا کچھ حصہ یا اکثر حصہ امام کے ساتھ نہ مل سکے، مسبوق کا حکم یہ ہے کہ جتنا حصہ نماز کا امام کے ساتھ رہ گیا ہو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھے گا، یہ بالکل منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کے حکم میں ہوتا ہے، جس طرح منفرد آدمی نماز پڑھنے میں ثناء (سبحانک اللھم الخ) تعوذ (اعوذ باللہ الخ) تسمیہ (بسم اللہ الخ) اور قرأت کرتا ہے، اسی طرح یہ بھی باقی ماندہ نماز میں کرے گا، اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو اس کو سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۹۶ جلد۲)

مدرک وہ شخص ہے جس کو شروع سے آخر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے۔ اور اس کو مقتدی اور مؤتم بھی کہتے ہیں۔ (علم الفقہ ص ۷ جلد۲)

لاحق وہ ہوتا ہے جو امام کے ساتھ ابتداء میں شریک ہوتا ہے، لیکن کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے امام کے ساتھ اقتداء کرنے کے بعد اس کی بعض رکعات یا تمام رکعات رہ جائیں مثلاً غفلت کی وجہ سے یا، بھیڑ کی وجہ، یا حدث لاحق ہونے (بے وضو ہو جانے) کی وجہ سے، یا بلا عذر کے، مثلاً اپنے امام سے پہلے رکوع، سجود کر لیا، اور اس طرح وہ رکعت رہ گئی، یا مقیم شخص جو مسافر امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہے، یا نماز خوف میں پہلی ایک یا دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھتا ہے یہ لاحق ہوگا۔ اس کا حکم مقتدی کا سا حکم ہوتا ہے، یہ باقی ماندہ نماز میں قرأت نہیں کرے گا، نہ سجدہ سہو کرے گا (اگر بھول گیا اور سجدۂ سہو اس واجب ہوا) اور نہ اس کا فرض اقامت کی نیت سے تبدیل ہوگا۔ ایسا شخص مسبوق کے برعکس پہلے اس حصہ کو قضاء کرے گا جو امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ گیا ہے۔ اور اگر جماعت باقی ہے تو یہ امام کے ساتھ شریک ہوگا۔

لاحق سے جو رکعات رہ گئی ہیں ان میں وہ مقتدی سمجھا جائے گا اور امام کے ساتھ جیسے مقتدی قرأت نہیں کرتا، ایسے ہی لاحق بھی قرأت نہیں کرے گا بلکہ سکوت (خاموشی) اختیار کرے گا۔ اور خاموش کھڑا رہے گا، اور اگر اس سے سہو جائے گا تو سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔ (علم الفقہ ص ۹۶ جلد۲)

مسئلہ:۔مسبوق سے جو رکعتیں رہ گئی ہوں ان کو اس طرح ادا کرے، پہلے قرأت والی رکعت پڑھے اور پھر وہ رکعت جو بغیر قرأت کے ہوں، اور قعدہ میں ان رکعات کے مطابق بیٹھنا ہوگا، جو امام کے ساتھ پڑھی ہیں۔مثلاً ظہر کی تین رکعات ہونے کے بعد وہ امام کے ساتھ شریک نماز ہوا ہو۔اس کو ایک ہی رکعت امام کے ساتھ ملی ہو، اب یہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت ملا کر پڑھے گا اور پھر قعدہ میں بیٹھے گا، اور پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد اور سورت ملائے گا قعدہ نہ کرے گا، کیونکہ اس کی یہ تیسری رکعت بنتی ہے، چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت نہ ملائے اور قعدہ میں بیٹھے یہ آخری قعدہ ہوگا۔(کتاب الفقہ ص ۲۱۷ جلد اول وعلم الفقہ ص ۹۷ جلد ۲ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۷ جلد ۳ ردالمختار ص ۵۵۸ جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ ص ۳۴۴ جلد ۴)

(نوٹ:۔تفصیل آگے آرہی ہے۔)

مسئلہ:۔مقتدی چار رکعت والی نماز میں جماعت کے ساتھ ایک رکعت پائے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اول کی دو رکعت میں قرأت پڑھے گا۔اور آخری ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۸۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔اگر چار رکعت والی نماز میں جماعت کے ساتھ صرف دو رکعت ملی ہیں تو امام کے سلام کے بعد باقی دو رکعت میں الحمد اور سورت دونوں پڑھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۸۸ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۵۷ جلد اول)

مسئلہ:۔اگر ایک رکعت رہ گئی ہو تو اٹھ کر (امام کے سلام کے بعد) جس طرح رکعت پڑھی جاتی ہے۔سبحانک اللھم سے شروع کردے اور سورۂ فاتحہ اور دیگر سورت پڑھ کر رکعت پوری کرے۔اور اگر دو رکعتیں رہ گئی ہوں تو اٹھ کر پہلی دو رکعتوں کی طرح پڑھے یعنی پہلی رکعت میں سبحانک اللھم سے شروع کرے اور سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھ کر رکوع کرے، دوسری رکعت سورۂ فاتحہ سے شروع کرے۔اور اگر تین رکعت رہ گئی ہوں تو پہلی رکعت میں سبحانک اللھم شروع کر کے سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور اس رکعت پر قعدہ کرے۔ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے، اور تیسری رکعت پر قعدہ کرے۔دوسری

رکعت میں سورۂ فاتحہ اورسورت پڑھے،اور تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اورآخری قعدہ کرے۔(آپ کے مسائل ص۲۹۰ جلد۳)

مسئلہ:۔باقی ماندہ رکعتیں قرأت کے اعتبار سے تو پہلی ہوتی ہیں لیکن التحیات میں بیٹھنے کے لحاظ سے یہ رکعتیں آخری ہیں، پس اگر امام کے ساتھ ایک رکعت ملی ہو تو ایک رکعت اور پڑھ کر قعدہ کرنا ضروری ہے اور باقی دو رکعتیں ایک قعدہ سے ادا کرے۔

(آپ کے مسائل ص۲۹۰ جلد۳)

مسئلہ:۔جس کو مغرب کی دو رکعت امام کے ساتھ ملی تو وہ قعدہ میں امام کے ساتھ صرف التحیات پڑھ کر خاموش بیٹھا رہے، پھر جب ایک رکعت باقی ماندہ ادا کرے،اس وقت سب کچھ پڑھے۔(فتاویٰ دار العلوم ص۳۹۳ جلد۳ غنیۃ المستملی ص۴۴۱)

مسئلہ:۔مغرب کی نماز میں جب امام کے ساتھ ایک رکعت آخری ملی تو باقی دونوں رکعتوں میں بیٹھنا اور التحیات پڑھنی ہوگی۔(فتاویٰ دار العلوم ص۳۹۶ جلد۳ وفتاویٰ رحیمیہ ص۳۴۴ جلد۴)

مسئلہ:۔جس شخص کو چار رکعت والی نماز میں مثلاً ظہر یا عصر میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملے وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی ماندہ رکعات اس طرح ادا کرے کہ اٹھ کر تعوذ اور ثناء پڑھ کر الحمد اور سورت اس رکعت میں پڑھے اور رکوع وسجدہ کرکے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے کیونکہ اس کی دوسری رکعت ہوگئی۔ایک امام کے ساتھ اور ایک خود اٹھ کر پڑھی۔التحیات پڑھ کر اٹھ جائے اور الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کرے۔یہ اس کی تیسری رکعت ہوئی، سجدہ کے بعد فوراً اٹھ کر چوتھی رکعت صرف الحمد کے ساتھ پڑھے، یہ چوتھی رکعت ہوگئی۔رکوع وسجدہ کرکے التحیات اور درود شریف اور دعاء (ربنا آتنا الخ وغیرہ) پڑھ کر سلام پھیر دے۔(فتاویٰ دار العلوم ص۳۹۷ جلد۳ رد المحتار ص۵۵۷ جلد اول)

مسئلہ:۔عصر کی ایک رکعت پانے والے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت پڑھ کر قعدہ درمیانی کرنا ہوگا۔اور پھر دو رکعت پڑھ کر آخر میں بیٹھنا ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۳۹۶ جلد۳ بحوالہ رد المحتار ص۵۵۷)

مسئلہ:۔اگر مسبوق سے رکعت میں کوئی فرض چھوٹ گیا، اگر اس نے اس فرض کا اعادہ نہیں کیا

تو نماز پھر سے پڑھے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۰ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۴۱۱ جلد اول)
مسئلہ:۔ اگر کسی کو مغرب کی نماز امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی اور دو رکعتیں چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی دو رکعت اس طرح پوری کیں کہ درمیانی قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۷ بحوالہ ردالمختار ص ۶۹۵ جلد اول)
مسئلہ:۔ امام پر سجدۂ سہو واجب تھا، اس نے سجدۂ سہو کیا، اس کے بعد التحیات پڑھنے کی حالت میں کسی نے اقتداء کی تو یہ اقتداء درست اور صحیح ہے۔ بعد میں اس کے ذمہ سہو واجب نہیں ہے۔ (شامی ص ۵۲۶ جلد اول)
مسئلہ:۔ امام پر سجدۂ سہو واجب تھا، اس لئے اس نے سجدۂ سہو کیا، جب دوسری سجدہ میں تھا تو کسی نے آکر اس کی اقتداء کی یعنی دوسرے سجدۂ سہو کے سجدہ میں آکر شریک ہو گیا تو پہلے سجدہ کی قضاء اس کے ذمہ نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۶۶ جلد اول و مسائل سجدۂ سہو ص ۸۶)
مسئلہ:۔ جو شخص جماعت میں کچھ رکعت ہونے کے بعد شامل نماز ہوا، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے اپنی نماز پوری کر لی۔ اگر کسی سبب سے امام کی نماز نہیں ہوئی تو مسبوق (بعد میں شریک ہونے والے) کی بھی نماز اس صورت میں نہ ہوگی یعنی مسبوق کی نماز امام کی نماز کی صحت پر موقوف ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۹ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۵۵۳ جلد اول)
مسئلہ:۔ مسبوق کو یہ حکم ہے کہ جس وقت رکعت باقی ماندہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہو، اس وقت ثناء و تعوذ پڑھے اور جس وقت امام کے ساتھ شریک ہو اس وقت نہ پڑھے، چاہے قرأت جہری ہو یا سری، پھر جب اپنی رکعت پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو اس وقت پڑھے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹۲ جلد ۳ بحوالہ ردالمختار ص ۴۵۶ جلد اول)
مسئلہ:۔ اگر جہری نماز تنہا پڑھے تو آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ جب کہ دوسروں کے لئے جہر یعنی بلند آواز سے قرأت کرنا تکلیف دہ نہ ہو۔
مسئلہ:۔ اگر سب کی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو پھر امام زور سے ہی پڑھے۔
(ہدایہ ص ۴۷ جلد اول، شرح نقایہ ص ۸۲ جلد اول)

مسئلہ:۔مسبوق (کچھ رکعت نکلنے کے بعد شامل ہونے والے) نے اگر سہواً (بھولے سے) امام کے ساتھ سلام پھیر دیا خواہ ایک طرف یا دونوں طرف اس طرح کہ مسبوق کا سلام امام کے سلام کے کچھ بعد واقع ہوا جیسا کہ عادت ہے یعنی بعد میں ہی سلام پھیرا جاتا ہے، تو مسبوق اٹھ کر اپنی باقی رکعات پوری کرسکتا ہے، نماز اس کی فاسد نہیں ہوئی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۸ جلد ۳ درمختار باب السجود ص ۶۹۶ جلد اول، امداد الفتاویٰ ص ۵۱۲ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۵ جلد ۷)

مسئلہ:۔مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، اگر وہ مسبوق دوسرے کے بتلانے سے اور یاد دلانے سے اٹھا اور خود بھی اس کو یاد دلانے سے یاد آگیا اور اسی بناء پر وہ اٹھا تو سجدۂ سہو کرنے سے اس کی نماز ہوگئی۔اور ایسی حالت میں ایسا ہی کرنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص بتلا دے اور یاد دلا دے تو خود یاد کر کے اپنی یاد پر اس فعل کو کرے تاکہ نماز میں خلل نہ ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۳ جلد ۳، ردالمحتار ص ۵۸۱ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۰ جلد ۲)

اگر بتلانے اور یاد دلانے پر فوراً کھڑا ہوگیا، اپنی یاد سے کام نہ لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، ایسی حالت میں یہ شکل کرنی چاہیے کہ بتلانے پر اپنی یادداشت پر زور ڈال کر اپنی رائے کے مطابق اٹھ کر نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرلے۔(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔مسبوق بغیر کسی کلام کیے اور کچھ بولے بغیر اگر وہ اٹھ گیا (رکعت پوری کرنے کے لئے) اگرچہ سلام پھیر دیا اور ہاتھ اٹھا کر (عربی میں) دعاء مانگ بھی لی، اس کے نماز ہوگئی۔ آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔(یعنی باقی ماندہ رکعت پوری کر کے)۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۸۲ جلد ۳، ردالمحتار ص ۵۶۰ جلد اول باب الاستخلاف)

باقی ماندہ نماز پڑھنے والے کی اقتداء کرنا

مسئلہ:۔مسبوق کا اقتداء (جو شخص امام کے سلام کے بعد اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور کوئی آکر اس کے پیچھے نیت باندھ لے) درست نہیں ہے وہ بحالت انفراد بعد فراغ امام کے دوسروں کا امام نہیں ہوسکتا۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۷۶ جلد ۳)

یعنی اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کی حالت میں کسی کا امام نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ وہ خود

امام کا سابق مقتدی ہے اپنی رکعت پوری کر رہا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں پوری کرے

سوال:۔ دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے، امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ رکعتوں میں شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں؟ تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرانی پڑے گی؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی امام کی حیثیت سے اقتداء کی ہے تو نماز نہ ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۸ جلد اول بحوالہ درمختار مع شامی ص ۵۵۸ جلد اول)

حرم شریف میں بھیڑ کے وقت مسبوق کے لئے حکم

سوال:۔ حرم شریف میں حجاج کو اکثر دروازے میں جہاں سے لوگوں کی آمد ورفت ہے نماز کے لئے جگہ ملتی ہے (اور جس کی رکعت نکل جاتی ہے) امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد اس کو پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے لوگ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے پہلے کھڑے ہو کر اپنی فوت شدہ نماز جلدی سے پڑھ کر امام کے سلام کے بعد لوگوں کے اٹھنے سے پہلے فارغ ہو جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے حالات میں جب کہ فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کا امکان نہ ہو تو امام کے ہمراہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے ادا کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ کبیری ص ۴۳۹ میں ہے کہ "خطرہ ہے کہ لوگ اس کے سامنے سے گذریں گے یا اس طرح کا کوئی اور خدشہ ہے تو اس وقت یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ امام جب قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے یعنی اتنی دیر گزر جائے جتنی دیر میں التحیات پڑھی جا سکتی ہے تو وہ (مقتدی) کھڑا ہو جائے مگر اس کا پورا خیال رکھے کہ اس سے پہلے (یعنی جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اس سے پہلے) ہرگز کھڑا نہ ہو (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ عیدین، جمعہ وغیرہ میں ہجوم (بھیڑ) میں تنگی کی وجہ سے پچھلی صف والے اگلی صف

والوں (اگر جگہ نہ ہوتو) پشت پر بھی سجدہ کر سکتے ہیں۔ (شرح نقایہ ص ۹۷ جلداول، کبیری ص ۲۸۶)

نوٹ:۔ ان دونوں مسائل کا ہر جگہ فائدہ نہ اٹھایا جائے تا کہ عوام الناس پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسبوق پر سجدۂ سہو کا حکم

مسئلہ:۔ مسبوق جس کی رکعت امام کے ساتھ رہ گئی ہو وہ اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدۂ سہو کرے گا، خواہ یہ بھول امام سے اس کے ملنے سے پہلے ہوئی ہو یا اس کے ملنے کے بعد ہوئی (امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرے گا بلکہ صرف سجدۂ سہو میں شریک ہوگا) سجدۂ سہو کے بعد جب امام سلام پھیرے گا تو اس کے بعد مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرے گا اور اگر مسبوق اپنی ان چھوٹی ہوئی رکعتوں میں جن کو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کر رہا ہے، کوئی سجدۂ سہو واجب کرنے والی غلطی ہو جائے، یہ اس میں تنہا الگ سے سجدۂ سہو کرے گا، اس لئے کہ یہ اپنی ان رکعتوں میں منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کے حکم میں ہے۔

(درمختار ص ۶۸۳ جلداول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۱ جلد ۴، بحوالہ شامی ص ۵۵۷ جلداول وفتاویٰ محمودیہ ص ۵۵ جلد ۱۲ و مبسوط ص ۲۲۹ جلداول)

یعنی الگ سے اس کو آخر میں دوبارہ سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

منفرد و مقتدی پر سجدہ سہو کا حکم

مسئلہ:۔ واجب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو منفرد پر بھی واجب ہوتا ہے اور مقتدی پر بھی، مگر مقتدی پر اس کے امام کے سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر اس کا امام سجدۂ سہو کرے گا تو اس کی پیروی میں مقتدی کو بھی کرنا ہوگا، مقتدی کے خود اپنے سہو (غلطی) سے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (یعنی امام کے پیچھے اگر مقتدی سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو مقتدی پر سجدۂ سہو نہیں ہے، ہاں مسبوق پر ہے یعنی جس کی رکعت رہ گئی ہو) نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ اگر سلام سے پہلے مقتدی سجدۂ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور امام کے سلام کے بعد وہ نماز سے نکل چکا ہوگا۔

(درمختار ص ۶۸۳ جلداول و آپ کے مسائل ص ۳۶۴ جلد ۳)

مقیم، مقتدی، مسافر امام کے پیچھے سجدۂ سہو کیسے کرے

مسئلہ:۔ ایک مقیم، ایک مسافر امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا، امام سے بھول (غلطی) ہوگئی اور اس نے سجدۂ سہو کیا، تو اب سوال یہ ہے کہ مقیم مقتدی کیا کرے؟

اس میں دو قول ہیں، پہلا تو یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور اس کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرے۔

اور دوسری قول یہ ہے کہ مقیم مقتدی سجدۂ سہو میں امام کی پیروی نہ کرے، بلکہ سلام کے بعد جو وہ اپنی بقیہ دو رکعتیں پوری کرلے تب وہ سجدۂ سہو کرے۔ (درمختار ص۶۸۴ جلد اول)

لاحق پر سجدۂ سہو کا حکم

مسئلہ:۔ لاحق پر بھی (جو امام کیساتھ نماز میں تکبیر تحریمہ سے شریک ہوا ہے، لیکن کسی عذر کی وجہ سے یعنی وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے کچھ رکعتیں نکل گئیں تو) اپنے امام کے بھول ہو جانے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے مگر لاحق اپنی نماز کے آخر میں سجد سہو کرے گا، اگر اس نے سجدہ کرلیا تھا تو بھی اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدۂ سہو کرے گا، اس لئے کہ ملنے کے وقت اس نے عزم کیا تھا کہ وہ پوری نماز میں اپنے امام کی پیروی کرے گا اور جب اس کے امام نے اخیر میں سجدۂ سہو کیا ہے تو یہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ (درمختار ص۶۸۴ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور بعد شرکت کے پھر کچھ رکعتیں اس کی چلی جائیں تو اس کو چاہیے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شرکت کے گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے، اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے، مگر اس میں امام کی متابعت کا خیال رکھے، بعد اس کے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرکے جن میں مسبوق ہے۔

مثال:۔ عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا، اس درمیان میں نماز ختم ہوگئی تو اس کو چاہیے کہ پہلے ان تین رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شریک ہونے کے گئی ہیں پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک

ہونے سے پہلے ہوچکی تھیں اوران تین رکعتوں کومقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قرأت نہ کرے اوران تین کی پہلی رکعت میں بھی قعدہ کرے۔اس لئے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اورامام نے اس میں قعدہ کیا تھا، پھر دوسری رکعت میں بھی قعدہ کرے۔اس لئے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے، پھر تیسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے، امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھراس رکعت کوادا کرے جواس کے شریک ہونے سے پہلے ہوچکی تھیں اوراس میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے۔ اوراس رکعت میں اس کوقرأت بھی کرنا ہوگی اس لئے کہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

(علم الفقہ ص ۹۷ جلد۲ وردالمختار وغیرہ ونماز مسنون ص ۱۲۸)

مسئلہ:۔نمازخوف میں پہلا گروہ لاحق کاحکم رکھتا ہے جواپنی باقی ماندہ ایک یادورکعت بغیرقرأت کے ادا کرے گا۔اورنمازخوف میں دوسرا گروہ مسبوق کاحکم رکھتا ہے جواپنی باقی ماندہ نمازمنفرد کی طرح پڑھے گا۔(نماز مسنون ص ۸۲۷ تاص ۸۲۸)

اسی طرح جومقیم شخص مسافرامام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ مسافرامام کی نمازختم کرنے کے بعدلاحق ہوگا۔(بحوالہ مسلم ص ۲۲۰ جلداول واعلاء السنن ص ۳۷۶)

امام نے سلام کے کچھ دیر سجدۂ سہو کیا تو مسبوق کیا کرے

مسئلہ:۔امام پرسجدۂ سہوواجب تھا، اس کویادنہیں رہا، اس نے دونوں طرف سلام پھیردیا اورمسبوق (بعدمیں شامل ہونے والا) اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوگیا، اس کے بعدامام کویادآیا کہ مجھ پرسجدۂ سہوواجب تھا(امام نے کلام نہیں کیااورقبلہ سے بھی نہیں ہٹا تھا)لہٰذاامام فوراًسجدۂ سہومیں چلاگیاتواس مسبوق کوچاہیے کہ اگراس رکعت کاسجدہ نہ کیاہوتولوٹ آئے اورامام کے ساتھ سجدۂ سہومیں شریک ہوجائے اورپھرجس وقت امام آخری سلام پھیرے تواٹھ کربقیہ اپنی نمازپوری کرلے۔

اوراس درمیان جومسبوق نے قیام،قرأت اوررکوع کیاہے وہ کالعدم تصورکیا جائے گا،اوراگرمقتدی نے لوٹ کرامام کے ساتھ سہونہیں کیاجب بھی نمازصحیح ہوجائے گی،

لیکن اخیر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا، البتہ اگر وہ مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو پھر نہ لوٹے، ایسی صورت میں اگر لوٹے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ عالمگیری ص۶۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا اور اٹھ کر اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرنے لگا اور پھر اس سے بھی کوئی سہو (غلطی) ہو گیا تو ایک ہی مرتبہ اخیر میں سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے، البتہ وہ مسبوق سلام کا انتظار کیے بغیر اٹھ جانے پر گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ عالمگیری ص۶۶ جلد اول)

امام کو سہو کے بعد وضو بھی ٹوٹ جائے

مسئلہ:۔ کسی امام کو نماز میں سہو ہوا اور اس کے بعد اس کو حدث بھی لاحق ہو گیا یعنی وضو بھی ٹوٹ گیا، امام نے صف میں سے ایک مسبوق کو (جس کی رکعت نکل گئی ہو) اپنی جگہ خلیفہ (امام) بنا دیا تو وہ مسبوق سلام تک نماز پوری کر دے لیکن سلام نہ پھیرے جس وقت سلام پھیرنا ہو تو کسی مدرک (جس کو پوری نماز ملی ہے) آگے کر دے اور وہ مدرک آ کر سجدۂ سہو کرے اور پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ مسبوق بھی اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا۔

(عالمگیری ص۶۶)

نماز میں حدث (بے وضو) ہو جانے کا بیان

نماز میں اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدث اصغر ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں اختیاری ہوگا یا بے اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہوگا یا نہیں، اگر اختیاری ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکالے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر

ہوئے ہیں اور اگر بے اختیاری ہوگا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا نادر الوقوع ہوگا جیسے قہقہہ جنون بے ہوشی وغیرہ یا کثیر الوقوع جیسے خروج ریح، پیشاب، پاخانہ، مذی وغیرہ اگر نادر الوقوع ہوگا تو نماز فاسد ہوجائے گی اگر نادر الوقوع نہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اس شخص کو اختیار ہے کہ بعد اس حدث کے رفع کرنے کے اسی نماز کو تمام کرلے اور اگر نماز کا اعادہ کرلے تو بہتر ہے۔

اس صورت میں نماز فاسد ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

۱۔ کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔

۲۔ کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے، مثلاً جب وضو کو جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرلے، اس لئے کہ قرأت نماز کا رکن ہے۔

۳۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔

۴۔ بعد حدث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کرنے کے لئے جائے، ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔

۵۔ مقتدی کو ہر حال اور امام کو اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز وہیں پڑھنا چاہیے جہاں پہلے شروع کی تھی۔

۶۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کرنا جس میں امامت کی صلاحیت نہ ہو۔

منفرد کو اگر حدث ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرلے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ کرنا چاہیے اور اس درمیان کوئی کلام وغیرہ نہ کرے، پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے، حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے، بعد وضو کے چاہے وہیں اپنی نماز تمام کرلے چاہے جہاں پہلے تھا وہاں جا کر پڑھے۔

مسئلہ:۔ امام کو اگر حدث ہوجائے اگرچہ قعدہ اخیرہ میں ہو تو اس کو چاہیے کہ فوراً سلام پھیر کر

وضو کرنے کے لئے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو، اس کو اپنی جگہ پر کھڑا کردے، مدرک خلیفہ کرنا بہتر ہے اگر مسبوق کو کردے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتلادے کہ اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں رکعتوں کے لئے انگلی سے اشارہ کرے، مثلاً ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی اٹھادے، دو رکعت باقی ہوں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر، قرأت باقی ہو تو منہ پر، سجدۂ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر، سجدۂ سہو کرنا ہو تو سینے پر، جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آکر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے، اور جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز تمام کرلے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں، اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں، چاہے کرے اور چاہے نہ کرے، بلکہ جب خود وضو کر کے آئے تو پھر امام بن جائے اور اتنی دیر تک مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔ (شامی)

مسئلہ:۔ خلیفہ کردینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہوجاتا ہے لہذا اگر جماعت ہو چکی ہو تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے خلیفہ کردیں یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہوجائے اور امامت کی نیت کرلے، تب بھی درست ہے، بشرطیکہ امام مسجد سے باہر نکل چکا ہو اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا ہو، اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

اگر مقتدی کو حدث ہوجائے اس کو بھی فوراً سلام پھیر کر وضو کرنا چاہیے۔ بعد وضو کے اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہوجائے ورنہ اپنی نماز تمام کرلے۔

مسئلہ:۔ مقتدی کو ہر حال میں اپنے مقام پر جا کر نماز پڑھنا چاہیے، خواہ جماعت باقی ہو یا نہیں۔ اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ کھڑا کردے تو اس کو چاہیے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی تھیں، ان کو ادا کر کے کسی مدرک کو اپنی جگہ کردے تاکہ وہ سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

مسئلہ:۔اگرکسی کوقعدہ اخیرہ میں بعداس کے بقدرالتحیات کے بیٹھ چکاہوجنون ہوجائے یاحدث اکبرہوجائے یاعمداًحدث اصغر(یعنی وضوتوڑلے)کرلے،یابے ہوش ہوجائے یاقہقہہ کے ساتھ ہنسے تونماز فاسد ہوجائے گی اورپھراس نمازکولوٹاناضروری ہوگا۔(علم الفقہ ص۱۱۱تاص۱۱۳جلد۲)(اس مسئلہ کی تفصیل دیکھئے احقرکی مرتب کردہ کتاب''مسائل امامت''محمدرفعت قاسمی غفرلہٗ)

امام سورہ الناس پڑھی تو مسبوق کون سی پڑھے؟

مسئلہ:۔ایک شخص مغرب کی نمازمیں دوسری رکعت میں شامل ہوااورامام نے دوسری رکعت میں قل اعوذبرب الناس پڑھی تواس صورت میں مسبوق کواپنی باقی ماندہ رکعت میں اختیار ہے۔پورے قرآن شریف میں سے جوسورت چاہے اورجہاں سے چاہے پڑھے کیونکہ قرأت کے سلسلہ میں باقی ماندہ نمازابتداء کے حکم میں ہوتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۷۷ ۳جلد۳بحوالہ درمختارص۷ ۵۵جلداول)

مسئلہ:۔جن رکعتوں کوآپ امام کے سلام پھیرنے کے بعدپوری کریں گےان میں آپ امام کے تابع نہیں بلکہ اپنی اکیلے نمازپڑھنے کے حکم میں ہے،اس لئے ان رکعتوں میں آپ نے جوسورت پڑھی ہے دوسری رکعت میں اس کے بعدوالی سورت پڑھیں،اس سے پہلے کی نہ پڑھیں،لیکن امام کی قرأت کی ترتیب کالحاظ آپ کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔پس امام نے جوسورتیں پڑھی ہیں آپ بقیہ رکعت میں اس سے پہلے کی سورت بھی پڑھ سکتے ہیں اوربعدکی بھی۔(آپ کے مسائل ص۲۱۲جلد۳)

مسئلہ:۔احناف کامسلک یہ ہے کہ مسبوق جورکعات امام کے سلام پھیرنے کے بعدپڑھتا ہے وہ قرأت کے لحاظ سے اول ہیں یعنی حکماًاس کی نمازکاپہلاحصہ ہے،اگرچہ حساًوہ آخرہے،اورتشہدکے اعتبارسے یہ آخرہیں اورامام کے ساتھ جورکعتیں اس نے پائی ہیں وہ تشہدکے اعتبارسے اول ہیں۔قرأت کے اعتبارسے آخرہیں۔

(نمازمسنون ص۸۳۱،کتاب الفقہ ص۷۰۱جلداول)

جماعت کے لوٹانے میں نئے نمازی کا شرکت کرنا

مسئلہ:۔ اگر فرض کے چھوٹنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ ہوا ہے (یعنی نماز دوبارہ پڑھی گئی) تو اس میں شریک ہونا نئے نمازی کا درست ہے، کیونکہ پہلی نماز باطل ہوگی اور اگر واجب کے چھوٹنے کی وجہ سے اعادہ ہوا ہے تو نئے آدمی کی شرکت درست نہیں ہے کیونکہ فرض پہلی سے ادا ہو چکا ہے اور یہ صرف تکمیل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۸ جلد ۱۰، طحطاوی ص ۱۳۴ جلد اول، فتاویٰ دار العلوم ص ۵۱ جلد ۳، بحوالہ رد المختار ص ۴۲۶ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص (یا امام) کے ذمہ سجدۂ سہو واجب ہوا تھا اور وہ بھول گیا، بھول کر ادا نہیں کر سکا تو وہ نماز ناقص ہوگی، اس کا لوٹانا ضروری ہے لیکن دوبارہ لوٹانے کی صورت میں وہ نماز نفل ہوگی۔ فرض اس کا ادا ہو چکا ہے گو وہ ناقص ادا ہوا۔ یہ دوبارہ نماز تکمیل ثواب کے لئے ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جماعت کے ساتھ اگر دوبارہ پڑھی گئی اور اسی حالت میں کسی نے فرض کی نیت سے امام کی اقتداء کی تو اس مقتدی کا فرض اداء نہ ہوگا، اس کو دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۴۷ بحوالہ شامی ص ۴۴۴ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۶ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔ بلا تاخیر نماز شروع کریں تو اقامت یعنی تکبیر کے لوٹانے کی ضرورت نہیں، پہلی اقامت کافی ہے، اور اگر تاخیر ہوگئی تو اقامت (تکبیر) دوبارہ کہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱ جلد ۳، شامی ص ۳۷۲ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر دوبارہ تکبیر کہہ دی تو پھر بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۰ جلد ۲ بحوالہ رد المختار ص ۳۷۱)

ختم شد

بارگاہ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ اس خدمت سے عوام وخواص کوزیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع عنایت فرمائیں اورخاکسار کی محنت کوفلاح دارین کاذریعہ بنا کرآئندہ بھی دینی خدمت کی مقبولیت کاموقع عنایت فرماتا رہے۔آمین۔

رب اجعلہ خالصالوجھک الکریم

وتقبل منی انک انت السمیع العلیم

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربناوتقبل دعاء

ربنااغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند(یو، پی۔انڈیا)

مورخہ ۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ ہجری

مطابق ۱۷فروری ۱۹۹۶ءعیسوی

فضائل وآداب دعاء

مسمیٰ به احکام الرجاء فی احکام الدعاء

یعنی قرآن کریم اور حدیث شریف میں دعاء کے جو طریقے اور آداب تعلیم فرمائے گئے ہیں ان پر مکمل اور جامع کتاب (احکام دعاء سے انتخاب اور ترتیب جدید کے ساتھ۔ ادارہ)

احادیث معتبرہ میں دعاء کے لئے مفصلہ ذیل آداب کی تعلیم فرمائی گئی ہے جن کو ملحوظ رکھ کر دعاء کرنا بلاشبہ کلید کامیابی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی وقت ان تمام آداب کو جمع نہ کر سکے تو یہ نہیں چاہیے کہ دعاء ہی کو چھوڑ دے بلکہ دعاء ہر حال میں مفید ہی مفید ہے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے قبول کی امید ہے۔

یہ آداب مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں، پوری حدیث نقل کرنے میں رسالہ طویل ہوتا ہے اس لئے صرف خلاصہ مضمون اور اس کتاب کے حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے جس میں یہ حدیث سند کے ساتھ موجود ہے۔

ادب (۱):۔ کھانے پینے، پہننے اور کمانے میں حرام سے بچنا (رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃؓ)

ادب (۲):۔ اخلاص کے ساتھ دعاء کرنا یعنی دل سے یہ سمجھنا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہمارا مقصد پورا نہیں کر سکتا۔ (الحاکم فی المستدرک)

ادب (۳):۔ دعاء سے پہلے کوئی نیک کام کرنا اور بوقت دعاء اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ یا اللہ میں نے آپ کی رضا کے لئے فلاں عمل کیا ہے آپ اس کی برکت سے میرا فلاں کام کر دیجئے۔ (مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

ادب (۴):۔ پاک وصاف ہو کر دعاء کرنا۔ (سنن اربعہ، ابن حبان، مستدرک، حاکم)

ادب (۵):۔ وضوء کرنا۔ (صحاح ستہ عن ابی موسی الاشعری)

ادب (۶):۔ دعاء کے وقت قبلہ رو ہونا۔ (صحاح ستہ عن عبداللہ بن زید بن عاصمؓ)

ادب (۷):۔ دو زانو ہو کر بیٹھنا۔ (ابوعوانہ سعد بن وقاصؓ)

ادب (۸):۔ دعاء کے اول وآخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا۔ (صحاح ستہ عن انسؓ)

ادب(۹):۔اسی طرح اول وآخر میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا۔
(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان، مستدرک)

ادب(۱۰):۔دعاء کے لئے دونوں ہاتھ پھیلانا۔(ترمذی، مستدرک، حاکم)

ادب(۱۱):۔دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر اٹھانا۔(ابوداؤد، مسند احمد، حاکم)

ادب(۱۲):۔ادب وتواضع کے ساتھ بیٹھنا۔(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ادب(۱۳):۔اپنی محتاجی اور عاجزی کو ذکر کرو۔(ترمذی)

ادب(۱۴):۔دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا۔(مسلم)

ادب(۱۵):۔اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ ذکر کر کے دعاء کرنا (ابن حبان، مستدرک)
(اسماء الحسنیٰ رسالہ میں لکھ دیئے گئے ہیں، وہاں دیکھ لیا جاوے)

ادب(۱۶):۔الفاظ دعاء میں قافیہ بندی کے تکلف سے بچنا۔(بخاری)

ادب(۱۷):۔دعاء اگر نظم میں ہو تو گانے کی صورت سے بچنا۔(حصن بر مز موصوف)

ادب(۱۸):۔دعاء کے وقت انبیاء علیہم السلام اور دوسرے مقبول وصالح بندوں کیساتھ توسل کرنا یعنی یہ کہنا کہ یا اللہ ان بزرگوں کے طفیل میری دعاء قبول فرما۔(بخاری، بزاز، حاکم)

ادب(۱۹):۔دعاء میں آواز پست کرنا۔(صحاح ستہ عن ابی موسیٰؓ)

ادب(۲۰):۔ان دعاؤں کیساتھ دعاء کرنا جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں کیونکہ آپؐ نے دین ودنیا کی کوئی حاجت چھوڑی نہیں جس کی دعاء تعلیم نہ فرمائی ہو۔
(ابوداؤد، نسائی، عن ابی بکرۃؓ)

ادب(۲۱):۔ایسی دعاء کرنا جو اکثر حاجات دینی ودنیوی کو حاوی وشامل ہو۔(ابوداؤد)

ادب(۲۲):۔دعاء میں اول اپنے لئے دعاء کرنا اور پھر اپنے والدین اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو شریک کرنا۔(مسلم)

ادب(۲۳):۔اگر امام ہو تو تنہا اپنے لئے دعاء نہ کرے بلکہ سب شرکاء جماعت کو دعاء میں شریک کرے۔(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

روایت:۔ ابوداؤد میں ہے کہ جو امام اپنے نفس کو دعاء میں خاص کرے اس نے قوم

سے خیانت کی مراد یہ ہے کہ نماز کے اندر امام ایسی دعاء نہ مانگے جو صرف اس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو مثلاً یہ کہے کہ اللھم اشف ابنی یعنی اے اللہ میرے بیٹے کو شفا دے یاارجع الی ضالتی یعنی میری گمشدہ چیز کو واپس دے دے بلکہ ایسی دعاء مانگے جو سب مقتدیوں کو شامل ہو سکے۔ جیسے اللھم اغفرلی وارحمنی وغیرہ (ھذا ما افادہ شیخنا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی دامت برکاتھم ولشراح الحدیث فیہ مقالات یأباھا نسق الحدیث واللہ اعلم۔

ادب (۲۴):۔ عزم کے ساتھ دعاء کرے (یعنی یوں نہ کہے کہ یا اللہ! اگر تو چاہے تو میرا کام پورا کردے۔ (صحاح ستہ)

ادب (۲۵):۔ رغبت وشوق کے ساتھ دعاء کرے۔ (ابن حبان، ابوعدانہ، عن ابی ھریرۃؓ)

ادب (۲۶):۔ جس قدر ممکن ہو حضور قلب کی کوشش کرے، اور قبول دعاء کی امید قوی رکھے۔ (مستدرک، حاکم)

ادب (۲۷):۔ دعاء میں تکرار کرنا یعنی بار بار دعاء کرنا۔ (بخاری، مسلم) اور کم سے کم مرتبہ تکرار کا تین مرتبہ ہے۔ (ابوداؤد، ابن السنی)

ف:۔ ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ دعاء کو مکرر کرے یا تین مجلسوں میں تکرار دونوں طرح تکرار دعاء صادق ہے۔

ادب (۲۸):۔ دعاء میں الحاح واصرار کرے۔ (نسائی، حاکم، ابوعوانہ)

ادب (۲۹):۔ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے۔ (مسلم، ترمذی)

ادب (۳۰):۔ ایسی چیز کی دعاء نہ کرے جو طے ہو چکی ہے (مثلاً عورت یہ دعاء نہ کرے کہ میں مرد ہو جاؤں یا طویل آدمی یہ دعاء نہ کرے کہ پست قد ہو جاؤں۔ (نسائی)

ادب (۳۱):۔ کسی محال چیز کی دعاء نہ کرے۔ (بخاری)

ادب (۳۲):۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنے کی دعاء نہ کرے۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

ادب (۳۳):۔ اپنی سب حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ (مخلوق پر بھروسہ نہ کرے)۔ (ترمذی، ابن حبان)

ادب (۳۴):۔ دعاء کرنے والا بھی آخر میں آمین کہے اور سننے والا بھی۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد ونسائی)

ادب (۳۵):۔ دعاء کے بعد دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، ابن ماجہ)

ادب (۳۶):۔ مقبولیت دعاء میں جلدی نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے دعاء کی تھی اب تک قبول کیوں نہیں ہوئی۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

اوقات اجابت (یعنی دعاء قبول ہونے کے خاص وقت)

شروع رسالہ میں بحوالہ حدیث بتلایا گیا ہے کہ دعاء ہر وقت قبول ہوسکتی ہے اور ہر وقت قبولیت کی توقع ہے مگر جو اوقات اس جگہ لکھے جاتے ہیں ان میں مقبول ہوجانے کی توقع بہت زیادہ ہے، اس لئے ان اوقات کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔

شب قدر

رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتیں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ اوران میں بھی سب سے زیادہ ستائیسویں رات قابل اہتمام ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک)

یوم عرفہ

بھی مقبولیت دعاء کے لئے نہایت مبارک ومخصوص دن ہے۔ (ترمذی)

ماہ رمضان المبارک

رمضان کے تمام دن رات برکات وخیرات کے ساتھ مخصوص ہیں، سب میں دعاء قبول کی جاتی ہے۔ (عبادۃ بن الصائبؓ)

شب جمعہ

بھی نہایت مبارک اور مقبولیت دعاء کے لئے مخصوص ہے۔ (ترمذی، حاکم، عن ابی عباسؓ)

روز جمعہ:۔ (ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

ہر رات:۔ میں یہ اوقات قبولیت دعاء کے مخصوص ہیں۔ ابتدائی تہائی رات (احمد ابویعلی) آخری تہائی رات (مسند احمد) آدھی رات (طبرانی) سحر کا وقت (صحاح ستہ)

ساعت جمعہ: احادیث صحیحہ میں ہے کہ جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں دعاء کی جاوے تو قبول ہوتی ہے۔ مگر اس گھڑی کے تعین میں روایات اور اقوال علماء مختلف ہیں اور محققین کے نزدیک فیصلہ یہ ہے کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن دائر سائر رہتی ہے۔ کبھی کسی وقت میں آتی ہے مگر تمام اوقات میں زیادہ روایات اور اقوال صحابہؓ و تابعین وغیرہم سے دو وقتوں کو ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

اول:۔ جس وقت امام خطبہ کے لئے بیٹھے نماز سے فارغ ہونے تک۔

(مسلم عن ابی موسیٰ الاشعریؓ والنووی)

(ف) مگر درمیان خطبہ میں دعاء زبان سے نہ کرے کہ ممنوع ہے بلکہ دل دل میں دعاء مانگے یا خطبہ میں جو دعائیں خطیب کرتا ہے ان پر دل دل میں آمین کہہ جاوے اور دوسرا وقت عصر کے وقت غروب آفتاب تک ہے۔ (ترمذی، احمد، عن عبداللہ بن سلامؓ ورجحہ الترمذی وغیرہ)

(ف) اس لئے صاحب حاجت کو چاہیے کہ دونوں وقتوں کو دعاء میں مشغول رکھے کہ اتنی بڑی نعمت کے مقابلہ میں دونوں وقت تھوڑی دیر رہنا کوئی مشکل چیز نہیں (فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مقبولیت دعاء کے خاص حالات

جس طرح مخصوص اوقات مقبولیت دعاء میں اثر رکھتے ہیں اسی طرح انسان کے بعض حالات کو بھی حق تعالیٰ نے مقبولیت دعاء کے لئے مخصوص فرمایا جن میں کوئی دعاء رد نہیں کی جاتی، وہ حالات یہ ہیں۔

۱۔ اذان کے وقت۔ (ابوداؤد، مستدرک)

۲۔ اذان واقامت کے درمیان۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۳۔ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے بعد اس شخص کے لئے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو اس وقت دعاء کرنا بہت مجرب و مفید ہے۔ (مستدرک)

۴۔ جہاد میں صف باندھنے کے وقت۔ (ابن حبان، طبرانی، موطا)

۵۔ جہاد میں گھمسان لڑائی کے وقت۔ (ابوداؤد)

۶۔ فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی، نسائی)

۷۔ سجدہ کی حالت میں۔(مسلم،ابوداؤد،نسائی)ف،مگر فرائض میں نہیں۔

۸۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد(ترمذی)اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد(طبرانی،ابویعلی) اور بالخصوص پڑھنے والے کی دعاء بہ نسبت سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے۔

(ترمذی،طبرانی)

۹۔ آبِ زمزم پینے کے وقت۔(مستدرک،حاکم)

۱۰۔ میت کے پاس حاضر ہوتے وقت یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دعاء قبول ہوتی ہے۔(مسلم وسنن اربعہ)

۱۱۔ مرغ کے آواز کرنے کے وقت۔(بخاری،مسلم،ترمذی،نسائی)

۱۲۔ مسلمانوں کے اجتماع کے وقت۔(صحاح ستہ عن عطفیۃ الانصاریۃ)

۱۳۔ مجالس ذکر میں۔(بخاری،مسلم،ترمذی)

۱۴۔ امام کے ولا الضالین کہنے کے وقت۔(مسلم،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ)

ف۔بظاہر امام جزری کی مراد اس سے وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے باب التشہد میں ذکر کی ہے۔**واذا قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا امین۔یجبکم الله تعالیٰ** یعنی امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔حق تعالیٰ تمہاری دعاء قبول فرمائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر دعاء سے مراد صرف آمین کہنا ہے،دوسری دعائیں مراد نہیں۔ (اور آمین بھی آہستہ سے دل میں کہنا بہتر ہے۔)

۱۵۔اقامت نماز کے وقت۔(طبرانی،ابن مردویہ)

۱۶۔ بارش کے وقت(ابوداؤد،طبرانی،ابن مردویہ عن سہل بن سعد الساعدی)امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ وتابعین کا یہ عمل سنا ہے کہ بارش کے وقت خصوصیت سے دعاء مانگتے تھے۔

۱۷۔ بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت۔(ترمذی وطبرانی)

سورۂ انعام کی آیت کریمہ:۔﴿ **وَاِذَا جَاءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ** ﴾ میں دونوں اسم اللہ کے درمیان

جو دعاء کی جائے وہ بھی قبول ہوتی ہے۔امام جزریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے اور بہت سے علماء سے اس کا صحیح ہونا منقول ہے۔

مکانات اجابت (یعنی دعاء قبول ہونے کی خاص مقامات)

تمام مقامات متبرکہ میں مقبولیت دعاء کی زیادہ امید ہے، اور حضرت حسن بصری نے اہل مکہ کی طرف ایک خط میں تحریر فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ جگہ دعاء کی مقبولیت مجرب ہے۔طواف میں اور ملتزم کے پاس (یعنی دروازہ بیت اللہ اور حجر اسود کے درمیان جو جگہ ہے اس میں، اور میزاب رحمت یعنی بیت اللہ شریف کے پرنالہ کے نیچے، اور بیت اللہ کے اندر اور چاہِ زمزم کے پاس اور صفا مروہ پہاڑوں کے اوپر اور سعی کرنے کے میدان میں (جو صفا و مروہ کے درمیان ہے) اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منیٰ میں اور تینوں جمرات کے پاس (جمرات وہ تین پتھر ہیں جو منیٰ میں نصب کیے ہوئے ہیں جن پر حجاج کنکریاں مارتے ہیں) امام جزریؒ فرماتے ہیں کہ اگر سرور عالم ﷺ کے حضور میں (یعنی روضہ اقدس کے پاس دعاء قبول نہ ہوگی تو کہاں ہوگی۔)

وہ لوگ جن کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے

☆ مضطر یعنی مصیبت زدہ کی دعاء بہت جلد قبول ہوتی ہے۔(بخاری، مسلم، ابوداؤد)

☆ مظلوم اگر چہ فاسق وفاجر ہو اس کی دعاء بھی قبول ہوتی ہے۔(مسند احمد، بزار ابن ابی شیبہ) بلکہ اگر مظلوم کافر بھی ہو تو اس کی بھی دعاء رد نہیں ہوتی۔(مسند احمد ابن حبان) والد کی دعاء۔اولاد کے لئے (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) عادل بادشاہ کی دعاء قبول ہوتی ہے۔(ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان) نیک آدمی کی دعاء مقبول ہے۔(بخاری، مسلم، ابن ماجہ) اولاد جو والدین کی فرمانبردار ہو اس کی بھی دعاء قبول ہوتی ہے۔(مسلم) مسافر کی بھی دعاء مقبول ہے۔(ابوداؤد، ابن ماجہ، بزاز)

☆ روزہ دار کی دعاء روزہ افطار کرنے کے وقت۔(ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان) غائبانہ دعاء ایک مسلمان کی دوسری مسلمان کے لئے بھی مقبول ہے۔(مسلم، ابوداؤد، ابن

ابی شیبہ) حجاج کی دعاء جب تک وہ وطن میں واپس آویں (جامع ابی منصور)

حدیث صحیح میں ہے کہ تمام پریشانی اور مشکلات کے وقت رسول کریم ﷺ دعاء قنوت نازلہ پڑھا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد امام بلند آواز سے یہ دعاء پڑھے اور نمازی آمین کہیں گے۔ اس دعاء کے لئے تکبیر نہ ہو اور نہ ہاتھ اٹھائے جائیں۔ دعاء کے بعد تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ نمازی سجدہ میں جائیں۔ یہ دعاء حصن حصین شریف اور دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے، اہل علم سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

بندہ محمد شفیع عفی اللہ

فی یوم عاشورہ ص ۱۳۸۱ھ

اللھم تقبل دعواتنا وامن روعاتنا واقل عن عثراتنا

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین (احکام وفضائل دعا)

حکم الاقساط فی حیلۃ الاسقاط

میت کی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور مرنے کے بعد دوسرے حقوق کے ادا کرنے کا شرعی طریقہ

حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وَکفیٰ وسَلامٌ علیٰ عبادِہِ الذین اصطفیٰ

میت کی فوت شدہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے واجبات وفرائض کی ادائیگی یا کفارہ کس طرح کیا جاسکتا ہے، جس سے وہ گناہ سے سبکدوش ہوجائے، اس کا بیان کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اس کا کچھ خلاصہ فائدہ عوام کے لئے اس رسالہ کے آخر میں لکھ دیا جائے گا۔

لیکن آج کل بہت سے شہروں اور دیہات میں لوگوں نے ایک رسم نکالی ہے جس کو دور یا اسقاط کہتے ہیں، اور جاہلوں کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ عمر بھر کی نماز، روزوں اور زکوٰۃ وحج اور تمام فرائض وواجبات سے سبکدوشی ہوجاتی ہے اور اس رسم کو ایسی سخت پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے جیسے تجہیز وتکفین کا کوئی اہم فرض ہو، جو کوئی نہیں کرتا اس کو طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں۔

بلاشبہ فقہاء کے کلام میں دور یا اسقاط کی صورتیں مذکور ہیں، لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہیں، عوام نہ ان شرائط کو جانتے ہیں، نہ ان کی کوئی رعایت کی جاتی ہے، بلکہ فوت شدہ فرائض وواجبات سے متعلقہ تمام احکام شرعیہ کو نظر انداز کر کے اس رسم کو تمام فرائض

وواجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنالیا گیا ہے جو چند پیسوں میں حاصل ہو جاتا ہے، پھر کسی کو کیا ضرورت رہی کہ عمر بھر نماز روزہ کی محنت اٹھائے۔

اس مسئلہ کے متعلق کچھ عرصہ ہوا کہ ایک سوال مخدوم محترم مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کے پاس آیا تھا، آپ نے جواب لکھنے کے لئے میرے سپرد فرمایا، یہ جواب کسی قدر مفصل اور کافی ہو گیا، اس لئے اس رسم میں ابتلاء عام کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس کو بصورت رسالہ شائع کر دیا جائے، خدا کرے یہ مسلمانوں کو جاہلانہ رسوم سے بچانے میں مفید ثابت ہو۔ واللہ الموفق المعین۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کو ہمارے علاقہ میں ایک حیلہ مروج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جنازہ کے بعد کچھ لوگ دائرہ بناتے ہیں، میت کے وارث ایک قرآن شریف اور اس کے ساتھ کچھ نقد باندھتے ہیں، اور دائرہ میں لاتے ہیں، امام مسجد دائرہ میں ہوتا ہے وہ لیتا ہے، اور یہ الفاظ اس پر پڑھتا ہے۔ **کل حق من حقوق اللہ من الفرائض والواجبات والکفارات والمنذورات بعضھا ادیت وبعضھا لم تؤد الان عاجز عن آدائھا واعطیتک ھذہ المنحۃ الشریفۃ علیٰ ھذا النقودات فی حیلۃ الاسقاط رجاء من اللہ تعالیٰ ان یغفر لہ** اور ایک دوسری کی ملک کرتا ہے، تین دفعہ اس کو پھیرا جاتا ہے، بعدہ نصف امام کو اور نصف غرباء کو تقسیم کیا جاتا ہے، زید ایک امام مسجد ہے، اس نے اس مروجہ حیلہ کو چھوڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ اس مروجہ حیلہ کا ثبوت ادلہ شرعیہ کوئی نہیں، لہذا یہ بات بدعت ہے، زید کے ترک پر زید کو لوگ ملامت کرتے ہیں، اور زید باوجود حنفی المذہب ہونے اس کو وہابی کہتے ہیں اور اس حیلہ کے جواز پر آباء واجداد کی دلیل لاتے ہیں، کیا زید حق پر ہے یا باطل پر، اس مروجہ حیلہ کا کیا حکم ہے؟ زید اس رواج اور اس التزام واصرار کو ختم کرنے کا شرعاً حقدار اور مصیب ہوگا یا نہیں؟ نیز بعض صورتوں میں مشترک ترکہ میں سے روپیہ لایا جاتا ہے، جس میں بعض وارث موجود نہیں ہوتے، نیز بعض دفعہ یتیم بچے رہ جاتے ہیں کیا یہ مال حیلہ میں لایا

جاسکتا ہے یا نہیں اور دائرہ والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا بالدلائل الشریعۃ۔

الجواب

حیلہ اسقاط یادور بعض فقہاء کرام نے ایسے شخص کے لئے تجویز فرمایا تھا جس کے کچھ نماز روزے وغیرہ اتفاقاً فوت ہو گئے، قضاء کرنے کا موقع نہیں ملا، اور موت کے وقت وصیت کی، لیکن اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جاسکے، یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو اس کو تو وارث بانٹ کھائیں، اور تھوڑے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کر کے خدا و خلق کو فریب دیں۔ درمختار، شامی وغیرہ کتب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور ساتھ ہی اس حیلہ کی شرائط میں اس تصریحات واضح طور پر فرمائی ہیں کہ جو رقم کسی کو صدقہ کے طور پر دی جائے اس کو اس رقم کا حقیقی طور پر مالک ومختار بنادیا جائے کہ جو چاہے کرے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسری ہاتھ میں دینے کا محض ایک کھیل کیا جائے، جیسا عموماً آج کل اس حیلہ میں کیا جاتا ہے کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہے ہیں وہ صحیح معنیٰ میں اس کا مالک ومختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور وخیال ہوسکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے میں اسکا مالک ومختار ہوں۔

دو تین آدمی بیٹھے ہیں اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کر کے اٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کیا، اور وہ تمام ذمہ داریوں کے سبکدوش ہو گیا حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ کوئی ثواب پہنچا، نہ اس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا کرنے والے مفت میں گناہ گار ہوئے۔

رسائل ابن عابدین اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ منۃ الجلیل کے نام سے شامل ہے اس میں تحریر ہے۔

ویجب الاحتراز ان یدیرها اجنبی الابو کالة کماذکرناوان یکون الوصی الوارث کماعلمت، ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عنددفع الصرة للفقیر الهزل او الحیلة بل یجب ان یدفعها عازما علی تملیکهامنه حقیقة لاتحیلاملاحظا ان الفقیراذاابی عن هبتها الی الوصی کان له ذلک

ولایجبر علی الھبۃ(منۃ الجلیل فی اسقاط)

الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کہ کچھ صحیح اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو لیکن چونکہ جس طرح کا رواج اور التزام آج کل چل گیا ہے، وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل قابل ترک ہے، چند مفاسد اجمالی طور پر لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ بہت سے مواقع میں اس کے لئے قرآن مجید اور فقہ رکھا جاتا ہے وہ میت کے متروکہ مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے حق دار وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے ہیں تو ان کے مشترکہ سرمایہ کو بغیر ان کی اجازت کے اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے کہ" **لایحل مال امرء مسلم لایطیب نفس منہ** "اور نابالغ تو اگر اجازت بھی دے دے تو وہ شرعاً نامعتبر ہے اور ولی نابالغ کو ایسے تبرعات میں اس کی طرف سے اجازت دینے کا اختیار نہیں بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے بنص قرآن شریف آیت کریمہ **ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا** (ترجمہ) جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں" سے ثابت ہے کہ ایسے مال کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے۔

۲۔ اگر بالفرض مال مشترک نہ ہو یا سب وارث بالغ ہوں، اور سب سے اجازت بھی لی جاوے تو تجربہ شاہد ہے کہ ایسے حالات میں یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہوتا کہ ان سب نے بطیب خاطر اجازت دی ہے یا برادری اور کنبہ کے طعنوں کے خوف سے اجازت دی ہے اور اس قسم کی اجازت حسب تصریح حدیث مذکورہ کالعدم ہے۔

۳۔ اور اگر بالفرض یہ سب باتیں بھی نہ ہوں سب بالغ ورثاء نے بالکل خوش دلی کے ساتھ اجازت دیدی ہو یا کسی ایک شخص وارث یا غیر وارث نے اپنی ملک خاص سے اس کا انتظام کیا ہے تو مفاسد ذیل سے وہ بھی خالی نہیں۔ مثلاً اس حیلہ کی فقہی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو اول یہ قرآن اور نقد دیا جاتا ہے اس کی ملک کر دیا جائے، اور پوری وضاحت سے اس کو بتلا دیا جائے کہ اب تم مالک ومختار ہو جو چاہو کرو پھر اپنی خوشی سے بلا کسی رسمی دباؤ یا لحاظ ومروت کے میت کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اس طرح دیدے اور مالک بنا دے

اور پھر وہ شخص اسی طرح کسی تیسرے چوتھے کو دیدے لیکن مروجہ رسم میں اس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا، اول تو جس کو دیا جاتا ہے، نہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ملک ہو گیا، اور وہ اس میں مختار ہے نہ لینے والے کو اس کا کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس وقت یہ نقد لے کر چل دے اور دوسرے کو نہ دے تو دینے والے حضرات ہرگز اس کو برداشت نہ کریں، اور ظاہر ہے اس صورت میں تملیک صحیح نہیں ہوتی، اور بدون تملیک کے کوئی قضاء یا کفارہ یا فدیہ معاف نہیں ہوتا، اسی لئے یہ حرکت بے کار ہوتی ہے۔

۴۔ مذکورہ صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو مالک بنا دیا جائے وہ مصرف صدقہ ہو۔ صاحب نصاب نہ ہو مگر عام طور پر اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا عموماً ائمہ مساجد جو صاحب نصاب ہوتے ہیں، انہی کے ذریعہ یہ کام کیا جاتا ہے اس لئے بھی یہ سارا کاروبار لغو وغلط ہو جاتا ہے، میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

۵۔ اور اگر بالفرض مصرف صدقہ کا بھی صحیح انتخاب کر لیا جائے اور ان کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مالک ومختار سمجھے پھر میت کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ دوسرے کو اور اسی طرح دوسرا تیسرے چوتھے کو دیتا چلا جائے تو آخر میں وہ جس شخص کے پاس پہنچتا ہے وہ اس کا مالک ومختار ہے، اس سے واپس لے کر آدھا امام کو اور آدھا دوسرے فقراء کو تقسیم کرنا ملک غیر میں بلا اس کی اجازت کے تصرف کرنا ہے، جو ظلم اور حرام ہے، جس تصریح حدیث مذکورہ۔

۶۔ اور بالفرض یہ آخری شخص اس کی تقسیم اور حصے بخرے لگانے پر آمادہ ہو جائے اور فرض کرو کہ اس میں دباؤ سے نہیں دل سے راضی ہو جائے تو پھر بھی اس طرح کے حیلہ کا ہر میت کے لئے التزام کرنا اور جیسے تجہیز وتکفین جیسے واجبات شرعیہ ہیں، اسی طرح اسی درجہ میں اس کو اعتقاداً ضروری سمجھنا یا عملاً ضروری کے درجہ میں التزام کرنا یہی احداث فی الدین ہے، جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں، اور جو اپنی معنوی حیثیت سے شریعت میں ترمیم واضافہ ہے۔ نعوذ باللہ۔

نیز اس حیلہ کے التزام سے عوام الناس اور جہلاء کی یہ جرأت بھی بڑھ سکتی ہے کہ

تمام عمر بھی نہ نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں نہ حج کریں نہ زکوٰۃ دیں، مرنے کے بعد چند پیسوں کے خرچ سے یہ سارے مفاد حاصل ہو جائیں گے۔ جو سارے دین کی بنیاد منہدم کر دینے کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دین کے صحیح راستہ پر چلنے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکور الصدر اجمالی مفاسد کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ کر لینا کسی مسلمان کے لئے دشوار نہیں کہ یہ حیلے حوالے اور اس کی مروجہ رسوم سب ناواقفیت پر مبنی ہیں میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں، اور کرنے والے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۷ / ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مسائل فدیہ نماز و روزہ وغیرہ

مسئلہ:۔ جس شخص نے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہوگا، ایک تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت و رضامندی پر موقوف ہے اگر وہ سب یا ان میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترکہ ترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جا سکتی، اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں، اس کے حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے۔ (ہدایہ، عالمگیری، شامی وغیرہ)

مسئلہ:۔ جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہو سکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اسی وصیت کو پورا کریں، اس میں کوتاہی کریں یا میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کے نماز روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کر کے مال خود تقسیم کر لیں تو گناہ ان کے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ:۔ وصیت کرنے کی صورت میں واجبات و فرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی۔

ا۔ ہر روز کی نمازیں وتر سمیت چھ لگائی جائیں اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی یعنی ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم یا اس کی

قیمت ہوگی۔

۲۔ ہر روز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی، رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

۳۔ زکوٰۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا۔

۴۔ حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کو حج بدل کے لئے بھیجا جائے گا اور اس پورا کرایہ وغیرہ تمام مصارف ضروریہ ادا کرنے ہوں گے۔

۵۔ کسی انسان کا قرض ہے تو اس کو حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔

۶۔ جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے.

۷۔ قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس سال میں ایک بکرے یا ایک حصہ گائے کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کیا جائے۔ (منۃ الجلیل)

۸۔ سجدۂ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے۔

۹۔ اگر فوت شدہ نماز یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا

یہ سب احکام اس صورت کے ہیں جس میں مرنے والے نے وصیت کر دی ہو اور بقدر وصیت مال چھوڑا ہو اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا اداء وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے تو وارثوں پر اس کے فرائض وواجبات کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں ہے، ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہے۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، محرم الحرام۔ کراچی

الجواب صحیح۔ ابو احمد عزیز الدین
خطیب جامع مسجد راولپنڈی

الجواب صواب۔ محمد حسن
خادم جامعہ اشرفیہ لاہور

خیر المدارس ملتان شہر۔ (حیلہ اسقاط)

یہ رسم نہایت قبیح اور واجب ترک ہے۔
بندہ احتشام الحق تھانوی
للہ دار المجیب اتی بتحقیق عجیب
محمد ضیاء الحق مدرسہ اشرفیہ لاہور
الجواب صحیح۔ خیر محمد جالندھری

ضمیمہ

قومہ اور جلسہ کی کوتاہیاں

عام طور پر نماز میں چار جگہوں پر ہم سے کوتاہی ہوتی ہے۔

ایک رکوع میں۔ دوسرے سجدے میں۔ تیسرے قومہ میں۔ چوتھے جلسہ میں۔ جہاں تک رکوع اور سجدہ کا تعلق ہے، وہ تو کسی نہ کسی طرح ہم ادا کر ہی لیتے ہیں۔ اگرچہ اکثر سنت کے مطابق نہیں کرتے، لیکن "قومہ" اور "جلسہ" میں بہت زیادہ کوتاہی پائی جاتی ہے۔

رکوع اور سجدہ فرض ہیں اور قومہ اور جلسہ واجب ہیں۔ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں، قومہ کا حکم یہ ہے کہ جب ہم رکوع کر کے کھڑے ہوں، تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد سجدہ میں جائیں، جلسہ میں حکم یہ ہے کہ پہلا سجدہ ادا کرنے کے بعد کمر سیدھی کر کے اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

لیکن آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ جلدی کی وجہ سے ان دونوں جگہوں پر اپنی کمر سیدھی نہیں ہونے دیتے، رکوع سے ذرا سا سر اٹھائیں گے اور ابھی کمر آدھی سیدھی اور آدھی ٹیڑھی ہوگی، پس فوراً اسی وقت سجدہ میں چلے جائیں گے، اسی طرح ایک سجدہ کر کے جب بیٹھیں گے، تو ابھی پوری طرح بیٹھنے بھی نہیں پائیں گے، اور کمر بھی سیدھی نہیں ہوگی کہ فوراً دوسرے سجدے میں چلے جائیں گے۔ اس جلد بازی نے قومہ کو خراب کر دیا اور جلسہ بھی خراب کر دیا۔

یاد رکھیں! قومہ میں کمر کو معمولی سا سیدھا کر کے اور ذرا سی گردن اٹھا کر اور کھڑے ہونے کا صرف ہلکا سا اشارہ کر کے سجدے میں چلے جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور نماز کو لوٹانا واجب ہوتا ہے، اس لئے سختی کے ساتھ اس سے پرہیز کریں اور اس کی تفصیل سمجھیں۔

قومہ اور جلسہ میں تین درجات

قومہ کے اندر تین درجے ہیں اور جلسہ کے اندر بھی تین درجے ہیں، ایک درجہ فرض

کا ہے، ایک درجہ واجب ہے کا، اور ایک درجہ سنت کا ہے۔ (معارف السنن)

اور فرض کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ جیسے رکوع چھوڑنے اور سجدہ چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ فرض چھوٹ رہا ہے، اور فرض کی تلافی سجدۂ سہو کرنے بھی نہیں ہوسکتی، لہٰذا اگر فرض ادا نہیں کیا تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

واجب کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ بھول سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست ہوجائے گی، اور اگر جان بوجھ کر واجب چھوڑ دیا تو نماز نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

اور سنت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو ادا کرے تو باعث اجر وثواب ہے بلکہ ہر سنت پر عمل کرنے سے عمل کے اندر نورانیت پیدا ہوجاتی ہے، مقبولیت اور محبوبیت پیدا ہوجاتی، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت اور آپ کا نمونہ اور آپؐ کے فعل کی نقل کی بدولت وہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں پاس ہوجاتا ہے اور اگر سنت ادا نہیں کی، صرف فرض وواجب ادا کرلیے تو یہی کہا جائے گا کہ نماز ہوگئی۔

اب قومہ کے اندر درجات کی تفصیل سنیئے

قومہ کا فرض

جب نمازی رکوع سے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے جسم کو سیدھا کرنے کے لئے جسم کے اوپر والے حصے کو حرکت دیتا ہے، جس جگہ پر جاکر وہ حرکت ختم ہوجائے اور نمازی کا جسم بالکل سیدھا ہوجائے، تو بس فرض ادا ہوگیا، اسی طرح جب پہلا سجدہ کرکے آپ بیٹھ گئے، اور جہاں جاکر یہ حرکت ختم ہوجائے اور نمازی بالکل سیدھا بیٹھ جائے تو بس فرض ادا ہوگیا۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے ابھی اپنی کمر سیدھی ہی نہیں کی تھی اور اس کی ابھی یہ حرکت ختم نہیں ہوئی کہ فوراً دوسرے سجدے میں چلا گیا یا رکوع سے ابھی سیدھا بھی نہ ہوا تھا کہ سجدہ میں چلا گیا تو اس صورت میں قومہ اور جلسہ کا فرض ادا نہیں ہوا اور جب فرض ادا نہ ہوا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔

☆

قومہ کا واجب درجہ

دوسرا درجہ واجب ہے، وہ یہ کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اتنی دیر کھڑے رہیں، جتنی دیر میں ایک مرتبہ اللہ اکبر یا سبحان اللہ کہہ سکیں، اتنی مقدار سیدھا کھڑا رہنا واجب ہے، اسی طرح جلسہ میں بھی ایک سجدہ کرنے کے بعد اتنی دیر بیٹھنا واجب ہے جتنی دیر میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔ اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی، اور ایک سجدہ ادا کرنے کے بعد فوراً ہی دوسرا سجدہ کرلیا۔ اور ایک تسبیح کے مقدار بھی نہیں بیٹھا، یا قومہ کے اندر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر کھڑے رہنے کے بجائے فوراً سجدہ میں چلا گیا، تو اس صورت میں واجب درجہ چھوڑ دیا گیا اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو چونکہ احکام شریعت میں جہالت معتبر نہیں اس لئے دونوں صورتوں میں اس کو نماز دوبارہ لوٹانی پڑے گی، البتہ اگر بھول کر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر نہ قومہ کیا اور نہ جلسہ کیا تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کا اعادہ واجب ہے۔

نماز میں ٹھیراؤ اور سکون ضروری ہے۔

اس لئے میرے عزیز! ہم لوگوں سے عام طور پر قومہ کا واجب درجہ چھوٹ جاتا ہے، اور اس طرف توجہ نہیں رہتی، نہ مردوں کو توجہ رہتی ہے اور نہ خواتین کو توجہ رہتی ہے، ذرا بھی عجلت کا کام سامنے آتا ہے تو ہم اتنی تیزی سے نماز ادا کر لیتے ہیں کہ اس میں قومہ اور جلسہ برائے نام ہی ہوتا ہے، اور اس میں اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ کہیں واجب درجہ نہ چھوٹ گیا ہو بلکہ بعض اوقات درجہ فرض بھی چھوٹ جاتا ہو تو کچھ بعید نہیں، لہذا یہ ضروری ہے کہ ہماری انفرادی نماز میں امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز سے بھی زیادہ ٹھیراؤ ہو۔ لیکن معاملہ اُلٹا ہے، امام کے پیچھے تو ہمیں مجبوراً اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنی پڑتی ہے، لیکن انفرادی نماز کو اپنے معمول کے مطابق نہایت جلد بازی کے ساتھ ادا کرتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہماری انفرادی نماز امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز سے زیادہ سکون واطمینان اور وقار کے ساتھ ادا ہو۔

رکوع سجدہ، قومہ اور جلسہ کا برابر ہونا

ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا رکوع سجدہ، قومہ اور جلسہ تقریباً سب برابر ہوتے تھے، لہذا جتنا وقفہ رکوع اور سجدہ میں ہوتا تھا، اتنا ہی وقفہ قومہ اور جلسہ میں ہوتا تھا، البتہ قیام اور قعدہ طویل ہوتا تھا، اس لئے کہ قیام کے اندر تلاوت ہوتی تھی، اور قعدہ کے اندر تشہد پڑھنا ہوتا تھا، اس لئے یہ دونوں ارکان تو رکوع سجدہ کے مقابلے میں طویل ہوتے تھے، لیکن باقی چاروں ارکان یعنی قومہ، جلسہ، رکوع اور سجدہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ البتہ کبھی کبھار کسی رکن میں اتنا طویل وقفہ بھی ہوتا تھا کہ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہوں یا کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر گئی ہو۔

قومہ اور جلسہ کا مسنون درجہ

ان احادیث کی روشنی میں قومہ اور جلسہ کا جو مسنون درجہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قومہ کے اندر آدمی اتنی دیر وقفہ کرے، جتنی دیر میں تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہہ سکے، اسی طرح جلسہ میں بھی اتنی دیر وقفہ کرنا مسنون ہے جتنی دیر میں تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہہ سکے۔

خلاصہ یہ کہ قومہ اور جلسہ کا فرض درجہ یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اور پہلے سجدہ سے اٹھنے کے بعد آدمی اپنی کمر بالکل سیدھی کرلے۔ اور جسم کی حرکت اپنی جگہ پر جاکر ختم ہو جائے۔ یہ درجہ فرض ہے۔ اور ایک تسبیح کے برابر توقف کرنا واجب ہے۔ اور تین تسبیح کے برابر وقفہ کرنا سنت ہے۔

سنت پر عمل کی برکت

اور سنت پر عمل کرنے کی ایسی برکت ہے کہ آپ جہاں کہیں کسی فرض وواجب والے عمل میں سنت پر عمل کریں گے تو ایک تو اس عمل میں سہولت اور آسانی ہوگی، اور دوسرے اس کے ذریعہ فرض کی ادائیگی ہو جائے گی اور واجب کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور سب سے بڑی چیز جو حاصل ہوگی وہ یہ کہ

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے، میں صورت لے کر آیا ہوں

کم از کم ہماری نماز کی صورت تو محبوب کی نماز کی سی بن جائے گی، اور سنت یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ دونوں جگہوں پر کم از کم تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہنے کی مقدار کے برابر وقفہ کریں، اسی وجہ سے رکوع میں بھی سنت یہ ہے کہ کم از کم تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہا جائے، اور سجدہ میں بھی سنت یہ ہے کہ کم از کم تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلیٰ" کہا جائے، اس طرح چاروں چیزوں کا وقفہ برابر ہو گیا، اور حضور اقدس ﷺ کی اس حدیث کے مطابق ہو گیا، جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی نماز کے چاروں ارکان تقریباً برابر ہوا کرتے تھے۔

بسکون سے نماز کی تاکید

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی مسجد نبوی میں ایک صاحب تشریف لائے انہوں نے آ کر جلدی جلدی نماز پڑھی، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ:۔

قم فصل فانک لم تصل۔ (تم جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔)

چنانچہ وہ صاحب گئے اور جا کر دوبارہ اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی۔ نماز کے بعد پھر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے بعد پھر وہی فرمایا کہ:۔

قم فصل فانک لم تصل۔ (تم جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔)

وہ صاحب پھر گئے، اور اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی، اور پھر آ کر حاضر خدمت ہو کر سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا کہ دوبارہ جا کر نماز پڑھو، اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

اب ان صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے تو اسی طرح نماز پڑھنی آتی ہے، آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ مجھے کس طرح نماز پڑھنی چاہیے؟ تا کہ میں اس طریقے سے نماز ادا کروں۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرو، قرأت کرو، اس کے بعد اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، اور پھر جب قومہ کرو تو پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھڑے رہو، اس کے بعد جب تم سجدہ میں جاؤ تو سجدہ میں بھی تم پر اطمینان اور سکون کی کیفیت طاری رہے، اور سجدہ کے بعد جب تم جلسہ کرو، تو جلسہ میں بھی تم پر اطمینان اور ٹھیراؤ کی کیفیت باقی رہے، اسی طرح باقی نماز بھی ٹھہر ٹھہر کر اطمینان اور سکون کے ساتھ انجام دو۔ یہ آپؐ نے ان صاحب کو تعلیم دی۔

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے، یہ چاروں ارکان بھی نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہوں اور باقی نماز بھی سکون اور اطمینان کے ساتھ انجام پائے، مگر زیادہ تر عجلت انہیں چاروں ارکان میں پائی جاتی ہے۔

رکوع وسجدہ کی تسبیحات کی مقدار

سجدہ اور رکوع میں تو تسبیح مقرر ہے کہ تین تسبیح سے کم نہ کریں، اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ اس سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ یا نو مرتبہ یا گیارہ مرتبہ پڑھ لیں اور جتنا زیادہ ہو جائے اتنا بہتر ہے۔ البتہ درمیانہ درجہ افضل ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:۔ خیر الامور اوساطها۔ یعنی درمیانہ درجہ بہتر ہے۔ لہذا ادنیٰ درجے سے اوپر رہنا چاہیے۔ لہذا ہماری عام نمازوں میں رکوع اور سجدہ کی تسبیح کم از کم پانچ مرتبہ ہونی چاہیے۔

قومہ کی دعاء

قومہ کے اندر حضور ﷺ سے کچھ دعائیں منقول ہیں۔ وہ دعائیں یاد کر لینی چاہیے اس لئے کہ ایک طرف تو وہ حضور اقدس ﷺ کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں، وہ سرکاری دعائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ دعائیں حضور اقدس ﷺ پر القاء فرمائیں۔ اور اس کے ذریعہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مانگا اور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اسی طرح جو امتی بھی ان کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ نوازدیں گے، قومہ کے اندر ایک دعاء بہت آسان ہے، جس کا واقعہ بڑا عجیب وغریب ہے۔

فرشتوں کا جھپٹنا

وہ یہ کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھا رہے تھے، نماز کے دوران جب آپؐ نے قومہ کے اندر "سمع الله لمن حمده" کہا تو ایک صحابیؓ نے آپؐ کے پیچھے "ربنالک الحمد" کہنے کے بعد "حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه" کے کلمات بھی کہے، جب حضور اقدس ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ قومہ کے اندر یہ کلمات کس نے کہے تھے؟ جن صحابیؓ نے وہ کلمات ادا کیے تھے، انہوں نے کہا کہ حضور! یہ کلمات میں نے ادا کیے تھے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم نے یہ کلمات ادا کیے، اس وقت میں نے دیکھا کہ تیس فرشتے اس کلمے کو لینے کے لئے لپکے۔ تاکہ سب سے پہلے وہ اس کلمہ کو لے کر ثواب لکھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مبارک کلمات ہیں، اور ان کے پڑھنے سے تین مرتبہ "سبحان الله" کہنے کا وقفہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، ان کو یاد کرنا بھی آسان ہے۔ اس لئے ان کو یاد کر لینا چاہیے۔ اور نماز میں قومہ کے اندر ان کلمات کو پڑھ لینا چاہیے۔ ربنالک الحمد، حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه، ان کے پڑھنے سے درجہ فرض بھی ادا ہو جائے گا۔ واجب درجہ بھی ادا ہو جائے گا اور سنت درجہ بھی ادا ہو جائے گا۔ ویسے تو اور دعائیں بھی منقول ہیں لیکن ان میں سے یہ دعاء اور یہ کلمات بہت آسان ہیں۔

دونوں سجدوں کے درمیان کی دعاء

اور دو سجدوں کے درمیان بھی مختلف دعائیں منقول ہیں، ان میں سے ایک دعاء بہت سہل اور آسان ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلا سجدہ کر کے بیٹھتے تھے تو اس وقت یہ پڑھتے تھے:۔ اللهم اغفرلی. اللهم اغفرلی. اللهم اغفرلی۔ اے اللہ مجھے بخش دیجئے۔ اے اللہ میری مغفرت فرما دیجئے۔ یہ کلمات تین مرتبہ پڑھ لیں، اور تین مرتبہ پڑھنے میں جلسہ کا فرض درجہ بھی ادا ہو جائے گا، واجب درجہ بھی ادا ہو جائے گا، اور سنت درجہ بھی ادا ہو جائے گا، اور اگر ہو سکے تو وہ دعاء بھی

پڑھ لیں جو ابوداؤد شریف میں منقول ہے کہ حضور اقدس ﷺ دوسجدوں کے درمیان میں یہ دعاء پڑتے تھے:

"اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی:

اے اللہ! میری بخشش فرما۔ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما، اے اللہ! مجھے عافیت عطا فرما، اور ہدایت عطا فرما، اور مجھے روزی عطا فرما، یعنی رزق جسمانی بھی عطا فرما، اور رزق روحانی بھی عطا فرما.

یہ کلمات کتنے پیارے اور کتنے آسان ہیں۔ اور دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اس میں جمع ہوگئی ہیں۔

دوسری روایات میں اور بھی کلمات ہیں۔ لیکن یہ کلمات آسان ترین ملیں، اور اگر یاد نہ ہوں تو "اللھم اغفرلی "تو سب کو یاد ہوگا۔ لہذا آج ہی تمام خواتین وحضرات اس بات کا تہیہ کرلیں کہ جب نماز میں قومہ کریں تو قومہ میں حمدا کثیرا مبارکا فیہ، پڑھا کریں گے اور جب پہلا سجدہ کر کے بیٹھیں گے تو تین مرتبہ اللھم اغفرلی، کہیں گے یا "اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی "پڑھیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ہمیں اپنی انفرادی نمازوں میں ان دعاؤں کے پڑھنے کو معمول بنالینا چاہیے، ان کو پڑھنا اگرچہ سنت غیر مؤکدہ ہے مگر ہمیں تو حضور اقدس ﷺ کی اتباع میں ان دعاؤں کو انجام دینا ہے۔ اور امام چونکہ ہلکی نماز پڑھانے کا پابند ہے کیونکہ امام کے پیچھے ہر قسم کے مقتدی ہوتے ہیں، کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی کمزور ہے کوئی ضرورت مند ہے، اور ان دعاؤں کے پڑھنے کی وجہ سے نماز طویل ہوسکتی ہے، اس لئے اگر امام ان دعاؤں کو نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب ہم اپنی نماز انفرادا (تنہا) پڑھیں، چاہے وہ فرض نماز ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، سب میں ان دعاؤں کو پڑھ سکتے ہیں۔ (ماخوذ از نماز کی کوتاہیاں۔ از مولانا عبدالرؤف سکھروی)

نماز میں جن چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے

یہ باتیں یاد رکھیئے، اور ان پر عمل کا اطمینان کرلیجئے۔

۱۔ آپ کا رخ قبلے کی طرف ہونا ضروری ہے۔

۲۔ آپ کو سیدھا کھڑا ہونا چاہیے، اور آپ کی نظر سجدے کی جگہ پر ہونی چاہیے گردن کو

جھکا کر تھوڑی سینے سے لگالینا بھی مکروہ ہے، اور بلاوجہ سینے کو جھکا کر کھڑا ہونا بھی درست نہیں۔ اس طرح سیدھے کھڑے ہوں کہ نظر سجدے کی جگہ پر رہے۔

۳۔ آپ کے پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلے کی جانب رہے، اور دونوں پاؤں سیدھے قبلہ رخ رہیں۔ (پاؤں کو دائیں بائیں ترچھا رکھنا خلاف سنت ہے۔) دونوں پاؤں قبلہ رخ ہونے چاہئیں۔

۴۔ دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

۵۔ اگر جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ کی صف سیدھی رہے، صف سیدھی کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی دونوں ایڑیوں کے آخری سرے صف یا اس نشان کے آخری کنارے پر رکھ لے۔

۶۔ جماعت کی صورت میں اس بات کا اطمینان کرلیں کہ دائیں بائیں کھڑے ہونے والوں کی بازوؤں کے ساتھ آپ کے بازو ملے ہوئے ہیں اور بیچ میں کوئی خلا نہیں ہے۔

۷۔ پاجامے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا ہر حالت میں ناجائز ہے، ظاہر ہے کہ نماز میں اس کی شناعت اور بڑھ جاتی ہے، لہٰذا اس کا اطمینان کرلیں کہ پاجامہ ٹخنے سے اونچا ہے۔

۸۔ ہاتھ کی آستین پوری طرح ڈھکی ہوئی ہونی چاہئیں، صرف ہاتھ کھلے رہیں بعض لوگ آستین چڑھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

۹۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز میں کھڑے ہونا مکروہ ہے جنہیں پہن کر انسان لوگوں کے سامنے نہ جاتا ہو۔

۱۰۔ دل میں نیت کرلیں کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں۔

۱۱۔ ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو، اور انگوٹھوں کے سرے کان کی لو سے یا تو بالکل مل جائیں یا اس کے برابر آجائیں اور باقی انگلیاں اوپر کی طرف سیدھی ہوں، بعض لوگ ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرنے کے بجائے کانوں کی طرف کرلیتے ہیں۔ بعض لوگ کانوں کو ہاتھوں سے بالکل ڈھک لیتے ہیں۔ بعض لوگ

ہاتھ پوری طرح کانوں تک اٹھائے بغیر ہلکا سا اشارہ کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ کان کی لو کو ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں۔ یہ سب طریقے غلط اور خلاف سنت ہیں۔ ان کو چھوڑنا چاہیے۔

۱۲۔ مذکورہ بالا طریقہ پر ہاتھ اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہیں، پھر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کے گرد حلقہ بنا کر اسے پکڑ لیں اور باقی تین انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح پھیلا دیں کہ تینوں انگلیوں کا رخ کہنی کی طرف رہے۔

۱۳۔ دونوں ہاتھوں کو ناف سے ذرا سا نیچے رکھ کر مذکورہ بالا طریقے سے باندھ لیں۔

۱۴۔ بغیر کسی ضرورت کے جسم کے کسی حصہ کو حرکت نہ دیں، جتنے سکون کے ساتھ کھڑے ہوں، اتنا ہی بہتر ہے۔ اگر کھجلی وغیرہ کی ضرورت ہو تو صرف ایک ہاتھ استعمال کریں، اور وہ بھی صرف سخت ضرورت کے وقت اور کم سے کم۔

۱۵۔ جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ اس میں خم آجائے نماز کے ادب کے خلاف ہے۔ اس سے پرہیز کریں، یا تو دونوں پاؤں پر برابر زور دیں، یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرے پاؤں میں خم پیدا نہ ہو۔

۱۶۔ جمائی آنے لگے تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔

۱۷۔ کھڑے ہونے کی حالت میں نظر سجدے کی جگہ پر رکھیں، ادھر ادھر یا سامنے دیکھنے سے پرہیز کریں۔

۱۸۔ رکوع سے کھڑے ہوتے وقت سیدھے ہو جائیں کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے۔

۱۹۔ اس حالت میں بھی نظر سجدے کی جگہ پر ہنی چاہیے۔

۲۰۔ بعض لوگ کھڑے ہوتے وقت کھڑے ہونے کے بجائے کھڑے ہونے کا صرف اشارہ کرتے ہیں، اور جسم کے جھکاؤ کی حالت میں سجدے کے لئے چلے جاتے ہیں، ان کے ذمے نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں، جب تک سیدھے ہونے کا اطمینان نہ ہو جائے سجدے میں نہ آجائیں۔

۲۱۔ ایک سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے دوزانو سیدھے بیٹھ جائیں، پھر دوسرا سجدہ کریں ذرا سا سر اٹھا کر سیدھے ہوئے بغیر دوسرا سجدہ کر لینا گناہ ہے، اور اس طرح کرنے

سے نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ از ''نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے'')
(مصنفہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہٗ)

جنازے کی نماز کے مسائل

نماز جنازہ درحقیقت میت کے لئے دعاء ہے ارحم الراحمین سے۔

مسئلہ:۔نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں۔ ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم ہو، پس جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں۔

مسئلہ:۔نماز جنازے کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں۔ ایک قسم کی وہ شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے بیان ہو چکیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت۔ ہاں وقت اس کے لئے شرط نہیں اور اس کے لیے تیمم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز ہے۔ مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ خیال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر لے بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز نہیں۔

مسئلہ:۔آج کل بعضے آدمی جنازے کی نماز جوتہ پہنے ہوئے پڑھتے ہیں ان کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ جگہ جس پر کھڑے ہوئے ہوں اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر جوتہ پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ (یعنی جوتہ کا اوپر سے پاک ہونا ضروری ہے خواہ تلا نیچے کا حصہ ناپاک ہو) اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں جن کو میت سے تعلق ہے وہ چھ ہیں۔ شرط (۱) میت کا مسلمان ہونا، پس کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں، مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوا ان لوگوں کے جو بادشاہ برحق سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہ وقت سے لڑائی کی حالت میں مقتول ہوں اور اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مر جائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ اسی طرح جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہ پڑھی

جائے گی اوران لوگوں کی نماز زجراً نہیں پڑھی جاتی اور جس شخص نے اپنی جان خودکشی کر کے دی ہواس پرنماز پڑھنا صحیح یہ ہے کہ درست ہے۔

مسئلہ:۔جس (نابالغ) لڑکے کاباپ یاماں مسلمان ہووہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گااوراس کی نماز پڑھی جائے گی۔

مسئلہ:۔میت سے مرادوہ شخص ہے جوزندہ پیدا ہوکر مر گیا ہو۔اوراگر مراہوا بچہ پیدا ہوتواس کی نمازدرست نہیں۔

شرط(۲)میت کے بدن اورکفن نجاست حقیقیہ اورحکمیہ سے طاہر ہونا۔ہاں اگرنجاست حقیقیہ اس کے بدن سے (بعدغسل) خارج ہوئی ہواوراس سبب سے ان کا بدن بالکل نجس ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں نمازدرست ہے۔

مسئلہ:۔اگرکوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہویعنی اس کوغسل نہ دیا گیا ہو یا بصورت ناممکن ہونے غسل کے تیمم نہ کرایا گیا ہواس کی نمازدرست نہیں، ہاں اگراس کا طاہر ہوناممکن نہ ہومثلاً بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہوتو پھراس کی نمازاسکی قبر پراسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔اگرکسی میت پر بے غسل یا تیمم کر کے نماز پڑھی گئی ہواوروہ دفن کردیا گیا ہواور بعددفن کے علم ہوا کہ اس کوغسل نہ دیا گیا تھاتواس کی نمازدوبارہ اس کی قبر پرپڑھی جائے اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے لہذا نماز ہوجائے گی۔

مسئلہ:۔اگرکوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہوئے دفن کردیا گیا ہوتواس کی نمازاس کے قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔جب یہ خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھرنماز نہ پڑھی جائے اورنعش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے،اس کی تعیین نہیں ہوسکتی، یہی اصح ہے اوربعض نے تین دن اوربعض نے دس دن اوربعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔

مسئلہ:۔میت جس جگہ رکھی ہواس جگہ کاپاک ہوناشرط نہیں۔اگرپاک پلنگ یاتخت پرہو اوراگرپلنگ یاتخت بھی ناپاک ہویامیت کوبدون پلنگ وتخت کے ناپاک زمین پررکھ دیاجائے

تو اس صورت میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک طہارتِ مکان شرط ہے اس لئے نماز نہ ہوگی، اور بعض کے نزدیک شرط نہیں لہٰذا نماز صحیح ہو جائے گی۔ شرط (۳) میت کے جسم واجب الستر کا پوشیدہ ہونا۔ اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

شرط (۴) میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔ شرط (۵) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ شرط (۶) میت کا وہاں موجود ہونا اگر میت وہاں نہ موجود ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔ (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔ (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جس طرح فرض و واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر کے اس کا ترک جائز نہیں۔ عذر کا بیان (نماز کے بیان میں) اوپر گزر چکا ہے۔

مسئلہ:۔ رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا (۲) نبی ﷺ پر درود بھیجنا۔ (۳) میت کے دعاء کرنا۔ جماعت اس میں شرط نہیں پس اگر ایک شخص بھی جنازے کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ (نماز پڑھنے والا) عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ۔

مسئلہ:۔ ہاں یہاں جماعت کی ضرورت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ دعاء ہے میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں کسی چیز کے لئے دعاء کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لئے۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں: **نویت ان اصلی صلوٰۃ الجنازۃ للہ تعالیٰ و دعاء للمیت** یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو خدا کی نماز ہے

اور میت کے لئے دعاء ہے، یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں پھر سبحانک اللھم آخر تک پڑھیں۔ اس کے پھر ایک بار اللہ اکبر کہیں مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں بعد اس کے درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کریں۔ اگر وہ بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعاء پڑھیں۔ اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہٗ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہٗ منا فتوفہٗ علی الایمان اور بعض احادیث میں یہ دعاء بھی وارد ہوئی ہے:۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج البرد ونقہ من الخطایا کما یُنقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلاً خیراً من اھلہ وزوجاً خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار۔ اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے بلکہ علامی شامیؒ نے ردالمختار میں دونوں دعاؤں کو ایک ہی ملا کر لکھا ہے۔ ان دونوں دعاؤں کے سوا اور دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے بھی نقل کیا ہے جس دعاء کو چاہے اختیار کر لے۔

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعاء پڑھے:۔ اللھم اجعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا اجراً وذخرا واجعلہ لنا شافعاً ومشفعاً اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعاء ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں اجعلہ کی جگہ اجعلھا اور شافعاً ومشفعًا کی جگہ شافعۃ ومشفعۃ پڑھیں۔ جب یہ دعاء پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے باقی چیزیں یعنی ثناء اور

درود اور دعاء مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

مسئلہ:۔ جنازے کی نماز میں یہ مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کردی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنادیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذات سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔

مسئلہ:۔ جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں یا جمعے یا عیدین کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔ ہاں جو خاص جنازہ کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ:۔ میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

مسئلہ:۔ اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اور اس وقت چاہیے کہ سب جنازوں کی صف قائم کردی جائے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف، اور یہ صورت اس لئے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا، جو مسنون ہے۔

مسئلہ:۔ اگر جنازے مختلف اصناف کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے، ان کے بعد لڑکوں کے اور ان کے بعد بالغہ عورتوں کے، ان کے بعد نابالغ لڑکیوں کے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہوں ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا

اوراس کو چاہیے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے۔ جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی۔ پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کر لے اوراس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جاوے گا اوراس کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور نماز ختم کرنے کے بعد اپنی گئی ہوئی تکبیروں کا اعادہ کر لے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ یا کسی اور تکبیر کے وقت موجود تھا اور نماز میں شرکت کے لئے مستعد تھا مگر سستی یا اور کسی وجہ سے شریک نہ ہوا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہیے۔ امام کی دوسری تکبیر کا اس کو انتظار نہ کرنا چاہیے اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کا اعادہ اس کے ذمے نہ ہوگا بشرطیکہ قبل اس کے امام دوسری تکبیر کہے۔ یہ اس تکبیر کو ادا کرے گو امام کی معیت نہ ہو۔

مسئلہ:۔ جنازے کی نماز کا مسبوق جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور خوف ہو کہ اگر دعاء پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اس کے سامنے سے اٹھالیا جاوے گا تو دعاء نہ پڑھے۔

مسئلہ:۔ جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے۔

مسئلہ:۔ جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ وقت کو ہے گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر بادشاہ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکم شہر ہو وہ مستحق امامت ہے گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں۔ وہ بھی نہ ہو تو قاضی شہر، وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کا امام بنانا بلا ان کی اجازت کے جائز نہیں، ان ہی کا امام بنانا واجب ہے، اگر یہ لوگ کوئی وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اعزہ میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کے وہ اعزہ جن کو حق ولایت حاصل ہے،

امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں۔ اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتے ہے تاوقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

مسئلہ:۔ اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جن کو امامت کا استحقاق ہے تو پھر ولی میت نماز کا اعادہ نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھادی ہو تو بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے کے بادشاہ وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، گو ایسی حالت میں بادشاہ وقت کے امام نہ بنانے سے ترک واجب کا گناہ اولیائے میت پر ہوگا۔ حاصل یہ کہ ایک جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر ولی میت کو جب اس کے بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھادی ہو دوبارہ پڑھنا درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ از ص ۹۱ تا ص ۹۶)

مسئلہ:۔ اگر جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہو گیا تو اگر جمعہ کی نماز سے پہلے کفن، نماز اور دفن وغیرہ ہو سکے تو ضرور کرلیں، صرف اس خیال سے جنازہ روکے رکھنا کہ جمعہ کی نماز میں مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ اگر جنازہ اس وقت آیا جب کہ فرض کی جماعت (جمعہ یا غیر جمعہ) تیار ہو تو پہلے فرض اور سنتیں پڑھ لیں، پھر جنازہ کی نماز پڑھیں۔ (درمختار و شامی)

مسئلہ:۔ اگر نماز عید کے وقت جنازہ آیا تو پہلے عید کی نماز پڑھیں پھر عید کا خطبہ پڑھا جائے، اس کے بعد جنازہ کی نماز پڑھیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۰۵ جلد اول)

مسئلہ:۔ اگر مرنے والے نے وصیت کی کہ میری جنازہ فلاں شخص پڑھائے تو وصیت معتبر نہیں اور شرعاً اس پر عمل کرنا ضروری نہیں، نماز جنازہ پڑھانے کا جن لوگوں کو شریعت نے حق دیا ہے، انہی کو امام بنانا چاہیے، البتہ اگر وہی کسی اور کو امام بنانا چاہیں تو مضائقہ نہیں۔

(مراقی الفلاح ص ۳۲۴)

مسئلہ:۔ جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے لئے اوقات مقرر ہیں، نماز جنازہ کے لئے اس طرح کا کوئی خاص وقت ضروری یا شرط نہیں۔

مسئلہ:۔ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اور نماز عصر کے بعد آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے نفل اور سنتیں پڑھنا تو ممنوع ہے مگر نماز جنازہ ان اوقات میں بھی بلا کراہت درست ہے۔

مسئلہ:۔ آفتاب کے طلوع، زوال (ٹھیک دوپہر) اور غروب کے وقت دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ بھی جائز نہیں۔ طلوع کا وقت آفتاب کا اوپر کا کنارہ ظاہر ہونے سے شروع ہو کر اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب پورا نکل کر اونچا نہ ہو جائے یعنی جب تک نظر اس پر جم سکتی ہو، اور غروب کا وقت آفتاب کا رنگ زرد پڑ جانے سے شروع ہوتا ہے یعنی جب سے اس پر نظر جمنے لگے اور یہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب پورا غائب نہ ہو۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ مذکورہ بالا تین اوقات میں پڑھنا اس صورت میں نا جائز ہے جبکہ جنازہ ان اوقات سے پہلے آچکا ہو اور اگر جنازہ خاص طلوع، زوال یا غروب ہی کے وقت آیا ہو تو اس پر جنازہ اس وقت بھی جائز ہے۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

خلاصہ:۔ یہ کہ نماز جنازہ ان تین اوقات (طلوع، زوال، غروب) کے علاوہ ہر وقت میں بلا کراہت جائز ہے اور ان تین اوقات میں بھی اس صورت میں جائز ہے جبکہ جنازہ خاص انہی اوقات میں آیا ہو۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعاء یاد نہ ہو تو صرف ''اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات'' پڑھ لے، اور اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو صرف چار تکبیریں کہہ دینے سے بھی نماز ہو جائے گی کیونکہ دعاء اور درود شریف فرض نہیں ہے۔

(احکام میت ص ۶۵ بحوالہ شامی ص ۳۴۴ جلد اول و عالمگیری ص ۵۲ جلد اول)

محمد رفعت قاسمی

مورخہ ۱۵/۱۱/۷/۱۴۱ھ

مطابق ۱۳/۴/۱۹۹۸ء

ماخذ ومراجع

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم	الفرقان بک ڈپو ۳۱ نیا گاؤں لکھنو
فتاویٰ دارالعلوم	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبدالرحیم صاحب مدظلہم	مکتبہ منشی اسٹریٹ راندیر سورت
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیب	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
علم الفقہ	مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی	
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	
الامداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی صاحب تھانوی	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبدالرحمٰن الجزری	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
درمختار	علامہ ابن عابدین	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانوی	مکتبہ تھانوی دیوبند

معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
الترغیب والترہیب	مولانا زکی الدین عبد العظیم المنذری	ندوۃ المصنفین دہلی
احسن الفتاویٰ	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب	سعید کمپنی کراچی (پاکستان)
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا نظام الدین صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند	اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی
فتاویٰ محمدیہ	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب	ایضاً	ایضاً
رکن دین	مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ	اشاعت الاسلام دہلی
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ	پنجاب پاکستان
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	مسلم اکیڈمی
اشرف الجواب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	
المصالح العقلیہ	ایضاً	
اغلاط العوام	ایضاً	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
فضائل نماز	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوریؒ	دار الاشاعت دہلی
نماز مسنون	مولانا صوفی عبد الحمید صاحب	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ	
آپ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امداد الاحکام	مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی و مولانا عبد الکریم صاحب	مکتبہ دار العلوم کراچی
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ	دار الکتاب دیوبند

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل تراویح

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دار العلوم دیو بند۔

کمپوزنگ: دار الترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابو بلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دار العلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دار القراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبد الوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی

: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی

: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی

راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان

پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور

: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور

: المیزان اردو بازار لاہور

صوابی: تاج کتب خانہ صوابی

اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر

سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات

تیمر گرہ: اسلامی کتب خانہ تیمر گرہ

باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو
سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ
کی طرف منسوب کرنے کی سعادت
حاصل کر رہا ہوں جنہوں نے باقاعدہ جماعتِ
تراویح کا اہتمام وانتظام فرمایا، آپ
ہی کے بارے میں سیدنا
حضرت علیؓ کا یہ
ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ایسے ہی نور سے بھر دے
جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو منور فرمایا۔''

جدید ایڈیشن کے بارے میں

(نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم!)

میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ گزری تھی کہ مجھ جیسے بے مایہ بندۂ ناچیز کی کتابیں (مکمل مدلل مسائل روزہ، مکمل ومدلل مسائل تراویح، مکمل ومدلل مسائل اعتکاف، مکمل ومدلل مسائل امامت اور مسائل وآداب ملاقات) اس قدر مقبولیت حاصل کریں گی، بفضلہٖ تعالیٰ اس میں توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی، اور ہند اور بیرون ہند سے بندہ کی حوصلہ افزائی وپزیرائی کی گئی، میں صمیم قلب سے ان تمام خیرخواہوں کا شکرگزار ہوں۔

ایک طرف جب میں اپنی بے بضاعتی وکم علمی اور دوسری طرف کتابوں کی مقبولیت کو دیکھتا ہوں تو میرا سر بے اختیار آستانۂ خداوندی پر سجدہ ریز اور دل حمدِ باری سے لبریز ہوجاتا ہے کہ اس نے اپنے خاص فضل وکرم سے ایک عاجز وناتواں کو دین کی خدمت کی توفیق بخشی، اتنی کم مدت میں مکمل ومدلل مسائل تراویح کا تیسرا ایڈیشن تصحیح اغلاط کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواص وعوام میں یہ سلسلہ مقبول ہے اور وہ اس سے مستفید ہورہے ہیں۔ یقیناً یہ سب فضلِ خداوندی کے بعد اساتذہ کرام کی دعاؤں اور دارالعلوم دیوبند کے فیض کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خاکسار کی حقیر خدمت کو مقبول فرمائے اور میرے لیے زادِ آخرت وفلاحِ دارین کا ذریعہ بنا کر آئندہ بھی خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے "آمین"۔

محمد رفعت قاسمی

۱۵/رجب ۱۴۱۰ھ۔

ارشادگرامی

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم
مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!امابعد)

زیر نظر کتاب۔"مسائل تراویح وامامت تراویح"۔ مرتبہ عزیز مولانا مولوی محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند جن کا ایک سالہ درسی تعلق بندہ سے بھی ہے اپنے موضوع پر نہایت مفید اور جامع کتاب ہے موصوف نے بہت سے مستند فتاویٰ اور دیگر متعلقہ کتب کا نہایت عرق ریزی کے ساتھ مطالعہ کر کے کم وبیش چار سو مسائل تراویح وامامت تراویح یکجا طور پر باب اور عنوان اور نہایت سلیقہ سے جمع کر دیئے ہیں۔ بلا مبالغہ میری نظر میں اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں آسکی جس میں مسائل تراویح وامامت تراویح، اتنی کثیر تعداد میں بیان کئے گئے ہوں۔ اس لیے میں موصوف سلمہ کو ان کی اس بے نظیر کاوش پر تہہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔

ان مسائل کی ہر رمضان المبارک میں ضرورت پیش آتی ہے۔ اور چونکہ سال بھر میں محض ایک ماہ تراویح پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ رہتا ہے۔ اس لیے عوام تو عوام، بعض مرتبہ بہت سے خواص اور اہل علم بھی غلطی کر جاتے ہیں اور انہیں مسائل متعلقہ کا تلاش کرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف سلمہ کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے "مسائل تراویح وامامت تراویح"۔ اتنے کثیر تعداد میں یکجا طور پر جمع کر دیئے کہ اب شاید ہی اس موضوع پر کوئی اہم مسئلہ ہوگا جو اس کتاب میں بیان نہ کیا گیا ہو یہ کتاب عوام وخواص دونوں کیلئے یکساں طور پر مفید اور نفع بخش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زیادہ سے زیادہ نافع اور مقبول بنائے اور مؤلف سلمہ کو آئندہ بھی اس طرح کی خدمات کا موقع عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

العبد محمود غفرلہٗ ۲۲/۸/۱۴۰۶ھ۔

رائے عالی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ العالی

صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمدلولیہٖ والصلوٰۃ علی اھلھامحمدن المصطفیٰ وعلی آلہٖ

واصحابہٖ وازواجہٖ واللاحقین بھم الی یوم القرار......وبعد

پیش نظر رسالہ (مسائل تراویح وامامت تراویح) مؤلفہ مولانا محمد رفعت قاسمی سلمہٗ مؤلف سلمہٗ کی بے نظیر کاوش ومحنت کا ثمرہ ہے۔ تراویح وامامت تراویح سے متعلق تقریباً چارسو مفتیٰ بہ جزئی مسائل کو مع معتبر کتابوں کے حوالے کے اکٹھا کردیا ہے جس کی ضرورت ہر شخص کو ہر سال رمضان میں پیش آتی ہے اور سال میں محض ایک مرتبہ ضرورت پیش آنے کی وجہ سے عموماً مستحضر نہ رہنے سے لوگ غلطیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

اس رسالہ کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ مؤلف موصوف نے ہر مسئلہ کا عنوان قائم کرکے صفحہ وار فہرست بھی مرتب کردی ہے جس سے تلاش مسئلہ میں بے حد سہولت ہوجاتی ہے۔

ان خصوصیات کی وجہ سے یہ رسالہ عوام وخواص سب کے لیے بے حد اور نافع ہوگیا ہے یہ مسائل یکجا طور پر عموماً اس طرح نہیں ملتے۔ اس لیے اس کی افادیت اور بھی بڑھ گئی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس سعی کو مقبول بنادیں۔ اور آئندہ اسی طرح کی اور خدمات کا موقعہ عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

فقط بندہ نظام الدین مفتی دار العلوم دیوبند

۴/۱۱/۱۴۰۶ھ۔ ۱۲/۷/۸۶ء۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہم
مفتی دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ و کفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ

الحمدللہ مسلمانوں میں دین سے رغبت بڑھتی جارہی ہے، اور اسی کے ساتھ احکام مسائل کی جستجو اور تلاش بھی جاری ہے۔ یہ ایک اچھی علامت ہے، اللہ تعالیٰ ان نیک جذبات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ فرمائے۔

ہر دور میں زمانے کے تقاضے کے مطابق اسلامی احکام و مسائل کے مجموعے مرتب ہو کر شائع ہوتے رہے اور مسلمان ان سے استفادہ کرتے رہیں ہیں، یہ بات ہم سب کے لیے باعث مسرت ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک استاذ قاری محمد رفعت صاحب نے ضرورت محسوس کی کہ تراویح سے متعلق مسائل جو فتاویٰ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، ان کو ایک خاص ترتیب کیساتھ جمع کردیا جائے تاکہ خواص و عوام بآسانی سے استفادہ کرسکیں۔ اور بوقت ضرورت یہ مجموعہ ہر مسلمان اپنے پاس رکھ سکے، چونکہ تراویح کے مسائل کی ضرورت سال کے صرف ایک مہینہ میں عموماً ہر نمازی کو پیش آتی ہے اور عام طور پر ذہن میں وہ مسائل مستحضر نہیں ہوتے کتاب پاس ہوگی تو خود ورق الٹ کر دیکھ لینگے۔

چنانچہ موصوف نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل و مکمل، کفایت المفتی، مجموعہ فتاویٰ عبدالحئ فرنگی محلی اور دوسرے مجموعۂ فتاویٰ کو سامنے رکھ کر ان تمام مسائل کو یکجا کردینے کی جدوجہد کی ہے، جن کا تعلق نماز تراویح یا امامت تراویح سے ہے، اور اس طرح سینکڑوں مسائل متعدد کتابوں کے حوالوں سے مولانا موصوف نے یکجا فرمادیئے ہیں۔

کوئی شبہ نہیں یہ کام بہت کافی محنت طلب تھا اور کافی جانفشانی کو چاہتا تھا، مرتب کی محنت اور کاوش قابلِ داد ہے کہ انہوں نے ہمت نہیں ہاری، اور اپنی مسلسل محنت جاری رکھی، اور بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

واقعہ ہے کہ موصوف ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس فریضہ سے علماء کو سبکدوش کر دیا، اور ایک قیمتی مجموعہ مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اس سے صرف عوام وخواص نہیں بلکہ انشاء اللہ علماء اومفتیانِ کرام بھی بوقتِ ضرورت مستفید ہوسکیں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا ئے محترم کی یہ محنت وکاوش قبول فرمائے اوران کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ (آمین)

طالبِ دعا:.....ظفیر الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

عرض مرتب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم! امابعد

پیش نظر کتاب میں
تراویح، عشاء اور وتر کے مسائل کو ایک
خاص ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
کتاب میں عربی عبارات سے اجتناب کرتے ہوئے، صرف
مفتیٰ بہ قول کو لیا گیا ہے تاکہ عام پڑھنے والوں کو مسائل سمجھنے میں کسی دشواری
کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
بندہ کی یہ کتاب، حضراتِ مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کے فیض کا نتیجہ ہے۔
اس وقت عامۃ المسلمین کی خدمت پیش کرتے ہوئے دل باری تعالیٰ
کی حمد وثناء سے لبریز ہے، جس نے محض اپنی توفیق وعنایت
سے اس خدمت کو مجھ جیسے بے بضاعت
اور کمترین بندہ سے لے لیا۔

دعا ہے کہ خدائے بخشندہ اپنے فضل وکرم سے اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے، اور اپنے شکر گزار بندوں میں اس حقیر کا نام بھی درج فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰۵ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

روزے اور تراویح باعث مغفرت

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلى الله علیه وسلم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابًا غفر له ماتقدم من ذنبه

(بخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جولوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ (ثواب کی غرض سے) رکھیں گے ان کے سب گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔اور ایسے ہی جولوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نفل تراویح پڑھیں گے ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اسی طرح جولوگ شب قدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

تشریح:۔اس حدیث سے رمضان میں روزوں اور اس کی راتوں کے نوافل اور خصوصیت سے شب قدر کے نوافل کو پچھلے گناہوں کی مغفرت اور معافی کا وسیلہ بتایا گیا ہے،بشرطیکہ یہ روزے اور نوافل ایمان واحتساب کے ساتھ ہوں۔یہ ایمان واحتساب خاص دینی اصطلاح ہے۔ان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جونیک عمل کیا جائے اس کا محرک بس اللہ اور رسول کو ماننا اور ان کے وعدوعید پر یقین لانا ہے اور اس کے بتائے ہوئے اجروثواب کی طمع اور امید ہو۔ کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو۔یہی ایمان اور احتساب ہمارے اعمال کے قلب وروح ہیں اگر یہ نہ ہوں تو پھر ظاہر کے لحاظ سے بڑے سے بڑے اعمال بھی بے جان اور

کھو کھلے ہیں جو خدانخواستہ قیامت کے دن کھوٹے سکے ثابت ہوں گے ۔اور ایمان واحتساب کے ساتھ بندے کا ایک عمل بھی اللہ کے یہاں اتنا عزیز اور قیمتی ہے کہ اس کے صدقے اور طفیل میں اس کے برسہابرس کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ایمان واحتساب کے صفت اپنے فضل سے نصیب فرمائے ۔آمین۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت

,,عن عبداللہ بن عمروان رسول اللہ ﷺ قال الصیام و القرآن یشفعان للعبد .یقول الصیام ای ر ب انی منعتہ الطعام و الشھوات بالنھار فشفعنی فیہ .ویقول القرآن امنعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان،،

(البیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
,,روزہ اور قرآن دونوں بندہ کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندہ کی جو دن میں روزہ رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہوکر اس کا پاک کلام مجید پڑھے گا یا سنے گا)
روزہ عرض کرے گا اے میرے پرودگار! میں نے اس بندہ کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا۔آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اس کے ساتھ مغفرت اور رحمت کا معاملہ فرما)
قرآن کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔خداوندا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔(اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما)۔

چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا۔)

تشریح:۔کسی کو قربان کرکے نہیں، اپنی جان ومال دیکر نہیں، صحت وتندرستی ختم کرکے نہیں بلکہ تھوڑا سا آرام ترک کرکے اور نفس پر تھوڑا سا جبر کرکے حضور ﷺ کا بتایا ہوا علاج کریں تو ہم کو یہ نعمت حاصل ہوسکتی ہے۔

کیسے خوش نصیب ہیں وہ بندے جن کے حق میں ان کے روزوں کی اور نوافل میں ان کے پڑھے ہوئے یا سنے ہوئے قرآن پاک کی سفارش قبول ہوگی یہ ان کے لئے کیسی مسرت اور فرحت کا وقت ہوگا!؟ (معارف الحدیث جلد ۴ ص ۱۰۸)

اہتمام تراویح اور تعداد رکعات

حضرت عمر فاروقؓ کا عام اعلان تھا کہ میری اطاعت اس وقت تک ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور سیرت صدیق پر عمل کرتا رہوں۔ جہاں خالق کی معیصت ہو وہاں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

یہ اعلان رسمی نہیں تھا بلکہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو آزمانے کے لئے برسر ممبر اعلان فرمایا لوگو! اگر میں سنت نبویؐ اور سیرت صدیقؓ کے خلاف کوئی حکم دوں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ لوگ خاموش رہے۔ پھر دوبارہ یہ اعلان فرمایا تو ایک نوجوان تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور تلوار کی طرف اشارہ کر کے برجستہ کہا: "یہ فیصلہ کرے گی" حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا: "جب تک عوام میں یہ جرأت باقی ہے اس وقت تک امت گمراہ نہیں ہوسکتی۔"

ایک مرتبہ آپؓ تقریر فرما رہے تھے مجمع بہت کثیر تھا، آپؓ نے فرمایا: "اسمعوا واطیعو" یعنی سنو اور عمل کرو۔ ایک عام شخص نے کھڑے ہو کر برجستہ کہا، آپ کی بات نہ سنیں گے اور نہ عمل کریں گے، اس لئے کہ آپؓ نے مال غنیمت کے تقسیم میں مساوات نہیں کی ہے۔ کیونکہ یہ کپڑا جو آپؓ کے جبہ میں ہے ہم کو بھی ملا ہے مگر اس میں سے چادر اور تہبند نہیں ہو سکے اور آپؓ کا جبہ کیسے بن گیا؟ حضرت عمرؓ نے جواب دینے کے بجائے اپنے بیٹے کو طلب کیا۔ انہوں نے بتایا "یہ کپڑا ہم کو بھی ملا تھا لیکن والد محترم کے پاس صرف ایک ہی کرتا تھا جمعہ کیلئے اس کو دھونے اور سکھانے میں دیر ہو جاتی تھی اس لئے میں نے اپنا حصہ بھی ان کو دے دیا تھا اس لئے دونوں کو ملا کر ایک جبہ تیار ہو گیا ہے۔"

اور بہت سی واقعات اسی قسم کے ملیں گے کہ حضرات صحابہ کرامؓ خلاف سنت ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ سب آنحضرت ﷺ کی سنتوں کے دل دادہ اور عاشق تھے۔ بدعت اور خلاف سنت فعل سے ایسے بیزار تھے کہ امت کا کوئی شخص ان کے نظیر پیش نہیں

کر سکتا۔ ایسے سخت گیر پابندِ سنت اور متبع شریعت حضرات مثلاً حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور حضرت زبیرؓ، حضرت معاذؓ اور ان کے علاوہ تمام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی موجودگی میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی کعبؓ کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کے لئے مقرر فرمایا اور کسی نے بھی ان پر اعتراض یا نکتہ چینی اور تردید نہیں کی بلکہ سب نے آپؓ کا تعاون کیا اور آپ کی موافقت اور تائید ہی کی اور اس کو جاری ورائج کیا۔ (تمام صحابہ کرامؓ پابندی سے تراویح میں شریک ہوتے تھے) یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی تعریف اور ان کے لئے دعائے خیر کی، آپؓ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے ''کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہماری مسجدیں منور کی ہیں۔

جو حضرات بیس رکعات تراویح بدعت عمرؓ کہتے ہیں اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں کثرت سے صحابہؓ کا بیس رکعتوں پر اتفاق کیسے ہوا؟

اگر حضرت عمرؓ نے ہی بیس رکعات اپنی طرف سے ایجاد فرمائی تھیں تو وہ جم غفیر اور کثیر تعداد صحابہؓ کہاں تھے جن میں سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کو یہ جرأت تھی کہ حضرت عمرؓ کو ذرا سی بات پر خطبہ پڑھنے کی حالت میں بھی ٹوک دے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات پر حضرت عائشہؓ نے چاہا کہ نماز جنازہ مسجد میں ہو جائے تاکہ میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن ام المومنینؓ کی اس فرمائش یا حکم کو اس لئے قبول نہیں کیا گیا کہ مسجد میں نماز جنازہ خلاف سنت ہے جبکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران ہونے کے ساتھ ساتھ عشرہ مبشرہ میں سے بھی تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی۔ اس نے کہا ''**الحمدللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ**'' یہاں ''**والصلوٰۃ علی رسول اللہ**'' زائد تھا۔ اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے بہت ہی اچھا تھا کہ آپؐ پر سلام ہے۔ مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے اس کو فوراً تنبیہ فرمائی کہ یہ خلاف سنت ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فوراً پکڑ کی کہ حجر اسود کے سوا کوئی بوسہ سنت نبوی نہیں ہے۔ آپ نے یہ خلاف سنت عمل کیسے کیا ہے؟ حضرت معاویہؓ نے اپنے اس فعل سے رجوع کیا۔

یہ حضرات صحابہ کرامؓ ذرا بھی خلاف سنت عمل کو برداشت نہیں کرتے تھے عوام سے ہو یا بادشاہ وقت سے فوراً پکڑ کر لیتے تھے تو کیا ان حضرات سے یہ ممکن ہے کہ وہ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں تراویح کی بیس رکعات کو برداشت کرتے جو انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر ہو رہی تھیں؟

ان حضرات کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ مجبوراً خاموشی سے شرکت کرتے رہے اور ان کی زبان سے خوف کی وجہ سے کوئی کلمہ نہ نکل سکا۔ (معاذ اللہ)

اس قسم کا خیال کرنا نہ صرف حضرت عمرؓ پر بدگمانی ہے بلکہ ان کے علاوہ تمام صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بدظنی اور بدگمانی کا دروازہ کھول دیتا ہے جو اس مسئلہ پر خلیفۃ المسلمین کے ساتھ متفق اور ان کے ساتھ اس عمل (تراویح) میں شریک تھے۔

ہمیں حضرت عمرؓ اور دیگر تمام حضرات صحابہؓ سے ہرگز ایسی امید نہیں کہ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی فعل پر ایسا اتفاق کریں۔ بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے پہلے بھی بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔ متفرق طور پر مختلف اماموں کے ساتھ یا الگ الگ پڑھا کرتے تھے۔ صرف حضرت عمرؓ نے جماعت کا خاص اہتمام فرمایا تو اس سے یہ کیسے لازم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی بدعت جاری فرمائی۔

خلاصہ کلام

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے تاکہ اس کا مسنون ہونا معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو ترک فرمادیا کہ مبادا فرض نہ ہو جائے۔ اگر فرضیت کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپؐ ہمیشہ پڑھتے رہتے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو گھروں میں تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ دور ہو گیا لہذا لازم ہوا کہ تراویح کو مسجدوں میں باجماعت پڑھا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تراویح کو جماعت سے پڑھنے

کا حکم نہیں دیا اس کی وجہ یہ تھی آپؓ اس سے بھی کہ زیادہ اہم کام میں مشغول ومصروف رہے یعنی آپؓ نبوت کے دعویداروں میں اور مرتدین کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہے، مدت خلافت بھی نہایت مختصر یعنی دو سال چند ماہ رہی۔ جس کی وجہ سے آپؓ کو جماعت تراویح کا اہتمام کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ حضرت عمرؓ کو بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مشغولیت زیادہ رہی اس کے بعد جب انتظامات درست ومستحکم ہوگئے اور سطح زمین پر امن کا فرش بچھ گیا تو اس سنت کے قائم کرنے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ ہوئی چنانچہ بخاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقادر سے روایت کی ہے کہ میں ایک شب حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں گیا دیکھا کہ لوگ ادھر ادھر متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں کوئی تنہا اور کسی کے ساتھ چند نفر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر ان سب کو ایک حافظ کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ اچھا ہوگا پھر اسی خیال کو پختہ کر کے حضرت ابی بن کعبؓ کا سب کو مقتدی بنا دیا۔ اس کے بعد دوسری شب میں حضرت عمرؓ کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ آدمی جماعت کی صورت میں اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''بہت اچھی ہے یہ بدعت۔''

علامہ قاریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو تراویح کو بدعت کہا صرف صورت کے اعتبار سے فرمایا۔ کیونکہ یہ اجتماع آپ کی وفات کے بعد ہوا اور نہ حقیقت کے اعتبار سے یہ بدعت نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ہی صحابہ کرام کو گھروں میں پڑھنے کا حکم فرمایا تھا تاکہ فرض نہ ہو جائے۔ احادیث سے آپ کا تراویح کی بیس رکعات پڑھنا ثابت ہے لیکن اتنے اہتمام اور جماعت کثیرہ کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے سب کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام فرمایا۔

باتفاق ائمہ صحیح یہ ہے کہ تراویح میں جماعت ہی افضل ہے بلکہ بعض علماء نے اس کے متعلق اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ جملہ صحابہؓ کا اس پر اجماع ہوگیا ہے۔ کیونکہ مہاجرین وانصار میں سے کسی نے بھی انکار یا اعتراض نہیں کیا سب نے اس میں شرکت فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی ,,علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ،،الخ سے دونوں سنتوں کو معمول بنانا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لے کر خلفاء کی سنت کو ترک کردو بلکہ دونوں کا التزام کرو۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے سوال

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے سیدنا عمرؓ کی اس عمل (تراویح) کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا من مانا فعل نہیں ہے۔ انہوں نے کوئی بدعت نہیں کی اور جب تک اس حکم کی اصل ان کے ہاتھ نہیں آئی تو انہوں نے اس پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۴۴۳)

اگر کسی صاحب کو تفصیل دیکھنی ہو تو مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) انوار المصابیح مؤلفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

(۲) رکعات تراویح مؤلفہ حبیب الرحمٰن اعظمی دامت برکاتہم

(۳) فتاویٰ رحیمیہ جلد اول

(۴) فتاویٰ رشیدیہ کامل

(۵) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ

تراویح سب کے لئے سنت ہے

تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے مسنون ہے۔ جماعت سے تراویح پڑھنا سنت کفایہ ہے اور تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور تراویح پر وتر کا مقدم کرنا بھی صحیح ہے اور مؤخر کرنا بھی، تہائی رات تک تراویح کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور صحیح مذہب کے بموجب نصف شب کے بعد تک بھی تراویح کا مؤخر کرنا مکروہ نہیں ہے۔ تراویح کی بیس رکعت ہیں دس سلاموں کے ساتھ اور ہر چار رکعت کے بعد ان چار رکعت کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے۔ تراویح کے اندر ماہِ رمضان میں ایک مرتبہ ختم کرنا مسنون ہے (نور الایضاح ص ۹۹)

تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ مگر عورتوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ نہیں ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۶۱)

حافظ قرآن کا تراویح میں قرآن سنانا

سوال:۔ حافظ کو تراویح میں قرآن سنانا واجب ہے، یا مستحب؟ واجب ہونے کی صورت میں

اگرکوئی شخص پڑھتے وقت ریاونمود سے بچنے کی اپنے میں قدرت نہ رکھتا ہوتو اس کوسنانا جائز ہے یا نہیں؟ جائز نہ ہونے کی صورت میں نہ سنانے سے قرآن شریف کا کوئی حق یا مواخذہ اس کے ذمے باقی رہے گا یا نہیں اگر رہے گا تو چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔ تراویح میں قرآن شریف سنانا اور سننا سنت اور مستحب ہے اور خوفِ ریا، وعُجب کیوجہ سے چھوڑا نہ جائے اور حتی الوسع کوشش حصولِ اخلاص کی کی جائے اور لوجہ اللہ بلا معاوضہ سنایا جائے۔ یہ بڑے اجروثواب کا کام ہے اور اسی میں فضیلت ہے۔ باقی اگرکسی عذر سے تراویح میں کسی حافظ نے قرآن شریف نہ پڑھا اور ویسے تلاوت کرتا رہا تو مواخذہ سے بری ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لایکلف اللہ نفسا الاوسعہا ۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۴۸)

کیا تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے؟

سوال:۔ امام صاحب پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھاتے ہیں مگر تراویح سنانے کی عادت نہیں رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے۔

جواب:۔ تراویح میں جبکہ امام صاحب قرآن شریف سنانے سے عاجز اور قاصر ہیں تو الم ترکیف سے پڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔

اگر مقتدی حضرات تراویح میں قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انتظام مقتدی حضرات خود کریں امام صاحب کو مجبور نہ کریں۔

لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا نہ مل سکے تو کسی حافظ کو رمضان کے لئے نائب امام مقرر کرلیں۔ عشاء وغیرہ ایک دو نمازیں اس کے ذمے لازم کردینی چاہئیں اور وہ تراویح بھی پڑھائے تو اجرت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۴۹)

تراویح میں امامت کا حق

سوال:۔ بکرایک مسجد میں امام مقرر ہوا اور حافظ قرآن بھی ہے۔ زید بھی حافظ قرآن ہے۔ وہ زمانہ بعید سے اس مسجد میں تراویح پڑھاتا تھا۔ اب بکر کہتا ہے کہ میں امام مقرر ہوا ہوں تراویح پڑھانے کا حق مجھ کو ہے۔ زید کہتا ہے کہ میرا قدیمی حق ہے، تو کس کا حق ہے؟

جواب:۔صورت مسئولہ میں جبکہ بکر امام مقرر ہو گیا ہے تو تراویح کی بھی امامت کا حق اسی کو حاصل ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ص ۲۸۲، بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۲۲ باب الامامۃ)

تراویح کے لئے حافظ قرآن کا تقرر

سوال:۔جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے لئے امام مقرر کرنا جائز ہے کیا اسی طرح تراویح کے لئے بھی حافظ مقرر کر سکتے ہیں؟

جواب:۔چونکہ مسئلہ یہ ہے کہ **الامور بمقاصدھا** اور یہ بھی کہ **المعروف کالمشروط** پس اگر کسی حافظ کو ختم قرآن شریف کے لئے تراویح کا امام بنایا جائے تو ظاہر ہے اس سے مقصود امامت نہیں ہے بلکہ قرآن شریف کا ختم ہے۔لہٰذا اس پر جو اجرت دی یا لی جائے گی وہ ختم قرآن شریف کی وجہ سے ہے نہ کہ محض امامت کی وجہ سے) پس حسب قاعدہ **ولا یجوز اخذ علی قراۃ القرآن** تراویح میں ختم قرآن پر اجرت لینا اور دینا جائز نہ ہوگا۔نیز شامی جلد ۵ص ۳۵ پر ہے کہ بلا اجرت مقرر کرنا امام تراویح کا درست و افضل ہے۔البتہ اجرت پر جائز نہیں (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ص ۲۴۷ بحوالہ رد المحتار جلد ۵ص ۴۷ کتاب الاجارہ، مطلب الاجارۃ فی الطاعۃ)

ایک شخص دو جگہ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:۔بعض حفاظ ایسا کرتے ہیں کہ ایک مسجد میں تراویح پڑھا کر آتے ہیں پھر دوسری مسجد میں بھی پڑھا دیتے ہیں اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔اگر دونوں جگہ پوری پوری تراویح پڑھائے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق دوسری مسجد والوں کی تراویح درست نہیں ہوگی۔عالمگیری میں صراحت موجود ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ص ۲۸۸ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۲۸۹)

تراویح میں معاوضہ کی شرعی حیثیت

سوال:۔رمضان شریف میں ختم قرآن شریف کی غرض سے حافظ صاحب کا لینے دینے کی نیت سے سننا سنانا اور بعد میں لینا دینا کیسا ہے؟ نیت دونوں کی لینے دینے کی ہوتی ہے بغیر اس کے سننا سنانا نہیں ہے۔اگر کسی مسجد میں قرآن شریف نہ سنایا جائے محض تراویح

پڑھنے پر اکتفا کیا جائے تو وہ لوگ فضیلتِ قیام رمضان سے محروم ہوں گے یا نہیں؟

جواب:۔اجرت پر قرآن شریف پڑھانا درست نہیں ہے اوراس میں ثواب بھی نہیں ہے۔اور بحکم ''المعروف کالمشروط'' جس کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔

اس حالت میں صرف تراویح پڑھنا اوراجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے۔اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۴۶ بحوالہ ردالمختار جلداول ص ۶۶۰ مبحث التراویح)

تراویح کی اجرت بطور نذرانہ

سوال:۔ایک مولوی صاحب بہت دیندار پرہیزگاراور حافظ قرآن ہیں وہ ہرسال رمضان میں ایک قصبہ کی مسجد میں جاکر نمازِ تراویح سنایا کرتے ہیں ختم کے بعد مقتدی وغیرہ حسب مقدار بلا جبرواکراہ اور بلا گفتگو حسبۃً للہ حافظ کو کچھ دیتے ہیں اور حافظ بھی بخوشی قبول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا مقصد اس سے مال اورکسب دنیا نہیں ہے میرا مقصد تو ثواب اور ادائے سنت مؤکدہ ہے اور یادداشت قرآن مجید ہے روپیہ پیسہ ہونا نہ ہونا میرے نزدیک برابر ہے۔

اور تفسیر عزیزی کی ایک عبارت سے جوازِ اجرت علی العبادات معلوم ہوتا ہے تو اس لئے اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔فقہاء نے یہ قاعدہ لکھ دیا ہے کہ ''المعروف کالمشروط'' (کذافی الشامی وغیرہ)

پس اگر ان حافظ صاحب کو معلوم ہے کہ ان کے قرآن شریف سنانے پر مسجد سے روپیہ ملے گا اور لینا دینا معروف ہے تو ان حافظ صاحب کو قرآن شریف ختم کر کے کچھ لینا درست نہیں ہے ورنہ پڑھنے اور سننے والے دونوں ثواب سے محروم ہیں۔

اور شاہ عبدالعزیزؒ کی تحریر کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت پر کچھ لینا دینا معروف نہ ہوتا کہ کلامِ فقہاء اور ارشاد شاہ صاحب میں تعارض نہ ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۶۴ بحوالہ ردالمختار جلداول ص ۲۸۷)

حافظ تراویح کو آمد و رفت کا کرایہ پیش کرنا اور کھانا کھلانا

سوال:۔ایک حافظ صاحب کو شعبان کے آخر میں بلایا گیا اور سب لوگوں نے چندہ کر کے آمد و رفت کا کرایہ دیا اور رمضان شریف کے پورے مہینے ان کو عمدہ کھانا کھلایا پلایا تو یہ صورت قرآن شریف سننے کی بلا عوض شمار ہوگی یا یہ صورت ناجائز ہے۔ اور ان کو کچھ زائد اس کے عوض میں نہیں دیا جاتا اگر یہ صورت نہ کی جائے تو حافظ صاحب سناتے نہیں ہیں؟

جواب:۔آمد و رفت کا کرایہ دیکر حافظ کو باہر سے بلانا اور اس کا قرآن شریف بلا معاوضہ سننا جائز اور موجب ثواب ہے اور جب کہ وہ باہر سے آیا ہوا اور بلایا ہوا اور مہمان ہے تو اسکو عمدہ کھلانا جائز ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۹۵)

اگر حافظ صاحب کے دل میں لینے دینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی نے دیا تو درست ہے، اور جو حسب رواج وعرف دیتے ہیں۔ اور حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگر چہ زبان سے کچھ نہیں کہا تو درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۲۴)

تراویح پر معاوضہ کی گنجائش

سوال:۔حفاظ کرام تراویح کے لئے روپے متعین کرتے ہیں یا متولی سے کہتے ہیں کہ جو آپ چاہیں دے دیں یا متولی صاحب کہتے ہیں کہ ہم اپنی خوشی سے جو چاہیں گے دیں گے تو اس طرح کی تعیین جائز ہے یا نہیں

جواب:۔تراویح میں اجرت لینا دینا ناجائز ہے، لینے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اس سے اچھا یہ ہے کہ ''الم ترکیف'' سے پڑھائی جائے۔

لوجہ اللہ پڑھنا اور لوجہ اللہ امداد کرنا جائز ہے مگر اس زمانہ میں یہ کہاں ہے؟ ایک مرتبہ پیسے نہ دیئے جائیں تو حافظ صاحب دوسری دفعہ نہیں آئیں گے۔

اصل مسئلہ یہی ہے مگر وہ مشکلات بھی نظر انداز نہ ہونی چاہئیں جو ہر سال اور تقریباً ہر ایک مسجد کے نمازی کو پیش آتی ہیں، قابل عمل حل یہ ہے کہ جہاں لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا حافظ نہ ملے وہاں تراویح پڑھانے والے کو ماہِ رمضان کے لئے نائب امام بنایا جائے۔ اور اس کے ذمے ایک یا دو نماز سپرد کر دی جائیں تو مذکورہ حیلہ سے تنخواہ لینا جائز ہوگا، کیونکہ

امامت کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں سے اس کی امامت متعین کردی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے۔ کیونکہ امامت کی اجرت کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی ۲۰/شعبان ۱۳۰۰ھ۔ کفایت المفتی جلد......)

نوٹ:۔ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اصل مذہب تو عدم جواز ہی ہے۔ لیکن حالتِ مذکورہ میں حیلہ مذکورہ کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۰ جلد اول)

نیز ایک صورت یہ بھی نکل سکتی ہے کہ مصلیوں میں سے اگر کوئی صاحب خیر حافظ صاحب کے افطار وسحری وغیرہ کا انتظام کردیں اور آخر میں بطور ہدیہ یا بطور امداد کچھ پیش کردیں تو یہ قابل اعتراض نہیں ہے۔ بطور اجرت دینا ممنوع ہے (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۴۳۳)

بلاتعین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۵۰)

نابالغ حفاظ کا قرآن پختہ کرنے کے لئے نوافل میں جماعت اور اس میں شرکت کا حکم

سوال:۔ ایک نابالغ حافظ نفل میں قرآن شریف سنانا چاہتا ہے تو ایسے نابالغ حافظ کی اقتداء بغرض اصلاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ نابالغ حافظ کی اقتداء تو تراویح ونوافل میں بھی درست نہیں البتہ اگر وہ اپنا قرآن پختہ کرنے کے لئے اور تراویح پڑھانے کی عادت ڈالنے کے لئے نفل نماز میں قرآن سنائے تو لقمہ دینے کے لئے ایک حافظ اور اگر ایک کافی نہ ہو تو دو حافظ تعلیماً اقتداء کرسکتے ہیں۔ فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے اقتداء جائز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۲۸۶)

بچے کے پیچھے تراویح کا مسئلہ

سوال:۔ اگر پندرہ سال سے کم عمر کا بچہ صرف تراویح پڑھائے اور فرض دوسرا شخص پڑھائے

تو کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بچے کی تراویح صرف نفل ہے اور بالغ کی سنت مؤکدہ۔ دوسرے بچے کی نفل شروع کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی اور بالغ پر واجب ہو جاتی ہے پس بچے کی ضعیف ہو گئی اس پر بالغ کی قوی نماز کا بناء کرنا خلاف اصول ہونے کے سبب جائز نہیں رہے گا۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۶۱)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں ہے" البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۳۵۰)

بالغ ہو گیا مگر داڑھی نہیں نکلی

سوال:۔ اَمرد لڑکے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مراد یہ ہے کہ بالغ ہو گیا ہے مگر داڑھی مونچھ کچھ نہیں آئی خواہ حافظ ہو یا علم دین کا پڑھنے والا ہو، اور مقتدیوں کو بوجہ لڑکپن، اس کے امام ہونے میں اختلاف ہے۔ اس لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ اگر وہ خوبصورت ہے اور اس کو نگاہِ شہوت سے لوگوں کے دیکھنے کا احتمال ہے تب تو اگر وہ حافظ یا طالب علم بھی ہو، تب بھی اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر یہ بات نہیں ہے صرف عوام کی ناپسندیدگی ہے تو اگر وہ سب مقتدیوں سے علم وقرآن میں اچھا ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے اور اگر اتنی عمر ہو گئی ہے کہ اب داڑھی بھرنے کی امید نہیں رہی ہے تو وہ امرد نہیں رہا۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۵۸)

ایک ماہ کم پندرہ سال کے لڑکے کی امامت کا مسئلہ

سوال:۔ جس لڑکے کے عمر کیم رمضان ۱۴۰۵ھ کو چودہ سال گیارہ ماہ کی ہوگی اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے میں اور کوئی علامت بلوغ کی مثلاً احتلام وانزال نہ پائی جائے تو پورے پندرہ سال کی عمر ہونے پر شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے پس جس کی عمر کیم رمضان شریف کو چودہ سال گیارہ ماہ کی ہوئی اس کی امامت تراویح اور وتر میں درست نہیں ہے کیونکہ صحیح مذہب امام ابوحنیفہ کا یہی ہے کہ نابالغ کی امامت فرائض ونوافل اور واجب میں درست نہیں

ہے۔البتہ اگر کوئی علامت بلوغ کی پائی جائے تو درست ہوگی۔

نیز چودہ برس کی عمر کے لڑکے کے پیچھے فرائض وتراویح کچھ درست نہیں جب تک پورے پندرہ برس کا نہ ہوجائے البتہ چودہ برس کی عمر میں بلوغت کے آثار پیدا ہوچکے ہوں اور وہ کہے کہ میں بالغ ہوچکا ہوں تو اس کے پیچھے درست ہے۔

(فتاوی دار العلوم جلد۴ص ۲۲۶،۲۹۵ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۳۹،باب الامامت)

کس عمر کا لڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے؟

سوال:۔کتنی عمر کا لڑکا قرآن شریف تراویح میں سنا سکتا ہے۔ایک لڑکے کی عمر تقریباً سولہ سال ختم ہونے کو آئی وہ کلام اللہ تراویح میں سنا سکتا ہے یا نہیں؟اس لڑکے کے منہ پر داڑھی وغیرہ کچھ نہیں آئی اور ایسا لڑکا جو پندرہ سولہ برس کا ہو وہ اگلی صف میں بڑے آدمی کے ساتھ کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟نیز چودہ سال کا ہو تو وہ بھی اگلی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔اگر دوسری علامت بلوغ کی مثلاً احتلام وغیرہ لڑکے میں موجود نہ ہوں تو شرعاً پندرہ سال میں عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے۔

نوٹ:۔اس کی ایک صورت یہ نکل سکتی ہے کہ حافظ صاحب دس رکعت ایک مسجد میں تراویح پڑھائیں،اور بقیہ تراویح بجائے حافظ صاحب کے مقتدیوں میں سے کوئی صاحب دوسری سورتوں سے پوری کریں۔(مرتب محمد رفعت قاسمی)

پس جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہوگیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز سب درست ہے اگرچہ بے ریش ہو اور ایسی عمر کا لڑکا اگلی صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔ اور تیرہ چودہ برس کا امام نہیں ہوسکتا لیکن تراویح میں بتلانے کیوجہ سے اس کو اگلی صف میں کھڑا کرسکتے ہیں۔(فتاوی دار العلوم جلد۴ص ۲۴۷)

داڑھی منڈے پیش حافظ کی امامت

سوال:۔جو حافظ داڑھی منڈاتا ہے اس کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔داڑھی منڈانا حرام ہے اور داڑھی منڈانے والا ازروئے شرع فاسق ہے لہذا ایسے حافظ کو تراویح کے لئے امام بنانا جائز نہیں ہے۔ایسے امام کے پیچھے تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی

ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۳ بحوالہ شامی جلد اول ص ۵۲۳)

کہنی تک کٹے ہوئے ہاتھ والے کی امامت

سوال:۔ایک حافظ قرآن کا ایک ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا ہے ایسے حافظ کے پیچھے تراویح ہوگی یانہیں؟

جواب:۔ایسے امام کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۳۸۳)

فیشن پرست حافظ کی امامت

سوال:۔بعض حافظ فیشن پرست ہوتے ہیں، لباس وغیرہ شرعی نہیں ہوتا سر پر خلافِ شرع بہی کٹ بال رکھتے ہیں اور برہنہ سر گھومتے ہیں تو کیا ایسے حافظوں کے پیچھے تراویح پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟

جواب:۔اگر حافظ اپنی قبیح عادتوں کے چھوڑ دینے کا عہد کرے تو اس کو امام تراویح بنا سکتے ہیں۔اور اگر انکار کرے تو پھر ایسا شخص امامت کے منصب کے لائق نہیں۔اور اس وجہ سے اگر نمازی اس سے ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی حق ہوگی۔حدیث میں ہے کہ شرعی سبب سے اگر مصلی امام سے ناراض ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز مقبول نہیں ہوتی اگر حافظ اپنے طرزِ زندگی کو بدلنے کے لئے تیار ہو تو ان کو امام بنایا جاسکتا ہے۔ورنہ امامت کا مقدس منصب ان کے سپرد نہ کیا جاوے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۱۴۷ بحوالہ درمختار مع شامی جلد اول ص ۵۲۲)

طوائف کے لڑکے کے پیچھے تراویح

سوال:۔ایک حافظ صاحب ہیں جو خوش الحان نماز وروزہ کے پابند اور خلیق بھی قرآن ہیں شریف خوب یاد ہے لیکن ولد الزنا ہیں یعنی ایک طوائف کے لڑکے ہیں کیا ان کو امام بنایا جاسکتا ہے ان کے پیچھے فرض نماز اور تراویح پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

جواب:۔اگر یہ حافظ صالح اور نیک اور معاشرت کے لحاظ سے محفوظ ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔والد الزنا ہونا ایسی صورت میں موجب کراہت نہیں۔(کفایت المفتی جلد ۳ ص ۶۴)

اگر حافظ کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو

سوال:۔ ہمارے شہر میں صرف ایک حافظ قرآن ہے لیکن اس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے کیونکہ وہ داڑھی کو تراش لیتا ہے اس کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر دوسرا امام اس سے بہتر مل سکتا ہے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ ایک مشت داڑھی رکھنے کے لئے اس کو کہا جائے اگر وہ داڑھی بڑھالے تو ٹھیک ہے۔ (کفایت المفتی جلد۳ ص ۸۷)

امداد المفتین میں داڑھی منڈوانے یا کٹوانے کے متعلق ہے کہ وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا ناجائز ہے کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ واجب الاہانت ہے اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ اس لئے اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔ (امداد المفتین جلد اول ص ۲۶۱ بحوالہ شامی جلد اول ص ۲۷۶ باب الامامت)

فتاویٰ دار العلوم میں یہ مسئلہ درج ہے کہ:

حدیث سے داڑھی کا چھوڑنا اور زیادہ کرنا اور مونچھوں کا کتروانا ثابت ہے اور داڑھی کا منڈوانا اور کتروانا جب کہ داڑھی ایک مٹھی سے زیادہ نہ ہو تو حرام ہے۔

جو شخص ایک مٹھی سے کم داڑھی کو کترواتا یا منڈواتا ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ جس شخص میں اگر سب باتیں موافق شرع کے ہیں لیکن ایک بات میں وہ خلاف اور فعل حرام کا مرتکب ہے تو وہ فاسق ہے اس کو چاہیئے کہ وہ فعل حرام سے بھی توبہ کرے اور داڑھی نہ منڈائے اور نہ کتروائے۔ البتہ ایک مٹھی سے زیادہ ہو تو اس کو کتروانا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم (عزیز الفتاویٰ) جلد اول ص ۱۱۷)

محتاط نابینا کی امامت

سوال:۔ کیا ضعفِ بصارت امامت کے لئے مانع ہوسکتی ہے؟

جواب:۔ فقہاء کرام نے ایسے نابینا کی امامت کو جو غیر محتاط اور نجاست سے نہ بچتا ہو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے لیکن یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ غیر محتاط کے ساتھ خاص ہے۔ لہذا جو نابینا محتاط ہو اور نجاست سے بچنے کا پورا اہتمام کرتا ہو پاک صاف اور ستھرا رہتا ہو اس کی امامت کو بلا کراہت جائز لکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں تشریف لے جانے کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مکتومؓ کو جو نابینا تھے مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کے لئے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمیرؓ باوجود نابینا ہونے کے بنی حطمہ کے امام تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں بنی حطمہ کا امام تھا حالانکہ میں نابینا تھا۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص۲۶۴)

نوٹ:۔ یک چشم کی امامت جائز ہے کوئی وجہ کراہت کی نہیں ہے(کفایت المفتی ج۳ص۸۹)

تراویح پڑھانے والا اگر پابند شرع نہ ہوتو کیا حکم ہے؟

سوال:۔مندرجہ ذیل صفات والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) خلاف سنت داڑھی رکھنے والے کے پیچھے۔

(۲) سرکاری ملازم یا اسکول کی ٹیچر حافظ کے پیچھے۔

(۳) دوکاندار ہو یعنی سودی رقم سے بلیک مارکیٹ کرتا ہو اور ناجائز طریقے سے تجارت کرتا ہو تو اس کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔خلاف سنت داڑھی والا شخص،سودی معاملہ کرنے والا،اور ناجائز طریقے سے تجارت کرنے والا شخص امامت کے قابل نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔لیکن حاضرین میں کوئی دوسرا شخص ایسا بھی نہ ہو تو تنہا نماز پڑھنے کے بجائے ایسے امام کے پیچھے پڑھ لینی چاہیئے۔کیونکہ جماعت کی بڑی فضیلت اور تاکید ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ص۸۴)

اگر حافظ نماز کا پابند نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ایک حافظ قرآن تو صحیح پڑھتا ہے مگر نماز کا پابند نہیں ہے ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی تراویح پڑھنا جو نماز کے پابند ہیں بلا کراہت ہوگی یا کراہت کے ساتھ؟

(۲) ایک حافظ صاحب کی زبان سے بجائے چھوٹے سین کے بڑا شین۔اور بجائے جیم کے ز یا ذ یا بالعکس ادا ہوتے ہیں۔کوشش کے باوجود اس پر قادر نہیں۔تو ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی تراویح درست ہوگی یا نہیں جو قرآن صحیح پڑھتے ہیں؟

جواب:۔(۱) توبہ سے کراہت زائل ہو جاتی ہے کیونکہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے

فسق زائل ہو جاتا ہے۔

(۲) احقر کے نزدیک فرائض و وتر میں عدم جواز کا حکم زیادہ احتیاط رکھتا ہے اور تراویح میں جواز کا حکم اوسع ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۹۵)

معذور حافظ کی امامت

سوال:۔ حافظ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر ترواتح پڑھائے تو مقتدی کس طرح پڑھیں گے؟

جواب:۔ اگر حافظ صاحب عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائیں اور مقتدی حضرات کھڑے ہوں تو بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سب کے نزدیک نماز صحیح ہو گی۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ مقتدیوں کا بیٹھنا مستحب ہے تا کہ امام کی متابعت باقی رہے مخالفت کی صورت نہ رہے۔ (دونوں صورتیں جائز ہیں) (ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۸۹)

دو حافظوں کے مل کر پڑھنے کا حکم

سوال:۔ دو حافظ مل کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ دس رکعت میں ایک حافظ صاحب سوا پارہ دوسری دس رکعت میں دوسرے حافظ صاحب سوا پارہ۔ کیا نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا؟

جواب:۔ ایک قرآن سے زیادہ نہ پڑھا جائے، تاوقت یہ کہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔ تراویح ہو جائے گی بشرطیکہ مقتدی حضرات کو گراں نہ گزرے۔ (مظاہر حق (ترتیب جدید) ۱۴)

غیر مقلد کی امامت

سوال:۔ اگر امام غیر مقلد ہو اور تراویح بیس رکعت کے بجائے آٹھ رکعت پڑھائے تو حنفیہ کو کس طرح بقیہ تراویح پوری کرنی چاہیئے؟ آیا وتر امام کے ساتھ پڑھ کر بقیہ تراویح پوری کریں یا وتر چھوڑ کر؟

جواب:۔ بقیہ تراویح وتر کے بعد پڑھ سکتے ہیں اور ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھیں بقیہ تراویح پوری پڑھ لینے کے بعد وتر پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۷ بحوالہ ہدایہ جلد اول ص ۱۳۴ باب النوافل، فصل قیام رمضان)

جس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی اس کی امامت

سوال:۔عشاء کی جماعت ہوگئی،اس کے بعد جب تراویح کی جماعت ہونے لگی تو حافظ صاحب جنہوں نے ابھی عشاء کے فرض ادا نہیں کئے تھے نمازِ تراویح پڑھانے کے لئے کھڑے ہوگئے اور دو رکعت تراویح پڑھادی مقتدیوں میں سے بعض نے اعتراض کیا تو حافظ صاحب کو ہٹادیا گیا اس کے بعد امام کی اقتداء میں بقیہ تراویح ادا کی گئی ۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقتدیوں کی پہلی دو رکعت صحیح ہوئیں یا نہیں ؟اگر نہیں ہوئیں تو کیا ان کا اعادہ ضروری ہے؟

جواب:۔صورت مسئولہ میں تراویح کی دو رکعتیں قابل اعادہ تھیں کیونکہ تراویح عشاء کے بعد ہے پہلے نہیں ۔اسی وقت اعادہ کر لینا تھا اور اگر اعادہ نہیں کیا گیا تو بعد میں صبح صادق سے پہلے تنہا تنہا پڑھی جاسکتی تھی۔

اب وقت نکل گیا اس کی قضا نہیں ہے استغفار کریں اور ان دو رکعتوں میں جتنا قرآن شریف پڑھا گیا تھا اس کو لوٹایا نہ ہو تو دوسرے دن لوٹایا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۸۵ بحوالہ کبیری ص ۳۸۵)

مرد کی اقتداء میں عورتوں کی جماعت

سوال:۔اگر کوئی امام نمازِ فرض یا تراویح پڑھاتا ہو اور عورتیں کسی پردے یا دیوار کے پیچھے فاصلے سے مقتدی بن کر نماز پڑھیں تو عورتوں کی نماز جائز ہے یا نہیں؟اور امام کی نماز میں کچھ خلل تو نہیں آتا؟

جواب:۔ان مستورات کی نماز درست ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۶۲)

عورتوں کی جماعت تراویح

سوال:۔چند عورتیں جو حافظ قرآن ہیں ،یہ چاہتی ہیں کہ تراویح میں قرآن مجید اپنی جماعت سے ختم کریں اور ان کا یہ فعل کیسا ہے؟نیز عیدین کی نماز بھی چند عورتیں جماعت سے پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟کیا عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عورتوں کی جماعت اس طرح کہ عورت ہی امام ہوں مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی سب میں عورتوں کا امام ہونا عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۶۶ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۵۲۸ باب الامامت)

نوت:۔ مولانا عبدالحیؒ کا عورتوں کی جماعت کی تراویح کے سلسلے میں فتویٰ یہ ہے کہ تراویح میں عورت اگر صرف عورتوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔

اگر کوئی عورت حافظ ہو اور بھولنے کا اندیشہ ہو تو مولانا عبدالحیؒ کے فتوے پر عمل کر لینے کی گنجائش ہو سکتی ہے ویسے عام عورتیں جماعت نہ کریں۔ (مرتب رفعت قاسمی)

حافظ کا قرآن تیز پڑھنا

سوال:۔ بعض حافظ تراویح میں اس قدر جلدی قرآن شریف پڑھتے ہیں کہ سوائے ''یعلمون اور تعلمون'' کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور بعض مقتدی بھی ایسا تیز پڑھنے کو تراویح کے جلدی ختم ہو جانے کی وجہ سے پسند کرتے ہیں ان دونوں کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ درمختار میں ہے کہ ویجتنب المنکرات یعنی قرآن میں منکرات سے بچے یعنی جلدی پڑھنے سے اعوذ، بسم اللہ اور اطمینان کے چھوڑنے سے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسا پڑھنا امر منکر ہے جو بجائے ثواب کے سبب معصیت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۵۷ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۶۶۳ مبحث التراویح)

تعداد رکعت میں اختلاف واقع ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ تعداد رکعات کے بارے میں مقتدی حضرات کے درمیان اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں اٹھارہ ہوئیں اور بعض کہتے ہیں بیس ہوئیں تو اب کس کا قول معتبر ہوگا؟

جواب:۔ امام تراویح جس طرف ہوگا اس جماعت کا قول معتبر ہوگا اور اگر سب کو شک ہو جائے تو دو رکعت اور پڑھ لی جائیں لیکن باجماعت نہیں علٰیحدہ علٰیحدہ پڑھیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۵)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

اگر تمام نمازیوں اور امام کو شک ہوا کہ اٹھارہ تراویح ہوئیں یا بیس پوری ہو گئیں

تو دو رکعت بلا جماعت اور پڑھ لی جائیں اگر تمام مقتدیوں کو تو شک ہوا لیکن امام کو شک نہیں ہوا بلکہ کسی ایک بات کا یقین ہے تو وہ اپنے یقین پر عمل کرلے اور مقتدیوں کے قول کے طرف کوئی توجہ نہ کرے۔

اگر بعض کہتے ہیں کہ بیس پوری ہوگئیں اور بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ اٹھارہ ہوئیں ہیں تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔'' (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ص ۲۵۳)

اگر تراویح کی کچھ رکعات تہجد میں پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ اگر حافظ تراویح میں سولہ رکعت پڑھا کر چار رکعت اس وقت نہ پڑھے اوران کو کوئی دوسرا شخص پڑھادے پھر حافظ چار رکعت تہجد میں جماعت سے پڑھائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح کہ خود حافظ صاحب تو تراویح کی نیت کریں اور بقیہ مقتدی تہجد کی یا وہ بھی بقیہ چار رکعت تراویح کی نیت سے پڑھیں تو جائز ہے یا نہیں؟ خصوصاً جب کہ بلا کر اجتماع کیا جاتا ہو۔

جواب:۔ تراویح اگر چار رکعت چھوڑ دی اور آخری شب میں اس کی جماعت کرلی تو درست ہے (کیونکہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے) سوائے تراویح کے دیگر نوافل تداعی کے ساتھ یعنی تین چار آدمی سے زیادہ کی جماعت درست نہیں ہے۔ اسی طرح تہجد کی جماعت بھی مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۸۴ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۶۶۳ باب الوتر والنوافل وص ۶۵۹ مبحث التراویح)

اگر خدانخواستہ حافظ کا تراویح میں انتقال ہوجائے

سوال:۔ اگر حافظ صاحب تراویح میں جاں بحق ہوجائیں تو مقتدی نماز کس طرح پوری کریں؟

جواب:۔ وہ نماز فاسد ہوگئی پھر کسی کو امام بنا کر از سرنو نماز پڑھنی چاہیئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۷۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۵۳ باب الامامت)

حافظ نے سنانا شروع کیا پھر کسی وجہ سے درمیان میں چھوڑ دیا

سوال:۔ اگر حافظ صاحب نے قرآن شریف تراویح میں سنانا شروع کیا اور کسی وجہ سے

درمیان میں ایک دو روز نہ پڑھا مثلاً دس پارے تک پڑھا اور اس کے بعد دوسرے حافظ نے پندرہ پارے تک پڑھا تو اب حافظ سابق گیارہویں پارے سے شروع کرے یا سولہویں پارے سے شروع کرے؟

جواب:۔ جب پہلے حافظ نے دس پارے پڑھے اور پھر دوسرے نے پندرہ تک پڑھے تو پہلے حافظ جب آئیں تو ان کو اختیار ہے خواہ سولہویں پارے سے پڑھیں یا گیارہویں سے لیکن اپنا قرآن پورا کرنے کیلئے بہتر ہے کہ گیارہویں پارے سے شروع کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۵۵)

امام کا نماز کیلئے کسی خاص شخص کا انتظار کرنا

سوال:۔ جو امام مسجد ایسا ہو کہ جس وقت تک مسجد میں ایک یا دو مخصوص شخص نہ آجائیں چاہے نماز کا مقررہ وقت بھی گزر جائے اور وقت میں بھی تاخیر ہو رہی ہو مگر اپنے دنیاوی نفع کے باعث یا تعلقات کے سبب ان اشخاص کا انتظار کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر بوجہ دنیا کے کسی دین دار رئیس کا انتظار کرتا ہے اور حاضرین کی رعایت نہیں کرتا تو امام اور مکبر دونوں گنہگار ہیں مگر ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۸)

جماعت میں جو اپنا انتظار چاہتا ہو

سوال:۔ کوئی متولی مسجد یا خادم مسجد وغیرہ یہ کہتا ہو کہ جب تک ہم مسجد میں نہ آجائیں جماعت نہ کھڑی ہو تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟

جواب:۔ جو ایسا شخص متولی ہو کر اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گنہگار ہے اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہے۔ ہاں عوام مسلمین کا انتظار درست ہے بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں تکلیف نہ ہو اور وقت بھی مکروہ نہ آجائے مگر رئیس یا دنیاداروں کا انتظار نہ کرے وقت پر سب آجائیں یا اکثر آجائیں تو نماز پڑھائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۷)

تحریمہ کے صحیح الفاظ کیا ہیں

بعض امام کہنے میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہنے کے بجائے اللہ اکبار کہتے ہیں یعنی با اور را کے درمیان الف بڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض امام اللہ کے شروع میں مد کرتے ہیں اور آللہ اکبر کہتے ہیں۔

یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تکبیر تحریمہ میں اس طرح کہد یا تو نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۶۳ بحوالہ صغیری)

امام کو تکبیرات کس طرح کہنی چاہیئے

اکثر و بیشتر اماموں کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز پڑھاتے وقت تکبیرات انتقالیہ، حرکت انتقالیہ کے ساتھ ساتھ نہیں کہتے بلکہ کبھی تو منتقل ہونے کے بعد تکبیر کہتے ہیں اور کبھی دوسرے رکن تک پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر ختم کر دیتے ہیں مثلاً قیام کی حالت سے منتقل ہو کر رکوع میں جاتے ہیں تو بعض امام جھکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اور بعض امام اس قدر چھوٹا اللہ اکبر کہتے ہیں کہ رکوع میں پورے طور پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جاتی ہے اور اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت بھی کرتے ہیں

واضح رہے کہ ان دونوں صورتوں میں تکبیر کی سنت کامل ادا نہیں ہوئی۔ کامل سنت اسی وقت ادا ہوتی ہے جب کہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ تکبیر شروع کرے اور جونہی دوسرے رکن میں پہنچے تکبیر کی آواز بند ہو جائے۔ اور بعض امام اللہ اکبر کو اس طرح کھینچتے ہیں کہ دوسرے رکن میں پہنچ جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک ان کی تکبیر کی آواز آتی رہتی ہے اس درجہ تکبیر کو کھینچنا مکروہ ہے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۷۱ بحوالہ کبیری ص ۳۱۳)

دوسرا باب

نمازتراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں

سوال:۔ نمازِ تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟

جواب:۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور شوافع علماء کی اکثریت اور بعض مالکیہؒ حضرات کا متفقہ طور پر مسلک ہے کہ نماز تراویح کا مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے بعد کے دوسرے صحابہؓ نے اس کو مسجد ہی میں پڑھنا مقرر کیا ہے اور پھر اس پر تمام مسلمانوں کا ہمیشہ عمل رہا ہے کیونکہ نماز تراویح شعار دین ہے اور نماز عید کے مشابہ ہے۔ (مظاہر حق (جدید ترتیب) ۱۴)

کُل تراویح حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت ہیں ان کو جماعت سے پڑھنا سنت ہے اگر تمام اہل محلّہ تراویح چھوڑ دیں تو سب ترک سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔

اکثر اہل محلّہ نے تو تراویح جماعت سے پڑھی مگر اتفاق سے ایک دو شخص نے جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ تنہا مکان میں پڑھی تب بھی سنت ادا ہو گئی۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۳۵۰ بحوالہ کبیری ص ۳۸۴)

تراویح کون سی مسجد میں افضل ہے

سوال:۔ نماز تراویح کون سی مسجد میں افضل ہے کیونکہ قریب میں جامع مسجد بھی ہے جبکہ جامع مسجد میں نماز کا پڑھنا زیادہ افضل بتایا گیا ہے؟

جواب:۔ درمختار میں ہے کہ مسجد محلّہ اہل محلّہ کے حق میں جامع مسجد سے افضل ہے۔ اور شامی نے بھی یہی لکھا ہے لان لا حقا علیہ ،فلیودہ یعنی محلے والے پر مسجد محلّہ کا حق ہے اس کو ادا کرنا چاہیئے۔ (درمختار جلد اول ص ۶۱۷)

محلے کے مسجد کا حق

سوال:۔ ہمارے محلے کے مسجد میں آٹھ رکعات تراویح تک نمازی رہتے ہیں پھر کم ہونے

شروع ہو جاتے ہیں تو ہم اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں تراویح ادا کریں تو کیسا ہے؟ کچھ حرج تو نہیں؟

جواب:۔ بیس رکعات تراویح باجماعت محلے کی مسجد میں ہونا ضروری ہے لہذا آپ لوگوں کو اپنی مسجد میں تراویح پڑھنی چاہیئے چاہے نمازی کم ہوں۔ اگر محلے کی مسجد میں تراویح نہ ہو گی تو سب گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۴۹ بحوالہ شامی جلد اول ص ۶۶۰)

کیا اپنی مسجد چھوڑ سکتے ہیں

سوال:۔ اگر دوسری مسجد میں اچھا حافظ پڑھنے والا ہے تو کیا اس کا سننے جا سکتے ہیں؟

جواب:۔ اگر محلے کے مسجد میں امام غلط پڑھتا ہو تو اپنی مسجد کو چھوڑ دینے اور دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب دوسرا حافظ قرأت میں نرم اور آواز میں اچھا ہو اور اگر اس کے محلے میں ختم نہ ہوتا ہو (یعنی تراویح میں ختم نہ ہوتا ہو (نہ پڑھا جاتا ہو) تو اس کو اپنے محلے کی مسجد چھوڑ دینا اور دوسری مسجد تلاش کرنا چاہیئے۔

(ترجمہ فتاویٰ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۸۶)

اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسری مسجد میں جہاں پر ختم ہو تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہو گی۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۲۵۵)

نماز تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے

سوال:۔ ہمارے یہاں موسم گرما میں نماز عشاء اور تراویح وغیرہ مسجد کی چھت پر پڑھی جاتی ہے جماعت خانے میں نہیں پڑھی جاتی اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ یا صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔

ہاں! جن کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے کہ یہ مجبوری ہے۔

کعبہ شریف کے اوپر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔
ہاں! اگر تعمیر اور مرمت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح سے کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بناء پر یہ بھی مکروہ ہے۔

گرمی کی شدت سے چھت پر جماعت نہ کریں، مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں ہوگا۔ بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری پیدا نہیں کرتی کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور جب مشقت بڑھ جاتی ہے تو اجر وثواب بھی زیادہ ملتا ہے اس کو مجبوری نہیں کہا جا سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد۵ ص۳۲۲ پر ہے کہ تمام مسجدوں کی چھتوں پر پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورتاً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

گرمیوں میں صحن مسجد میں نماز باجماعت بغیر حرج کے صحیح ہے اگر کسی صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کریں۔ (تو وہ مقام داخل مسجد ہو جائے گا) اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے
(فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص۱۳۱ بحوالہ کبیری ص۳۹۳ و مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص۱۴۸)

دوکانوں میں نمازِ تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ کسی بازار کے نمازی صرف کاروبار کے نقصان کا اندیشہ کر کے دوکانوں میں ہی الگ الگ جماعت تراویح کریں تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟
جواب:۔ نماز تراویح مسجد میں پڑھنا اور ختم تراویح مسجدوں میں سننا سنت ہے بلا عذر مسجد میں نہ جانا اور دوکانوں پر تراویح پڑھنا ترک سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص۲۶۹ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص۶۶۰ مبحث التراویح)

گھر میں تراویح کی جماعت کرنا

سوال:۔ تراویح کی نماز گھر میں باجماعت ادا کرنا اور مسجد میں نہ جانا کیسا ہے؟
جواب:۔ اگر کوئی جماعت اس طرح پڑھے کہ مسجد کی جماعت بند نہ ہو تو یہ درست ہے مگر یہ

لوگ مسجد کی فضیلت سے محروم رہیں گے۔۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۵۱ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۶۶۰ و شامی جلد اول ص ۵۲۱)

نماز عشاء با جماعت مسجد میں پڑھے اور تراویح گھر پر پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ نماز عشاء با جماعت ادا کرنے والا، تراویح گھر میں پڑھے تو گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تراویح با جماعت کی ادائیگی سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ محلے کی مسجد میں تراویح با جماعت ادا ہوتی ہو اور کوئی شخص اپنے مکان میں تنہا تراویح ادا کرے تو گنہگار نہ ہوگا مگر جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۴۹ بحوالہ درمختار مع شامی جلد اول ص ۶۶۰)

ایک حافظ کا چند جگہ ختم کرنا

سوال:۔ بعض حافظ پانچ سات روز میں ایک مسجد میں قرآن شریف تراویح میں ختم کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم تراویح میں سناتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں اور دوسری مسجد والوں کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ حافظ حضرات اور بعض عالم اسے جائز بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حافظ کا ایک ختم کرنا سنت ہے دوسرا ختم نفل ہے اور مقتدی کے واسطے ختم سنت ہے۔ تو سنت والوں کی نماز نفل والے کے پیچھے کیسے ہوگی؟

جواب:۔ ایک مسجد میں پانچ سات روز میں ختم شریف کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں کو کرنا درست ہے اور دوسری مسجد والوں کی تراویح صحیح ہے کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت مؤکدہ ہے پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت مؤکدہ ہوئی اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت مؤکدہ ہوئی لہذا دونوں کی نماز متحد ہوئی علاوہ بریں نفل پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں اور یہ شبہ غلط ہے کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے۔ کیونکہ نماز امام کی سنت مؤکدہ ہے ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت ہونے سے خارج نہیں ہوئی اور مقتدیوں کی نماز

میں کچھ نقصان نہیں آیا لیکن افضل اور بہتر اس زمانے میں یہ ہے کہ امام حافظ ایک ختم سے زیادہ تراویح میں نہ پڑھے تا کہ مقتدیوں کو گراں نہ ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۹۳ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۶۲)

تراویح کی دو جماعتیں کرنا

سوال:۔ حفاظ کی زیادتی کی وجہ سے تا کہ ان کو قرآن شریف یاد رہے اس مقصد سے ہم نے رمضان المبارک میں یہ معمول بنا رکھا ہے کہ عشاء کی نماز ہم سب محلے کی مسجد میں باجماعت ادا کرتے ہیں اس کے بعد کچھ حفاظ مدرسے کی عمارت میں تراویح پڑھا دیتے ہیں جہاں تھوڑے اور مصلی بھی شامل ہو جاتے ہیں اور بقیہ حفاظ اسی مسجد میں جہاں نماز عشاء پڑھی تھی تراویح پڑھاتے ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کی نیت سے اس طور پر تراویح کی دو جماعتیں کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ سوال مذکورہ میں مسجد کی جماعت سے تخلف مقصود نہیں ہے اس لئے یہ صورت جائز ہے ممنوع نہیں مدرسے میں باجماعت ادا کرنے سے جماعت کا ثواب تو مل جائے گا البتہ مسجد کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ اس کی تلافی حفاظت کے قرآن کے مقصد سے پوری ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۴۱۵)

ایک مسجد میں دو حافظوں کا سنانا

سوال:۔ پانی پت کرنال میں یہ رواج ہے کہ دو حافظ تراویح میں کلام مجید پڑھاتے ہیں دس رکعت میں ایک حافظ اور دس میں ایک حافظ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ پانی پت میں جیسا رواج ہے یہاں پر بھی بعض مساجد میں ایسا ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے اگر دو حافظ پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک حافظ ترویحہ پورا کر کے الگ ہو اگر ایک حافظ سلام پھیر کر بغیر ترویحہ پورا کئے ہوئے مثلاً چھ یا دس رکعت کے بعد جدا ہو گیا تو یہ مستحسن نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۵۵ وترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۸۶)

چند حفاظ کامل کر تراویح پڑھانا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد میں چار حافظ مل کر تراویح پڑھاتے ہیں پہلے حافظ چار رکعت پڑھاتے ہیں دوسرے حافظ صاحب آٹھ رکعت پڑھاتے ہیں تیسرے حافظ چار رکعت اور چوتھے چار رکعت ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ افضل یہ ہے کہ دو حافظ مل کر تراویح پڑھائیں اگر ایسے جید اور باہمت نہ ہوں اور متعدد حفاظ تراویح پڑھائیں تو یہ بھی درست ہے۔ تراویح ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۸۹ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۴۷)

دس دس رکعت دو مسجدوں میں پڑھانا کیسا ہے؟

سوال:۔ ایک مسجد میں خطیب امام مقرر ہے۔ تراویح اس قاعدے سے پڑھاتے ہیں کہ عشاء کے فرض دوسرا شخص پڑھاتا ہے اور تراویح کے دس رکعت میں سوا پارہ حافظ صاحب پڑھاتے ہیں۔ باقی تراویح کو دوسری سورتوں سے تراویح کی جماعت والوں میں سے ایک شخص پڑھاتے ہیں اس کے بعد وہ حافظ صاحب دوسری مسجد میں جا کر وہی سوا پارہ دس رکعت تراویح میں پڑھاتے ہیں یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عالمگیری کے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دس دس تروایح دو مسجدوں میں پڑھانا درست ہے مگر قرآن شریف کے ختم پر معاوضہ درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۶۱ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۱۶۲ فصل فی التراویح)

ایک مسجد میں دوسری جماعت

سوال:۔ تراویح اور وتر کی جماعت ہوگئی، کچھ لوگ بعد میں آئے تو دوسری جماعت کریں یا نہیں؟

جواب:۔ دوبارہ جماعت اس مسجد میں نہ کریں دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں تراویح کی متعدد جماعتوں کی وہی نوعیت آتی ہے جس سے بچنے کے لئے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے متفرق طور پر پڑھنے والوں کو ایک امام کی اقتداء میں جمع فرمایا تھا۔

ایک ہی مسجد میں متعدد جماعتوں کا سلسلہ حسب ارشاد حضرت عمر فاروقؓ کے

بہتر طریقے کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۳۰۰ بحوالہ کبیری ص ۳۸۳)

کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہوچکی تو دوسری مرتبہ اسی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۳۵۰)

ایک مسجد میں دو جگہ تراویح

سوال:۔ ایک مسجد میں دو حافظ الگ الگ تراویح پڑھائیں اور درمیان میں آڑ یا روک ایسی کردی جائے جس سے دوسرے کی آواز سے حرج باقی نہ ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد میں دو جگہ تراویح پڑھنا بشرطیکہ ازراہ نفسانیت نہ ہو اور ایک کا دوسرے سے حرج نہ ہو تو جائز ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب پڑھیں۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۶۹)

تراویح میں ایک ختم سے زیادہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ تراویح میں جو حافظ تین چار ختم پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ سنت مؤکدہ صرف ایک ختم ہے باقی کا کیا حکم ہوگا؟ نیز اگر ایک حافظ چند مساجد میں ختم پڑھے تو کیا حکم ہوگا اور دوسری مسجد والوں کو ختم کا ثواب ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ درمختار میں ہے کہ ایک مرتبہ ختم سنت ہے دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے۔ اور دوسری مسجد میں بھی دوسرا ختم درست ہے۔ اور دوسری مسجد والوں کو ختم سنت کا ثواب حاصل ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۷۴ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۶۶۲ باب الوتر والنوافل، مبحث التراویح)

تراویح میں قرآن شریف سننے سے قرآن کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں، اول قرأت جو فرض ہے دوم سنت مؤکدہ جب تراویح کے اندر قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں چیزوں میں سے صرف ایک چیز کا ثواب حاصل ہوا یعنی اگر سنت مؤکدہ کا ثواب حاصل کیا تو قرأت کے ثواب سے محروم

رہا۔ بعد عشاء تراویح اسی وقت کسی سے قرآن پڑھوا کرسن لیا جائے تا کہ دونوں کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔

جواب:۔ زید کا یہ قول غلط ہے۔ تراویح میں قرآن شریف پڑھنے سے قرآن شریف کا بھی ثواب پڑھنے والے اور سننے والے کو بھی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۹)

کسی شخص کی رعایت سے اگلے روز قرآن شریف کو لوٹانا کیسا ہے؟

سوال:۔ حافظ کسی شخص کی رعایت سے قرآن شریف کی ترتیت پوری کرے۔ یعنی اگر کسی شخص کا تراویح میں قرآن شریف سننا ترک ہوگیا ہو تو پھر اس کو دوسرے دن بیس رکعات میں پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ مقتدیوں کو بار اور تکلیف نیز وقت کی تنگی ہو حافظ ایسے شخص کی اکثر رعایت کرتا ہو تو ایسے حافظ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نماز تو اس کے پیچھے جائز ہے مگر خود یہ فعل کہ ایک شخص کی رعایت کرے اور دوسروں کو گرانی ہو مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر وہ شخص مفسد ہے کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو مکروہ نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۸۹)

تیسرا باب

سماعت

سماعت کی اجرت

سوال:۔ سماعت قرآن کی (سننے) اجرت اور پڑھنے کی اجرت میں کیا فرق ہے؟ پہلی جائز دوسری ناجائز کیوں ہے؟

جواب:۔ سماعتِ قرآن کی غرض یہ ہے کہ جہاں حافظ بھولے گا وہاں سامع بتلائے گا۔ پس یہ تعلیم ہے اور تعلیم پر اجرت لینے کے لئے جواز پر فتویٰ ہے برخلاف سنانے کے اس میں تعلیم مقصود نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۶)

بلا سامع قرآن شریف کا پڑھنا

سوال:۔ رمضان شریف میں قرآن شریف کا تراویح میں بلا سامع کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ اگر قرآن شریف خوب یاد ہو تو بلا سامع کے بھی پڑھنا درست ہے اگر کہیں بھولا یا شبہ ہوا تو سلام پھیرنے کے بعد دیکھ لے اور اگر غلطی ہو تو لوٹا لے مگر بہتر یہ ہے کہ سامع ہوتا کہ اطمینان رہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۵۴)

حافظ کو لقمہ کون دے

سوال:۔ حافظ تراویح میں غلطی کرے اور سامع اچھی طرح نہ بتلا سکے تب دوسری یا تیسری صف میں سے کوئی لقمہ دے تو کچھ حرج ہے؟ حافظ صاحب فرماتے ہیں ک اگر لقمہ دینا ہے تو پہلے صف میں کھڑا ہو تو اگر دیر میں آنے والے حافظ کو پہلی صف میں جگہ نہ ملے تو کیا لقمہ دینے کا حق نہیں ہے؟
جواب:۔ اگر سامع مقرر ہے تو اس کو غلطی بتلانی چاہیئے کسی دوسرے کو جلدی نہ کرنا چاہیئے اس سے نماز میں انتشار اور ایک طرح کی گڑبڑ ہو جاتی ہے البتہ اگر وہ نہ بتلا سکے یا اچھی طرح نہ بتلائے تو اب جو بھی اچھی طرح بتلا سکے اس پر غلطی کی اصلاح کرنا فرض ہے خواہ کسی صف میں کھڑا ہو قریب ہو یا دور اس پر فرض ہے کہ غلطی کی اصلاح کرے اگر اصلاح نہ کرے گا تو گنہگا ہوگا۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ نماز میں حافظ صاحب کے ساتھ شریک ہو (پہلی صف میں ہو یا کسی بھی صف میں ہو) جو نماز میں شریک نہ ہو اس نے اگر غلطی بتلائی اور امام نے اس کی غلطی بتانے سے اصلاح کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۸۴)

چھوٹے سامع کو کہاں کھڑا کریں؟

سوال:۔ سامع اگر چھوٹا ہے تو کیا اس کو اگلی صف میں کھڑا کر سکتے ہیں یا نہیں؟
جواب:۔ تیرہ چودہ برس کا امام نہیں ہوسکتا اگر بالغ نہ ہو لیکن تراویح میں بتلانے کی وجہ سے اس کو اگلی صف میں کھڑا کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۷)

کیا سامع کو حافظ کے برابر میں کھڑا کر سکتے ہیں

سوال:۔ تراویح میں اگر حافظ صاحب اور سامع برابر میں کھڑے ہوں حافظ صاحب کو عذر سماعت ہو یا نہ ہو کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر کچھ ضرورت ہو مثلاً یہ کہ حافظ صاحب کی سمجھ میں سامع کا بتلانا دور سے نہ آئے تو برابر میں کھڑا ہونا درست ہے۔ اور بلا ضرورت اچھا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۹۵)

قرآن شریف میں دیکھ کر سماعت کرنا

سوال:۔ رمضان المبارک میں حافظ تراویح پڑھاتے ہیں تو ایک شخص قرآن شریف کھول کر بیٹھتا ہے وہ اپنے قریب کے مقتدی کو جس کی نظر قرآن شریف پر رہتی ہے۔ دیکھ کر لقمہ دیتا ہے اور قرآن شریف دکھلانے والا جماعت میں شریک نہیں ہوتا جب حافظ صاحب دوسری رکعت میں رکوع کرتے ہے تو شریک ہو جاتا ہے اور ایک رکعت (حافظ صاحب کے سلام کے بعد) ادا کرتا ہے اس طریقے سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ درمختار میں ہے کہ قرآن شریف میں دیکھ کر نماز پڑھنا یا دیکھ کر سننا دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے پس یہ صورت جو سوال میں درج ہے اس میں بھی نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہے لہذا اس طرح نہ کیا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۶۸، بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا)

بھول جانے کی وجہ سے خاموش ہو کر سوچنا کیسا ہے؟

سوال:۔ بعض حافظ پڑھتے پڑھتے بھول جاتے ہیں تو کبھی حالت قیام میں چپ کھڑے ہو کر سوچنے لگتے ہیں کبھی قاعدہ میں تشہد سے پہلے یا بعد میں سوچنے لگتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے۔

(ردالمحتار باب سجود السھو ص ۷۰۶ ج او فتاویٰ دارالعلوم ج ۴ ص ۶۸)

بھولتے وقت ادھر ادھر سے پڑھنا

بعض حافظ صاحب پڑھتے پڑھتے بھول کر خاموش تو نہیں ہوتے مگر کبھی اس سورت میں اور کبھی اس سورت میں ادھر ادھر پڑھتے رہتے ہیں اگر یاد آ گیا تو صحیح پڑھنے لگتے ہیں اور اگر یاد نہیں آیا تو کچھ دیر تک پریشان رہ کر رکوع کر کے نماز ختم کر دیتے ہیں۔ مگر یاد آنے نہ آنے دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کرتے ہیں آیا سجدۂ سہو کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ ان دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کر لینا چاہیئے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۵۷)

حافظ سامع کے بتلانے تک خاموش رہ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:۔ حافظ سے غلطی ہو جاتی ہے اور سامع کے بتلانے تک حافظ خاموش رہتا ہے کیا اس سے تراویح میں کوئی خلل تو نہیں ہوگا؟ نیز کیا سجدۂ سہو کیا جائے اگر نہ کیا گیا تو نماز کے اعادہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ تراویح ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں، لقمہ سننے کے لئے حافظ کے ضرورتاً خاموش رہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں، ہاں اگر پنج وقتی نماز ہو تو امام کو چاہیئے اگر تین آیت سے کم ہوئیں تو لقمہ کے انتظار میں کھڑا نہ رہے بلکہ جہاں سے یاد ہو پڑھ لے اگر تین آیتیں ہو گئی ہیں تو رکوع کر دے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۳۹۳)

حافظ کو تنگ کرنے کا حکم

سوال:۔ بعض حافظوں کی عادت ہوتی ہے کہ جوڑ کا پہلی محراب سناتا ہے اس کے سنانے کے وقت جا کر اس کو گھبرانے کے لئے اور بھلانے کے لئے زور سے پاؤں پیٹتے یا کھنکارتے یا کھانستے ہیں ایسے حافظوں کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے اغلوطات سے منع فرمایا ہے یعنی جو امور کسی مسلمان کو غلطی میں ڈالیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۵۶ بحوالہ حدیث ابوداؤد مشکوۃ کتاب العلم ص ۳۵)

صرف لقمہ دینے کی نیت سے تراویح میں شرکت کرنا

سوال:۔ جو شخص نماز تراویح میں اس نیت سے شریک ہو کہ حافظ غلطی کر رہا ہے اس کو بتلا کر علیٰحدہ ہو جاؤں گا تو اس صورت سے وہ مقتدی ہو گیا یا نہیں؟ اگر حافظ کو لقمہ دے کر الگ ہو گیا تو حافظ کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ (تراویح میں شریک ہونے والا) مقتدی ہو گیا اور نماز پوری کرنی اس کے ذمہ لازم ہو گئی۔ حافظ لقمہ لے لیگا اس کو کیا خبر یہ بتلا کر علیٰحدہ ہو جائے گا۔ نماز امام کی ہو گئی اس نیت سے شریک ہونا برا ہے وہ نماز اس کے ذمہ پوری کرنا لازم ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۸۸ بحوالہ ہدایہ باب النوافل جلد اول ص ۱۳۱)

تراویح میں غلط لقمہ دے کر پریشان کرنا

سوال:۔ بعض پُرانے حافظ نئے حافظ کو تراویح میں غلط لقمہ دے کر پریشان کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ بھی انہیں اغلوطات میں سے ہے جن کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے۔

رواہ ابو داؤد عن معاویہ "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن الاغلوطات." یعنی جو امور کسی مسلمان کو غلطی میں ڈالیں اس سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۵۸ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۵)

نیت باندھ کر لقمہ دے، یا بے وضو لقمہ دے؟

سوال:۔ بعض حافظ دوسرے حافظ کی قرأت کو نماز سے خارج بیٹھے بیٹھے سنا کرتے ہیں جب وہ بھول جاتا ہے تو وہ جلدی سے صف میں یا قریب صف کے نیت باندھ کر اس کو بتلا دیتے ہیں اور پھر فوراً نیت توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور بعض ناخداترس ایسی صورت میں کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ بغیر وضو کے یا پانی پر قدرت ہوتے ہوئے تیمم کر کے نیت باندھ کر بتا دیتے ہیں ان دونوں صورتوں میں لقمہ دینے اور لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر نیت باندھ کر بتلائیں گے تو امام کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا مگر اس کو نیت

توڑنے کا گناہ ہوگا اور قضا لازم ہوگی۔ اور جو بے وضو بتلایا یا پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کر کے بتلایا اور امام نے لقمہ لے لیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوئی۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۵۸ بحوالہ عالمگیری کسٹوری باب سابع ملیفسد الصلوٰۃ جلد اول ص ۹۰)

تراویح کے وقت پیچھے بیٹھ کر گفتگو کرنا

سوال:۔ بعض مقتدی ایسا کرتے ہیں کہ جب حافظ تراویح میں دو تین یا زیادہ پارے پڑھتا ہے تو یہ صف سے دور نماز سے باہر خاموش بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں یا چپکے چپکے گپ شپ کیا کرتے ہیں مگر خاموشی کی حالت میں بھی قرآن شریف سننا ان کا مقصد ہرگز نہیں ہوتا ان کو سننے کا ثواب ملے گا یا نہیں اور اس فعل کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ظاہر ہے ایسے وقت بات چیت کرنا گناہ ہے اور ثواب ختم کرنے والا ہے اور چپ لیٹے یا بیٹھے رہنا اگرچہ نیت سننے کی نہ ہو مگر کان میں آواز آتی ہے تو سننے کا ثواب مل جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۵۹ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۰۹ فصل فی القراءۃ)

تراویح کے وقت رکوع کا انتظار کرنا

سوال:۔ تراویح کے وقت بعض افراد بیٹھے رہتے ہیں اور حافظ صاحب جب رکوع میں جاتے ہیں، تو پہلے کھڑے ہو کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس طرح کرنا منع ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۴ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۱۹)

سامع نہ ہونے کی مجبوری پر قرآن میں دیکھ کر سننا کیسا ہے؟

سوال:۔ ماہ رمضان المبارک میں اکثر ایسا موقع ہوا کرتا ہے کہ بجز اسی حافظ کے جو تراویح پڑھاتا ہے کوئی دوسرا حافظ سامع نہیں ہوتا اگر ایسی صورت میں کسی مقتدی نے جو غیر حافظ ہے قرآن کھول کر سماعت کی اور غلطی پر ٹوکا۔ اور نماز کی پہلی رکعت میں مجبوری کی وجہ سے شامل نہیں ہوا تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو شخص امام کی نماز میں شریک نہیں ہے وہ امام کو قراءت وغیرہ میں لقمہ نہیں دے سکتا

اگر لقمہ دے گا اور امام لقمہ لے گا تو امام کی اور جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(کفایت المفتی جلد ۳ ص ۴۱۲)

شیعہ حافظ لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:۔ اگر تراویح میں حافظ غلطیاں کرتا ہے اور سامع بھی چوک جاتا ہے اور شیعہ حافظ موجود ہے اگر وہ نیت کر کے اقتداء میں آ کر بتلائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر شیعہ ایسا ہے کہ نہ تبرّا گو ہے اور نہ منکرِ صُحبت حضرت صدیقؓ اور نہ قائل قذف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا تو اس صورت میں لقمہ دینا جائز ہے اور اس کے بتلانے سے لقمہ لینے والے کی نماز اور اس کے مقتدیوں کی نماز صحیح ہے۔

اگر وہ شیعہ غالی ہے جس میں امورِ مذکورہ موجود ہوں یعنی تبرائی ہو اور منکر محبت خلیفہ اولؓ ہو اور حضرت صدیقہؓ کے افک کا قائل ہو۔ تو چونکہ ایسا شیعہ مرتد کافر ہے اس لئے اس کے بتلانے سے اور امام کے لقمہ لینے سے امام کی نماز اور اس کے مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۹ بحوالہ درمختار فصل فی المحر مات جلد اول ص ۳۹۸)

رکوع کا انتظار کرنا

جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص بیٹھا رہتا ہے جب امام رکوع میں جاتا ہے تو فوراً یہ بھی نیت باندھ کر امام کے رکوع میں شریک ہو جاتا ہے یہ فعل مکروہ ہے اور تشبہ بالمنافقین ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد دوم ص ۳۵۴)

چوتھا باب

ترویحہ

ترویحہ کیوں ہوتا ہے؟

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنے کو ترویحہ کہتے ہیں تراویح جمع ہے اس کے اصلی معنیٰ استراحت کے ہیں جو راحت سے ماخوذ ہے۔ چونکہ بیس رکعتوں میں پانچ ترویحے ہوتے ہیں اس لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نماز پڑھنا شریعت کی نظر میں راحت ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے.

((قرت عینی فی الصلوٰۃ))

یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور ایک دوسری حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے۔ روزہ دار کے لئے فرحتیں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت جب اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے۔ بظاہر ملاقات سے مراد تراویح ہے۔

ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے: ارحنابالصلوٰۃ یابلال۔

یعنی اے بلال نماز کی تکبیر کہہ کر ہم کو آرام پہنچاؤ۔ بہر حال اس قسم کی احادیث کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ چار رکعت کا نام ترویحہ اس لئے ہے کہ اس سے راحت اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

ترویحوں کے درمیان میں ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے اور اگر حافظ سمجھے کہ پانچویں ترویحے اور وتر کے درمیان میں بیٹھنا مقتدیوں کو بھاری ہوگا تو نہ بیٹھے پانچویں ترویحے میں اختیار ہے۔ (اشرف الایضاح شرح نورالایضاح ص ۱۶۰)

ترویحہ میں کتنی دیر بیٹھنا چاہیئے؟

سوال:۔ مقدار ترویحہ یعنی چار رکعت کے بعد جو بیٹھتے ہیں اس کی کیا مقدار ہے اس ترویحے سے کیا مراد ہے؟ آیا وہ چار رکعت جتنی دیر میں پڑھا گیا ہے یا جتنی دیر میں چار رکعت مختصر نفل پڑھی جائیں؟

جواب:۔بعد کل اربعة بقدرھا سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص رکعات جتنی دیر میں پڑھی گئی ہیں وہ مراد ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۰)

ترجمہ عالمگیری میں ہے اگر نمازیوں کو گرانی اور کمی جماعت کا اندیشہ ہو تو اس سے بھی کم بیٹھنا درست ہے لیکن مقتدیوں کی جلدی اور گرانی کے باعث (تسبیح) رکوع و سجود اور سبحانک اللھم اور درود چھوڑنا بالکل درست نہیں ہے البتہ دعاء کے چھوڑنے میں سبحان اللہ ذی الملک و الملکوت الخ وغیرہ کے چھوڑنے میں بشرطیکہ مقتدیوں کو جلدی ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (ترجمہ عالمگیری ہندیہ ص ۱۸۵)

ترویحہ کے بعد بلند آواز سے درود پڑھنا

سوال:۔تراویح کی چار رکعت ادا کرنے کے بعد ترویحہ میں بعض حضرات بلند تسبیح آہستہ پڑھ کر خواجہ عالم کے درود کے بعد بلند آواز سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔اس کی اصل کسی کتاب میں شرعاً پائی جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔اس کی اَصل ہیئت کذائیہ (حقیقت) شریعت میں کچھ بھی نہیں ہے۔فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ تراویح کے ترویحہ میں چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ تسبیح پڑھے یا رکعات نفل پڑھے یا قرآن شریف پڑھے یا کچھ نہ کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۶ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۶۶۱ مبحث التراویح)

ترویحہ کے دعا کا ثبوت ہے یا نہیں؟

تراویح میں چار رکعت کے بعد ذکر مشہور ہے وہ کسی روایت اور حدیث میں نہیں ملتا البتہ علامہ شامی نے قہقانی وغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ترویحہ کے بعد یہ ذکر کیا جائے۔ "سبحان ذی الملک والملکوت ،سبحان ذی العزة والعظمة والھیبة والقدرة والکبریاء والجبروت، سبحان الملک الحی الذی لاینام ولایموت سبوح قدوس ربنا ورب الملٰئکة والروح اللھم اجرنا من النار یامجیر یامجیر یامجیر۔ (شامی جلد اول ص ۶۶۱)

ہر چار رکعت پر دعا مانگنا

سوال:۔ تراویح میں ہر چار رکعت پر حافظ اور مقتدیوں کے مل کر دعا کرنے کا دستور ہے تو کیا یہ سنت طریقہ ہے؟ حافظ صاحب زور سے دعاء پڑھتے ہیں کوئی کچھ پڑھ نہیں سکتا تو کیا ترویحہ میں صرف دعا ہی کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد حافظ اور مقتدیوں کا ملکر دعا کرنے کا دستور سنت کے مطابق نہیں ہے رسمی اور رواجی ہے۔

شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہے۔ اجازت میں دخل بے فائدہ ہے اور دوسرے اذکار مثلاً تلاوت، تسبیح نفل وغیرہ سے روکنے کے مترادف ہے لہذا طریقہ مذکورہ قابل ترک ہے جس کا جی چاہے پڑھے مگر اس طرح کہ دوسروں کا حرج نہ ہو اور نہ منع کیا جائے اختیار ہے چپ بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا تلاوت کرے۔ یا درود شریف پڑھے یا نفل نماز پڑھے مگر جماعت سے مکروہ ہے یا یہ تسبیح پڑھے۔ سبحان ذی الملک۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۵۲ بحوالہ شامی مع درمختار جلد اول ص ۶۶۱)

ہر ترویحے میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال:۔ تراویح کے ہر ترویحے میں تسبیح و تہلیل کے بعد امام و مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا یا صرف مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر حافظ ترویح میں دعا اس خیال سے نہیں مانگتا ہو کہ اس کا ثبوت نہیں اور اس سے مقتدیوں کا فرمائش کرنا کہ دعا ضرور مانگے اس میں کوئی مضائقہ ہے یا نہیں؟ حافظ اگر مقتدیوں کا کہا پورا نہیں کرتا تو مقتدی ناراض ہوتے ہیں تو اس صورت میں حافظ صاحب کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:۔ تراویح کے ہر ایک ترویحہ میں تسبیح و تہلیل وغیرہ اور دعاء ماثورہ کا پڑھنا منقول ہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صرف بیس رکعت کے ختم پر معمول ہے پس ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ حافظ صاحب کو اس صورت میں مقتدیوں کا کہنا ماننا ضروری نہیں ہے اور نہ مقتدیوں کو اپنے امام کو ایسا حکم کرنا چاہیئے کیونکہ امام متبوع ہوتا ہے نہ کہ تابع جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث کا مفہوم ہے امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد اول ص ۲۷۹ بحوالہ مشکوٰۃ فصل اول ص ۱۰۱)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ امام اور قوم کا اجتماعی دعا کرنے کو ضروری سمجھنا اور دعاء نہ کرنے والوں پر اعتراض کرنا درست نہیں ہاں انفراداً دعا کرے تو منع نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج اول ص ۳۴۷)

ترویحہ میں وعظ کہنا

سوال:۔ عام طور سے مساجد میں تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد تسبیح پڑھی جاتی ہے مگر ایک مسجد میں اس کے برخلاف اس تھوڑے وقت میں وعظ کہا جاتا ہے کیا یہ دونوں امر جائز ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ ہر چار رکعت کے بعد مشروع اور مستحب یہ ہے کہ تسبیح وتہلیل اور درود شریف وغیرہ پڑھیں اگر ضروری وعظ کبھی ہو جائے جس کی ضرورت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اگر اس کا التزام کہ ہر ترویحے میں وعظ ضرور کہا جائے یہ اچھا نہیں ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ چپ بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے۔ یا تلاوت کرے، یا درود شریف پڑھے، یا نفل نماز تنہا پڑھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص ۲۵۴ بحث صلاۃ التراویح جلد اول ص ۶۶۱ بحوالہ درمختار)

ترویحوں میں یہ کلمات پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ ہمارے یہاں تراویح شروع کرنے سے قبل ایک شخص بلند آواز سے یہ کلمات پڑھتا ہے۔ "صلوٰۃ تراویح سنتۃ رحمکم اللہ لاالہ الااللہ واللہ اکبر وللہ الحمد"

اس کے بعد تراویح شروع ہوتی ہے دو رکعت کے بعد یہ تسبیح پڑھتا ہے۔ یا کریم المعروف یاقدیم الاحسان ،احسن الینا باحسانک القدیم یااللہ یااللہ یااللہ فضل من اللہ ونعمتہ ومغفرۃ ورحمتہ لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد" چار رکعت کے بعد البدر محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لاالہ الااللہ واللہ اکبر اکبر وللہ الحمد پڑھنے کے بعد یا کریم المعروف الخ پڑھتا ہے۔ اور دوسرے ترویحے میں، خلیفۃ رسول اللہ بالتحقیق امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لاالہ الااللہ الخ پڑھتا ہے۔ اور پھر تیسرے ترویحہ میں مزین المسجد والمنبر والمحراب امیر المؤمنین سیدنا عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ لاالہ الااللہ الخ پڑھتا ہے۔اور چوتھے ترویحے میں جامع القرآن کامل الحیاء والایمان امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لاالہ الااللہ الخ اور پانچویں ترویحے میں اسداللہ الغالب مظہر العجائب والغرائب امام المشارق والمغارب امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ لاالہ الااللہ الخ پڑھتا ہے اور سبحان الملک القدوس الخ بھی ایک آدمی پڑھتا ہے۔اور یہ تمام اوراد بلند آواز سے پڑھے جاتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے لوگ تسبیح وغیرہ کچھ نہیں پڑھ سکتے۔اور وتر سے پہلے الوتر واجب رحمکم اللہ لاالہ الااللہ الخ پڑھتا ہے۔کیا ان تمام کلمات کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔اور ان کے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔یہ سب باتیں سنت کے مطابق نہیں ہیں محض رسمی اور رواجی ہیں لہذا قابل ترک ہیں،دو رکعت پر ترویحہ نہیں ہے۔البتہ چار رکعت کے بعد ترویحہ ہے اور اس قدر بیٹھنے کا حکم ہے کہ نمازیوں پر بار نہ گزرے۔اور اس میں اجتماعی دعا اور ذکر نہیں ہے۔لوگ انفرادی طور پر جو چاہیں پڑھیں۔چاہے تلاوت کریں،یا نفل پڑھیں یا ذکر واذکار میں مشغول رہیں،یا درود شریف پڑھتے رہیں،یا خاموش بیٹھے رہیں،سب جائز ہے ایک چیز کا سب کو پابند بنا دینا شریعت کی دی ہوئی آزادی پر پابندی لگانا ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۹۱)

ترویحے میں تسبیح آہستہ پڑھے یا زور سے؟

سوال:۔تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے یعنی سبحان ذی الملک الخ اس کو امام اور مقتدی زور سے پڑھیں یا آہستہ یا امام اور مقتدیوں کے حکم میں کچھ فرق ہے؟

جواب:۔تسبیح مذکورہ آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔زور سے نہ پڑھنا چاہیئے امام بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی آہستہ پڑھیں۔جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث میں ہے۔یاایھا الناس اربعوا علیٰ انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولاغائبا.(الحدیث)

لوگو!اپنے اوپر نرمی سے کام لو(دعاء زور سے نہ مانگو)اس لئے کہ تم کسی بہرے یا غیر موجود کو نہیں پکار رہے ہو۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۶۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۱ باب ثواب التسبیح فصل اول)

پانچواں باب

تراویح کب سے شروع ہوتی ہے

اور کب تک رہتی ہے اور کیا وقت ہے؟

جس رات رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور عید کا چاند نظر آجائے تو چھوڑ دی جائے۔

پورے ماہ تراویح پڑھنا سنت ہے اگر چہ تراویح میں قرآن شریف مہینے سے پہلے ہی ختم کر دیا ہو مثلاً پندرہ بیس دن وغیرہ میں پورا قرآن پڑھ دیا جائے۔ تو بقیہ دنوں میں بھی تراویح کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں قرآن شریف سن لیں پھر چھٹی۔ اس لئے یہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں تمام کلام اللہ کا تراویح میں پڑھنا یا سننا ایک مستقل سنت ہے اور پورے رمضان شریف کی تراویح، مستقل ایک الگ سنت ہے پس اس صورت میں ایک سنت پر عمل ہو دوسری سنت رہ البتہ گئی جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا کسی وجہ سے ایک جگہ تراویح پڑھنا مشکل ہو تو ان کے لئے مناسب ہے کہ اول قرآن شریف چند روز میں جہاں پر ختم ہوتا ہو وہاں سن لیں۔ تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے۔

پھر جہاں وقت ملے اور موقع ہو وہاں تراویح پڑھ لی جائے۔ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام میں بھی حرج نہ ہوگا۔ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے اگر نماز عشاء سے پہلے تراویح پڑھ لی جائے۔ تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔

(مظاہر حق جدید ترتیب ۴ او فضائل رمضان۔ مولانا زکریاؒ ص ۶)

تراویح میں ایک ختم سے مراد کون سی سنت ہے؟

سوال:۔رمضان میں تراویح میں ایک ختم کرنا فقہاء نے سنت لکھا ہے اس سے کون سی سنت مراد ہے مؤکدہ یا غیر مؤکدہ؟

جواب:۔صحیح مذہب اور قول اصح یہ ہے کہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے قوم کی کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔اور دو ختم کرنے میں فضیلت ہے۔اور تین ختم کرنا افضل ہے۔اور جہاں فقہاء نے ایک ختم کو سنت لکھا ہے اس سے ظاہراً سنت مؤکدہ مراد ہے۔بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ کسی جگہ کے لوگ اتنے سست اور بددل اور بدشوق ہوں کہ پورا قرآن شریف سننے کے تاب نہ رکھتے ہوں تو اتنا پڑھے کہ مسجدیں جماعت سے خالی نہ پڑ جائیں۔ایسی ابتر حالت نہ ہو تو ایک ختم سے کم نہ کریں کیونکہ یہی سنت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۴۰۶ بحوالہ بحرالرائق جلد اول ص ۶۱)

مہینے میں ایک ختم قرآن سنت ہے

مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے مگر لوگوں کی کاہلی یا سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرنا چاہئے۔لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ہی ناگوار ہوگا تو بہتر ہے جس قدر لوگوں کو گراں نہ گزرے اسی قدر پڑھا جائے اور باقی ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ﴾ سے آخیر تک کی دس سورتیں پڑھ دی جائیں۔(مظاہر جدید ترتیب ۱۴)

آنحضرت ﷺ سے بیس رکعت کا ثبوت

سوال:۔آنحضرت ﷺ نے رمضان میں کتنی رکعات تراویح پڑھی ہیں؟

جواب:۔بیس تراویح پر اجماع ہے اور احادیث سے ثابت ہے پس بیس رکعت تراویح پڑھنی چاہیئے آنحضرت ﷺ نے بھی بیس رکعت پڑھی ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ،طبرانی اور بیہقی میں یہ حدیث موجود ہے۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین

رکعة سوی الوتر. حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت وتر کے علاوہ پڑھا کرتے تھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص۲۷۲بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص۶۶۰ بحث التراویح)

تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں

سوال:۔تراویح کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب:۔تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات پڑھی ہیں پھر صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے بعد اس پر مواظبت (پابندی) فرمائی لہذا تراویح باجماعت ثابت ہوگئی۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص۲۵۳بحوالہ ابوداؤد و ردالمحتار جلد اول ص۶۵۹بحث الصلوٰۃ التراویح)

تراویح باجماعت سنت ہے یا نہیں؟

سوال:۔کیا تراویح باجماعت مسجد میں پڑھنا ضروری ہے؟ گھر میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا سنت ہے مگر سنت کفایہ ہے یعنی مسجد میں اگر تراویح کی جماعت نہ ہوگی تو اہل محلہ گنہگار ہوں گے اور تارکین سنت بھی۔اگر بعضوں نے باجماعت مسجد میں ادا کی اور بعضوں نے گھر میں ادا کی تو ترک سنت کا گناہ نہ ہوگا مگر جماعت اور مسجد کی فضیلت سے محروم رہیں گے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص۳۵۳بحوالہ صغیری ۲۰۵)

تراویح بلا عذر شرعی چھوڑنا کیسا ہے؟

سوال:۔تراویح کو بلا عذر قصداً چھوڑنا اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چھوڑی ہیں اس لئے ہم بھی چھوڑتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔تراویح سنت مؤکدہ ہیں بلاعذر ان کو چھوڑنے والا عاصی اور گنہگار ہے۔خلفاء راشدین، تمام صحابہؓ اور سلف صالحین سے اس کی پابندی ثابت ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے خیال ہے کہ کہیں فرض نہ ہوجائیں۔یہی ایک چیز ہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہیں فرمائی حقیقت میں آپ کا یہ فرمانا ہی خود ان کے اہتمام کی کھلی دلیل ہے کسی شخص کا یہ عذر کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح ترک کی ہیں میں بھی چھوڑتا

ہوں قطعاً نا قابل قبول اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۸۱ خلاصہ ردالمختار مبحث التراویح جلد اول ص ۶۵۹)

تراویح کے چھوڑنے والے کا حکم

سوال:۔ جو لوگ تراویح نہیں پڑھتے ان کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ تراویح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں اور جماعت بھی تراویح میں سنت ہے اس کے چھوڑنے والے مسی (خطاکار) اور گنہگار ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۵۵ بحوالہ ردالمختار مبحث التراویح جلد اول ص ۶۶۰)

تراویح روزے کے تابع نہیں ہے

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ جو لوگ عذر شرعی کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے وہ نماز تراویح ضرور پڑھیں ان کو ثواب ضرور ہوگا۔ بکر کہتا ہے معذور شخص جو روزہ نہ رکھے وہ تراویح بھی نہ پڑھے بلکہ جو شخص روزہ نہ رکھے اس کا تراویح پڑھنا الٹا عذاب ہے۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟

جواب:۔ زید کا قول صحیح ہے بکر غلط کہتا ہے تراویح کے لئے روزہ شرط نہیں ہے۔

(فتاوی دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۷۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۵۹ باب النوافل مبحث فی التراویح)

نماز تراویح روزہ کے تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح پڑھنا سنت ہے اگر نہیں پڑھیں گے تو ترک سنت کے گنہگار ہوں گے۔

(مظاہر حق جدید ترتیب ۱۴)

تراویح پڑھے اور دن میں روزہ نہ رکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔ جس روز رات کو تراویح پڑھے اگر صبح کو روزہ نہ رکھے تو اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی عذر ہے مثلاً مرض یا سفر ہے تو روزہ نہ رکھے مباح اور درست ہے کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور بے عذر رمضان کا روزہ نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے جس کا بدلہ تمام عمر کے روزوں سے بھی نہیں ہوسکتا۔ (فتاوی دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۸۶ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۶۱ و مشکوۃ ص ۱۷۷)

وظیفہ کی وجہ سے جماعت وتر کا ترک کرنا

سوال:۔ایک شخص عشاء کی سنت اور وتر کے درمیان ایک وظیفہ کا عادی ہے رمضان میں چونکہ وتر جماعت سے ہوتے ہیں تو وظیفہ کیسے پڑھنا چاہیئے اگر وظیفہ پڑھتا ہے تو بارہ تراویح چھوٹ جاتی ہیں اور آٹھ ملتی ہیں۔اور آٹھ تراویح پڑھ کر وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے یا کیا جماعت وتر کو چھوڑ دے یا وظیفہ کو رمضان میں ترک کر دے؟

جواب:۔وظیفہ کی وجہ سے جماعت وتر کو نہیں چھوڑنا چاہیئے اور تراویح بیس رکعت پڑھنی چاہیئے۔وظیفہ اگر پڑھنا ہو تو وتر کے بعد یا کسی اور وقت پڑھ لے۔

غرض یہ ہے کہ وظیفہ کی وجہ کسی واجب وسنت کو ترک نہ کرے بلکہ وظیفہ ہی کو چھوڑ دے یا دوسرے وقت پڑھ لے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ص ۲۸۶ بحوالہ ردالمختار ص ۶۶۰)

تراویح کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔تراویح کے وقت نیند کا غلبہ زیادہ ہو،منہ پر پانی چھڑکنے کے باوجود نیند ستائے تو نماز چھوڑ کر سونے کیلئے گھر جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔جی ہاں جا سکتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں نیند کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور منع ہے نیند پوری ہونے کے بعد بقیہ تراویح کو وقت کے اندر(صبح صادق تک)پڑھ لے۔(فتاویٰ رحیمیہ ج ا ص ۳۵۵ بحوالہ صغیری ص ۲۱۱)

اور ترجمہ عالمگیری ہندیہ میں ہے کہ اگر نیند کا غلبہ ہے تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مکروہ ہے بلکہ علیحدہ ہو جائے اور خوب ہوشیار ہو جائے۔اس لئے کہ نیند کیساتھ نماز پڑھنے میں سستی اور غفلت ہوتی ہے۔اور قرآن میں غور وفکر کرنا چھوٹتا ہے۔

(ترجمہ ہندیہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۹۰ کتاب الصلوٰۃ)

مقتدی قعدہ میں سو جائے تو کیا حکم ہے؟

کسی شخص نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ شروع کی جب امام صاحب نے قعدہ کیا تو وہ سو گیا،اس عرصہ میں امام صاحب نے سلام پھیر کر دوسرا دوگانہ بھی پڑھا اور تشہد کے

واسطے قعدے میں بیٹھے تو اس وقت وہ شخص ہوشیار ہوا، اگر اس کو یہ معلوم ہو گیا تو سلام پھیر دے اور دوبارہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور جس وقت امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر دو رکعتیں جلد پڑھ لے اور سلام پھیر دے پھر امام کے ساتھ تیسرے دوگانہ میں شریک ہو جائے۔ (ترجمہ ہندیہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۹۰ کتاب الصلوٰۃ)

تحریمہ میں مقتدی کی غلطی

بعض مرتبہ مقتدی بھی ایسی غلطی کر بیٹھتے ہیں جس سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے مثلاً امام کے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنے سے پہلے مقتدی اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں یا امام کے لفظ اللہ ختم ہونے سے پہلے ہی لفظ اللہ کہہ دیتے ہیں ان دونوں صورتوں میں نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوتا ان مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ پھر سے دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر امام کے پیچھے نماز کی نیت باندھیں۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۴۷ بحوالہ صغیری ص ۱۴۳)

اکثر مقتدیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا تو اس کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے کے لئے سیدھے کھڑے ہوئے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں اس طور پر کہ ان کی اللہ اکبر کی آواز رکوع میں پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔

اس طرح نماز میں شریک ہونا درست نہیں تکبیر تحریمہ کے فارغ ہونے تک کھڑا ہونا فرض ہے یعنی سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جائے اس کے بعد رکوع کے لئے جھکنا چاہیئے۔

اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام ختم نہ ہوں تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔

(کتاب المفتی جلد ۳ ص ۳۹۱)

نماز تراویح کی نیت

نماز تراویح کا طریقہ وہی ہے جو دیگر نمازوں کا ہے اور اس کی نیت اس طریقہ سے ہے کہ میں دو رکعت نماز تراویح پڑھنے کی نیت کرتا ہوں جو نبی کریم ﷺ کی سنت ہیں۔ کہہ کر اللہ اکبر نیت باندھ لے۔ (مظاہر حق جدید ترتیب ۱۴)

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ باندھنے کا طریقہ

سوال:۔ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھیں یا چھوڑ کر پھر باندھیں صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں قنوت سے پہلے اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر باندھ لیے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کہیں سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص ۴۷)

بغیر ثناء کے قرأت شروع کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں اگر کوئی حافظ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً بغیر ثناء پڑھے سورہ فاتحہ شروع کردے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ثناء نہ پڑھنے کی عادت کرنا تو مذموم حرکت ہوگی باقی اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئیگی اس لئے کہ قرأت ثنا محض مستحب ہے اور ترک مستحب سے ادائیگی صلوٰۃ میں قباحت نہیں آتی۔ فقط واللہ اعلم۔

(کتبہ العبد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۶/۱۲/۲۶ ۱۴۰۶ھ)

تراویح میں ایک مرتبہ ہی بیس رکعتوں کی نیت کرنا

سوال:۔ تراویح کی بیس رکعتوں کیلئے شروع ہی میں ایک مرتبہ نیت کافی ہوگی یا ہر دو رکعت پر نیت کرنا کافی ہوگا؟

جواب:۔ تراویح کے لئے شروع میں بیس رکعت کی نیت کافی ہے ہر دو رکعت پر نیت کرنا شرط نہیں مگر بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۴)

تراویح کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھیں

سوال:۔ تراویح میں دو دو رکعت کر کے پڑھیں یا چار چار کر کے؟

جواب:۔ تراویح میں دو دو رکعت پر سلام پھیرنا بہتر ہے۔ تراویح اگرچہ سنت مؤکدہ ہیں لیکن

چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے برخلاف ظہر کی چار رکعت سنت کے ان کا ایک سلام سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۶۷ بحوالہ ردالمختار مبحث التراویح ص ۶۶۰)

اور تراویح میں افضل دو دو رکعت پر سلام پھیرنا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۶۸ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۳۳ باب التراویح والنوافل)

تراویح میں قرأت مسنونہ کی مقدار

سوال:۔ یکم رمضان کو حافظ محراب سنانے کے لئے تیار ہوا ایک مقتدی نے انکار کیا کہ ہم قرآن شریف نہیں سنتے امام اور دیگر مقتدیوں نے اسکو جواب دیا تم نہیں سنتے ہم سنیں گے اس پر شخص اول نے کہا کہ چھوٹی سورتوں سے پڑھاؤ اعتراض کرنے والا شخص توانا اور تندرست ہے اس صورت میں شرعا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ افضل اس زمانہ میں اس قدر پڑھنا ہے کہ تراویح مقتدیوں پر بھاری نہ ہو پس شخص مذکور کے قول کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا کہ مقتدیوں کے حال کے مناسب سورتوں سے تراویح کا پڑھنا، نہ یہ کہ قرآن شریف سننے سے انکار ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تراویح میں پورا قرآن شریف ختم نہ کراؤ بلکہ سورتوں سے تراویح پڑھو۔ اس میں کچھ قباحت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۶۱ بحوالہ ردالمختار باب الوتر والنوافل مبحث التراویح جلد اول ص ۶۶۲)

کیا تراویح لمبی نہیں ہونی چاہیئے؟

سوال:۔ ایک شخص جماعت تراویح میں یہ اعتراض کرتا ہے کہ لوگ دن بھر کے تھکے ماندے ہوتے ہیں اس لئے حافظ کو اتنی لمبی رکعتیں نہ کرنی چاہیں تو اس صورت میں امام کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:۔ امام کو قرأت ہلکی کرنی چاہیئے۔ البتہ ایک دفعہ ختم قرآن شریف تراویح میں ہو جانا سنت ہے ایک ایک پارہ روز ہو جایا کرے اس سے کم نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۷۵)

تراویح میں پورا قرآن شریف پڑھنا افضل ہے

سوال:۔تراویح میں پورا قرآن شریف پڑھنا افضل ہے یا سورۂ فیل سے تراویح پڑھنا بہتر ہے؟

جواب:۔درمختار مبحث التراویح جلد اول ص۲۶۲ کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کا ختم تراویح میں ایک بار سنت ہے اور قوم کی سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کریں، اسی پر عمل ہے اور یہی معمول بہ ہے۔(امدادالفتاویٰ جلد اول ص۳۰۰)

بیس رکعات تسلیم کرے اور پھر کمی بیشی کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔اگر کوئی شخص بیس رکعت تراویح سنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے کبھی گیارہ کبھی تیرہ اور کبھی اکتالیس رکعتیں پڑھے تو کیا گنہگار ہوگا؟ نیز اعدادِ مذکورہ احادیث میں آئے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔تراویح میں بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے ہیں اس کے خلاف کرنے والا حنفیہ کے نزدیک تارک سنت ہے اور سنت کے خلاف کرنا برا ہے۔

اور اعداد مذکورہ حدیث میں آئے ہیں مگر حنفیہ کے نزدیک تمام احادیث پر پوری بصیرت کے ساتھ غور کرنے کے بعد یہی بیس رکعت راجح ہیں اور حضرت عمرؓ کی تحریک سے اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہوا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص۲۹۷ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۶۶۰)

امام تراویح وغیرہ میں قرأت کیسی آواز سے کرے؟

سوال:۔امام تراویح وغیرہ جہری نمازوں میں قرأت کس قدر زور سے پڑھے؟

جواب:۔افضل اور بہتر یہ ہے کہ امام جہری نمازوں میں بلاتکلف اس قدر زور سے پڑھے کہ مقتدی قرأت سن سکے اس سے زیادہ تکلف کرکے پڑھنا مکروہ اور منع ہے ارشاد ربانی ہے

ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلا. (بنی اسرائیل ع۱۲)

اور نہ تم اپنی نمازوں میں زیادہ زور سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو اس کے بیچ درمیانی راہ اختیار کرو۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ نماز میں درمیانی آواز سے قرأت کرنی چاہیئے اس قلب سے پر اثر ہوتا ہے نہ اس قدر زور سے پڑھے کہ قاری اور سامع دونوں کو تکلیف ہو کہ اس سے حضور قلب میں خلل آجائے۔ (خلاصہ التفسیر جلد۳ ص ۶۷ تفسیر فتح المنان جلد۵ ص ۹۶)

فقہاء کرام زور سے پڑھنے میں دو باتیں ضروری قرار دیتے ہیں اول یہ کہ پڑھنے والا اپنے اوپر غیر معمولی زور نہ ڈالے (یہ مکروہ ہے) دوسرے یہ کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو مثلاً تہجد کے وقت کوئی سورہا ہے یا کچھ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں آپ ان کے پاس کھڑے ہو کر اتنی بلند آواز سے قرأت کرنے لگیں کہ ان کے کام میں خلل ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کے بعد تیسری بات یہ ہے کہ جماعت کی کمی زیادتی کا لحاظ کرتے ہوئے اسکے بموجب قرأت کریں مثلاً مقتدیوں کی تین صفیں ہیں۔ آپ اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ تیسری صف تک آواز پہنچتی رہے یا اس سے زیادہ زور سے پڑھیں کہ باہر تک آواز پہنچے فقیہ ابو جعفر کا یہ قول ہے کہ جتنی بلند آواز سے پڑھیں اچھا ہے۔ بشرطیکہ پڑھنے والے پر تعب نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ مگر دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے اور راجح یہی ہے کہ بقدر ضرورت آواز بلند کریں یعنی صرف اتنی آواز بلند کریں کہ تیسری صف تک آواز پہنچے البتہ اگر صفیں زیادہ ہوں تو آواز کو اس سے بلند بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے اوپر زیادہ زور نہ پڑے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۱ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۲۷ فصل فی واجب الصلوٰۃ در مختار ص ۴۹۷ مجمع الانہر ص ۱۰۳ جلد اول، عالمگیری ص ۷۲)

تنہا نماز تراویح کس آواز سے پڑھیں؟

سوال:۔ مرد تراویح جماعت سے پڑھیں یا علیحدہ علیحدہ؟ اگر تنہا پڑھیں تو بلند آواز سے پڑھیں یا آہستہ؟

جواب:۔ مرد جماعت سے پڑھیں اگر کوئی شخص جماعت سے رہ جائے اور تنہا پڑھے تو آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے دونوں صورتیں درست ہیں مگر آواز سے بہتر ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۹۹ بحوالہ در مختار جلد اول ص ۵۵۶ باب التراویح)

کیا تراویح اس طرح بھی ہو جاتی ہے؟

سوال:۔تراویح کی نماز اس طرح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ التکاثر اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص یا پہلی میں سورۃ العصر اور دوسری میں سورۃ اخلاص؟

جواب:۔تراویح کی نماز اس طرح بھی ہو جاتی ہے مگر اس کو لازم نہیں سمجھنا چاہیئے اور اس کی پابندی نہ کی جائے بالترتیب ہر رکعت میں سورت پڑھنی چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۲۵۱ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۱۷)

ترجمہ عالمگیری میں ہے کہ (الم تر کیف) سے آخر قرآن تک دس سورتیں دو مرتبہ پڑھنا بہتر ہے ہر رکعت میں ایک سورت اس لئے کہ رکعتوں کی شمار میں بھول نہیں ہوتی اور اس کے یاد کرنے میں دل نہیں بٹتا۔(بحوالہ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۸۹)

اگر یاد نہ ہو تو مجبوری ہے پھر جو سورت بھی یاد ہو وہ پڑھ لے۔(مرتب: رفعت قاسمی)

وتر پہلے پڑھیں یا تراویح

سوال:۔تراویح وتر سے پہلے پڑھنی چاہیئے یا وتر کے بعد؟ ایک شخص پہلے وتر پڑھ کر بعد میں تراویح پڑھتا ہے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔تراویح میں مشروع طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد اور وتر سے پہلے تراویح پڑھیں اور اس کے بعد پھر وتر پڑھیں۔لیکن اگر تراویح وتر کے بعد پڑھیں تو یہ بھی صحیح ہے درمختار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۸۴ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۶۵۹)

دو سنت پہلے پڑھیں یا تراویح

سوال:۔رمضان شریف میں اگر تراویح شروع ہو گئیں تو دو سنت جو فرض کے بعد ہیں اس کو پڑھ کر تراویح میں شریک ہوں یا سنت بعد میں پڑھیں؟

جواب:۔فرض اور سنت پڑھ کر تراویح میں شامل ہوں۔فتاویٰ شامی کے اندر ہے **وقتها بعد صلوٰۃ العشاء** یعنی تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۳۰۰ بحوالہ شامی جلد اول ص ۶۵۹)

جو افراد فرض ہونے کے بعد آئیں تو جماعت کریں یا نہیں؟

سوال:۔ اگر چند آدمی فرض نماز ہونے کے بعد آئے اور نماز تراویح شروع ہوگئی تو آنے والے فرض باجماعت ادا کریں یا تنہا تنہا پڑھ کر تراویح میں شامل ہوجائیں؟ نیز وتر جماعت کے ساتھ پڑھیں یا تنہا پڑھیں؟

جواب:۔ یہ لوگ علیٰحدہ علیٰحدہ فرض نماز پڑھ کر امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہوجائیں۔ اور وتر امام کے ساتھ جماعت سے پڑھیں اگر چہ انہوں نے فرض نماز جماعت سے نہیں پائی۔ درمختار میں ہے کہ فرض کو تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت سے پڑھ سکتا ہے لہذا وتر بھی جماعت سے پڑھ سکتا ہے کیونکہ دونوں کا حکم برابر ہے جیسا کہ تراویح کو جماعت سے نہ پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے اسی طرح فرض کو تنہا پڑھنے والا بھی وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۴۸)

بحاشیہ استاذی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری۔

چھوٹی ہوئی تراویح کی رکعتیں کب پڑھیں

سوال:۔ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب عشاء کے فرض ہو چکے تھے اور وہ تراویح میں دو چار رکعت ہوجانے کے بعد شامل ہوا اب چھوٹی ہوئی تراویح کس طرح پوری کرے۔ نیز وتر باجماعت پڑھے یا چھوٹی ہوئی تراویح پوری کرنے کے بعد وتر پڑھے؟

جواب:۔ اگر درمیان میں موقع ملے تو امام کے ترویحہ میں بیٹھنے کے وقت پڑھ لے ورنہ امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ کر بعد میں چھوٹی ہوئی تراویح کرلے درمختار میں ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۰ بحوالہ ردالمحتار مبحث التراویح جلد اول ص ۶۵۹) اور وتر پہلے اور بعد میں دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۰ بحوالہ ردالمحتار مبحث التراویح)

چھوٹی ہوئی آیتوں کو تراویح میں کہاں دوہرائیں؟

سوال:۔ ہمارے یہاں حافظ عام طور پر مسائل سے ناواقف ہیں وہ تراویح میں قرآن شریف

پڑھتے ہیں اور سہواً درمیان سے دو تین آیتیں چھوٹ گئیں یا زبر، زیر، پیش چھوٹ گیا تو دوسری رکعت میں ان چھوٹی ہوئی آیتوں کو پھر پڑھ لیتے ہیں لیکن جس دوگانہ میں آیتیں چھوٹ گئیں تھیں اس کا اعادہ نہیں کرتے۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیات کے چھوٹ جانے سے تغیر معنی کے سبب فساد نماز لازم آتا ہے تو نماز کو لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ یا معنی بدلنے کی خبر نہ ہونے کی وجہ لوٹانا ضروری نہیں ہے؟

جواب:۔ اگر قرأت کی غلطی کسی دوگانہ میں ایسے موقع پر آئی جو نماز کے فاسد کرنے کا موجب ہو تو اس دوگانہ (دو رکعتوں) کا لوٹانا ضروری ہے۔ اور اگر ایسی غلطی ہے جو مفسدِ نماز نہیں ہے تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نماز ہو جاتی ہے۔

پس درمیان میں آیات کے چھوٹنے پر زبر، زیر، پیش کی غلطی کرنے میں بھی یہی حکم ہے مثلاً چند آیات کے درمیان میں چھوٹ جانے کے تغیر معنی نہ ہوا تو دوگانہ صحیح ہو گیا صرف قرآن کے لئے دوسرے دوگانہ میں ان آیات کا اعادہ کرلیا جائے یہ کافی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص ۲۹۸ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۰۱)

چھوٹی ہوئی آیتوں کو اگلے دن پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ تراویح میں حافظ صاحب سے بعض آیتوں کا سہواً چھوٹ جانا اور دوسرے یا تیسرے دن ان آیات کو متفرق طور پر یکے بعد دیگرے پڑھ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور پورے ختم کا ثواب بلا کراہت ہوگا یا کراہت کیسا تھ؟

جواب:۔ صرف قرآن کے لئے دوسرے دوگانہ میں ان آیات کا اعادہ کرلیا جائے تو کافی ہے۔ پورے ختم کا ثواب ہو جائے گا اور جب کہ بھول کر ایسا ہوا ہے تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص ۲۹۴ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۰۱)

تراویح سے متعلق یکجا تیس مسائل

مسئلہ:۔ (۱) تراویح کی جماعت عشاء کے جماعت کے تابع ہے لہذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی وہاں پر تراویح کو بھی جماعت

سے پڑھنا درست نہیں۔(کبیری ص ۳۹۱)

مسئلہ: ۔(۲) ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہو کر اب اسی شب میں اس کو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں البتہ اگر دوسری مسجد میں تراویح کی جماعت ہو رہی ہے تو وہاں (بہ نیت نفلی) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے۔(کبیری ص ۳۸۹)

مسئلہ: ۔(۳) دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار میں بھی کوئی مضایقہ نہیں۔ آٹھ رکعت بھی ایک سلام سے مکروہ نہیں۔(مگر ہر ترویحہ پر جلسہ استراحت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی) البتہ اس سے زیادہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔(کبیری)

مسئلہ: ۔(۴) کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوگئی تھی تو اس کو چاہیئے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحہ کے درمیان پوری کرے اگر موقع نہ ملے تو وتر کے بعد پڑھے اور وتر یا تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے۔(کبیری)

مسئلہ: ۔(۵) ایک امام کے پیچھے فرض دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے

مسئلہ: ۔(۶) اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے مثلاً امام نے بغیر وضو پڑھائی یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ یہاں وہ وجہ موجود نہ ہو۔(کبیری)

مسئلہ: ۔(۷) قیام لیل رمضان یا تراویح یا سنت وقت یا صلوٰۃ امام کی نیت کرنے سے تراویح ادا ہو جائے گی۔(خانیہ)

مسئلہ: ۔(۸) اگر امام دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے پہلے شفعہ کی نیت کی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(خانیہ)

مسئلہ: ۔(۹) اگر یاد آیا کہ گذشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہو گیا یا فاسد ہو گیا تھا اسکو بھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ۔(۱۰) اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ ایک شفعہ مثلاً رہ گیا تھا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ: ۔(۱۱) اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا

نہیں ہوا اور تراویح کی کل ۱۹ رکعات ہوئیں تو دو رکعات اور پڑھ لی جائیں۔ یعنی شفعہ فاسد کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔(۱۲) جب شفعہ فاسد کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا گیا تھا اس کا بھی اعادہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ تمام قرآن صحیح نماز میں ختم ہو۔

مسئلہ:۔(۱۳) اگر اٹھارہ پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہوگئیں اور وتر دوں کی نیت باندھ لی مگر دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ شفعہ (دو رکعت) تراویح کا شمار نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔(۱۴) اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ آخری دو رکعت شمار ہوں گے۔

مسئلہ:۔(۱۵) بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے تراویح ادا ہو جائے گی مگر ثواب نصف ملے گا۔

مسئلہ:۔(۱۶) اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھائے تب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔(۱۷) تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اکتا جانے کی علامت ہے۔

مسئلہ:۔(۱۸) مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے۔

مسئلہ:۔(۱۹) ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے لہذا اگر ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہو جائے گا۔ اور مقتدیوں کو بھی گرانی نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔(۲۰) جو لوگ حافظ ہیں ان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آکر بیس رکعات اور پڑھا کریں تاکہ دو مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہو۔

مسئلہ:۔(۲۱) ہر عشرہ میں ایک ختم کرنا افضل ہے۔

مسئلہ:۔(۲۲) اگر مقتدی اس قدر ضعیف اور کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کے وجہ سے جماعت چھوڑ دیں تو جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھا جائے۔ یا (الم تر کیف) سے پڑھ لیا جائے لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

مسئلہ: ۔(۲۳) اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے پڑھ کر یاد آیا کہ فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اس کے پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے۔

مسئلہ: ۔(۲۴) کسی چھوٹی ہوئی سورۃ کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے تراویح میں مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ: ۔(۲۵) اگر مقتدی ضعیف اور سست ہوں کہ طویل نماز کا تحمل نہ کر سکتے ہوں تو درود کے بعد دعاء چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں لیکن درود کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

مسئلہ: ۔(۲۶) کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قرأت شروع کر چکا تھا تو ثناء (سبحانک اللہ) نہیں پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ: ۔(۲۷) مسبوق اپنی نماز تنہا پوری کرنے کے لئے نہ اٹھے جب تک کہ امام کی نماز ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔(محیط) کیونکہ بعض دفعہ امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے اور مسبوق اس کو ختم کا سلام سمجھ کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں فوراً لوٹ کر امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہیئے۔

مسئلہ: ۔(۲۸) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، یہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شامل ہوا جب ہی امام نے رکوع سے سر اٹھالیا پس اگر سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں گیا تھا اور رکوع میں جھکنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ چکا تھا اور کمر کو رکوع میں برابر کر لیا تھا اس کے بعد امام نے رکوع سے سر اٹھایا تب تو رکعت مل گئی تسبیح اگرچہ ایک مرتبہ بھی نہ کہی ہو اور اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں کمر کو برابر نہیں کر سکا تو رکعت نہیں ملی۔ اور اگر تکبیر سیدھے کھڑے ہو کر نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی اور رکوع میں پہنچ کر ختم کی تو یہ شروع کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔(محیط)

مسئلہ: ۔(۲۹) اگر رکوع میں امام کے ساتھ آ کر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی تب بھی نماز صحیح ہوگئی۔ اگرچہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہو کر کہی جو رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ: ۔(۳۰) ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔(کبیری) (ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ مجموعہ فتاویٰ استاذی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی جلد ۲ ص ۳۵۰ تا ۳۵۷)

چھٹا باب

بسم اللہ کے بیان میں

کیا تراویح میں بسم اللہ کا زور سے پڑھنا ثابت ہے؟

سوال:۔کیا کوئی روایت ابن مسعودؓ سے ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اس لئے احتیاطاً تراویح میں جہر کے ساتھ ہر سورت پر پڑھی جائے؟ اگر بسم اللہ زور سے نہ پڑھی تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب:۔اکثر روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت الحمد سے شروع فرماتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ کا جہر نہ فرماتے تھے یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ ؒ کا۔پس ہر ایک سورت کے ساتھ (تراویح میں) جہر نہ کرنا چاہیئے۔صرف قرآن شریف میں ایک دفعہ کسی سورت میں زور سے پڑھ دے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۶۸ بحوالہ در مختار جلد اول ص ۴۵۷ باب صفۃ الصلوٰۃ)

بسم اللہ کا تراویح میں زور سے پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔اضلاع پشاور وغیرہ میں پورے قرآن شریف میں کسی سورت پر بھی (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کو تراویح میں زور سے نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور زور سے پڑھنے میں بسم اللہ کا قرآن شریف کا جزء ہونا لازم نہیں آتا؟ حالانکہ علماء ہندوستان ایک دفعہ جہر کرتے ہیں۔اور فتاویٰ عبدالحیٔ میں ایک جگہ جہر پڑھنا مسنون لکھا ہے اس کے جہر کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک جگہ اس لئے ہے کہ وہ تمام قرآن کا جز ہے۔ایک بھی جگہ جہر نہ ہونے سے سامعین کا قرآن سننا پورا نہ ہوگا یہی وجہ جہر کی معلوم ہوتی ہے۔ورنہ ظاہراً جزو قرآن ہونا جہر سے مستلزم نہیں مگر چونکہ تمام قرآن شریف کا ختم تراویح میں مسنون

ہے،اس لئے ایک مرتبہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کو زور سے پڑھنے کے لئے سنت کہا گیا ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۳ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۵۸، باب صفۃ الصلوٰۃ)

ائمہ قرأت کا اتباع تلاوت کے اندر ہے نماز میں نہیں

سوال:۔ایک مولوی صاحب حافظ قرآن بھی ہیں اور قاری بھی وہ نمازِ تراویح میں ہر سورت پر فاتحہ کے بعد بسم اللہ زور سے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں نہ کوئی قباحت ہے نہ کراہت زور سے پڑھنے کے ثبوت میں یہ فرماتے ہیں کہ تراویح میں جیسا عمل کہ تکمیلِ قرآن، قرأت مقصود اور سنت مؤکدہ ہے ویسے ہی تکمیل قرآن سماعت بھی مقتدیوں کے حق میں مقصود ہے۔لہذا تراویح میں جب تک بسم اللہ زور سے ہر سورت پر نہ پڑھی جائے گی مقتدیوں کے حق میں اختلاف دور نہ ہوگا اور اختلاف بھی مجتہدین کا نہیں بلکہ ائمہ قرأت کا ہے۔

ہر سورت میں فاتحہ کے بعد تراویح میں بسم اللہ کا زور سے پڑھنا کیسا ہے؟ اور (بسم اللہ) میں حنفیہؒ کو اپنے مجتہدین کا اتباع کر کے آہستہ پڑھنا چاہیئے یا ائمہ قرأت کی پیروی کرتے ہوئے زور سے پڑھنا چاہیئے؟

جواب:۔درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۵۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اندر حنفیہؒ کے نزدیک باتفاق بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا چاہیئے اس میں حنفیہؒ کے نزدیک کسی کا اختلاف نہیں ہے اور مطلقاً ہر نماز کو شامل ہے چاہے نماز فرض ہو یا نفل تراویح وغیرہ۔اور اسی عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ائمہ قرأت کا اتباع تلاوت کے اندر ہے نماز میں نہیں۔اور اسی پر ہم نے اپنے اساتذہ علمائے احناف کو پایا ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۵)

بسم اللہ کا سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھنا

بسم اللہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قرآن شریف کی ایک آیت ہے اور کسی سورت کا جزء نہیں اس کو ایک بار کہیں پڑھ لے قل ھو اللہ کی خصوصیت نہیں ہے جہاں چاہے پڑھ لے البتہ یہ عقیدہ کرنا کہ سوائے قل ھو اللہ کے اور کسی سورت پر درست نہیں بدعت ہوگا ورنہ کچھ حرج نہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۵)

بسم اللہ کے بارے میں مولانا تھانوی کا فتویٰ

سوال:۔ تراویح میں جب کہ حافظ قرآن سنا رہا ہے تو وہ ہر سورت پر بسم اللہ کو زور سے پڑھے یا کسی ایک جگہ پڑھنی ہوگی؟

جواب:۔ بسم اللہ کے سورتوں کے درمیان ہونے سے اس کی جزئیت تو لازم نہیں آتی۔ لیکن کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بسم اللہ مطلق قرآن کا جزء ہے کسی سورت یا ہر سورت کا جزء نہیں ہے۔

پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ ایک جگہ ضرور زور سے پڑھ لی جائے ورنہ سامعین کا قرآن پورا نہ ہوگا۔ قاری کا اخفاء بسم اللہ میں بھی ہو جائے گا کیونکہ بعض اجزاء کا جہر اور بعض کا اخفا جائز ہے۔

فن قرأت سے تو اس مسئلہ کا صرف اس قدر تعلق ہے۔ آگے فقہ سے تعلق ہے اور اس میں بسم اللہ کا اخفاء ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۵)

جو حنفی بسم اللہ کو تراویح میں ہر سورت پر جہر سے پڑھے وہ اپنے مسلک کی مخالفت کرتا ہے:۔

فتاویٰ رحیمیہ میں بسم اللہ کے بارے میں تصریح ہے کہ:۔

خارج نماز کے اندر قرآن کی تلاوت میں امام قرأت کے مسلک کا اتباع کیا جائے۔ اور نماز میں امام اعظمؒ کے مسلک کی پیروی کی جائے (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۳۸۵)

تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک پوری نماز امام اعظمؒ کے مسلک کے موافق پڑھی جائے اور بسم اللہ میں مخالفت کی جائے یہ مناسب نہ ہوگا۔

بسم اللہ کے بارے میں مسلک امام اعظمؒ

اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن میں سورۂ نمل کا جزء ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ سوائے سورۃ توبہ کے ہر سورۂ کے شروع میں بسم اللہ لکھی جاتی ہے۔

اس میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ یا تمام سورتوں کا جزء ہے یا نہیں؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ بسم اللہ بجز سورۂ نمل کے اور کسی سورت کا جز نہیں ہے بلکہ ایک مستقل آیت ہے جو ہر سورہ کے شروع میں دو سورتوں کے درمیان فصل اور

امتیاز ظاہر کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے اس کا احترام قرآن مجید کی طرح واجب ہے اس کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔(معارف القرآن جلد اول ص ۱۶)

مسئلہ:۔نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیئے خواہ جہری نماز ہو یا سری آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین سے ثابت نہیں ہے۔

(معارف القرآن جلد اول ص ۲۰ بحوالہ شرح منیہ)

خلاصہ کلام

روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ قرآن شریف کا جزء ہے ہر سورت کا جزو نہیں اس لئے تراویح میں ایک دفعہ جہر کے ساتھ پڑھنا اوراس کا سننا ضروری ہے اور اگر جہر کے ساتھ بسم اللہ نہ پڑھی گئی تو ایک آیت کی کمی سمجھی جائے۔اب یہ کہ بسم اللہ کون سی جگہ اور کس سورت میں پڑھیں تو اس میں اختیار ہے جس جگہ چاہیں پڑھ دیں۔

بعض حافظ ختم قرآن کے دن بسم اللہ کو سورۂ اخلاص کے ساتھ خصوصیت سے پڑھتے ہیں بسم اللہ کا پڑھنا تو درست ہوجائے گا لیکن کسی خاص سورت کا التزام نہ کریں تاکہ سامعین اس کو جزو سورت نہ سمجھیں۔بہتر ہے کبھی کسی سورت میں اور کبھی کسی سورت میں پڑھ دی جائے احقر کی رائے یہ ہے کہ تراویح کے پہلے دن قرآن شریف شروع کرنے پر سورۂ بقرہ کی ابتداء میں پڑھ دی جائے تاکہ اس حدیث پر بھی عمل ہوجائے کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کیا جائے۔

لیکن اس کو بھی ضروری نہ سمجھیں اختیار ہے جہاں چاہے پڑھ سکتے ہیں۔نماز میں تو بسم اللہ کے سلسلہ میں امام اعظمؒ کی پیروی کریں اور نماز سے الگ جب قرآن شریف کی تلاوت کی جاوے تو اس میں ائمہ قرأت کی اتباع ہو یعنی ہر سورت پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھی جائے۔(مرتب محمد رفعت قاسمی)

☆☆
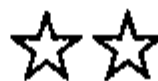
ساتواں باب

سجدۂ سہو

سجدۂ سہو کے اصول

سجدۂ سہو حسب ذیل وجہوں سے واجب ہوتا ہے۔

(۱) نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر ترک کردے۔

(۲) کسی واجب کو اس کے محل سے مؤخر کردے۔

(۳) کسی واجب کی تاخیر ایک رکن کی مقدار کے برابر کردے۔

(۴) کسی واجب کو دو مرتبہ ادا کرے۔

(۵) کسی واجب کو متغیر کردے جیسے جہری نماز میں آہستہ آہستہ اور آہستہ والی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرے۔

(۶) نماز کے فرائض میں سے کسی فرض کو اس کے محل سے مؤخر کردے۔

(۷) کسی فرض کو اس کے محل سے مقدم کودے۔

(۸) کسی فرض کو مکرر یعنی دو مرتبہ بھولے سے ادا کرے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۶۲)

سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ

سوال:۔ سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیر کر کرنا چاہیئے یا دونوں طرف اور آدھی التحیات پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے یا پوری التحیات پڑھ کر اور سجدۂ سہو کے بعد پوری التحیات پڑھ کر سلام پھیرے یا کس طرح؟

جواب:۔ پوری التحیات پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے سہو کر کے پھر پوری التحیات اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۹۸ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۱۷)

اگر دو سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اور کسی رکن کے بھول جانے پر سجدۂ سہو کرتے وقت دونوں جانب سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ صرف ایک سلام پھیرے لیکن اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو کچھ حرج نہیں تب بھی سجدۂ سہو کر لے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۳۸۶ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۶۹۱ باب سجود السہو)

سجدۂ سہو کیا مگر سلام نہیں پھیرا

اگر کسی نے سجدۂ سہو کرتے وقت داہنی طرف سلام نہیں پھیرا سامنے ہی سلام کہہ کر سجدۂ سہو کر لیا جب بھی درست ہے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۲۲۸ بحوالہ شامی جلد اول ص ۵۴۶)

سجدۂ سہو میں اگر ایک سجدہ کیا؟

سوال:۔ امام کو نماز میں سہو ہوا بعد میں امام نے اصول کے مطابق سجدہ کیا لیکن سہو کا ایک ہی سجدہ کیا التحیات درود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دیا کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ سجدۂ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے لہذا نماز قابل اعادہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص ۳۶ بحوالہ نور الایضاح ص ۱۱۰ و ہدایہ جلد اول ص ۱۳۶)

تاخیر واجب سے سجدۂ سہو

سوال:۔ تاخیر واجب میں سجدۂ سہو کے اندر اختلاف ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ دراصل سجدۂ سہو ترک واجب سے ہی لازم آتا ہے مگر چونکہ تاخیر واجب میں بھی ترک واجب لازم آتا ہے اس لئے تاخیر واجب سے سہو لازم ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۳۷۵ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۱۸ باب سجود السہو)

متعدد غلطیوں پر کتنے سجدۂ سہو؟

کسی سے ایک ہی نماز میں متعدد ایسی غلطیاں ہوئیں جن میں سے ہر ایک پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو اس صورت میں ایک مرتبہ سجدۂ سہو کر لینا سب کی تلافی کیلئے کافی ہے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۵۰)

سجدہ میں رکوع کی تسبیح پڑھنا

سوال:۔ رکوع میں سہواً سجدہ کی تسبیح پڑھنا یا سجدہ کی رکوع میں پڑھنا اس سے نماز میں کچھ خرابی تو نہیں ہو گی؟

جواب:۔ کچھ خرابی نہ ہو گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۳۸۵ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۶۱)

البتہ مکروہ تنزیہی ہے یاد آجائے تو پھر رکوع یا سجدہ کی تسبیح کہہ لے تاکہ سنت کے مطابق ہو جائے۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۴۶)

سجدۂ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں

سوال:۔ حافظ صاحب تراویح میں دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑے ہو گئے پھر لقمہ دینے سے بیٹھ گئے۔ مگر سجدۂ سہو نہیں کیا۔ دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے یا نماز دوہرانے کی ضرورت نہیں تو کیا تراویح میں امام سے کوئی غلطی موجب سجدہ ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی؟ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز دوہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کیا امام تراویح کا یہ کہنا کہ چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے یا نماز دوہرانے کی ضرورت نہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

نماز فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے البتہ نماز عید اور جمعہ میں جب کہ مجمع زیادہ ہو اور سجدۂ سہو سے نمازیوں میں انتشار پیدا ہونے اور تشویش میں پڑ کر نماز خراب کر لینے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو معاف ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدہ کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۲۲ بحوالہ شامی جلد اول ص ۷۰۵)

کون سی غلطی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

غلط پڑھنے سے جو لفظ پیدا ہوا اس کے متعلق امام اعظمؒ اور امام محمدؒ یہ بحث نہیں

کرتے کہ وہ لفظ قرآن پاک میں ہے یا نہیں ہے ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ پڑھنے کے اندر کسی کلمہ میں زیادتی یا کمی کی وجہ سے بشرطیکہ معنیٰ بدل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ورنہ نہیں جیسے **فمالھم لایؤمنون.** میں لا چھوڑ دیا۔ یا **عمل صالحا فلھم اجرھم** کی جگہ **وعمل صالحا وکفر فلھم اجرھم** پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور جن حروف میں امتیاز مشکل ہوتا ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھ جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے سین، صاد، اور ضاد اور ذال وغیرہ اور جن میں امتیاز آسان ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جائیں اور معنی بالکل بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے جیسے صالحات کی جگہ طالحات پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر الفاظ کی تبدیلی سے معنیٰ بالکل بدل جائیں تو نماز میں فساد یقینی ہے ورنہ نہیں جیسے عالم کی جگہ خبیر وحفیظ پڑھا گیا تو نماز درست ہے۔ اور,, **وعدٌ علینا انا کنا فٰعلین**،، کی جگہ **غافلین** پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر دو جملوں کے الفاظ بدل جائیں اور معنیٰ بھی بدل جائیں تو نماز فاسد ہے جیسے **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم**۔ میں **جحیم** کی جگہ **نعیم** اور **نعیم** کی جگہ **جحیم** پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر معنیٰ نہ بدلے جیسے **لھم فیھا زفیر وشھیق**۔۔۔۔**شھیق وزفیر** پڑھا تو نماز درست ہے۔ (فضائل ایام والشہور مؤلف خلیفہ مولانا تھانوی ص ۱۴۷ اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص ۱۳۲ وامداد المفتین ص ۲۸۵)

نماز پڑھتے وقت کسی لکھی ہوئی چیز پر نگاہ پڑ جانا

نماز پڑھنے والا کسی مکتوب کو دیکھ لے اور اس کو سمجھ لے تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ نماز پڑھنے والے کا فعل نہیں ہے بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی سمجھ میں آجاتا ہے اس لئے کہ عام طور سے اس پر نگاہ پڑ جاتی ہے اور دیکھنے والا اس کو سمجھ جاتا ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے ایسی چیز کو نہ رکھا جائے کیونکہ شبہات سے بچنا ضروری ہے اور صحیح مذہب کے بموجب نماز درست ہو جائے گی۔ بخلاف امام محمدؒ کے۔ (بحوالہ اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص ۱۴۷)

اگر ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔حافظ صاحب نے ایک رکعت پڑھ کر ایک سجدہ کیا اور پھر تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے دوسرے سجدہ کو کس طرح مقتدی یاد دلائیں؟ اگر مقتدی کوئی اللہ اکبر یا سبحان اللہ کہتا تو حافظ صاحب کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جواب:۔یاد دلانے سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ وغیرہ کہہ کر امام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ کچھ کمی بیشی نماز میں ہوگئی ہے اس پر وہ خود غور کر کے یاد کرے گا کہ کیا فعل رہ گیا ہے۔

نہ یہ کہ بعینہ وہ فعل بتلایا جائے جو چھوٹ گیا ہے لہذا تنبیہ کے لئے سبحان اللہ کہنا کافی ہے۔اگر اس کو یاد آ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ نماز کے بعد معلوم ہونے پر نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۱۶۲)

حافظ کا ایک آیت کو کئی بار پڑھنا

سوال:۔نماز تراویح میں جو کہ سنت مؤکدہ ہے کوئی حافظ ایک آیت کو تین چار مرتبہ پڑھے تو سجدۂ سہو ضروری ہے یا نہیں؟ کیونکہ اردو کے رسالے مفتاح الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک آیت کو دو تین بار پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہے۔صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ایک آیت کو بار بار پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا مفتاح الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا شاید وہ اس موقع میں ہو کہ صرف ایک ہی آیت کو کئی بار پڑھا اور کچھ نہیں پڑھا یا فقط سورۂ فاتحہ پڑھی اور سورت نہیں پڑھی تو واجب کے ترک ہونے کی وجہ سے اس صورت میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے مگر تراویح میں ایسا نہیں ہوتا کہ اور کچھ نہ پڑھا ہو تراویح میں اکثر یہ پیش آتا ہے کہ اگلی آیت یاد نہ آنے کی وجہ سے ایک آیت کو بار بار پڑھا جاتا ہے اس میں سجدۂ سہو لازم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۴۰۶)

متشابہ کا حکم

سوال:۔حافظ صاحب نماز پڑھاتے پڑھاتے بھول جائیں یا متشابہ لگ جانے کی وجہ سے دوسری جگہ کی آیتیں پڑھنے لگیں پھر یاد آنے پر بھول جانے کی وجہ سے ابتداء سے قرأت

شروع کردیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟
جواب:۔ اس صورت میں نماز صحیح ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور اگر غلطی سے سجدۂ سہو کرلیا تب بھی نماز فاسد ہوگئی۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۳۹۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۶۰ باب الاستخلاف)

تراویح کی پہلی رکعت میں بیٹھ کر کھڑا ہونا

سوال:۔ امام نے تراویح کی پہلی رکعت کے بعد کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھنے کا ارادہ کیا، پیچھے سے اشارہ کیا گیا تو وہ سیدھے کھڑے ہوگئے دو رکعت پوری ہونے کے بعد سلام پھیرا سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو علم ہونے پر جماعت سے ادا کریں یا تنہا؟
جواب:۔ اس صورت میں نماز ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں اور سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا کیونکہ ایک رکعت کے بعد اگر کسی قدر بیٹھ کر کھڑا ہو جائے تو اس کو بھی فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ چہ جائیکہ محض بیٹھنے کا ارادہ کیا ہو اور پورے طور بیٹھا بھی نہ ہو کہ کھڑا ہوگیا تو اس صورت میں نہ سجدۂ سہو لازم ہے نہ نماز لوٹانے کی ضرورت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۷۷ بحوالہ رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۳۸)

پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں کتنی دیر بیٹھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے؟

سوال:۔ اگر پہلی یا تیسری رکعت میں سہواً بیٹھ کر کھڑا ہو جائے تو کتنے وقفہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا؟
جواب:۔ طویل بیٹھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے بقدر التحیات پڑھنے کے مانند یا اس کے قریب ہو باقی تھوڑے بیٹھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۷۷ بحوالہ رد المحتا جلد اول ص ۴۳۸ باب صفۃ الصلوٰۃ)

اگر تین رکعت پڑھ لیں تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ حافظ صاحب دوسری رکعت پر نہیں بیٹھے اور تین رکعت پر قعدہ کر کے سلام پھیر دیا تو اس صورت میں تراویح ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ایسی صورت میں نماز کا اعادہ ضروری ہے تین رکعت نفل کا اعتبار نہیں ہوگا اور جو قرآن شریف پڑھا گیا ہے اس کا بھی لوٹانا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص۴۲۰ بحوالہ شامی جلد اول ص۲۵۲)

امداد الفتاویٰ کے حاشیہ پر استاذ محترم نے اس مسئلہ کی تشریح فرمائی ہے کہ اگر دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا اور تیسری رکعت پڑھ کر قعدہ کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو تینوں رکعتیں بے کار ہوگئیں پہلا شفعہ بوجہ فاسد ہو جانے کے اور تینوں رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا۔(حاشیہ امداد الفتاویٰ جلد اول ص۴۵۸)

حافظ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا

سوال:۔اگر تراویح میں حافظ غلطی سے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا اور تیسری رکعت میں یاد آنے کے بعد چوتھی رکعت بھی ادا کی تو یہ چار رکعتیں مانی جائیں گی یا دو؟ اگر دو مانی جائیں گی تو آخری دو رکعت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا ہے اس کو لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب:۔چار رکعت پڑھنے کی صورت میں جو قرآن شریف آخری دو رکعتوں میں ہوا اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۲۵۵ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص۱۱۷)

اس کی تفصیل امداد الفتاویٰ کے حاشیہ پر استاذ محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ نے یہ فرمائی ہے کہ اگر دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کر کے کھڑا ہوا ہے اور چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ہے تو چاروں رکعتیں صحیح ہوں گی اور سب تراویح میں شمار کی جائیں گی اور سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔(حاشیہ امداد الفتاویٰ جلد اول ص۴۹۸)

چار رکعت تراویح جس میں قعدۂ اولیٰ نہیں کیا

سوال:۔امام نماز تراویح میں تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہوگیا اور چاروں رکعت پوری کرلیں لیکن دو رکعت پر قعدۂ اولیٰ نہیں کیا تھا ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنے سے دو رکعت ہونگی یا چار؟

جواب:۔درمختار اور شامی میں تراویح کے بیان میں اس کی تشریح ہے کہ ایسی صورت میں دو رکعت تراویح ہوگی۔(فتاویٰ دار العلوم جلد اول ص۲۶۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۶۶۰، ۶۶۱)

دوسری رکعت میں بھول کر کھڑا ہو گیا

سوال:۔اگر تراویح کی دوسری رکعت کے بعد بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا بعد میں یاد آئے تو کیا کرے؟

جواب:۔سجدہ سے پہلے پہلے اگر یاد آجائے تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر لے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۷۵ بحوالہ ردالمحتار باب سجودالسہو جلداول ص۶۹۶)

اس مسئلہ کی تشریح امدادالفتاویٰ کے حاشیہ پر استاذ محترم مدظلہ نے اس طرح فرمائی ہے کہ اگر تراویح میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور باقاعدہ سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر لے لیکن یہ چار رکعت صرف دو شمار ہوں گی اور پہلے شفعہ میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا اعادہ کرنا ہوگا کیونکہ پہلا شفعہ قعدۂ اولیٰ ترک کرنے کی وجہ سے فاسد ہو گیا ہے لہٰذا تراویح میں شمار نہیں ہوگا۔اور اس میں پڑھے گئے قرآن شریف کا اعادہ ضروری ہوگا۔اور چونکہ تحریمہ باقی ہے اس لئے دوسرا شفعہ صحیح ہو جائے گا۔اور اس میں پڑھا ہوا قرآن بھی معتبر ہوگا۔(حاشیہ امدادالفتاویٰ جلداول ص۴۹۷)

تراویح میں دو رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا اور چار رکعت پر قعدہ کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔تراویح کے قعدہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو یعنی (بغیر بیٹھے ہوئے) اور چار رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کرے تو صرف دو ہوں گی اور یہ دو رکعت تراویح میں گنی جائیں گی یا نہیں؟ کیا سنت ونوافل میں آخری قعدہ فرض ہے یا نہیں؟ اس صورت میں فرض ادا کرنے میں کیا صرف تاخیر ہو رہی ہے یا فرض فوت ہو رہا ہے اشکال دور فرمائیں۔

جواب:۔ نفل میں ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا ضروری ہے لہٰذا نفل نماز میں دو رکعت پر قعدہ نہ کیا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ چار رکعت اور چار رکعت سے زیادہ چھ، آٹھ، دس، بارہ، چودہ، سولہ، اٹھارہ یا بیس رکعت پڑھی جائیں اور درمیان میں قعدہ نہ کیا جائے

توسجدۂ سہو کرلینے پر دورکعت تراویح ہونے کے بعض فقہاء قائل ہیں اوران حضرات کے نزدیک قعدہ منتقل ہوکرآخر میں آجائے گاتوصرف فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہوگی جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوجائے گی۔تراویح سنت مؤکدہ باجماعت ادا کی جاتی ہےاس لئے اس کادرجہ فرض اورواجب کے قریب قریب ہے محض نفل نہیں ہے۔اس تراویح میں بعض فقہاء دورکعت کے لئے ادائیگی کے قائل ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص۴۲۱ بحوالہ شامی جلداول ص۲۵۲باب الوتر والنوافل)

اگر چاررکعت پڑھ کرسجدۂ سہونہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔حافظ صاحب نے تراویح دورکعت کے بجائے چار پڑھ دیں ایک ہی سلام سے حافظ صاحب تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہورہے تھےلقمہ دیا مگرنہیں لیااورآخرمیں سجدۂ سہوبھی نہیں کیااس صورت میں کتنی رکعت تراویح اداہوئیں اگرنہیں ہوئیں تو قرأت لوٹانے کی ضرورت ہے یانہیں؟

جواب:۔تیسری رکعت کے کھڑے ہونے پرلقمہ دیاجارہاتھاتوحافظ صاحب کوبیٹھ جاناچاہیئے تھامگرجب نہیں بیٹھے اورچاررکعتیں پوری کیں توسجدۂ سہوکرکے سلام پھیرناچاہیئے تھااس صورت میں دورکعت تراویح ہوئیں اوردونفل مگرسجدۂ سہونہ کیاتوغلط کیااس صورت میں دورکعت تراویح ہوئیں مگروہ بھی واجب الاعادہ ہیں وقت کے اندراندرلوٹالیناچاہیئے۔وقت نکلنے کے بعداس کی قضانہیں ہے۔مگران چاررکعتوں میں جتناقرآن پڑھاگیاہےاس کالوٹانا ضروری ہے اگردورکعت پرقعدہ کیاتوچاررکعت تراویح اداہوگئیں اورقرأت کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ص۳۱۴)

بغیرقعدہ کے چاررکعت کے بارے میں مولاناتھانویؒ کی رائے

سوال:۔تراویح میں اگردورکعت کی جگہ امام چاررکعت پڑھ جائے اوردرمیان میں قعدہ نہ کرے اورآخرمیں سجدۂ سہوکرےتونمازہوگی یانہیں؟اوراگرہوگی تودورکعت ہونگی یاچار؟اور اگردوہونگی تواول کی دویاآخرکی؟اورکون سی رکعات کےقرآن شریف کااعادہ کی ضرورت ہوگی؟

جواب:۔ عالمگیری جلد اول ص ۵ ۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدہ نہ کرنے سے شفعہ اولیٰ بھی فاسد نہ ہوگا البتہ مجموعہ معتبر بھی نہ ہوگا بلکہ دونوں شفعہ مل کر بجائے ایک شفعہ کے سمجھے جائیں گے اور جب مجموعہ شفعہ معتبر نہ ہوگا تو ایک شفعہ اور پڑھا جائے گا۔

رہا یہ امر کہ کون سے شفعہ کا پڑھا ہوا قرآن معتبر ہوگا اور کونسے کا قابلِ اعادہ، تو اس پر یہ موقوف ہے کہ یہ متعین ہو جائے کہ کون سا شفعہ تراویح ہے کہ اس میں پڑھا ہوا قرآن معتبر ہوا ہے اور کون سا نفل کہ میں پڑھا ہوا قابل اعادہ ہو تو اس میں مجھ کو تردد ہے دوسرے علماء سے تحقیق کر لی جائے میرے خیال میں اگر صرف اعادہ قرآن کے حق میں سہولت کے لئے دوسرے قول پر عمل کر لیں جو دو شفعوں کو معتبر کہتے ہیں تو گنجائش ہے۔ پس شفعہ تو ایک اور پڑھ لیں اور قرآن کا اعادہ نہ کرے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۸)

اگر تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور باقاعدہ سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے۔ اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کر سجدہ کر کے سلام پھیرے لیکن یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہونگی اور پہلے شفعہ میں جو قرآن پڑھا گیا ہے اس کا اعادہ کرنا ہوگا کیونکہ پہلا شفعہ قعدۂ اخیرہ ترک کرنے کیوجہ سے فاسد ہو گیا۔ لہٰذا تراویح میں محسوب نہ ہوگا اور اس میں پڑھے گئے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا۔ البتہ تحریمہ چونکہ باقی ہے اس لئے دوسرا شفعہ صحیح ہو جائے گا اور اس میں پڑھا ہوا قرآن بھی معتبر ہوگا۔ (حاشیہ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۷)

دوسرے رکعت میں تشہد کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنا

سوال:۔ اگر دو رکعت میں بعد تشہد کے کھڑا ہو گیا اور پھر بیٹھ گیا تو پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے یا تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرے اور پھر سلام پھیرے؟ ایک یہ قیام تام کے فوراً بیٹھے دوسرے کچھ پڑھ کر تیسرے ختم سورۃ کے بعد ہر تین حالت کا ایک حکم ہے یا مختلف؟

جواب:۔ ہر تین حالت میں بیٹھ کر تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۸۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۷۰۰)

سورت کو شروع کی اس کو چھوڑ کر پھر دوسری پڑھی

سوال:۔امام نے تراویح کے آخری دوگانہ کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل اعوذ کہہ کر فوراً تبت یدا کہا کہ ایک مقتدی نے بطور بتلانے کے قل اعوذ برب الفلق پوری پڑھ دی، امام نے دوسری رکعت بھی پوری کر لی مگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اس صورت میں نماز صحیح ہوگی یا دوگانہ مذکورہ کا لوٹانا ضروری ہوگا اور یہ کہ سجدۂ سہو ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔اس صورت میں نماز صحیح ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ ردالمختار ص ۵۱۰ جلد اول پر تصریح موجود ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۳۷۵)

بعض حفاظ رکوع و سجود میں قرآن یاد کرتے ہیں

مسئلہ:۔(۱) دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ بعض کچے حافظ تراویح کے دوران رکوع و سجود اور تشہد وغیرہ میں تسبیح کی جگہ اپنے دل دل میں اگلی آیت پڑھتے رہتے ہیں۔

(۲) یا زبان سے بھی آہستہ آہستہ دہراتے رہتے ہیں۔

(۳) یا زبان سے تو نہیں دوہراتے۔ تسبیحات بھی پڑھتے ہیں مگر دل و دماغ اگلی آیت کے سوچنے کی طرف متوجہ رکھتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں کا شرعی حکم مفصل و مدلل فرمائیں۔

جواب:۔رکوع اور سجود کی حالت میں قرآن کریم پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ رکوع اور سجود میں قرأت کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ پھر اگر تشہد کے بجائے قرآن پڑھا جائے تو سجدۂ سہو کرنا لازم آئے گا کیونکہ تشہد پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز ناقص ہوگی اعادہ واجب رہے گا۔ وقال فی البحر باب سجود السھو یجب سجود السھو بترکہ ولو قلیلا فی ظاہر الروایۃ فانہ ذکر واحد منظوم نترک بعضہ کترک کلہ (شامی جلد اول ص ۳۱۳)

چونکہ رکوع اور سجود کی تسبیحات سنت ہیں ان کے ترک سے نماز میں کراہت تنزیہ کے ساتھ ادا ہوگی۔

(۳) اس صورت میں اگرچہ نماز ادا ہو جائیگی لیکن ایسا کرنا بہتر نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

(حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۱۶/۷/۱۴۰۶ھ۔)

لفظ ضاد کو کس طرح ادا کرنا چاہیئے

سوال:۔لفظ ضاد کو نماز میں کس طرح پڑھنا چاہیئے؟

جواب:۔ضاد کو اس کے مخرج سے پڑھنا چاہیئے نہ نکل سکے تو جیسے بھی ادا ہو جائے نماز ہو جاتی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص۹۱ باب زلۃ القاری بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۹۱)

ضالین اور دالین پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال:۔ضالین کو دالین پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔اگر ضاد کو بصورت دال مفخم (دال پُر) پڑھنے سے نماز کا نہ ہونے کا حکم کیا جائے گا تو تمام عرب قراء وعلماء اور ائمہ میں سے بھی کسی کی نماز نہ ہوگی اور نہ مقتدیوں کی نماز ہوگی کیونکہ وہ سب دالین پڑھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ حکم لگانا غلط ہے اور حرج ہے البتہ عمدہ بہتر یہی ہے کہ مخرج سے ادا کرنے میں کوشش کرے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص۹۲)

لفظ ضاد کے بارے میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

ر۔ظ۔ض۔کے حرف جداگانہ اور مخارج الگ ہونے میں تو شک نہیں ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے مخرج سے ادا کرنا سخت بے ادبی ہے اور بسا اوقات باعث فساد نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ مخرج سے ادا نہیں ہوتا وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں۔ان کی بھی نماز درست ہے۔

اور دال پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص دال خالص یا ظا خالص عمداً پڑھے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر کوشش وسعی کے باوجود ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو ایسے معذور کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصداً خالص۔د یا ظا۔پڑھے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۴،۲۷۴)

لفظ ضاد کے بارے میں مفتی شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ

عوام کی نماز تو بلا کسی تفصیل وتفتیش کے بہر حال صحیح ہو جاتی ہے خواہ ظاء پڑھیں یا دال۔ یا زاء وغیرہ کیونکہ وہ قادر بھی نہیں اور سمجھتے بھی یہی ہیں کہ ہم نے اصل حرف ادا کیا ہے۔ اور قراء مجودین اور علماء کی نماز میں تفصیل مذکور ہے کہ اگر غلطی قصداً یا بے پرواہی سے ہو تو نماز فاسد ہے اور سبقت لسانی یا عدم تمیز کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔

(جواہر الفقہ جلد اول ص ۳۳۸)

تنبیہ:۔ لیکن جواز عدم فساد سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بے فکر ہو کر ہمیشہ غلط پڑھتے رہنا جائز ہو گیا اور پڑھنے والا گنہگار بھی نہ رہے گا بلکہ اپنی قدرت اور گنجائش کے موافق صحیح پڑھنے کی مشق کرنا اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہو گا اگر چہ نماز نہ فاسد ہو جیسا کہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۴۷ باب چہارم میں تصریح موجود ہے۔

(احقر محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند ۲۰ جمادالاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

سلام میں "علیکم" کی جگہ "علیتم" نکل جانے کا حکم

سوال:۔ اگر السلام علیکم کے بجائے علیتم نکل جائے تو نماز ہو گی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز ہو گئی۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۴۵ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۴۱۸ باب صفۃ الصلوٰۃ)

نماز میں "سلام علیکم" کہنے کا حکم

سوال:۔ اگر امام السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بجائے صرف "سلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ خلاف سنت ہے اس سے نماز میں کراہت آئے گی۔ یہ اس وقت ہے جب کہ امام تلفظ ہی میں سلام علیکم کہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ الف لوگوں کے سننے میں نہیں آتا امام تو السلام علیکم کہتا ہے لوگ سلام سنتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۳۹)

☆☆

سلام میں چہرہ کتنا گمایا جائے؟

عن سعد ابن ابی وقاص قال کنت اریٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم یسلم عن یمینه وعن یساره حتی اریٰ بیاض خده. (رواہ مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھا تھا کہ آپؐ سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں رخ فرماتے تھے اور چہرہ مبارک کو داہنی اور بائیں جانب اتنا پھیرتے تھے کہ ہم رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔ (معارف الحدیث جلد ۳ ص ۳۱۰)

آٹھواں باب

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کا ثبوت وفضائل

صحیحین (بخاری ومسلم) میں روایت آتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں" آنحضرت ﷺ قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور جب سجدہ والی سورت پڑھتے تو حضور سجدہ کرتے اور ہم بھی ساتھ ہی سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم بعض اشخاص کو پیشانی ٹیکنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم جب آیتِ سجدہ پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہٹ کر روتا اور کہتا ہے ہائے غضب! ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا تو اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے حکم نہیں مانا تو میرے لیے جہنم ہے۔

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن میں بعض خاص خاص مقامات ایسے ہیں جن کے پڑھنے پر سجدہ کرنے کا شرعی حکم ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۷۴۴)

☆☆

سجدۂ تلاوت فرض ہے یا واجب

اور اس کے ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟

سوال:۔ سجدۂ تلاوت فرض ہے یا واجب اور کس طرح ادا کرنا چاہیئے؟ یعنی سجدہ میں اور سجدہ کے شروع کرنے سے پہلے یا سجدہ کے بعد کیا کیا پڑھنا چاہیئے؟ اور جب کوئی شخص تلاوت قرآن میں مشغول ہو اور آیتِ سجدہ پڑھے تو دو زانو ہو کر سجدہ کرے یا کھڑے ہو کر سجدہ میں جائے؟

جواب:۔ سجدۂ تلاوت واجب ہے طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور تین بار یا زیادہ سے زیادہ۔۔۔۔(پانچ یا سات مرتبہ) سبحان ربی الاعلیٰ اللہ اکبر کہہ کر کہہ کر اٹھ جائے سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اگر بیٹھے ہوئے سجدہ میں گیا اور سجدہ کے بعد پھر بیٹھا رہا تب بھی کچھ حرج نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر سجدہ میں جائے اور سجدہ کے بعد کھڑا ہو جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص۴۳۰)

سجدۂ تلاوت کی نیت

مستحب یہ ہے کہ جب سجدۂ تلاوت کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو جائے اور پھر سجدہ کرنے کے بعد کھڑا ہو جائے۔ یا بیٹھے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جب سجدہ کا ارداہ کرے تو اس کی نیت دل سے کرے یا زبان سے کہہ لے کہ اللہ کے لیے سجدۂ تلاوت کرتا ہوں اللہ اکبر کہہ کر سجدہ ادا کر لے۔ (ترجمہ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۲۱۷)

سجدۂ تلاوت کی دائیگی کا طریقہ

حنفیہؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کا طریقہ یا اس کی تعریف یہ ہے کہ انسان دو تکبیروں کے ساتھ ایک سجدہ کر لے ایک تکبیر تو پیشانی کو سجدہ کیلئے زمین پر رکھتے وقت۔ اور دوسری بار سجدہ سے اٹھتے ہوئے۔ سجدۂ تلاوت میں تشہد اور سلام نہیں ہے۔ یہ دونوں تکبیریں مسنون ہیں چنانچہ بغیر تکبیر کہے پیشانی زمین پر رکھ دی تو سجدہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ مکروہ ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۷۵۳)

تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔خیر القرون میں عرب وعجم کے اندر کثیر تعداد جہلا اور نو مسلم ہونے کے باوجود سلف صالحین سے اعلان ثابت نہیں ہے حالانکہ وہ اسلامی اعمال کی تبلیغ میں نہایت چست اور عبادات کی درستگی کے بڑے حریص تھے اور فقہاء نے بھی اس طرح کے اعلان کی ہدایت نہیں کی ہے اگر ضرورت ہوتی تو ضرور تاکید فرماتے جیسا کہ مسافر امام کے لئے خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے کہ نمازیوں کو اپنے مسافر ہونے کے اطلاع دیدے چاہے نماز سے پہلے یا بعد میں کہ مسافر میں ہوں۔ کیونکہ یہاں ضرورت ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی اگر بلا ضرورت یہ طریقہ جاری رہا تو یہ قوی اندیشہ ہے کہ جس طرح بعض شہروں میں رواج ہے کہ نماز جمعہ کے وقت کا اعلان کیا جاتا ہے۔الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ یا یہ کہا جاتا ہے:الصلوٰۃ ارحمکم اللہ اور یہ اعلان سنت یا فعل حسن سمجھا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت کا یہ اعلان بھی ضروری اور بہت ممکن ہے سنت سمجھا جانے لگے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیزوں کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابی کے علاوہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے۔البتہ اگر مجمع کثیر ہو جیسا کہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے کہ صفیں دور تک ہوتی ہیں اور کچھ صفیں بالائی منزل میں ہوتی ہیں۔اور مغالطہ کا قوی احتمال رہتا ہے کہ لوگوں کو سجدۂ تلاوت کا پتہ نہ چلے اور سجدہ کے بجائے رکوع کرنے لگیں تو ایسے موقع پر بموجب الضرورت تبیح المحظورات کے تحت اعلان کی اجازت دی جا سکتی ہے مگر ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۲۴۵)

اگر آیتِ سجدہ سورت کے ختم پر آئے

سوال:۔تراویح میں اگر آیت سجدہ رکوع یا سورت کے ختم پر آئے تو کس طرح ادا کرنا چاہیئے؟

جواب:۔رکوع یا سورت کے ختم پر آیتِ سجدہ آئے تو اس کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں ایک یہ

کہ فوراً سجدۂ تلاوت کر کے اٹھے اور پھر آگے سے چند آیتیں پڑھ کر رکوع کرے۔
دوسرے یہ کہ رکوع میں نیت سجدۂ تلاوت کی کرنے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے مگر فوراً رکوع کر لے۔

دوسری صورت مناسب نہیں ہے اس لئے کہ صرف امام کی نیت کافی نہیں ہے مقتدی کا سجدۂ تلاوت رہ جائے گا اور سلام کے بعد ادا کرنا ہوگا فوراً سجدہ مستقل کرنا چاہیئے ختم سورت پر سجدہ ہو تو سجدۂ تلاوت سے اٹھ کر دوسری سورت کے دو تین آیتیں پڑھ کر پھر رکوع کرے۔ اگر رکوع کے ختم پر سجدہ ہو تو سجدہ کے بعد دوسرے رکوع کا کچھ حصہ پڑھ کر نماز کیلئے رکوع کر لے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۸۷ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۷۲۳)

فتاویٰ محمودیہ میں لکھا ہے کہ: اگر آیتِ سجدہ جو کہ سورت کے ختم پر ہے پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے۔ (اس خیال سے کہ سورت ختم ہو گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۳۵۸)

سجدۂ تلاوت سجدہ نماز کے ساتھ ادا ہوگا یا نہیں؟

سوال:۔ اگر حافظ صاحب نے تراویح میں سجدۂ تلاوت، سجدہ نماز کے ساتھ ادا کیا یعنی تین سجدہ کئے تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز میں جس وقت آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے اسی وقت سجدۂ تلاوت کر لینا چاہیئے اور اگر مؤخر کیا اور نماز کے سجدوں کے ساتھ کیا تو سجدۂ سہو لازم ہے، سجدۂ سہو کے بعد نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قصداً سجدۂ تلاوت مؤخر کرنا درست نہیں ہے۔ آیت سجدۂ سہو کے فوراً بعد یا زیادہ سے زیادہ دو آیت کے بعد سجدۂ تلاوت کر لینا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۲۷۵ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۷۲۲، باب سجود التلاوۃ)

اگر سجدۂ تلاوت کا کچھ حصہ پڑھے

سوال:۔ آیتِ سجدہ کے آخری الفاظ نہیں پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر وہ کلمہ پڑھا جس میں سجدہ کا لفظ ہے تو سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۴۲۹ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۷۱۵ باب سجود التلاوۃ)

رکوع اور سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے؟

سوال:۔حافظ صاحب نے تراویح میں سورۂ اعراف کی آیتِ سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا نماز کے بعد دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ رکوع میں یا سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کا رکوع کر لے (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہوا ہے) یا دو تین چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کر لے اور اس سے سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ سجدہ کی نیت کی ہو یا نہ ہو لیکن اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہیں ہوگا۔لہٰذا ایسی صورت میں امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے۔نماز کے سجدہ میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۹۶ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۷۲۳، ۷۲۴)

صورت مذکورہ میں امام کے ساتھ مقتدیوں نے بھی رکوع میں سجدۂ تلاوت کرنے کی نیت کی ہوگی تو سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔اور اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہو اور امام نے کر لی ہو تو مقتدیوں کا سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا اور اگر امام نے رکوع میں نیت نہیں کی تھی تو نماز کے سجدہ میں کوئی نیت کرے یا نہ کرے سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔(بشرطیکہ تین آیتوں سے کم پڑھا ہو)

نوٹ:۔مسئلہ سے لوگ واقف نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے اور نماز کے رکوع اور سجدہ میں ادا کر کے لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔مسئلہ پر اگر عمل کرنا ہو تو نمازیوں کو پہلے مسئلہ سمجھا دے پھر عمل کر لے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۹۷)

اگر مقتدی امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت نہ کر سکے

سوال:۔اگر مقتدی غلطی سے امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت نہ کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔نماز میں جو سجدۂ تلاوت واجب ہو وہ نماز کے بعد ادا نہیں ہوتا اور ساقط ہو جاتا

ہے۔شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدہ ساقط ہوا، اور نماز کے لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں۔
البتہ اگر جان بوجھ کر چھوڑا تو توبہ کرے (فتاویٰ دار العلوم جلد۴ص ۵۲ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۲۲۷)

سجدۂ تلاوت ادا کیا پھر کسی وجہ سے نماز لوٹائی تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔حافظ صاحب نے آیتِ سجدہ پڑھ کر پھر سجدہ کیا اور پھر کسی وجہ سے نماز دوہرانے کی ضرورت پیش آئی پھر وہی آیت پڑھی تو دوبارہ سجدہ کرنا چاہیئے یا پہلا ہی سجدہ کافی ہے؟
جواب:۔پھر سجدہ کر لینا چاہیئے۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ص ۴۲۸ بحوالہ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۲۵ باب سجود التلاوۃ)

آیتِ سجدہ پڑھ کر کتنی دیر میں سجدہ کرنا چاہیئے

سوال:۔نماز میں سجدہ تلاوت پڑھ کر فوراً سجدہ تلاوت نہیں کیا تین آیت کے بعد کیا۔تو ادا ہوا یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ یا نماز لوٹانی ہوگی؟
جواب:۔نماز میں آیتِ سجدہ کی سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد سجدہ واجب ہے یا اگر تین آیت پڑھنے کے بعد کیا گیا تو قضا شمار ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔
سجدہ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا وہ سلام پھیرنے سے پہلے بلکہ پھیرنے کے بعد جب تک کوئی حرکت منافی نماز نہ ہوگی سجدہ کر لینا چاہیئے۔اس کے بعد بجز توبہ و استغفار کے معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۹۴)

سجدۂ تلاوت سن کر بعض مقتدی سجدے میں اور بعض رکوع میں چلے گئے

سوال:۔امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدۂ تلاوت کی جگہ رکوع کر دیا۔جو مقتدی امام کے قریب تھے وہ رکوع میں چلے گئے۔اور جو امام سے دور تھے اور ان کو یہ معلوم تھا کہ یہاں سجدۂ تلاوت ہے وہ لوگ سجدے میں چلے گئے، جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہا تب ان

کو پتہ چلا کہ امام رکوع میں تھا ان میں سے کچھ لوگ کھڑے ہوکر رکوع میں گئے اور پھر امام کے ساتھ سجدے میں شامل ہو گئے اور کچھ لوگ سجدے سے بیٹھ کر پھر امام کے ساتھ سجدے میں چلے گئے۔اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدے میں شامل ہو گئے ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔جو لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہیں ہوئے ان کی یہ رکعت جاتی رہی پھر جب وہ رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدے میں مل گئے تو ان کے نماز صحیح ہوگئی۔اور جو لوگ بغیر رکوع ادا کئے ہوئے سجدے میں ملے ان کی ایک رکعت فوت ہوگئی اگر وہ امام کے سلام کے بعد اپنی رکعت پوری کر لیتے تو نماز ہو جاتی۔جب انہوں نے سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی۔(کفایت المفتی جلد۳ص ۳۸۷)

نماز میں سجدۂ تلاوت پڑھی لیکن سجدہ کرنا یاد نہیں رہا

سوال:۔ تراویح میں حافظ صاحب نے سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی تو سجدہ کس وقت کرنا چاہیئے؟

جواب:۔بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کرے جس وقت آیتِ سجدہ پڑھے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بعد میں یاد آیا اور اس وقت نہ کیا تو سجدہ سہو لازم ہے مگر تاخیر کی گنجائش اس وقت ہے جب نماز میں نہ ہوں نماز میں فوراً ادا کرنا ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۴۲۴ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۷۲۳،۷۵۱)

حافظ اگر آیتِ سجدہ بھول جائے

سوال:۔حافظ صاحب آیتِ سجدہ بھول گئے مقتدی نے یا سامع نے لقمہ دیا اور حافظ صاحب نے آیتِ سجدہ پڑھی تو ایک سجدۂ تلاوت ہوگا یا دو؟

جواب:۔امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا اور امام صاحب نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ص ۴۹)۔

فوت شدہ رکعت کی ادائیگی کے وقت آیتِ سجدہ امام سے سنے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ حافظ صاحب اور مقتدی چار رکعت پر ترویحہ میں بیٹھے اس وقت میں فوت شدہ رکعت کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوا ابھی میری نماز ناتمام ہی تھی کہ امام صاحب نے تراویح شروع کی اور آیتِ سجدہ پڑھی میں نے بھی سنی تو مجھ پر سجدۂ تلاوت لازم ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں سجدۂ تلاوت لازم ہو گیا ہاں اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے یا سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت کے آخر میں امام کے پیچھے نیت باندھ لی اور نماز میں شامل ہو گئے تو امام کا سجدہ آپ کے لئے کافی علیٰحدہ سجدہ کرنا نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۱ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۱۳۳)

آیتِ سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے

سوال:۔ نماز تراویح میں حافظ صاحب نے آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ میں گئے مگر مقتدی رکوع سمجھ کر رکوع میں گیا تو اس کی نماز اور سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں مقتدی کو چاہیئے کہ رکوع چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے۔ اگر رکوع کر کے پھر سجدہ میں گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۴۴ بحوالہ شامی، درمختار جلد اول ص ۷۲۷)

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ وہی آیت پڑھ لے

سوال:۔ حافظ صاحب نے تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بجائے اگلی آیت کے وہی آیتِ سجدہ دوبارہ پڑھ لی۔ سجدۂ تلاوت کی اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں پہلا سجدہ کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور سجدۂ سہو بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۴۴ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۱۳۵)

☆☆

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد حافظ کو اگلی آیت یاد نہ رہی

سوال:۔ زید حافظ ہے زید نے نماز پڑھی درمیان میں آیت سجدۂ تلاوت آئی تو فوراً سجدۂ تلاوت ادا کیا سجدہ کے بعد پھر کھڑا ہوا مگر اس کے آگے قرآن شریف یاد نہیں آیا زید نے سجدۂ تلاوت کرتے وقت رکوع بھی نہیں کیا لاعلمی یا بھول سے آیا زید سجدہ تلاوت سے اٹھ کر رکوع کرے یا کیا کرے؟

جواب:۔ ایسی حالت میں کہ نماز میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کی اور آگے کچھ نہیں پڑھتا ہے تو رکوع میں ہی نیت سجدہ کر لینے سے سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اور اگر اس نے سجدۂ تلاوت کیا تو بہتر یہ ہے کہ اٹھ کر چند آیات پڑھ کر پھر رکوع کرے اور اگر اٹھ کر کھڑے ہو کر فوراً رکوع میں چلا جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۴۲۶ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۷۲۳ باب سجود التلاوۃ)

سجدۂ تلاوت کے بعد سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد بجائے اگلی آیت پڑھنے کے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کو شروع کرے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ سورۂ فاتحہ کی تکرار ہوئی ہے۔

جواب:۔ سورت شروع کرنے سے پہلے اگر سورۂ فاتحہ کو مکرر پڑھ لے تب تو سجدۂ سہو ہوگا کیونکہ فاتحہ کے بعد بلا تاخیر سورت کا شروع کرنا واجب تھا اس میں تاخیر ہوگئی اور واجب کی تاخیر سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں جب سورۂ فاتحہ کے بعد قرأت شروع کر چکا تھا تو سورت یعنی قرأت شروع کرنے میں تو تاخیر نہیں ہوئی۔ فاتحہ کے فوراً بعد شروع کر دی اب اگلا فرض رکوع کا ہے اس کی ادائیگی قرأت کے بعد ہونی چاہیئے مگر قرأت کی کوئی حد متعین نہیں جتنی چاہے قرأت کرے اور جس سورت کی چاہے قرأت کرے رکوع سے پہلے اس کو مختصر اور طویل قرأت کرنے کا اختیار ہے اس میں طویل و تاخیر سے سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا۔ لہذا اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۴۸ بحوالہ شامی جلد اول ص ۴۲۹ و عالمگیری جلد اول ص ۱۲۶)

دو رکعت پوری کر کے دوسری رکعت میں وہی آیتِ سجدہ پڑھ دی

سوال:۔ تراویح میں حافظ صاحب نے دو رکعت کی نیت باندھی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دو رکعت پوری کیں، پھر دوسری رکعت کی نیت باندھی اور سہواً وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی لیکن سجدہ نہیں کیا نماز کے بعد معلوم کرنے پر حافظ صاحب نے فرمایا پہلی نماز کا سجدۂ تلاوت دوسری نماز کے لئے کافی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔ نیز مراقی الفلاح میں ہے کہ نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کیا پھر وہی آیت سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ پڑھی تو ظاہر روایت کے مطابق دوسرا سجدہ کرلے نماز میں جو سجدہ کیا تھا وہ حکماً بھی باقی نہ رہا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۴۲۸ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۸۶)

تراویح میں سجدہ تلاوت بھول جائے

کسی شخص نے ایک رکعت میں آیتِ سجدہ پڑھی مگر اس میں سجدہ کرنا بھول گیا تو دوسری رکعت میں جب یاد آئے سجدۂ تلاوت ادا کرلے اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ نماز میں اگر کوئی شخص آیتِ سجدہ پڑھے تو فوراً سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ اگر چھوٹی تین آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بعد سجدۂ تلاوت کیا تو سجدۂ تلاوت کر کے سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اگر تین آیتوں سے کم پڑھ کر ہی سجدۂ تلاوت کرلیا ہے تو پھر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۵۴ و در مختار بر حاشیہ شامی جلد اول ص ۷۲۱)

سجدۂ تلاوت ایک کرنے کے بجائے دو سجدے کر لئے

سوال:۔ تراویح میں حافظ صاحب نے آیت سجدۂ سہو تلاوت کر کے بجائے ایک سجدہ کے دو سجدے کئے۔ کیا اس صورت میں دو سجدے کرنے سے قیام میں تاخیر ہونے کی بناء پر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوتا ہو اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا دو رکعت واجب الاعادہ ہیں، جماعت کے ساتھ لوٹائے یا فرداً فرداً پڑھ لیں؟

جواب:۔نماز تراویح میں ایک سجدہ زائد ہونے کی وجہ سے تاخیر لازم آئی سجدۂ سہو کر لینا تھا نہیں کیا گیا اس لئے وقت کے اندر اندر اعادہ ہے اگر لوگ موجود ہوں تو جماعت کے سے ورنہ تنہا تنہا پڑھ لیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۸۸)

سورۂ حج کا آخری سجدہ اور اس کا حکم

سوال:۔سورۂ حج کا آخری سجدہ (پارہ ۱۸) امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے، شافعی امام کے اقتداء میں حنفی مقتدی یہ سجدہ ادا کرے یا نہیں؟ اور جب امام حنفی ہو اور مقتدی شافعی ہو، تو مقتدیوں کا یہ سجدہ کیسے ادا ہوگا؟

جواب:۔شامی میں ہے کہ متابعت امام شافعی المذہب کی وجہ سے مقتدی حنفی بھی سورۂ حج کا آخری سجدہ ادا کرلے اور جب کہ امام حنفی ہو تو یہ سجدہ نہ کرے اور مقتدیوں کے ذمہ بھی موافق قواعدِ حنفیہ یہ سجدہ ساقط ہے لیکن اگر شوافع کے نزدیک نماز کے سجدہ کو بعد میں بھی ادا کرنا جائز ہو تو وہ کر سکتے ہیں۔

حنفیہؒ کے نزدیک تو سجدہ نماز میں لازم ہوا اور اس کو اس وقت نہ کیا جائے تو وہ ادا نہیں ہوسکتا۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ ص ۴۲۳ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۷۱۲ باب سجود التلاوۃ)

سورۂ صٓ میں سجدہ تلاوت کی آیت کون سی ہے؟

سوال:۔سورۂ صٓ پارہ ۲۳) میں سجدۂ تلاوت اَنَاب پر ہے یا حُسْنَ مَاٰب پر؟

جواب:۔محقق قول کی بناء پر اولیٰ یہ ہے کہ حُسْنَ مآب پر سجدۂ تلاوت کیا جائے۔اناب پر سجدہ کرنا خلاف احتیاط ہے اگر اَنَاب پر سجدہ کرلیا تو خلاف احتیاط ہوا لیکن اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۳۸۲،۴۱۹ بحوالہ شامی جلد اول ص ۷۱۶)

نواں باب

تہجد وشبینہ کے بیان میں

نماز تہجد کی جماعت کا حکم

سوال:۔ ماہ رمضان المبارک میں حنفی المذہب ہوتے ہوئے تہجد کی نماز جولوگ جماعت کے ساتھ اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور اس کو بڑی فضیلت سمجھتے ہیں اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ تہجد کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں باجماعت پڑھنے کا اہتمام آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے ماہ رمضان المبارک میں آپؐ کا معمول اعتکاف کا تھا لیکن آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ تہجد باجماعت پڑھی ہو یہ ثابت نہیں اس لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ تہجد وغیرہ نفل نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ بغیر بلائے ایک دو مقتدی کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ یہ حدیث سے ثابت ہے اس سے زیادہ کا ثبوت وارد نہیں۔ لہذا فقہاء لکھتے ہیں کہ امام کے ساتھ تین مقتدی ہونے میں اختلاف ہے اور چار مقتدی ہوں تو بالا جماع مکروہ ہے۔ (فتاوی رحیمیہ جلد۴ ص ۳۲۳ بحوالہ در مختار مع شامی جلد اول ص ۶۶۴)

جماعتِ تہجد اور شاہ صاحبؒ کی رائے

انوار الباری شرح صحیح البخاری میں علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے شاگرد رشید مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری دامت فیوضہم تحریر فرماتے ہیں۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے بجز رمضان کے اور اس سے مراد سنن تراویح ہے۔ حضرت شاہ کشمیری نے فرمایا کہ فقہاء کی اس عبارت سے جس نے مطلق نوافل رمضان سمجھا غلطی کی لہذا تہجد کی جماعت تین سے زیادہ کی رمضان میں مکروہ ہوگی۔

(انوار الباری جلد اول ص ۱۹۱۷ حاشیہ)

مبسوط سرخسی میں لکھا ہے کہ اگر نوافل باجماعت مستحب ہوتی تو تمام قائم اللیل

تہجد گذار مجتہدین کا اس پر عمل ہوتا۔

وہ نماز جو تنہا اور با جماعت دونوں طریقہ سے ادا کرنا جائز ہے اس کو باجماعت ادا کرنا افضل ہے حالانکہ نوافل تہجد وغیرہ باجماعت ادا کرنا نہ تو آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں منقول ہیں۔ اور نہ صحابہؓ اور نہ تابعین وغیرہم جسی زمانہ میں لہذا یہ قول کہ تراویح کی طرح تہجد وغیرہ دوسرے نوافل رمضان السبارک میں بلا کراہت جائز ہے یہ قول تمام فقہاء کے خلاف ہے اور باطل ہے۔ (مبسوط سرخسی کتاب التراویح فی بحث رکعات التراویح جلد۲ص۱۴۴ فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۲۴)

رمضان میں تہجد کی جماعت

سوال:۔ نماز تہجد باجماعت رمضان شریف میں پڑھنا اور اس میں قرآن شریف سننا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ نماز تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا بتداعی (دو سے زیادہ افراد کے ساتھ) مکروہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو رمضان کی تین راتوں میں باجماعت نماز پڑھی ہے وہ تراویح کی نماز تھی۔ علامہ شامیؒ کی تحقیق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے رسالہ تراویح میں تحقیق فرمائی ہے کہ دونوں نمازیں جداگانہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ تہجد ہمیشہ تنہا پڑھتے تھے۔ کبھی بھی بتداعی جماعت نہیں فرمائی (جماعت کے لئے نہیں بلایا) اور یہ کہ تہجد کی نماز میں جماعت نہیں ہے۔ اور یہی اکثر احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور علماء فقہاء حنفیہؒ نے یہی تحقیق فرمائی ہے۔

ماہ رمضان السبارک میں تداعی کے ساتھ جماعت وتر اور تراویح جائز ہے اور مشروع و مسنون ہے باقی نوافل سوائے تراویح کے رمضان شریف میں بھی تداعی کے ساتھ مکروہ ہیں اور تداعی کے معنی صاحب درمختار نے یہ بیان فرمائے ہیں۔

یعنی چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز ادا کریں۔ (جماعت تہجد) بغیر تداعی کے جائز ہے اور تداعی کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۲۱،۲۲۳ بحوالہ ردالمختار باب الوتر والنوافل مبحث التراویح جلد اول ص ۶۶۳)

رمضان میں تہجد میں دو چار آدمی مل جائیں تو......؟

سوال:۔اگر کوئی شخص رمضان میں تہجد شروع کرے اور اس کے ساتھ صرف دو چار آدمی آکر اقتداء کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ایک یا دو کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے اور تین میں اختلاف ہے اور اس سے زائد مکروہ ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص۲۲۳)

تہجد با جماعت کا حکم

سوال:۔نماز تہجد با جماعت پڑھے یا تنہا۔بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

جواب:۔اگر کبھی کبھار دو یا تین آدمی جو بغیر بلائے اور بلا کسی اہتمام کے جمع ہوں وہ جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں ہے۔امام کے سوا دو آدمی ہوں تو بلا اتفاق مکروہ نہیں، تین ہوں تو اختلاف ہے۔چار ہوں تو بالا اتفاق مکروہ ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص۱۷۷)

جماعت نوافل اور اکابر علمائے دیوبند

اس سلسلہ میں سید الفقہاء رئیس المحد ثین فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کا فتویٰ، فتاویٰ رشیدیہ کے اندر اس طرح ہے:

نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف واستسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔خواہ خود جمع ہوں یا بطلب آویں اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۲۹۹)

حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے امداد الفتاویٰ کے اندر فرمایا ہے کہ:

اگر مقتدی ایک یا دو ہوں تو کراہت نہیں ہے اور اگر چار ہوں تو مکروہ ہے اور اگر تین ہوں، تو اختلاف ہے۔۱۲(امداد الفتاویٰ جلد اول ص۳۷۷)

حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ جو لوگ فقہاء کے بعض اقوال سے یہ سمجھتے ہیں کہ کراہت کا حکم غیر رمضان المبارک میں ہے اور رمضان میں جائز ہے ان پر تردید کرتے

ہوئے فرمایا کہ فی غیر شہر رمضان کی قید سے صرف نوافل تراویح کو نکالنا مقصود ہے۔

(امداد الفتاوی جلد اول ص ۴۷۸)

لہذا معلوم ہوا کہ نوافل کی جماعت رمضان اور غیر رمضان سب میں مکروہ ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کو رمضان المبارک میں قرآن نفلوں میں سننے کا بڑا شغف تھا جب لوگوں نے جماعت میں شرکت کی خواہش ظاہر کی تو اس کی اجازت نہیں دی اور گھر کا دروازہ بند کر کے اندر کفایت اللہ کی اقتداء میں قرآن مجید سنتے تھے۔ پھر جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو یہ معمول بنالیا کہ فرض نماز کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے آتے تھے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد تراویح میں پوری رات قرآن مجید سنتے تھے۔ جس میں چالیس پچاس آدمی شرکت کرتے تھے اور گھر میں جماعت ہوتی تھی لیکن نفلوں کی جماعت کو گوارہ نہیں فرمایا۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی بھی یہی رائے ہے انوار الباری جلد ۲ ص ۸۸ میں پوری تفصیل کے ساتھ بحث موجود ہے۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ حافظ قرآن تھے اور تہجد میں قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے اور دو حافظ حضرت کے پیچھے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں بھی مقتدی بن گیا تو حضرت نے نماز کے بعد میرا کان پکڑ کر الگ کر دیا۔۱۲ (انوار الباری جلد ۲ ص ۸۷)

مولانا مدنیؒ نے اکابر دیوبند کے خلاف عمل کیوں اپنایا؟

حضرت شیخ العرب والعجم مرجع الخلائق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کا تہجد با جماعت کا معمول سب اکابر علماء دیوبند سے الگ تھا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مدنی قدس سرہ اپنے وقت کے بلند پایہ عالم اور تقویٰ وتصوف کے اندر بڑا مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے فقہاء اور اکابر دیوبند کے خلاف عمل کیوں اپنایا؟

اس کے جواب میں ہم کو دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) جن خوش نصیب بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم میں پورا عبور عطا فرمایا ہے ان کو بعض مسائل جزئیہ کے اندر انفرادی رائے قائم کرنے کا حق ہوتا ہے لیکن وہ عمل دوسروں کے لئے

قابل حجت نہیں ہوتا۔صرف انہیں تک محدود رہتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ جمال الدین ابن ہمام کے تفردات کے سلسلہ میں مشہور ہے کہ ان کے شاگرد خاص علامہ قاسم بن قطلو بغاء نے فرمایا کہ ہمارے استاذ کے وہ تفردات جو اجماع امت کے خلاف ہیں وہ قابل عمل نہیں ہیں۔

چنانچہ بعض حضرات کے عرض کرنے پر کہ آپ کے اس عمل (جماعت تہجد) کو لوگ سند بنائیں گے تو اس پر حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا ''کہ میں خود تو کرتا ہوں دوسروں کو نہیں کہتا۔'' (انوار الباری شرح بخاری)

(۲) ایک ہوتا ہے باب احکام اور ایک ہوتا ہے باب تربیت اور باب تربیت میں ایسی باتوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ جو بظاہر باب احکام کے خلاف ہوں تو ہمارا حسن ظن بھی مولانا مدنی قدس سرہ کے سلسلہ میں یہی ہے کہ آپ سالکین کو تہجد کا عادی بنانے کے لئے بطور تربیت تہجد کی نماز جماعت سے ادا فرمایا کرتے ہوں گے۔اور یہ عمل کسی دوسرے کے لئے باعث حجت نہیں ہوسکتا۔ بہر حال مسئلہ اپنی جگہ پر ہے کہ ایک مقتدی ہو تو جائز ہے اور دو میں بھی جواز ہے۔اور اگر تین مقتدی ہوں تو اس میں بعض فقہاء کا خیال عدم کراہت کا ہے اور بعض کا خیال کراہت کا ہے۔(شامی مطبع ماجدیہ پاکستانی جلد اول ص ۵۲۴)

اور اگر مقتدی چار تک ہوں تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۱)

تہجد میں اگر کچھ لوگ امام کی اقتداء کرلیں تو کراہت کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال:۔امام صاحب حافظ قرآن ہیں۔اعتکاف میں بیٹھے ہیں۔اس وقت تہجد میں تین سپارے پڑھتے ہیں اور دوسرے دو معتکف مقتدی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی دوسرے اور لوگ بھی شریک ہوجاتے ہیں تو کوئی حرج نہیں؟ اگر ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

جواب:۔اگر امام صاحب کی صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہوگئے تو کراہت کے ذمہ دار ہیں لیکن امام صاحب کو چاہیئے کہ مسئلہ بتلا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہوں گے۔

شامی میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہوگئے تو علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۲۵ بحوالہ شامی جلد اول ص ۶۶۴)

شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔شبینہ کی ترکیب کیا ہے۔یعنی قرآن پاک ایک رات میں ختم کیا جائے یا تین راتوں میں اور کتنی رکعتوں میں ختم کیا جائے بیس رکعتوں میں یا اس سے زائد رکعتوں میں؟
جواب:۔اس زمانہ میں شبینہ مروجہ کراہت اور مفاسد سے خالی نہیں ہے ایک خرابی یہ ہے کہ نفل با جماعت میں پڑھا جاتا ہے حالانکہ با جماعت نفل میں اگر دو تین مقتدیوں سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے البتہ تراویح میں درست ہے۔بشرطیکہ قرآن صاف اور صحت کے ساتھ پڑھا جائے اور شہرت مقصود نہ ہو اور مقتدی سست نہ ہوں اگر کچھ لوگ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور کھانے پینے کے انتظام میں لگے رہیں اور نتیجۃً ان کی تراویح فوت ہو جائے تو جائز نہیں۔

اس زمانہ میں ایسے حفاظ کہاں کہ پورا قرآن صاف اور صحت کے ساتھ ایک رات میں ختم کریں یعلمون، تعلمون کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہ آئے گا اس قسم کے حفاظ کا تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنا کراہت سے خالی نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۸۷)

شبینہ جائز ہے یا نہیں

سوال:۔ایک روز میں چند حفاظ کا قرآن شریف شبینہ میں ختم کرنا درست ہے یا نہیں؟
جواب:۔قرآن شریف کو ایسی جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آئیں اور مخارج سے ادا نہ ہوں ناجائز ہے۔پس اگر شبینہ میں ایسی جلدی ہوگی تو وہ بھی ناجائز ہے۔جیسا کہ درمختار میں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۵۶ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۶۶۳)

افضل یہ ہے کہ ایک یا دو (حافظ) مل کر تراویح پڑھائیں اگر جید اور باہمت حافظ نہ ہوں تو متعدد حفاظ تراویح پڑھائیں تو یہ بھی درست ہے تراویح ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۸۹)

شبینہ جماعت نفل میں کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ اگر شبینہ میں ختم قرآن شریف نفلوں میں جماعت کے ساتھ کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر شبینہ یعنی ختم قرآن نفل جماعت کے ساتھ ہو تو یہ مکروہ ہے یعنی ناجائز ہے کیونکہ نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔ اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جو قریب حرام کے ہے پس اس کو ناجائز کہنا صحیح ہو گیا اور تفسیر تداعی کی یہ ہے کہ چار مقتدی ہوں اور تین میں اختلاف ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۸۴ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۶۶۳)

شبینہ کا قاعدہ کلیہ

سوال:۔ شبینہ میں ایک حافظ ختم کرے یا چند مل کر ختم کریں؟

جواب:۔ اگر شبینہ میں قرآن صاف پڑھا جائے اور حافظ کو ریا مقصود نہ ہوں کہ فلاں نے اس قدر پڑھا اور فلاں نے اس قدر پڑھا اور جماعت کسل مند نہ ہو اور حاجت سے زیادہ روشنی تکلف نہ کریں اور مقصود حصولِ ثواب ہو تو جائز ہے۔

اور اگر قرأت اتنی جلدی کریں کہ حروف تک سمجھ میں نہ آئیں، نہ زیر کی خبر، نہ زبر کی، نہ غلطی کا خیال نہ متشابہ کا اور فقط ریا کاری مقصود ہو اور جماعت بھی منتشر ہو یا حاجت سے زیادہ روشنی ہو یا تراویح پڑھ کر نفل کی جماعت پڑھیں تو یہ بے شک مکروہ ہے۔

لقوله تعالیٰ: ورتل القرآن ترتيلا

ولقوله: واذاقاموا الى الصلوٰة قامو كسالىٰ يرائون الناس

ولقوله: ان الله لا يُحبّ المسرفين

ولقول الفقهاء: ان جماعة النوافل مكروهة.

شبینہ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) ترتیل نہ چھوٹے۔ (۲) تراویح میں پڑھیں۔

(۳) جماعت کے وقت تخلف نہ کریں۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۲۴)

شبینہ کے سلسلے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

قرآن شریف کا ایک رات میں ختم کرنا بصورت تصحیح الفاظ وغیرہ جائز ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک رات میں ختم کرنا ثابت ہے اور اگر قرآن ترتیل کے ساتھ نہ پڑھا مگر الفاظ صحیح پڑھے گئے تو اس طرح پڑھنے میں ثواب کم ہوگا اور اگر شہرت کی نیت سے پڑھے تو ریا تو فرائض میں بھی ممنوع ہے۔ تراویح پر کیا موقوف ہے اور اگر مقتدیوں کو اس طرح پڑھنا دشوار ہو تو نہ پڑھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۳۰۴)

نفل کی جماعت تہجد یا غیر تہجد سوائے تراویح کے اور کسوف واستسقاء (گہن اور بارش کی دعاء) کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ (افراد) پہلے سے جمع ہوں یا انہیں بلایا گیا ہو اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۲۹۹)

دسواں باب

ختم کے دن مختلف رواج کے بیان میں

کون سی تاریخ میں ختم کریں

صحیح مذہب کے بموجب ماہِ رمضان میں ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے نیز ستائیسویں شب میں ختم کرنا مستحب ہے۔ (اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص۱۱۶)

ستائیسوں شب میں ختم کرنا افضل ومستحب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص۳۵۵)

ختم کے دن تین مرتبہ قل ھواللہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ بعض حفاظ ختم کے دن سورۂ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے اگر نہیں ہے تو کراہت کی کیا وجہ ہے؟ تکرار سورت یا رواج؟

جواب:۔ تین مرتبہ قل ھواللہ کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے مگر اس کو لازم سمجھنا مکروہ ہے۔ اس پر

التزام نہ ہونا چاہیئے یہ التزام واصرار جولوگوں نے اختیار کرلیا ہے یہ بھی کراہت کی مستقل دلیل ہے کہ عوام نے اس کولازم ختم سمجھ لیا ہے۔ جیسا کہ طرز سے ظاہر ہے لہذا مکروہ ہے۔ نہ یہ کہ اعادۂ سورت فی نفسہ مکروہ ہے۔ اعادۂ سورت خواہ فی نفسہ جائز ہو یا مکروہ لیکن یہ رسم قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۹۰، ۲۹۱ وحاشیہ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۲۹۲)

سورۂ اخلاص کے بارے میں مولانا تھانویؒ کا فتویٰ

سوال:۔ قل ھواللہ کا تین مرتبہ آخری تراویح میں پڑھنا کیسا ہے؟ کراہت کی کیا وجہ ہے یعنی مکرر پڑھنے کی وجہ سے کراہت ہے یا رواج کی وجہ سے؟

جواب:۔ عالمگیری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکرار سورت اور تکرار آیت ایک حکم میں ہیں۔ اور نوافل میں آیت کومکرر پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔ **الذی یصلی وحدہ** سے مقید کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ نوافل میں سورت کومکرر پڑھنے سے کراہت نہ ہونے میں بھی وہی نوافل مراد ہیں جو تنہا پڑھے جائیں اور نماز تراویح جو فرائض کی طرح جماعت سے پڑھی جاتی ہے وہ فرض کے حکم میں ہے لہذا فرض کی طرح تراویح میں بھی سورت کی تکرار مکروہ ہوگی۔ علاوہ بریں یہ التزام واصرار جولوگوں نے اختیار کرلیا ہے یہ بھی کراہت کی مستقل دلیل ہے پہلی دلیل کا مقتضیٰ کراہت تنزیہی ہے اور دوسری کا کراہت تحریمی ہے۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۳)

بعض سورتوں کے بعد غیر قرآنی الفاظ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ نماز تراویح میں حافظ صاحب بعض سورتوں کے اختتام پر نماز ہی میں بعض الفاظ غیر قرآنی عربی میں پڑھتے ہیں مثلاً سورۂ مرسلات کی آخری آیت **فبای حدیث بعدہ یؤمنون** کے بعد **امنا باللہ** کہتے ہیں۔ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حنفیہؒ اس قسم کی دعاؤں کو نماز میں پڑھنے کو منع فرماتے ہیں لیکن نوافل میں ایسا کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۲۷۸ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۵۰۹ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ختم پر دوسری آیتوں کا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔رمضان شریف میں ختم قرآن میں حافظ صاحب انیس رکعتوں میں قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور بیسویں رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھ کر اسی رکعت میں یہ آیات پڑھتے ہیں۔ان رحمته الله قريب من المحسنين ٥ اور دعوٰهم فیھا سبحنک اللهم وتحيتهم فيها سلٰم الخ پڑھ کر رکوع کرتے ہیں یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب:۔یہ تو بعض روایات میں آیا ہے کہ ختم قرآن کے بعد الم سے شروع کر کے چند آیات مثلاً مفلحون تک پڑھ دیا جائے۔اور فقہاء نے بھی اس کی اجازت دی ہے اور یہ مستحب ہے اور اس کے علاوہ دیگر آیات کا اس وقت پڑھنا منقول نہیں ہے لہذا اس کا ترک کر دینا مناسب ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۵)

حاشیہ پر درمختار کے حوالہ اس صورت کو مکروہ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ بیس رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ مفلحون تک پڑھے۔کیونکہ آپ کا فرمان ہے:

,,خير الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتح۔''لوگوں میں سب بہتر وہ ہے جو ٹھہر کر پھر آگے چل پڑھے یعنی قرآن ختم کر کے پھر شروع کر دے(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۵)

ختم کے دن مُفلِحُونَ تک پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔مولانا عبدالحیٰ صاحب نے تراویح میں المفلحون تک ختم کرنے کو جائز لکھا ہے۔یعنی جب قرآن شریف ختم کرے تو آخری رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھے۔فتاویٰ عالمگیری میں بھی ترتیب ختم کی مفلحون تک لکھی ہے۔صحیح اس بارے میں کیا ہے اور ایک آیت سے دوسری طرف منتقل ہونے کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگوں نے مفلحون تک پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

جواب:۔جو کچھ مولانا عبدالحیٰ نے اس بارے میں لکھا ہے وہی صحیح ہے۔فقہاء حنفیہ نے بھی ختم میں صرف اسی کو مستحب لکھا ہے کہ سورۂ بقرہ کی شروع کی آیات پر ختم کرے۔کیونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے اس کے علاوہ متفرق جگہ سے آیتوں کے پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۶۰ بحوالہ شرح منیہ کبیری ورد المختار جلد اول ص ۵۱۰ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ختم کے دن کس طرح پڑھیں؟

سوال:۔تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر آخری دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۂ فلق اور دوسری رکعت میں سورۂ الناس اورالم سے مفلحون تک سورۂ فاتحہ سے پڑھتے ہیں کیا اس کا ثبوت ہے؟

جواب:۔تراویح میں ختم قرآن کے وقت انیسویں رکعت میں سورۂ فاتحہ معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھنا اور بیسویں رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ (مفلحون تک) پڑھنا مستحب ہے، یہ حدیث سے بھی ثابت ہے آپ کا ارشاد ہے:۔

خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتح.

ترجمہ:۔لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو ٹھہر کر پھر آگے چل پڑے، یعنی قرآن ختم کر کے پھر شروع کر دے۔

یہ جو بعض جگہ رواج ہے بیسویں رکعت میں تین مرتبہ سورۂ اخلاص، سورۂ الناس اور سورۂ بقرہ مفلحون تک اور دوسری دعائیں پڑھتے ہیں یہ صحیح طریقہ سے ثابت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۸۴)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ

ختم قرآن مجید کے بعد سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں پڑھنا مسنون ہے۔بیسویں رکعت میں سورۂ الناس کے بعد پڑھ لے۔یا انیسویں رکعت میں ناس تک پڑھ کر بیسویں میں آخر سے پڑھ لے۔بیسویں رکعت میں الحمد اور معوذتین پڑھ کر پھر فاتحہ پڑھنا اور الم کی آیتیں پڑھنا نہیں چاہیئے یعنی الحمد کی تکرار کے کوئی معنی نہیں ہے۔(کفایت المفتی جلد۳ص ۳۴۸)

سنت ونوافل کے بعد دعاء انفرادی طور پر ہے یا اجتماعی طور پر

سوال:۔سنت اور نوافل کے بعد دعاء کرنی چاہیئے یا نہیں؟ یا سلام پھیر کر چلا جانا چاہیئے۔اگر کوئی شخص سنت ونوافل کے بعد دعاء نہ کرے اور یوں ہی چلا جائے تو قابل ملامت ہے یا نہیں؟

جواب:۔فرائض کے بعد دعاء کر کے متفرق ہو جانا چاہیئے۔سنن ونوافل کے بعد اجتماعاً دعاء

کا پابند مقتدی کو نہ کرنا چاہیئے ۔فرائض کے بعد کوئی شخص مثلاً گھر جا کر سنتیں پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو کیوں پابند کیا جائے۔
الغرض جو ایسا کرے وہ ملامت کے لائق نہیں ہے۔سنن ونوافل کے بعد بطور خود ہر ایک شخص جس وقت فارغ ہو دعاء کر کے چلا جائے یا فرائض کے بعد گھر جا کر سنن پڑھے اس میں کوئی تنگی نہ ہونی چاہیئے ۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۱۲)

ختم قرآن کے بعد دعاء

سوال:۔ جماعت کے ساتھ قرآن ختم ہونے کے وقت دعاء مکروہ ہے اس واسطے کہ اس طرح دعاء کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟
جواب:۔صحیح یہ ہے کہ ختم قرآن کے بعد اور ہمیشہ نماز تراویح کے بعد دعاء مسنون و مستحب ہے اور حدیث میں ہے کہ یہ وقت اجابت دعاء کا ہے ۔اس لئے ہمارے اکابر اور مشائخ کا معمول دعاء بعد تراویح اور بعد ختم قرآن ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۷۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۸۸)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ فرض نماز پڑھے اور اس کے بعد دل سے دعاء کرے تو اس کی دعاء قبول ہوگی ۔اسی طرح جو آدمی قرآن شریف ختم کرے (اور دعاء کرے) تو اس کی دعاء بھی قبول ہوگی۔

(معارف الحدیث جلد ۵ ص ۱۳۸)

تراویح اور وتر کے بعد دعاء کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔نماز تراویح کے بعد دعاء مانگنا جائز ہے یا نہیں؟اور رمضان شریف میں وتر پڑھ کر دعاء مانگنا ثابت ہے یا نہیں؟
جواب:۔تراویح کے ختم پر دعاء مانگنا درست اور مستحب ہے اور سلف وخلف کا معمول ہے، پھر وتر کے بعد دعاء ضروری نہیں ہے ایک بار کافی ہے۔یعنی ختم تراویح کے بعد۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۵۳)

سلام کے بعد بغیر دعاء کے مقتدی جا سکتا ہے

سوال:۔مقتدی کو امام کی دعاء کا ساتھ دینا چاہیے یا وقت کا لحاظ رکھا جائے؟

جواب:۔اگر مقتدی کو کچھ ضرورت ہے اور کوئی ضروری کام ہے تو سلام کے فوراً بعد چلے جانے میں کچھ گناہ نہیں ہے اور اس پر طعن نہ کرنا چاہیے اور اگر دعاء کے ختم کا انتظار کرے اور امام کیساتھ دعاء میں شریک ہو تو یہ اچھا ہے اور اس سے زیادہ ثواب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۱۰۳ بحوالہ درمختار جلداول ص ۴۹۵ باب صفۃ الصلوٰۃ)

نماز کے بعد دعاء آہستہ مانگے یا زور سے؟

سوال:۔فرض نماز جماعت کے بعد دعاء آہستہ مانگے یا زور سے اگر آہستہ کا حکم ہے تو کس قدر اور اگر زور سے مانگنے کا حکم ہے تو کس قدر دونوں میں کون سا افضل طریقہ ہے؟

جواب:۔آہستہ دعاء کرنا افضل ہے نمازیوں کا خرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے دعاء کرے تو جائز ہے ہمیشہ زور سے دعاء کرنے کی عادت بنانا مکروہ ہے۔دعاؤں کی روایتوں سے بھی جہر ثابت نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلداول ص ۱۸۳)

امام اگر زور سے دعا کرائے تو اپنے لئے الفاظ کو خاص نہ کرے

امام دعاء کے الفاظ کو اپنے ساتھ مخصوص نہ کرے اور اگر دعاء کو زور سے کر رہا ہے جیسے کہ اے اللہ مجھ پر اور نبی کریم ﷺ پر رحم فرما اور میرے ساتھیوں پر کسی پر رحم نہ کرنا۔اس قسم کی دعاء کرنا خیانت ہے۔احادیث میں منفرداً الفاظ آئے ہیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں کیونکہ نماز میں جو امام سے فائدہ پہنچتا ہے اس میں مقتدیوں کو بھی حصہ ملتا ہے۔کیونکہ امام مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے اور اگر آہستہ دعاء کر رہے ہیں تو امام کو اجازت ہے کہ اپنے لئے خاص دعاء کرے (اوروں کے لئے بددعاء نہ کرے) کیونکہ مقتدی بھی اپنے لئے دعاء کر رہے ہیں اس طرح نفس دعاء میں سب شریک ہو جائیں گے۔(معارف مدینہ جلد۶ ص ۱۰۰)

کیا دعاء نماز کا جزء ہے؟

سوال:۔امام کو دعاء آہستہ مانگنا چاہیئے یا بلند آواز سے؟ نیز دعاء نماز کا جزء ہے یا نہیں؟
جواب:۔دعاء آہستہ مانگنا افضل ہے اگر دعاء کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز میں بھی مضائقہ نہیں مگر اس طرح بلند آواز سے کہ دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو۔نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد دعاء نماز کا جزء نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۷۳)

دعاء کے وقت نگاں کہاں رکھی جائے

دعاء مانگنے کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانا اور تکنا دعاء کی وہ ناپسندیدہ صورت ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس لئے کہ یہ صورت اللہ کے ادب واحترام اور دعاء مانگنے والے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ہوسکتا ہے یہ حرکت بے ادبی یا گستاخی بن کر دعاء کو قبولیت سے محروم کردے اس لئے اس سے بچنا چاہیئے۔(حصنِ حصین ص ۲۷)

دعاء یقین کے ساتھ کرنی چاہیئے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ سے مانگو اور دعاء کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو اللہ اس کی دعاء قبول نہ کرے گا جس کا دل (دعاء کے وقت) اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔
(معارف الحدیث جلد۵ ص ۱۲۳ بحوالہ جامع ترمذی وصحیح بخاری ومسلم)
آپؐ نے فرمایا ہماری دعائیں اس وقت تک قابل قبول ہوتی ہیں جب تک جلد بازی سے کام نہ لیا جائے (اور جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ یہ کہنے لگے میں نے دعا کی تھی مگر قبول ہی نہیں ہوئی ہے۔(معارف الحدیث جلد۵ ص ۱۲۵)

دعاء کا طریقہ

آنحضرت ﷺ کا فرمان حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کر مانگا کرو کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو ہاتھ الٹے کر کے نہ مانگا کرو اور جب دعاء کر چکو تو اٹھتے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔

آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپؐ ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے تو آخر میں اپنے ہاتھ چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔ (معارف الحدیث جلد ۵ ص ۱۳۱)

دعاء میں ہاتھ کہاں تک بلند کریں؟

ایک شخص کو دعاء میں سینہ سے اوپر تک ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ نے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔ دلیل میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو دعاء کے وقت (سوائے کسی خاص موقع پر) سینے سے اوپر تک ہاتھ اٹھاتے نہیں دیکھا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کو بلاوجہ بعض حضرات سینے سے اونچا کر لیتے ہیں (یہ خلاف سنت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۰۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶)

دعاء کے بعد آمین کہنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے۔ ہمارا گزر اللہ کے ایک نیک بندہ پر ہوا جو بڑی التجاء کے ساتھ اللہ سے مانگ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کھڑے ہو کر اس کی دعاء اور اللہ کے حضور میں اس کا مانگنا گڑگڑانا سننے لگے۔ پھر آپؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا اگر اس نے دعاء کا خاتمہ صحیح کیا اور مہر ٹھیک لگائی تو جو اس نے مانگا اس کا فیصلہ کرا لیا۔ ہم میں سے ایک نے پوچھا حضور صحیح خاتمہ اور مہر لگانے کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا آخر میں آمین کہہ کر دعاء ختم کرے۔ (تو اگر اس نے ایسا کیا تو بس اللہ سے طے کرا لیا۔) (معارف الحدیث جلد ۵ ص ۱۳۴)

دعاء کے بعد منہ پر پھیرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ دعاء ختم کرنے کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرتے ہیں۔ منہ پر ہاتھ پھیرنے کی کیا وجہ ہے؟
جواب:۔ دعاء کے ختم کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۱۰)

ماہ رمضان میں مسجد سجانا

سوال:۔ رمضان المبارک میں شب کو ضرورت سے زائد چراغ وغیرہ سے روشنی کرتے ہیں

اور اس کو زیادہ ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟
جواب:۔ رمضان المبارک میں تراویح کے وقت نمازی ہمیشہ سے زائد ہوتے ہیں ان کی راحت و سہولت کے لحاظ سے حسب ضرورت روشنی میں کچھ اضافہ کیا جائے تو جائز اور مستحب ہے۔ ہاں صرف مسجد کی رونق افزائی کے لئے حد سے زائد روشنی کرنا ناجائز اور سخت منع ہے۔ کہ اس میں فضول خرچی کے ساتھ ساتھ دیوالی (ہندوانی تہوار) سے مشابہت ہوتی ہے۔ اور مجوسیوں کے شعار کا اظہار اور اس کی تائید لازم آتی ہے۔ مسجد تماشہ گاہ بن جاتی ہے۔ خلاف شرع امور سے مسجد کی رونق نہیں بڑھتی بلکہ بے حرمتی ہوتی ہے مسجد کی زینت اور رونق اس کی صفائی، خوشبو نیز نمازیوں کی زیادتی، اچھی پوشاک پہن کر، خوشبو لگا کر، خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے اور باادب بیٹھنے میں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ ص ۱۶۰)

ختم قرآن کی شب میں حافظ کو ہار پہنانا

سوال:۔ ہماری مسجد میں جس رات تراویح میں ختم ہوتا ہے اسی رات حافظ صاحب کی عزت افزائی کے لئے پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا اس کا کسی کتاب سے ثبوت ہے؟ میں حافظ ہوں اور امسال میں نے تراویح پڑھائی ہے اور اعتکاف بھی کیا ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کیا میں یہ کہہ دوں کہ ہار پہننے سے میرا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اس طرح جھوٹی بات کہہ کر ہار پہننے سے انکار کر سکتا ہوں یا نہیں؟
جواب:۔ ختم قرآن کی شب میں حافظ کو پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے یہ رواج بُرا اور قابل ترک ہے اور اس میں اسراف بھی ہے۔ اگر حافظ کی عزت افزائی مقصود ہے تو ان کو عربی رومال یا شال کیوں نہیں پہناتے؟ آپ ہار پہننا نہیں چاہتے تو اس کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں بلکہ صاف صاف کہہ دیا جائے کہ ہمیں یہ رواج پسند نہیں ہے اور یہ خلاف شرع ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ ص ۴۲۶)

تراویح ختم ہونے پر مٹھائی تقسیم کرنا

سوال:۔ رمضان المبارک میں تراویح ختم ہونے پر شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟ (۲) کیا شیرنی صرف ایک ہی طرف سے ہونی چاہئے اور مٹھائی مسجد میں تقسیم کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ مٹھائی تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے لوگوں نے اسے ضروری سمجھ لیا ہے اور بڑی پابندی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو چندہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مسجدوں میں بچوں کا اجتماع اور شوروغل وغیرہ خرابیوں کے پیش نظر اس دستور کو موقوف کر دینا ہی بہتر ہے۔ امام تراویح یا اور کوئی ختم قرآن کی خوشی میں کبھی کبھی شیرینی تقسیم کرے اور مسجد کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے تو درست ہے۔ مسجد کا فرش خراب نہ ہو۔ خشک چیز ہو اور مسجد کی بے حرمتی لازم نہ آئے تو درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دروازے پر تقسیم کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ ص ۳۸۹)

گیارہواں باب

عشاء کی نماز کے مسائل

اگر کسی نے بغیر وضو عشاء کی نماز پڑھی

اگر کسی شخص نے عشاء کی نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی اور تراویح اور وتر وضو سے پڑھے، تو عشاء کے ساتھ تراویح کا اعادہ کرے، اور وتر کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اور وتر اپنے وقت میں عشاء کے تابع نہیں ہے۔ اور عشاء کی نماز کا اس پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ پس اگر بھول کر وتر عشاء سے پہلے پڑھ لے تو صحیح ہو جائیں گے۔ اور تراویح اگر عشاء سے پہلے پڑھی تو صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ تراویح کا وقت عشاء کے ادا ہونے کے بعد ہے پس جو عشاء سے پہلے ادا کیا اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(ترجمہ فتاویٰ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۸۵)

عشاء کے فرض بے وضو پڑھے اور سنت و وتر باوضو، تو کیا سنتوں کا اعادہ کرے؟

سوال:۔ اگر عشاء کے فرض بھول کر بے وضو پڑھ لئے اور سنت اور وتر باوضو اور وقت کے اندر اندر یاد آجائیں تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کا اعادہ کرنا چاہئے نہ وتر کا امام صاحب کے

نزدیک اور صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ یہ مسئلہ وقت کے اندر پڑھنے کا ہے اور وجہ سنتوں کے لوٹانے کی اور وتر کو نہ لوٹانے کی امام صاحب ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ عشاء کے فرض نہ ہوئے تو فرض کے اعادہ کے ساتھ سنتوں کا بھی اعادہ کرے۔ کیونکہ سنتیں فرض کے تابع ہیں اور وتر چونکہ مستقل واجب ہیں اور وضو سے ہوئے لہذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صاحبین چونکہ وتر کو سنت فرماتے ہیں اس لئے وہ فرض کے ساتھ وتر کے اعادہ کا بھی حکم کرتے ہیں۔ اور صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ نماز کے بعد وقت کے اندر یاد آ گیا اور اگر وقت گزر جانے کے بعد یاد آیا تو صرف عشاء کے فرض پڑھ لے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۶۴، بحوالہ ہدایہ باب قضاء الفوائت جلد اول ص ۱۳۹)

بلا ضرورت لقمہ دینا

سوال:۔ امام تیسری رکعت کے بعد چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہوا ایک مقتدی نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ چار رکعتیں ہو گئیں ہیں۔ سبحان اللہ کہہ کر امام کو بٹھانا چاہا مگر چونکہ امام کو یقین تھا اس لئے اس نے مقتدی کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور چوتھی رکعت پڑھ کر نماز پوری کی۔ اس صورت میں اس مقتدی کی جس نے بلا ضرورت لقمہ دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں سبحان اللہ کہنا امام کو بتلانے کی وجہ سے ہے اور خود کلام ناس نہیں ہے۔ لہذا امام و مقتدی دونوں کی نماز صحیح ہو گئی۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۵۲)

کوئی نفل کی نیت سے عشاء کی نماز پڑھ کر جماعت میں شامل ہوا

سوال:۔ اگر کوئی شخص عشاء کی نماز ادا کر چکا ہے پھر جماعت ہوتے دیکھی تو اس میں شامل ہو گیا اب وہ سنت یا وتر لوٹائے یا نہیں؟

جواب:۔ سنت اور وتر نہ پڑھے چونکہ وہ پہلے ادا کر چکا ہے اور یہ نفل کے حکم میں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۳۲۰)

عشاء کی نماز کی صرف ایک رکعت ملی تو بقیہ کس طرح پوری کرے؟

سوال:۔ تین رکعت پوری ہو جانے کے بعد ایک شخص امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ نماز کس طرح پوری کرے؟ یعنی کس کس رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائے گا اور کس رکعت پر قعدہ کرے گا؟

جواب:۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر ثناء پڑھے اور پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکوع سجدہ کر کے قعدہ کرے دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے اور تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر دستور کے موافق قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے۔

(فتاوی رحیمیہ جلد۴ص۳۴۴)

تین رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی؟

سوال:۔ امام صاحب عشاء کی نماز میں تین رکعت پر سہواً بیٹھ گئے اس خیال سے کہ چار پوری ہوگئیں۔ لیکن ان کو فوراً یقین ہو گیا کہ تین رکعت ہوئی ہیں انہوں التحیات کو پورا کر کے سجدۂ سہو کیا اور تین ہی رکعت پر سلام پھیر دیا نماز ہوگئی یا نہیں؟ اگر کسی نے اپنی نماز دوہرائی تو اچھا ہوا یا نہیں؟

جواب:۔ (۱) اس حالت میں نماز نہیں ہوئی۔ (۲) نماز کا دوہرانا سب پر ضروری ہے جس نے تنہا دوہرائی اس کی نماز صحیح ہوگئی۔ (فتاوی دار العلوم جلد۴ص۶۱ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص۶۹۳ باب سجود السہو، باب الامامۃ)

عشاء کی تیسری رکعت پر سہواً بیٹھنا

سوال:۔ امام صاحب عشاء کی تیسری رکعت پر سہواً بیٹھ گئے مقتدی کے الحمد للہ کہنے پر فوراً کھڑے ہو گئے اور بیٹھنے میں شک کی وجہ سے اور الحمد للہ کہنے کی وجہ سے کچھ نہیں پڑھا تھا۔ بعد میں سجدۂ سہو نہیں کیا نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر بیٹھا بہت ہی کم ہو دیر تک نہیں بیٹھے تو سجدۂ سہو واجب نہیں تھا نماز ہوگئی۔

(فتاوی دار العلوم جلد۴ص۴۱۴)

عشاء کی تین رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت اور ملالی

سوال:۔ امام صاحب نے تین رکعت پڑھ کر سہواً سلام پھیر کر قبلہ رخ بیٹھے رہے مقتدیوں میں تذکرہ ہوا کہ تین رکعت ہوئیں یہ سن کر امام صاحب اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو گئے اور چوتھی رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا۔ کیا نماز امام صاحب اور مقتدیوں کی ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر امام صاحب کچھ نہیں بولے تھے تو ان کی نماز ہو گئی اور مقتدیوں میں جو نہیں بولے ان کی بھی نماز ہو گئی اور جو مقتدی بولے ان کی نماز نہیں ہوئی وہ اپنی اپنی نماز کا اعادہ کر لیں۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۴۱۰ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۶۹۱)

اگر امام بھول کر پہلی یا تیسری رکعت میں بیٹھ گیا پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا۔ یا خود ہی یاد آیا تو امام کو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہونا چاہیئے۔

(مسائل سجدۂ سہو ص ۷۱ بحوالہ کبیری ص ۳۱۴)

جو پانچویں رکعت میں شامل ہوا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

سوال:۔ امام صاحب پانچویں رکعت میں کھڑے ہو گئے اور چھ رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے نماز سلام پھیر دیا۔ پانچویں رکعت میں ایک آدمی اور شریک ہو گیا تو اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

جواب:۔ امام اگر چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ کر سہواً کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت اور ملا لے اور سجدۂ سہو کرے فرض اس کے پورے ہو گئے۔ اگر کوئی شخص پانچویں یا چھٹی رکعت میں اس امام کا مقتدی ہوا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی کیونکہ امام کی وہ دو رکعت نفل ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۴۱۱ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۷۰۱ باب سجود السہو)

عشاء کے پانچ رکعت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔ عشاء کی نماز میں چار رکعت ہونے پر امام صاحب کو یہ خیال رہا کہ تین رکعت ہوئیں ہیں اس لئے کھڑے ہو گئے۔ بعض مقتدی بیٹھ گئے اور امام صاحب کو اشارہ کیا مگر امام

صاحب نہیں بیٹھے بلکہ پانچویں رکعت کا رکوع سجدہ کر کے اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی اس صورت میں امام صاحب کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو مقتدی قعدۂ اخیرہ کی غرض سے اول بیٹھ گئے تھے اور پھر امام صاحب کے ساتھ پانچویں رکعت کے رکوع میں شامل ہو گئے ان کی بھی نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب:۔ امام صاحب جب کہ چوتھی رکعت میں نہ بیٹھے اور پانچویں رکعت میں کھڑے ہو کر سجدہ کر کے بیٹھے تو قعدۂ اخیرہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے امام صاحب کی نماز نہیں ہوئی۔ جب امام صاحب کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدیوں میں سے کسی کی نماز نہیں ہوئی نہ مسبوق کی نہ مدرک کی۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۴۰۵ بحوالہ ہدایہ باب سجود السہو جلد اول ص ۱۴۲)

امام اگر بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دے؟

سوال:۔ امام نے پہلے قعدہ میں بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو اب باقی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور دونوں سلام پھیرنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ سہواً دونوں طرف سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی باقی رکعت پڑھ کر آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ نماز صحیح ہو جائے گی۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۴۱۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۵۷۵)

عشاء کی نماز میں قرأت اگر آہستہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔ امام صاحب نے جہری نماز میں قرأت آہستہ کی بعد میں امام صاحب کو یاد آیا کہ نماز جہری ہے وہ تھوڑی سی قرأت کر چکے تھے انہوں نے پھر شروع سے ہی پڑھا تو ان کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ سجدۂ سہو کریں یا نہیں؟ اور اگر سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب:۔ ان کی نماز ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں اور بقدر تین آیت کے اگر آہستہ پڑھی تھیں تو سجدۂ سہو لازم ہے ورنہ نہیں اور باوجود سجدہ سہو کے اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز میں نقصان آیا لوٹانا واجب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۴۰۸)

عشاء کی آخری رکعتوں میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال:۔ اگر امام عشاء کی آخری رکعتوں میں قرأت زور سے کرے تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ جیسا کہ شامی میں لکھا ہے کہ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں اگرچہ قرأت واجب نہیں لیکن اگر قرأت کرے تو آہستہ پڑھنا لازم ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۸۹ بحوالہ ردالمحتار جلد اول ص ۴۹۷ فصل فی القرأۃ)

عشاء کی قضاء میں قرأت کیسے کرے؟

سوال:۔ عشاء کی قضاء میں زور سے قرأت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ان ہی اوقات میں قضاء کرے تو زور سے پڑھ سکتا ہے اگر دن کو قضاء کرے تو نہیں کرسکتا۔ (یہ حکم منفرد کے لئے لکھا گیا ہے)

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۴۵ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۴۹۷ فصل فی القرأۃ)

عشاء کی نماز میں قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ گیا پھر کھڑے ہونے کے بعد لوٹا

سوال:۔ تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ جانے اور سیدھے کھڑے ہوجانے کے بعد قیام کو (جو کہ فرض ہے) ترک کرکے قعدہ میں (جو کہ واجب ہے) بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہوجائے یا سیدھے کھڑے ہونے کے قریب ہوجائے پھر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے اس سے فرض ترک کرکے واجب کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا مگر فرض کی ادائیگی میں تاخیر لازم آتی ہے جس کا تدارک سجدۂ سہو سے ہوجاتا ہے۔ لہذا راجح اور حق یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوئی سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ البتہ ایسا کرنا نہیں چاہیئے۔ قصداً کرے تو گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد اول ص ۱۵۹ بحوالہ درمختار مع شامی جلد اول ص ۶۹۷ وفتح القدیر جلد اول ص ۴۴۵)

عشاء تنہا پڑھنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا تو کیا جماعت والی رکعت تراویح میں شمار ہو جائے گی

سوال:۔ رمضان میں ایک بیمار آدمی نے گھر پر عشاء کی نماز پڑھی پھر کچھ ہمت ہوئی تو مسجد میں گیا جماعت ہو رہی تھی وہ تراویح کی نیت سے عشاء کی جماعت میں شامل ہوا تو یہ چار رکعت تراویح میں شمار ہوگی یا نہیں؟ (۲) نیز کیا جماعت والی نماز قضاء میں شمار کی جاسکے گی؟ اگر قضاء کی نیت سے شامل ہو تو وہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صحیح یہ ہے کہ تراویح میں شمار نہیں ہوگی کیونکہ تراویح کا درجہ اگرچہ فرضوں سے کم ہے مگر وہ ایک مخصوص اور مستقل سنت مؤکدہ ہیں۔ اس کی خصوصیت کا لحاظ ضروری ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں قضاء صحیح نہیں کہ امام کی نماز وقتی ادا ہے اور مقتدی کی قضاء ہے دونوں کی نماز صفت میں متحد نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۸۴ بحوالہ قاضی خاں جلد اول ص ۱۱۱ و شامی جلد اول ص ۵۵۲ و در مختار جلد ۱ ۴۲۱ ۵ نور الایضاح ص ۸۱)

امام کے پیچھے مقتدی کی التحیات پوری نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کو چاہیئے کہ التحیات پوری کر کے سلام پھیرے اور اگر درود و دعائے ماثورہ رہ گئی تو اس کے رہ جانے سے کوئی حرج نہیں۔ امام کے سلام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے اور اگر امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جس کی التحیات رہ گئی ہو اس کو التحیات پوری کر کے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور اگر التحیات پوری کئے بغیر کھڑا ہو جب بھی نماز ہو جائے گی۔ (مسائل سجدۂ سہو ص ۶۹)

مسبوق سے باقی رکعت میں سہو ہو جائے

سوال:۔ مسبوق یعنی جس کی کچھ رکعت باقی رہ گئی ہوں اگر اس کی باقی رکعتوں میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟

جواب:۔ سجدۂ سہو کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۹۵ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۵۵۷ باب الامامۃ)

اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے

سوال:۔جس کی کچھ رکعت باقی رہ گئی ہوں، اگر وہ امام کے ساتھ سہواً سلام پھیر دے تو سجدۂ سہولازم ہوگا یانہیں؟

جواب:۔امام سے اگر کچھ بھی بعد میں سلام پھیرا تو سجدہ مسبوق پرلازم ہوجاتا ہے۔شامی میں ہے کہ امام کے بالکل ساتھ ساتھ سلام پھیرنا دشوار اور شاذ ونادر ہے۔اس لئے عموماً وجوب سجدۂ سہو کا حکم کیا جاتا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص۳۹۹ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص۵۶۰)

اگر بھول کر امام سے پہلے یا بالکل ساتھ ساتھ سلام پھیرے تو اس پر سجدۂ سہولازم نہیں ہے۔لیکن چونکہ حقیقی معنیٰ میں ساتھ ہونا دشوار ہے اس لئے سجدۂ سہو واجب ہونے کا حکم کیا جاتا ہے۔(حوالہ مذکورہ بالا)

بارہواں باب

وتر کا ثبوت اور مسائل

وتر کے فضائل ومسائل

عن خارجة ابن حذافه قال خرج علینارسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله امدکم بصلوٰة خیرلکم من حمرالنعم الوتر جعله الله لکم فیما بین صلوٰة العشاء الیٰ ان یطلع الفجر. (راوہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت خارجہ بن خذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ (کاشانۂ نبوت سے) باہر تشریف لائے ہم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور نماز تمہیں مزید عطا فرمائی ہے وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (جن کو تم دنیا کی عزیز ترین دولت سمجھتے ہو) وہ نماز وتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے واسطے نماز عشاء کے بعد سے طلوع صبح صادق تک مقرر کیا ہے (یعنی وہ اس وسیع وقت کے ہر حصے میں پڑھی جاسکتی ہے۔) (معارف الحدیث جلد۳ص۳۲۷ بحوالہ جامع ترمذی وسنن ابوداؤد)

عن بریدة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا (رادہ ابوداؤد)

حضرت بریدہؓ اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا آپؐ نے فرمایا نماز وتر حق ہے جو وتر ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے جو وتر ادا نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے وتر حق ہے جو وتر ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (یہ بات آپؐ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی۔) (سنن ابوداؤد)

تشریح:۔ ظاہر ہے کہ وتر کے بارے میں تشدید اور تہدید کے یہ آخری الفاظ ہیں اس قسم کی حدیثوں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے سمجھا ہے کہ وتر صرف سنت نہیں ہے بلکہ واجب ہے یعنی اس کا درجہ فرض سے کم اور مؤکدہ سنتوں سے زیادہ ہے۔ (معارف الحدیث جلد۳ ص ۳۲۸)

وتر واجب ہے اور اس کا طریقہ

وتر واجب ہے اور اس کی تین رکعتیں ہیں۔ ایک سلام سے اور وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھے۔ وتر کی پہلی دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھ جائے اور صرف التحیات پڑھے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت سبحانک اللھم نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت میں سورت کے پڑھنے سے فارغ ہو جائے تو دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے پھر رکوع کرکے نماز پوری کرلے۔

(نور الایضاح ص۹۳)

وتر کی نماز تین رکعت مثل مغرب کے ہے اس میں قعدۂ اولیٰ واجب ہے لہذا اگر وتر کی نماز میں قعدۂ اولیٰ ترک کر دیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(مسائل سجدہ سہو ص۶۹ بحوالہ شامی جلد اول ص ۶۲۳)

وتر کی امامت

سوال:۔ کیا وتر کی نماز کا امام فرض نماز کے امام کے علاوہ ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ وتر کی جماعت کا امام فرض نماز کے امام کے علاوہ ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد۴ ص ۱۵۸)

یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے وہی وتر پڑھائے اگر دوسرا شخص وتر پڑھائے تو جائز نہیں یہ غلط ہے دوسرا شخص وتر پڑھا سکتا ہے۔ درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۲۸)

اگر امام کا مسلک رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا ہو تو مقتدی کیا کرے؟

اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد کھڑے ہو کر قنوت پڑھتا ہے اور مقتدی کا مذہب یہ نہیں تو مقتدی اس میں امام کی متابعت کرے۔

(ترجمہ فتاویٰ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۷۸)

اگر رمضان شریف میں تمام لوگوں نے تراویح کو ترک کر دیا تو وتر کیسے پڑھیں؟

سوال:۔ رمضان شریف میں اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور تراویح کو تمام آدمیوں نے بالکل ترک کر دیا تو اس صورت میں وتر با جماعت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ درمختار جلد اول ص ۱۷۴ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا یہ گروہ وتر بھی علیحدہ علیحدہ پڑھے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۰۱)

فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو کیا وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟

سوال:۔ ایک شخص نے فرض علیحدہ پڑھے۔ اور تراویح تمام یا اکثر رکعات امام کے ساتھ ادا کیں یا بالکل نہ پڑھیں تینوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تینوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ تراویح امام کے ساتھ کل یا بعض نہ پڑھنے کی صورت میں بھی جماعت وتر میں شریک ہونے کا جواز درمختار میں مذکور ہے کیونکہ وتر مستقل نماز ہے نہ عشاء کے تابع ہے نہ تراویح کے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۵۵)

امام صرف فرض پڑھائے اور حافظ تراویح ووتر

سوال:۔امام صاحب اگر عشاء کے فرض اور وتر پڑھائیں یا صرف فرض پڑھائیں اور حافظ صاحب تراویح اور وتر پڑھائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔اس میں مضائقہ نہیں۔حضرت عمرؓ فرض نماز اور وتر پڑھاتے تھے اور حضرت ابی بن کعبؓ تراویح پڑھاتے تھے۔اسی طرح سے امام صرف فرض پڑھائے اور حافظ صاحب تراویح اور وتر پڑھائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ص ۳۹۴ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۴۷)

رمضان کے بعد وتر کی جماعت درست ہے یا نہیں؟

سوال:۔رمضان کے علاوہ وتر باجماعت پڑھی جائے تو کراہت تحریمی ہوگی یا تنزیہی؟ اس میں تداعی اور غیر تداعی میں فرق ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔اتفاقاً کبھی ایسا ہو جائے تو کراہت تنزیہی ہے اور اگر مواظبت (ہمیشگی و پابندی) اس پر کی جائے تو کراہت تحریمی ہے۔تداعی کے ساتھ یا بلا تداعی۔

(فتاوئی دار العلوم جلد ۴ص ۲۲۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۶۶۳ باب الوتر والنوافل)

رمضان کے علاوہ اگر اتفاقیہ طور پر ایک یا دو آدمی پیچھے کھڑے ہو جائیں تو کراہت نہیں ہے لیکن اگر باقاعدہ دعوت دے کر جماعت کی یا اتفاقیہ طور پر ہی دو سے زیادہ مقتدی ہو گئے تو مکروہ ہے۔(اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص ۱۴۷)

رمضان میں وتر باجماعت افضل ہے

رمضان المبارک میں وتر باجماعت ادا کرنا افضل ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔اور اس کے علاوہ میں نہیں کیونکہ وہ ایک طرح سے نفل ہے اور تراویح کے علاوہ نفل کی جماعت نہیں بلکہ مکروہ ہے۔لہٰذا احتیاط جماعت نہ کرنے میں ہے۔البتہ اگر نفل میں ایک یا دو کی جماعت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص ۱۴۷)

تہجد گزار فرض کے ساتھ وتر پڑھ سکتے یا نہیں

سوال:۔ جو نمازی تہجد گزار ہیں وہ تہجد کے وقت وتر ادا کرتے ہیں اگر وتر پہلے ہی عشاء کے وقت پڑھ لیں تو اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں ؟! اکثر آدمی کہتے ہیں کہ وتر کے بعد صبح تک کوئی نماز نہیں ہوتی۔

جواب:۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ جو لوگ تہجد گزار ہیں وہ بھی وتر عشاء کے بعد پڑھ لیں بلکہ یہ احوط ہے۔ (زیادہ احتیاط اسی میں ہے) پھر اگر اٹھیں تو تہجد پڑھ لیں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۶۵ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۳۴۲ کتاب الصلوٰۃ)

یہ بات غلط ہے کہ وتر کے بعد پھر نفلیں نہ پڑھی جائیں وتر رمضان میں جماعت سے پڑھے جائیں کیونکہ جماعت کی فضیلت زیادہ مہتم بالشان ہے وقت کی فضیلت سے۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۰۱)

کچھ تراویح چھوٹ جانے پر پہلے تراویح پوری کرے یا وتر ؟

سوال:۔ تراویح کے چار رکعت ہونے کے بعد ایک شخص آیا اور فرض پڑھ کر امام کے ساتھ جماعت تراویح میں شامل ہو گیا۔ جب امام کی تراویح پوری ہو جائیں تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر کے جماعت میں شامل ہو جائے یا اپنی بقیہ تراویح پوری کرے؟

جواب:۔ عالمگیری میں ہے کہ یہ شخص وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے اور بعد میں بقیہ تراویح پوری کر لے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۹۶)

وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت واجب الاعادہ ہیں

سوال:۔ رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعت ادا ہونے اور وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی ہونے کی وجہ سے واجب الاعادہ ہیں، دو رکعت دوہرائی گئیں اس خیال سے کہ وتر کی نماز تراویح کی بیس رکعت کے بعد ہی پڑھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا

وتر کی نماز صحیح اور معتبر نہیں ہوئی۔اس لئے وتر دوبارہ جماعت سے پڑھی جائے تو یہ ٹھیک ہوا یانہیں؟

جواب:۔ پہلے پڑھی ہوئی نماز وتر صحیح اور معتبر تھی دوہرانے کی ضرورت نہ تھی دوہرائی تو یہ ٹھیک نہیں ہوا۔نورالایضاح سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کوتراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے اور بعد میں بھی پڑھنا صحیح ہے۔لہذا تراویح کی بیس رکعت سے پہلے پڑھے ہوئے وتر معتبر اور صحیح ہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۱۵۷)

وتر کی نیت

سوال:۔ وتر کی نیت میں واجب اللیل کہنا کیسا ہے؟

جواب:۔ وتر کی نیت میں یہ کہنا چاہیئے کہ نیت کرتا ہوں میں نماز وتر کی۔اور اگر واجب اللیل بھی کہہ دیا تو کچھ حرج نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۶۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۳۸۹ باب شروط الصلوٰۃ)

حنفی کے لئے وتر کی نیت میں لفظ واجب کہنا مناسب ہے لیکن ضروری نہیں ہے البتہ یہ تعین ضروری ہے کہ یہ وتر ہے۔(حاشیہ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۵۷)

وتر کو واجب کہنا چاہیئے یا نہیں؟

سوال:۔ وتر ادا کرتے وقت وتر کو واجب کہنا چاہیئے یا نہیں۔بعض مولوی منع کرتے ہیں یعنی واجب نہ کہنا چاہیئے۔

جواب:۔ وتر کو واجب کہنا چاہیئے۔وتر امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے لہذ اوتر ادا کرتے وقت واجب کالفظ کہنے سے کچھ حرج نہیں ہے۔اور اگر نہ کہا جائے تب بھی وتر ادا ہو جائے گا۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۶۳ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۲۸۸ باب شروط الصلوٰۃ)

وتر پڑھے مگر نیت سنت کی،کی

سوال:۔ تراویح کے بعد جب وتر پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک شخص نے بھول کر سنت کی نیت کر کے وتر پڑھے مگر دعائے قنوت کے وقت اس کو وتر کا خیال آیا اس صورت

میں وتر ہو گئے یا نہیں؟

جواب:۔ اس کے وتر ہو گئے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۵۲ بحوالہ رد المختار جلد اول ص ۴۸۷، ۳۸۸ باب شروط الصلوٰۃ)

تراویح سمجھ کر وتر میں اقتداء کرنا

سوال:۔ امام کے وتر شروع کرنے کے بعد ایک نمازی نے تراویح سمجھ کر اس کی اقتداء کی اب اس کے وتر ہوں گے یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد چوتھی رکعت شامل کر کے نماز کو تمام کرے اور یہ چار رکعت نفل ہو جائیں گی اور وتر اس کے ذمہ باقی رہیں گے ان کو ادا کرنا ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۵۳ بحوالہ...... ص ۲۱۱)

وتر کی نماز میں تراویح کی نیت کرنا

سوال:۔ تراویح کی بھول سے دو رکعت رہ گئی اور نماز وتر شروع کر دی قعدۂ اولیٰ میں تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعت یاد آئیں اب تراویح کی نیت کر کے دو رکعت پر سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ دو رکعت نماز تراویح میں شمار نہ کی جائیں گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۴۷ بحوالہ قاضی خاں جلد...... ص ۲۴۳)

وتر پڑھنے والے کے پیچھے تراویح پڑھنے والا

سوال:۔ حافظ صاحب نے غلطی سے سولہ رکعت تراویح کے بعد وتر شروع کر دیئے مقتدی تراویح کی نیت سے شامل تھے۔ سلام کے بعد مقتدیوں نے کہا کہ حافظ صاحب سے بھول ہوئی انہوں نے بقیہ چار رکعت تراویح پڑھائی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ وتر ہوئے یا نہیں؟ حافظ کہتے ہیں کہ وتر احتیاطاً لوٹا لو اس صورت میں پہلے وتر معتبر نہ تھے۔ دوبارہ حافظ صاحب نے وتر پڑھائے۔

جواب:۔ صورت مسئولہ میں حافظ صاحب کی پہلی وتر کی نماز معتبر ہے، مگر مقتدیوں کی نہ پہلی نماز وتر معتبر اور نہ دوسری کیونکہ پہلی مرتبہ نماز وتر کی نیت نہ تھی اور دوسری مرتبہ میں اگرچہ نیت

وتر کی تھی مگر وتر پڑھے ہوئے کی اقتداء کی گئی اس لئے یہ بھی معتبر نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۴۶)

وتر میں رکوع سے پہلے رفع یدین اور دعائے قنوت کا ثبوت

سوال:۔ ہمارے یہاں چند اشخاص غیر مقلد ہیں وہ وتر کی رکعت تو تین ہی پڑھتے ہیں مگر قنوت رکوع کے بعد پڑھتے ہیں۔ ایک ان میں معمولی علم والا ہے وہ کہتا ہے کہ اگر حدیث سے یہ ثابت کر دو کہ آنحضرت ﷺ رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھا کر پھر قنوت پڑھتے تھے تو ہم ماننے کو تیار ہیں، حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ ایک حدیث اس امر کے ثبوت کے لئے فرمادیں۔

جواب:۔(۱) **اخرج ابو نعیم فی الحلیة عطاء بن مسلم ثنا علاء من المسیب عن حبیب بن ابی ثابت عن ابن عباس قال اوتر النبی ﷺ بثلث قنت فیها قبل الرکوع.(۲) عن ابن عمران النبی ﷺ کان یوتر بثلث رکعات ویجعل القنوت قبل الرکوع(۳) وقدروی عن ابن عمرؓ کان اذا فرغ من القراءة کبر وفی الذخیرة رفع یدیه حذاء اُذنیه وهو مروی عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وابی عبیدة واسحٰق وقد تقدم** (کبیری، شرح منیہ)

ان روایات سے صراحۃ وتر کا تین ہونا اور قنوت کا رکوع سے پہلے ہونا اور حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرھم سے تکبیر قنوت کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہو گیا۔

اور ظاہر ہے کہ ان صحابہ کبارؓ نے رکوع سے پہلے قنوت اور تکبیر مع رفع یدین آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر ہی کیا ہے لہذا یہ حجت کافی ہے اور اگر لا مذہب لوگ اس کو نہ مانیں ان سے کہو کہ جو مذہب عبداللہ ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن عباسؓ وغیرہ صحابہ کا تھا وہی ہمارا ہے۔ جس دلیل سے یہ حضرات رفع یدین فی تکبیرات قنوت۔ یعنی قنوت کے وقت کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے وہی ہماری دلیل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۵۷ باب مسائل نماز وتر کبیری، شرح منیہ غنیۃ المستملی باب الوتر ص ۳۹۶)

دعائے قنوت میں ''ملحق'' کی حاء کو زبر دیکر پڑھیں یا زیر دے کر

سوال:۔ دعائے قنوت میں جو لفظ ملحق ہے اس کی حاء کو زیر ہے یا زبر؟

جواب:۔ دعائے قنوت میں ملحق کی حاء کو زبر اور زیر دونوں پڑھا گیا ہے۔ اور دونوں جائز ہے اگر چہ مشہور زیر ہے اور زیر ہی بہتر ہے۔

(فتاوی دار العلوم جلد ۴ ص ۱۵۳، ۱۶۳ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۶۲۴ باب الوتر والنوافل)

دعائے قنوت سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھی

اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر دعائے قنوت پڑھ گیا اور سورت ملانا بھول گیا۔ پھر رکوع میں پہنچ کر اس کو یاد آیا تو کھڑا ہو گیا اور سورت ملائی اس کے بعد دعائے قنوت پڑھی، پھر دوبارہ رکوع کیا آخر میں سجدہ سہو کر لیا اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سورت چھوڑ دی اور رکوع میں یاد آیا تو سر اٹھائے اور سورت پڑھے اور قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو کرے۔ اور اگر الحمد چھوڑ دی تھی تو الحمد کے اعادہ کے ساتھ سورت کا بھی مع قنوت کے اعادہ کرے اور رکوع بھی دوبارہ کرے اور اگر دوبارہ رکوع نہ کرے تب بھی جائز ہے۔ (ترجمہ فتاوی عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۷۶)

وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر کہنا بھول گیا

وتر کی نماز میں اگر کوئی شخص تیسری رکعت میں تکبیر کہنے کے بجائے رکوع میں چلا گیا پھر یاد آیا تو لوٹ آیا اور تکبیر کہہ کر دعاء قنوت پڑھی تو بعد میں دوبارہ رکوع نہ کرے اور نماز پوری کرے اور اگر دعائے قنوت کے لئے نہیں لوٹا جب بھی نماز درست ہے دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

(مسائل سجدہ سہو ص ۴۷ بحوالہ در مختار بر حاشیہ شامی جلد اول ص ۶۲۷)

حدیث سے دعائے قنوت ثابت ہے یا نہیں

سوال:۔ ایک شخص کہتا ہے کہ دعائے قنوت حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں دعائے قنوت نہیں پڑھی۔ یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

جواب:۔ اس شخص کا قول غلط ہے۔ مروجہ دعائے قنوت ترمذی کی حدیث سے ثابت ہے اور وتر میں دعائے قنوت پڑھنا احادیث میں وارد ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۶۲)

دعائے قنوت کے یاد ہوتے ہوئے دوسری دعاء پڑھنا

سوال:۔ اگر دعائے قنوت یاد ہو تو دوسری دعاء مثلاً رَبنا اٰتِنَا الخ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ دعائے قنوت یاد ہو تو رِبنَا اٰتنا وغیرہ نہیں پڑھ سکتا دعائے قنوت ہی پڑھنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۶۲ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۲۴ باب الوتر والنوافل)

دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کیا پڑھے؟

سوال:۔ جس شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو اس کو بجائے (دعائے قنوت کے) سورۂ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شامی میں ہے کہ جس کو دعائے قنوت نہ آتی ہو وہ "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة الایة،، پڑھے اور فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ اللهم اغفرلی تین بار پڑھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یارب تین بار کہے۔ اور چونکہ یہ محل دعاء کا ہے لہذا سورۂ اخلاص اس کے قائم مقام نہ ہوگی مگر نماز ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۶۴ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۲۴ باب الوتر والنوافل)

قنوت اگر رکوع سے پہلے پڑھ لے تو رکوع کا اعادہ نہ کرے

امام کو رکوع میں یاد آیا کہ قنوت نہیں پڑھی تو اس کو قیام کی طرف نہیں لوٹنا چاہیئے۔
اور اگر قیام کی طرف لوٹا اور قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے اور اگر اس نے رکوع کا بھی اعادہ کر لیا اور جماعت کے لوگوں نے پہلے رکوع میں اس کی متابعت نہیں کی تھی۔ دوسرے رکوع میں متابعت کی یا پہلے رکوع میں متابعت کی تھی اور دوسرے میں نہیں کی تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (ترجمہ فتاویٰ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۷۷)

☆☆

بغیر تکبیر کہے ہوئے قنوت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔امام صاحب وتر کی رکعت میں بلا تکبیر کہے ہوئے اور بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے دعائے قنوت پڑھنے لگے کسی مقتدی نے ان کو اللہ اکبر کہہ کر بتایا چنانچہ انہوں نے اللہ اکبر کہہ کر اور رفع یدین کر کے پھر قنوت پڑھی اور نماز تمام کر کے سجدہ سہو کیا تو نماز میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟
جواب:۔نماز صحیح ہوگئی جیسے قرأت میں بلاضرورت بتلانے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے اگر چہ امام لقمہ لے لے اور چونکہ کوئی امر موجب سجدۂ سہو کا نہیں پایا گیا اس لئے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۵۱)

قنوت کیلئے لوٹنا نہیں چاہیئے سجدہ سہو کرنے سے تلافی ہو جاتی ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۶۱)

اگر پہلی یا دوسری رکعت میں قنوت پڑھ لی

اگر بھول سے پہلی یا دوسری رکعت میں قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہیئے اور سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

اسی طرح سے اگر کسی کو شک ہوگیا کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس کو چاہیئے کہ اس رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور التحیات کے لئے بیٹھے۔پھر اس کے بعد ایک دو رکعت پڑھے اس میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم ص ۲۸۰ بحوالہ طحطاوی ص ۲۶ اومسائل سجدہ سہو ص ۵۹ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۶۸)

امام صاحب وتر کا قعدۂ اولیٰ بھول گئے

سوال:۔امام صاحب وتر کی دوسری رکعت کے بعد بجائے بیٹھنے کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے مقتدیوں کے لقمہ دینے سے پھر بیٹھ گئے اب تیسری رکعت پوری کر کے تشہد کے بعد سجدہ سہو کیا تو نماز وتر ہوگئی یا نہیں؟
جواب:۔امام صاحب وتر کا قعدۂ اولیٰ بھول گئے تو اب نہ بیٹھتے، محض سجدہ سہو سے وتر صحیح ہو جائے کھڑے ہونے کے بعد بیٹھے یہ غلط کیا مگر نماز فاسد نہیں ہوئی۔اب سجدہ سہو کیا تو نماز صحیح ہے۔اعادہ کی ضرورت نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۳۴۶)

واجب اور سنت کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔ سنت اور واجب نمازوں کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھا جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور ایسے ہی سنت اور واجب میں قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو جائے تو تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے بیٹھ جائے یا نہیں؟

جواب:۔ نماز واجب مثلاً وتر میں وہی حکم ہے جو نماز فرض میں ہے۔ پس اس کے قعدۂ اولیٰ میں اگر تشہد کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھا جائے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور سنن مؤکدہ میں دو قول ہیں لیکن احوط (زیادہ احتیاط) وجوب سجدہ سہو ہے اور قعدۂ اولیٰ کے ترک کرنے میں وہی احکام ہیں جو فرض کے ہیں چنانچہ قعدۂ اولیٰ کے ترک کرنے میں یہ حکم ہے کہ اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب ہو تو بیٹھ جائے اور اگر قیام کی طرف زیادہ قریب ہو تو نہ بیٹھے۔ اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۴۹ بحوالہ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص ۴۷۶، ۶۹۷ باب السجود السہو)

امام بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا گیا اور مقتدیوں میں سے بعض نے رکوع کیا بعض نے نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ امام صاحب نے وتر کی تیسری رکعت میں بغیر قنوت پڑھے رکوع کر لیا مقتدیوں نے لقمہ دیا پھر بھی امام صاحب رکوع ہی میں رہے اور تذبذب کی وجہ سے رکوع میں زیاد تاخیر ہوئی اور اس کے بعد امام صاحب نے سجدہ سہو کیا، بعض مقتدیوں نے نہ رکوع کیا نہ دعائے قنوت پڑھی اور بعضوں نے رکوع کر دیا تو اس صورت میں کن کی نماز صحیح ہوئی اور اگر سب کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں امام صاحب کی نماز صحیح ہوئی اور جس نے امام صاحب کے ساتھ یا امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کیا تو ان کی نماز بھی ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جن مقتدیوں نے بالکل رکوع نہیں کیا ان کی نماز فرض کے چھوٹنے کی وجہ سے صحیح

نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔قنوت کے لئے رکوع سے قیام سے طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔دعائے قنوت سہواً چھوٹنے پر سجدہ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے اور دعائے قنوت سہواً چھوٹنے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی۔

(۲) یا رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹ گیا اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا۔

(۳) یا دوبارہ رکوع نہیں کیا۔

(۴) دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی نہ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر پڑھی۔ان چاروں صورتوں میں سجدہ سہو کرلیں تو نماز ہوجائی گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص ۳۹۷ بحوالہ عالمگیری جلداول ص ۷۱ درمختار مع شامی جلداول ص ۶۲۷)

دعائے قنوت چھوڑ کر امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی کیا کرے؟

اگر امام دعائے قنوت چھوڑ کر رکوع میں چلا گیا تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ اگر وہ دعائے قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوسکتے ہیں تو دعائے قنوت پڑھ کر ان کو رکوع میں جانا چاہیئے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں شریک نہیں ہوسکتے تو وہ بھی دعائے قنوت چھوڑ کر رکوع میں چلے جائیں۔اگر امام کو رکوع کر کے دعائے قنوت یاد آئی اوراس نے کھڑے ہوکر دعائے قنوت پڑھی تو اس کو اب دوبارہ رکوع کرنے کی ضرورت نہیں۔اور اگر دوبارہ رکوع کیا اور کوئی شخص آکر اس رکوع میں شریک ہوا تو اس رکعت کا پانے والا نہیں سمجھا جائے گا اور مذکورہ بالا ہر صورت میں سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا (مسائل سجدہ سہو ص ۸۱)

امام نے قنوت ختم کرکے رکوع کرلیا مگر مقتدیوں کی دعائے قنوت باقی ہے

سوال:۔جماعت وتر میں امام دعائے قنوت ختم کر کے رکوع میں چلا گیا مگر مقتدیوں کی قنوت ختم نہیں ہوئی تو کیا وہ متابعت امام کی غرض سے بغیر ختم قنوت رکوع میں چلا جائے؟

جواب:۔اگر تھوڑی باقی ہے کہ اس کو پورا کر کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوسکتا ہو تو پورا کر کے رکوع کرے ورنہ چھوڑ دے۔اگر قنوت کا کچھ حصہ پڑھ لیا تھا اور کچھ باقی رہ گیا

تو اس صورت میں اب یہ امام کی اتباع کرے گا کیونکہ قنوت کا مقصد دعاء ہے اور دعاء کم ہو یا زیادہ دونوں پر شامل ہے۔ امام کی اتباع واجب ہے اور ترک واجب سے ترک مندوب بہتر ہے۔ اس لئے ترک مندوب کیا جائے یعنی قنوت کا پڑھنا چھوڑ دے اور امام کی اتباع کرے اسی طرح اگر مقتدی نے قنوت پڑھنا شروع بھی نہ کیا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو اگر مقتدی کو رکوع کے چھوٹ جانے کا خوف ہو تو وہ قنوت کو چھوڑ دے امام کی اتباع کرتے ہوئے رکوع میں چلا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۵۴ بحوالہ عالمگیری جلد اول ص ۱۰۴ اشرف الایضاح شرح نورالایضاح ص ۱۱۰)

اگر وتر کی دوسری یا تیسری رکعت ملے تو قنوت کب پڑھے؟

سوال:۔ رمضان المبارک میں وتر کی جماعت میں اگر کوئی شخص تیسری رکعت میں آکر شامل ہوا دو رکعت باقی ہیں ان میں دعائے قنوت پڑھی جائیگی یا نہیں؟

جواب:۔ رمضان شریف میں وتر کی جماعت میں اگر کوئی شخص تیسری رکعت میں آکر شریک ہو پس اگر تیسری رکعت پوری پالی ہے تو امام کے ساتھ قنوت پڑھے بعد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تیسری رکعت میں رکوع میں شریک ہوا جب بھی بعد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ترجمہ فتاویٰ عالمگیری ہندیہ جلد اول ص ۱۷۸)

امام کے ساتھ تیسری رکعت ملی تو اب اس تیسری رکعت میں امام کی اتباع کرتے ہوئے وہ تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے گویا کہ یہ تیسری رکعت میں ہے اور جب یہ اپنی فوت شدہ نماز کو پورا کرے گا تو دعائے قنوت نہ پڑھے اس پر اجماع ہے۔

(اشرف الایضاح شرح نورالایضاح ص ۱۵۱)

نصف سورت پڑھنا اور نصف چھوڑ دینا کیسا ہے؟

سوال:۔ وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اذا زلزلت پڑھی دوسری میں آدھی والعادیات پڑھی اور تیسری میں آدھی القارعات پڑھی تو کیا اس صورت میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟

جواب:۔ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ پوری پوری (چھوٹی) سورت ہر ایک رکعت میں پڑھنا افضل اور بہتر ہے لیکن نماز وتر اس صورت میں بھی ہوگئی۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۱۶۱ بحوالہ ردالمحتار فصل فی القراۃ جلد اول ص ۵۰۵)

وتر کی نماز میں کون سی سورت مسنون ہے؟

سوال:۔ وتر کی رکعتوں میں کون کون سی سورتیں پڑھنا سنت ہے؟

جواب:۔ وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مسنون اور مستحب ہے۔ آنحضرت ﷺ سے اس طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن آپؐ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ لہذا ہمیشگی کرنا زیادتی ہے

وتر کی تین رکعتوں میں دوسری سورتیں پڑھنا بھی مسنون ہے چنانچہ پہلی رکعت میں اذازلزلت الارض دوسری میں انااعطینک الکوثر اور تیسری میں قل ھو اللہ۔

اور ترمذی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت میں الھکم التکاثر یاانا انزلنٰہ یااذازلزلت الارض دوسری رکعت میں والعصر یااذاجاء یاانااعطینا ک تیسری رکعت میں قل یاایھاالکافرون یاتبت یدا یاقل ھو اللہ۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۴ص۴۱۴ بحوالہ شامی جلداول ص۵۰۸، ۶۲۳)

سورتوں کا تعین کرنا کیسا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض نمازوں میں کچھ مصالح اور فوائد کے پیش نظر بعض خاص سورتیں پڑھنا پسند فرمائیں لیکن قطعی طور پر نہ ان کی تعین کی اور نہ دوسروں کو تاکید فرمائی کہ ایسے ہی کریں پس اس بارے اگر کوئی آپ کا اتباع کرے (اور ان نمازوں میں وہی سورتیں اکثر و بیشتر پڑھے) تو اچھا ہے اور جو ایسا نہ کرے اس کے لئے کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ جمعہ وعیدین کی علاوہ دوسری تمام نمازوں میں سورتین معین کر کے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ فرض نمازوں میں چھوٹی بڑی سورتوں میں سے کوئی ایسی سورت نہیں ہے جو آپؐ نے نہیں پڑھی ہو۔

اور نوافل میں ایک رکعت میں دو سورتیں بھی آپؐ پڑھتے تھے لیکن فرض نمازوں میں نہیں معمولاً آپ کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے بڑی ہوا کرتی تھی (معارف الحدیث جلد۳ص۳۶۱)

وتروں کے بعد ,,سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس،، نہ کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

سوال:۔ایک شخص وتروں کے بعد بلند آواز سے سبحان الملک القدوس تین بار نہیں کہتا یہ تبع سنت ہے یا نہیں؟

جواب:۔وتر کے بعد بلند آواز سے سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس تین بار پڑھنا مستحب ہے اور بعض روایات میں تیسری مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا آیا ہے۔پس اس سے تیسری مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس کو بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال ایسا کرنا مستحب اور بہتر ہے اور نہ پڑھنے والے پر کچھ طعن ملامت نہ کرنی چاہیئے کیونکہ مستحب فعل کو اگر کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ طعن نہیں ہے البتہ اتباع سنت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے کیا ہے ویسے ہی کرے۔یعنی خواہ تینوں مرتبہ یا ایک مرتبہ آخر میں سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس کو بلند آواز سے کہہ لیا کریں۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۶۴ بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الوتر ص ۱۱۲)

سبحان الملک القدوس کب پڑھے؟

سوال:۔وتر کے سلام کے بعد جو سبحان الملک القدوس تین مرتبہ وارد ہے یہ سجدہ کر کے پڑھے یا قعدہ میں اور احناف کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔وتر کا سلام جب پھیر کر بیٹھے اس وقت پڑھے اور یہ احناف کے نزدیک بھی جائز اور مستحب ہے۔(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۱۵۷ بحوالہ مشکوٰۃ باب الوتر فصل ثانی ص ۱۱۲)

تیرہواں باب

سنن ونوافل کیا ہیں؟

وتر کے بعد نفل کا ثبوت اور طریقہ

شب وروز میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کی رکن رکین اور جزء ایمان ہیں ان کے علاوہ انہیں کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی تاکید وترغیب اور تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

پھر ان میں سے جن کے لئے آپ نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے ان کو عرف عام میں سنت کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ کو نوافل۔ نوافل کے اصلی معنی ''زوائد'' کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو ''نوافل'' کہا گیا ہے۔

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرض سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے بظاہر ان کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربار عالی کی خاص الخاص حضوری ہے۔ (اسی وجہ سے وہ اجتماعی طور پر مسجد میں ادا کی جاتی ہے۔) اس میں مشغول ہونے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کر دل کو اس دربار سے آشنا اور مانوس کرلیا جائے اور ملاء اعلیٰ سے ایک قرب اور مناسبت پیدا کرلی جائے۔ اور جن سنتوں اور نفلوں کو فرض کے بعد پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے ان کی حکمت اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی میں جو قصور رہ گیا ہو اس کا تدارک بعد والی سنتوں اور نوافل سے ہوجائے، اس کی تاکید حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اس کی نماز کی جانچ کی جائے گی پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہوجائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ نامراد رہ جائے گا۔ پھر اگر اس کے فرائض میں کوئی کسر ہوئی تو رب کریم

فرمائے گا دیکھو کیا میرے بندے کے ذخیرہ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سنتیں ونوافل) ہیں تا کہ ان سے اس کے فرائض کی کمی وکسر کو پورا کرسکیں۔ پھر نماز کے باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ سنن ونوافل کی افادیت اور اہمیت کے لئے تنہا یہ حدیث کافی ہے۔ (معارف الحدیث جلد۳ ص ۳۷۴ بحوالہ جامع ترمذی ونسائی)

وتر کے بعد نفل کا ثبوت

عن ام سلمةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی بعدالوتر رکعتین.

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت اور پڑھتے تھے

اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے بھی روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپؐ وتر کے بعد کی دو رکعتیں ہلکی ہلکی پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہا نے بھی روایت کیا ہے۔ انہیں احادیث کی بناء پر علماء وتر کے بعد دو رکعتوں کا بیٹھ کر پڑھنا ہی افضل سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اس بارے میں عام امتیوں کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا کہ مجھے تو کسی نے آپؐ کے حوالے سے بتایا تھا کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور آپؐ بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں مسئلہ وہی ہے (یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلے میں آدھا ہوتا ہے۔) لیکن اس معاملے میں، میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرے ساتھ اللہ کا معاملہ الگ ہے یعنی مجھے بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب پورا ملتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ وتر کے بعد کی ان دو رکعتوں کے لئے کوئی الگ اصول نہیں ہے بلکہ وہی عام اصول اور قاعدہ ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلے میں آدھا ہوگا۔ (معارف الحدیث جلد۲ ص ۳۳۵)

کیا وتر کے بعد نوافل درست ہیں؟

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وتر کے بعد کوئی سجدہ نہیں اور نفل جو کہ وتر کے بعد پڑھے

جاتے ہیں ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب:۔وتر کے بعد نوافل کا پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ جو عشاء کے بعد وتر پڑھ لیتے تھے وہ آخیر رات میں تہجد پڑھتے تھے تو معلوم ہوا کہ وتر کے بعد نوافل ممنوع نہیں ہیں۔ نیز آنحضرت ﷺ نے وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۲۰)

نفل کا وقت کب تک رہتا ہے؟

سوال:۔فرضوں کے بعد جو نفل ہیں وہ فرضوں کے بعد فوراً پڑھیں یا جب تک وقت باقی ہے پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:۔جب تک کہ وقت اس نماز کا ہے ان نوافل کا وقت بھی اس وقت تک ہے۔مگر متصلاً پڑھنا بہتر ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۰۷ بحوالہ درمختار جلد اول ص ۴۹۴ باب صفۃ الصلوٰۃ)

تراویح کے بعد نفل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔کیا تین آدمی تراویح کے بعد نفل کی جماعت کر کے ثواب حاصل کر سکتے ہیں؟ یا نماز نفل جماعت کے ساتھ تراویح کے بعد مطلقاً درست نہیں خواہ تعداد میں ادا کرنے والے تین ہوں یا زائد؟

جواب:۔نفل کی جماعت سوائے تراویح کے سنت و مستحب نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں مکروہ ہے۔اور بعض میں مباح ہے اس لئے فضیلت جماعت کی اور ثواب جماعت کا اس میں حاصل نہیں ہے۔دو تین مقتدی ہوں تو جماعت کی اجازت ہے مگر جماعت نہ کرنا ہی اچھا ہے لہذا مطلقاً نفل کی جماعت نہ کرنی چاہیئے۔درمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تراویح کے اور کوئی نفل جماعت سے نہ پڑھی جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ص ۲۲۹ بحوالہ ردالمختار باب الوتر النوافل جلد اول ص ۶۶۳)

فرض جہاں پڑھے وہاں سے الگ ہو کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:۔احادیث سے فرضوں کے بعد جگہ بدل کر سنت و نفل پڑھنا مسجد میں ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور یہ جگہ بدل کر نفل نماز کا پڑھنا مسجد میں مسنون ہے یا گھر میں بھی؟

جواب:۔شامی اور درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہؒ کے نزدیک بھی جگہ بدل کر (آگے پیچھے ہٹ کر) سنت ونفل پڑھنا مستحب ہے اور شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا مکان میں نماز پڑھنے والے کے لئے جگہ بدل کر سنت ونفل پڑھنا بہتر ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ص ۲۳۰ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۴۹۵ باب صفۃ الصلوٰۃ)

دو رکعت نفل ہمیشہ پڑھے یا کبھی کبھی چھوڑ دے؟

سوال:۔ظہر، مغرب اور عشاء میں دو رکعت سنت کے بعد نفل پڑھتے ہیں یہ دونوں نوافل ہمیشہ پڑھنا چاہیئے یا کبھی کبھی نہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔نوافل میں اختیار ہے خواہ کبھی ترک کردے یا ہمیشہ نفل سمجھ کر پڑھتا رہے۔اس میں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ کوئی ان کو فرض سمجھ لے گا اور پھر بھی بہتر ہے کبھی کبھی ترک کردے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ص ۲۴۰ بحوالہ ردالمختار باب الوتر والنوافل جلد اول ص ۶۳۵)

کیا نفل نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے؟

سوال:۔کسی نے نفل نماز شروع کی جب ایک رکعت پڑھ لی تو معلوم ہوا کہ کپڑا ناپاک ہے۔ نماز شروع کرنے کے بعد توڑ دی کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہے؟

جواب:۔مسئلہ یہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔پس جب کسی نے نفل نماز شروع کرنے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑ دی تو اس پر اس نماز کا لوٹانا ضروری ہے۔کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن درمختار میں ہے کہ اگر شروع ہی صحیح نہ ہو تو اعادہ واجب نہیں ہوا اس لئے کہ مصلی کے کپڑے اول ہی سے ناپاک تھے۔لہذا اس نماز کا اعادہ واجب نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ص ۲۳۵ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۴۵ باب الوتر والنوافل)

سنت ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟

سوال:۔سنن ونوافل اپنے اپنے گھروں میں جا کر پڑھنے چاہیں یا مسجد ہی میں؟

جواب:۔احادیث میں سنن ونوافل کے مکان میں پڑھنے کی جو کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے وہ مشہور ومعروف ہے اور فقہاء نے بھی سوائے تراویح کے دیگر سنن ونوافل کو مکان میں پڑھنے کو افضل فرمایا ہے۔

اور حضرات اکابر دیو بند مثلاً حضرت محدث فقیہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہی کا عمل اس پر دیکھا گیا ہے۔

درمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن ونوافل کے لئے گھر ہی افضل ہے لیکن اگر راستہ میں یا گھر میں یہ خوف ہو کہ دل پریشان ہو جائے گا اور خشوع حاصل نہ ہوگا، یا غیر ضروری باتوں کی وجہ سے نقصان ثواب میں ہوگا تو ایسی صورت میں مسجد میں پڑھنا افضل ہے اگر مسجد میں پڑھنے میں خشوع زیادہ ہے اور اخلاص زیادہ ہے اور گھر جا کر پڑھنے میں خوف تاخیر وغیرہ ہے تو پھر مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ زیادہ تر لحاظ خشوع وحضوع کا ہے۔ جس جگہ یہ حاصل ہو وہ افضل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۲۷ بحوالہ ردالمختار باب الوتر والنوافل جلد اول ص ۶۳۸)

وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر؟

سوال:۔ وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھیں یا کھڑے ہو کر اور آپؐ سے کس طرح ثابت ہیں؟

جواب:۔ نوافل کو بیٹھ کر پڑھنا اور کھڑے ہو کر پڑھنا دونوں طرح درست ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں دوگنا ثواب ہے بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو بیٹھ کر پڑھا ہے لیکن آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب تھا دوسروں کو نصف ثواب ملتا ہے احادیث سے یہ ثابت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۳۳۱ بحوالہ ردالمختار جلد اول ص ۶۵۴ باب الوتر اولنوافل)

بیٹھ کر پڑھنے کا جواز اس صورت میں ہوگا کہ بیٹھ کر پڑھنے میں کوئی ایسا التزام نہ ہو جس سے دیکھنے والوں کو بیٹھ کر پڑھنے کی سنت یا وجوب کا گمان ہو جائے جیسا کہ بعض مقامات میں ظہر اور مغرب کے بعد لوگوں میں دو رکعتوں کا بیٹھ کر پڑھنا رائج ہو گیا ہے۔ وہاں کے عوام اس نفل کو بیٹھ کر پڑھنے کو شرعاً لازم سمجھتے ہیں ایسے مقامات میں بیٹھ کر پڑھنا بے شک مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۲۱۶)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رائے

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیو بند قدس سرہ سے منقول ہے کہ نفل اگر اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے گا کہ آپؐ سے [illegible] منقول ہے تو اس نیت سے انشاء اللہ تعالیٰ

عجب نہیں کہ ثواب میں کچھ کمی نہ رہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۵۷)

معذور کی رعایت

قیام پر قدرت رکھتے ہوئے بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کے مقابلہ میں نصف ہوگا مگر عذر کے باعث یعنی معذور کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ بیٹھ کر پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جیسے التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھے۔ کھڑے ہو کر نفل شروع کرنے کے بعد بیٹھ کر اس کو تمام کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (نور الایضاح ص ۹۷)

حضورؐ کا نفل بیٹھ کر پڑھنا امت کی تعلیم کے لئے ہے

سوال:۔ وتر کے بعد دو نفل کھڑے ہو کر پڑھیں یا بیٹھ کر؟ آنحضرت ﷺ کا عمل کیا تھا؟ آپؐ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر؟

جواب:۔ وتر کے بعد دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹھ نفل پڑھنے والے کے لئے نصف ثواب ہے۔ اور آپؐ سے دونوں طرح ثابت ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا اجر و ثواب ملتا تھا یہ آپؐ کے ساتھ خصوصیت تھی کیونکہ اس میں بھی امت کی تعلیم تھی کہ کھڑے ہونا فرض نہیں ہے۔ امت کو تعلیم دینا نبوت کے واجبات میں سے ہے پس آپؐ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔ البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی متبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت کبھی کبھی اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں تو عجب نہیں کہ اس کو اس کی نیت کے مطابق پورا ثواب ملے لیکن از روئے حدیث کھڑے ہو کر پڑھنے والا پورے ثواب کا اور بیٹھ کر پڑھنے والا نصف ثواب کا حقدار ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۲۵)

نفل آج بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں

سوال:۔ ایک مسئلہ کتاب میں دیکھا ہے کہ نماز وتر کے بعد کی نفل بیٹھ کر پڑھنا مسنون ہے

کیونکہ آنحضرت ﷺ کا یہ طریقہ تھا۔ کیا یہی مسئلہ ہے؟

جواب:۔ حامداً و مصلیاً حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر پڑھنے سے دوگنا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے نصف ملتا ہے۔ پھر حضور ﷺ کو دیکھا گیا کہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو دریافت کیا گیا اس پر ارشاد فرمایا مجھ کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے، کم نہیں ہوتا، وتر کے بعد کی دو نفلیں آپ سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے۔ عامۃً معمول یہ تھا کہ تہجد کی بہت طویل نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ اس کے بعد صبح صادق کے قریب وتر پڑھتے تھے پھر بیٹھ کر دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ اب بھی اگر کوئی شخص یہی طریقہ اختیار کرے کہ طویل تہجد میں پانچ چھ پارے پڑھنے کے بعد وتر پڑھے اور تھک کر دو نفل بعد میں بیٹھ کر پڑھے تو اس میں اتباع زیادہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۷۵ بحوالہ ابوداؤد شریف جلد اول ص ۱۲۷)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ نفل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے وتر کے بعد دو نفل پڑھنا حدیث و فقہ سے ثابت ہے جو پڑھے گا وہ ثواب پائے گا نہیں پڑھے گا تو گنہگار نہیں اس پر اعتراض نہ کیا جائے ترغیب دینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۶۸ بحوالہ طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۳۲۷)

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں نظر کہاں رکھیں

سوال:۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں نگاہ سجدہ کی جگہ بہتر ہے یا گود میں؟

جواب:۔ حامداً و مصلیاً گود میں مناسب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲ ص ۱۵۷ بحوالہ شامی جلد اول ص ۳۲۱)

(ضمیمہ)

تراویح میں بیس رکعت ہی سنت ہیں

بیس رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے ان احادیث کے منسوخ ہونے کا اور اگر اجماع میں شبہ ہے بعض علماء نے صرف آٹھ کو سنت مؤکدہ لکھا ہے تو جواب یہ ہے کہ اجماع اس قول سے پہلے منعقد ہے بس اس کے مقابلہ میں شاذ قول قابل اعتبار نہیں ہوگا۔ جب تاکید ثابت ہو گیا تو اس کے ترک کرنے سے مورد عتاب ہوگا۔

ایک شخص دہلی کے نئے مجتہدین سے آٹھ تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے تھے اور انہیں تردد تھا کہ آٹھ ہیں یا بیس۔ نئے مجتہدین اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں کیوں صاحب حدیث میں بھی بیس آئی ہیں ان پر کیوں عمل نہ کیا ان کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا۔ بات کیا ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی میں ہے۔ بیس کیونکر پڑھیں۔ اصل یہ ہے کہ جو ان کے جی میں آتا ہے کرتے ہیں اور شاذ اور ضعیف حدیث کو بھی اپنا لیتے ہیں۔

اسی طرح انہوں نے بھی تراویح کی تمام احادیث میں صرف آٹھ والی حدیث پسند کی حالانکہ بارہ بھی آئی ہیں اور وتر کی تمام احادیث میں سے ایک رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ تین رکعتیں بھی آئی ہیں پانچ بھی آئی ہیں، سات بھی آئی ہیں۔ خیر وہ تو بے چارے ان کے بہکانے سے تردد میں پڑ گئے تھے تو مولانا سے پوچھا۔ مولانا نے فرمایا کہ بھئی سنو محکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مال گزاری داخل کرو اور تمہیں معلوم نہیں کہ کتنی ہے۔ تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گزاری ہے۔ اس نے کہا اٹھارہ روپے۔ پھر تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا۔ اس نے کہا بیس روپے تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے جانا چاہیئے۔ انہوں نے کہا صاحب بیس روپے لے کر جانے چاہیئے کہ اتنی ہوئی تو کسی سے نہ مانگنا پڑے گی۔ اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ جاوے گی۔ اور اگر میں کم لے کر گیا اور وہاں زیادہ ہوئی کس سے مانگتا پھروں گا۔ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو کہ اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لاکر دو گے۔ اور اگر بیس ہیں تو اور طلب کم کی ہیں تو بچ رہے گی اور تمہارے کام آئیں گی۔ کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آگیا۔ اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا بس بس بالکل تسلی ہوگئی۔ سبحان اللہ کیا طرز ہے سمجھانے کا حقیقت میں یہ لوگ حکماء امت ہوتے ہیں۔

(ب) اس وقت اس کے اثبات سے ہم کو بحث نہیں عمل کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ یہ روایت مؤطا امام مالک میں گو منقطع ہے مگر عملاً متواتر ہے۔ امت کے عمل نے اس کو متواتر کر دیا ہے۔ بس عمل کے لئے اتنا کافی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی پنساری کے پاس دوا لینے

بکے جائے تو اس سے یہ نہیں پوچھتا کہ دوا کہاں سے آئی ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی دوا ہے جو میں لینا چاہتا ہوں بلکہ اگر اس میں شبہ ہوتا ہے تو ایک دو جاننے والوں کو دکھلا کر اطمینان کرلیا جاتا ہے اب اگر کوئی پنساری سے یہ کہے کہ میرا اطمینان تو اس وقت ہوگا جب تم بائع کی دستخط دکھلا دو گے کہ تم نے اس سے یہ دوا خریدی ہے تو لوگ یہ کہیں گے کہ اس کو دوا کی ضرورت ہی نہیں۔ لیتے ہو لو نہیں لیتے خومت لو۔ اسی طرح محققین سلف کا طرز یہ ہے کہ وہ مدعی کے لئے مغززنی نہیں کرتے تھے بس مسئلہ بتلا دیا اور اگر کسی نے اس میں حجتیں نکالیں تو صاف کہہ دیا کہ کسی دوسرے سے تحقیق کرلو جس پر تم کو اعتماد ہو ہمیں بحث کی فرصت نہیں۔

اس کا جواب حاصل وہی قطع نزع ہے کہ فضول بحث کو یہ حضرات پسند نہ کرتے تھے بھلا اگر عوام کو بتلا دیا جائے کہ حدیث میں یہ ہے تو ان کو طریق استنباط کا علم کس طرح ہوگا۔ اس میں پھر وہ فقہاء کے محتاج ہوں گے۔ تو پہلے ہی فقہاء کے بیان پر اعتماد کیوں نہیں کرتے۔

الغرض عمل کے لئے تو تراویح کا اتنا ثبوت کافی ہے کہ حضور ﷺ نے قولاً اس کو مسنون فرمایا ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ عملاً تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ عوام کے لئے اتنا کافی ہے اس سے زیادہ تحقیق علماء کا منصب ہے۔

(اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۴۵)

سجدۂ تلاوت کی شرعی حیثیت

مسئلہ: ۔سجدہ تلاوت (آیتِ سجدہ) کے پڑھنے اور سننے والے پر واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے پر سجدۂ تلاوت نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔ اب اس واجب کے ادا کرنے میں کہیں (وقت کی) گنجائش ہے اور کہیں تنگی ہے۔ پس اگر سجدۂ تلاوت نماز سے باہر واجب ہوا تو اس کی ادائیگی کے وقت میں گنجائش ہے۔ یعنی زندگی کے آخری وقت تک اس کے ادا کرنے کی اجازت ہے اور سجدہ نہ کرنے کا گنہگار مرتے دم تک نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم سجدۂ تلاوت میں تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہو یعنی نماز کے اندر آیتِ سجدہ پڑھی گئی تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے۔ فوراً کا مطلب یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کے پڑھنے اور سجدہ کرنے کے درمیان اس سے زیادہ وقفہ نہ ہو جس میں تین آیتیں پڑھی جاسکیں۔ اگر سجدۂ تلاوت میں اتنا وقفہ نہ ہو تو وہ فوراً ادا کرنا نہ ہوگا۔

مسئلہ: ۔سجدہ کی آیت یا تو سورت کے درمیان ہوگی یا آخر میں، اگر درمیان میں ہو تو افضل یہ ہے کہ آیتِ سجدہ پڑھتے ہی یعنی سورت ختم کرنے سے پہلے سجدۂ تلاوت کر کے کھڑا ہو اور سورت کو پورا کرے اور پھر رکوع میں جائے۔

مسئلہ: ۔اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کیا، لیکن فوراً کی معیاد متذکرہ گزرنے سے پہلے ہی رکوع کیا اور رکوع میں سجدہ کی نیت بھی کر لی تو جائز ہے۔جس طرح نماز کے اندر بغیر نیت کے بھی سجدہ جائز ہوتا ہے، جبکہ فوراً کی میعاد کے اندر ہو۔فوراً کی میعاد گزر جانے پر نماز کا رکوع یا سجدہ کرنے سے سجدۂ تلاوت ساقط (ختم) نہیں ہوتا اور نماز کے اندر اندر اس کی قضاء اس آیت کے لئے خاص سجدہ کر کے ادا کرنا ہوگی۔

مسئلہ: ۔اگر نماز ختم ہوگئی اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا تو اب اس کی قضاء نہیں ہے، کیونکہ قضاء کا وقت نکل گیا۔البتہ اگر سلام پھیر کر نماز کو ختم کیا اور اس کے بعد کوئی امر منافی نماز سرزد نہیں ہوا تو (یعنی کوئی ایسا کام یا فعل نہیں کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو) سلام کے بعد ہی سجدۂ تلاوت کر لیا جائے۔

اور اس صورت میں جب کہ آیتِ سجدہ سورت کے آخر میں واقع ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر رکوع کرے اور اس کے ساتھ ہی سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرے لیکن اگر سجدۂ تلاوت کیا اور رکوع نہیں کیا، بلکہ پھر قیام (کھڑا ہوگیا) میں آگیا تو مستحب یہ ہے کہ اگلی سورت کی چند آیات پڑھ کر رکوع کرے اور نماز پوری کرلے۔

(کتاب الفقہ ص ۷۴۶ جلد اول و فتاوی دارالعلوم ص ۴۲۲ و آپ کے مسائل ص ۸۴ جلد ۳ و علم الفقہ ص ۱۸۹ جلد ۲)

مسئلہ: ۔سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے۔ فقہاء کے نزدیک دو تین آیتیں پڑھے بغیر رکوع کر لینا کراہت سے خالی نہیں ہے، اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۴۰۲ جلد ۴ و عالمگیری جلد اول ص ۸۵ و بحر الرائق ص ۱۲۲ جلد ۲)

سجدۂ تلاوت کی شرطیں

مسئلہ: ۔سجدۂ تلاوت کی بھی وہی شرطیں ہیں جو نماز کی ہیں بجز تکبیر تحریمہ اور نیت تعین وقت کے کہ یہ دونوں امور اس میں شرط نہیں ہیں۔اس میں نیت نہیں باندھی جاتی۔

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں۔ مسلمان ہونا، بالغ ہونا، عمل کا صحیح ہونا، حیض ونفاس سے پاک ہونا، وہی ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں، لہٰذا سجدۂ تلاوت کافر، بچے، مجنون کا یا حیض ونفاس کی حالت میں جائز نہیں ہے، اس مسئلہ میں آیتِ سجدہ کے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں میں فرق نہیں ہے، البتہ اشخاص مندرجہ بالا میں سے اگر کوئی شخص سجدہ کی آیت سنے اور اس کا سجدہ بجالانے کا بطور اداء بطور قضاء اہل ہوتو اس پر سجدہ واجت ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص نشہ یا ناپاکی کی حالت میں ہو، اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ بطور قضاء اس کے بجالانے کا اہل ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والا کوئی مجنون ہے تو اس کے منہ سے سن کر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ۔ یہی حکم اس بچے سے سننے کا ہے جو حد شعور کو نہ پہنچا ہو، کیونکہ تلاوت کے صحیح ہونے کے لئے تمیز یعنی شعور کا ہونا شرط ہے۔

مسئلہ: ۔ اسی طرح اگر آیتِ سجدہ آدمی کے علاوہ کسی اور سے سنی گئی مثلاً طوطا یہ آیتِ سجدہ پڑھے یا آلہ ضبط الصوت (ٹیپ ریکارڈر وغیرہ) سے سنائی دے تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ بے شعور اشیاء کی تلاوت ہی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: ۔ حنفیہؒ اور شافعیہؒ کے نزدیک اس میں ارادہ کی شرط نہیں ہے یعنی سجدۂ تلاوت کی آیت سننے کا ارادہ نہ بھی ہو تب بھی سجدۂ تلاوت کا حکم ہوگا۔

(کتاب الفقہ جلد اول ص ۷۴ ۷ وعلم الفقہ ص ۸۷ ا جلد ۲)

مسئلہ: ۔ مشین یا پرندہ سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

(فتاوی دار العلوم جلد اول ص ۴۲۵)

مسئلہ: ۔ بغیر نیتِ تلاوت بھی آیتِ سجدہ پڑھی، تو بھی سجدہ واجب ہوگا۔

(فتاوی دار العلوم ص ۴۲۵ جلد ۴)

مسئلہ: ۔ سجدۂ تلاوت کی نیت میں آیت کی تعیین شرط نہیں کہ یہ سجدہ فلاں آیت کے سبب ہے۔ (علم الفقہ ص ۸۷ ا جلد ۲)

مسئلہ: ۔ جن چیزوں سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ان چیزوں سے سجدۂ تلاوت میں بھی فساد آجاتا ہے اور پھر اس کا لوٹانا واجب ہوجاتا ہے، ہاں اس قدر فرق ہے کہ نماز میں قہقہہ سے

وضو جاتا رہتا ہے اور اس میں یعنی سجدۂ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا، عورت کی محاذات (برابر کھڑا ہونا) بھی یہاں مفسد نہیں۔ (علم الفقہ ص ۹۷ جلد ۲)

مسئلہ: ۔آیتِ سجدہ اگر فرض نمازوں میں پڑھی جائے تو اس کے سجدہ میں مثل نماز کے سجدے کے سبحان ربی الاعلیٰ کہنا بہتر ہے اور نفل نمازوں یا خارج نمازوں میں اگر پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں اختیار ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں یا اور تسبیحیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھیں مثل اس تسبیح کے سبحان وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۞ اگر سبحان ربی الاعلیٰ اور اس کو یعنی دونوں کو جمع کر لیں تو اور بھی بہتر ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۱ جلد ۲ کتاب الفقہ ص ۵۳۷ جلد اول)

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے اسباب

مسئلہ: ۔سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے تین اسباب ہیں: اول تلاوت لہٰذا قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اگر چہ اس نے خود سجدۂ تلاوت کی آیت کو نہ سنا ہو جیسے کوئی بہرا ہو۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اندر پڑھا گیا ہو یا نماز سے باہر، امام نے پڑھا ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) نے، لیکن مقتدی اگر سجدۂ تلاوت نماز کے اندر یعنی امام کے پیچھے جماعت میں پڑھے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ امام کے پیچھے قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے۔ لہٰذا اس حال میں تلاوت آیتِ سجدہ سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، ہاں اگر خطیب جمعہ یا عیدین کے موقع پر خطبہ میں آیتِ سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت اس پر اور سننے والے پر واجب ہوگا۔ ایسی صورت میں خطیب کو چاہیئے کہ منبر سے اتر کر سجدہ کرے اور سامعین (سننے والے حضرات) بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں، تاہم امام کا منبر پر خطبہ کے دوران آیتِ سجدہ تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز کے اندر سجدۂ تلاوت مکروہ نہیں ہے جبکہ اس کو (سجدۂ تلاوت کرنے کو) رکوع وسجود کے ضمن میں ادا کیا جائے۔ اگر صرف سجدۂ تلاوت اکیلا کیا تو مکروہ ہوگا کیونکہ ایسا کرنے سے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں گڑبڑ پیدا ہوگی۔ (کتاب الفقہ ص ۵۱۷ جلد اول)

(یعنی امام عیدین یا جمعہ کی قرأت میں سجدۂ تلاوت پڑھے تو الگ سے ادا نہ کرے بلکہ سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کر لے۔ اگر الگ سے کرے گا تو مجمع کثیر میں انتشار پیدا ہو جائے گا، عوام کو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ سجدۂ تلاوت ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر جمعہ یا عیدین میں مجمع کثیر ہے تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے تا کہ نمازیوں کے لئے باعث تشویش نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۷۴۲ جلد اول)

(۲) دوسرا سبب آیتِ سجدہ کا کسی اور سے سننا ہے۔ اب یہ سننے والا یا تو نماز کی حالت میں ہوگا یا نہ ہوگا۔ اسی طرح آیتِ سجدہ پڑھنے والا یا نماز کے اندر ہوگا یا نماز سے باہر۔ اگر سننے والا نماز کی حالت میں ہے خواہ وہ منفرد ہو یا امام، اس پر بقول صحیح سجدہ واجب ہے کہ نماز کے بعد سجدۂ تلاوت کر لے لیکن اگر کسی نے سجدۂ تلاوت مقتدی سے سنا تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ کسی مقتدی نے اپنے امام کے علاوہ باہر سے سجدۂ تلاوت سنا۔ اگر امام سے سنا اور مقتدی پہلی رکعت میں شریک ہے تو سجدۂ تلاوت میں امام کی پیروی لازم ہے۔ اور اگر مسبوق ہے یعنی کچھ رکعت ہونے کے بعد شریک جماعت ہونے والا ہے اور سجدۂ تلاوت سے پہلے امام کے ساتھ شریک نماز ہو گیا تھا تب بھی اسے امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیئے امام کی پیروی کرنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص امام کے سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا جس میں آیتِ سجدہ پڑھی گئی تو قطعاً سجدہ تلاوت نہ کرے۔ ہاں اس سے اگلی کسی رکعت میں شامل ہوا تو نماز کے بعد سجدہ تلاوت کر لے۔

(۳) تیسرا سبب مقتدی ہونا ہے، کہ اگر امام نے سجدہ تلاوت کیا تو مقتدی پر اس کا ادا کرنا واجب ہے اگر چہ اس نے سنا نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۷۵۲ جلد اول و علم الفقہ ص ۷۷ اجلد ۲)

مسئلہ: ۔بعض عورتیں حیض و نفاس کی حالت میں بھی آیتِ سجدہ سننے سے اپنے ذمہ سجدۂ تلاوت سمجھتی ہیں، یہ غلط ہے، اگر حیض و نفاس کی حالت میں کسی سے آیتِ سجدہ سن لی تو ان پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۴۲ جلد ۲)

سجدۂ تلاوت سے متعلق مسائل

مسئلہ: ۔ایک آیت کی تلاوت پر ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے۔ البتہ مجلس بدلنے پر وہی

آیت پھر پڑھی تو اس کا سجدہ الگ واجب ہوگا۔ (آپ کے مسائل جلد ۳ ص ۸۴)

مسئلہ: ۔اگر چارپائی (پلنگ) سخت ہو کہ اس پر پیشانی دھنسے نہیں اور پر پاک مٹی ابھی بچھا ہوا ہو (جبکہ پلنگ ناپاک ہو) تو پلنگ پر سجدۂ تلاوت ادا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ: ۔تلاوت کے دوران آیتِ سجدہ کو آہستہ پڑھنا بہتر ہے تاکہ کسی دوسرے کے ذمہ سجدہ واجب نہ ہو۔ (آپ کے مسائل ص ۸۶ جلد ۳)

مسئلہ: ۔استاد کئی بچوں کو ایک ہی آیتِ سجدہ علیحدہ علیحدہ پڑھاتا ہے تو ایک ہی سجدہ کرنا پڑے گا، بشرطیکہ مجلس ایک ہی ہو لیکن استاد جتنے بچوں سے سجدہ کی آیت سنے گا اتنے ہی سجدے سننے کی وجہ سے واجب ہوں گے۔

مسئلہ: ۔دو آدمی ایک ہی آیتِ سجدہ پڑھیں تو دونوں پر دو سجدے واجب ہوں گے۔ ایک خود پڑھنے کا اور دوسرا سننے کا۔ (آپ کے مسائل ص ۸۷ جلد ۳)

مسئلہ: ۔جس نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو اسی کے ادا کرنے سے سجدۂ تلاوت ادا ہوگا، کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ ادا نہیں کرسکتا۔ (آپ کے مسائل ص ۸۹ جلد ۳)

مسئلہ: ۔جن لوگوں کے کان میں سجدہ کی آیت پڑے، خواہ انہوں نے سننے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، ان پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی گئی۔ اگر تراویح کی ریکارڈنگ دوبارہ ریڈیو اور ٹی وی سے براڈکاسٹ یا ٹیلی کاسٹ کی جائے اور سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سجدہ واجب نہیں ہوگا۔ نیز عورتیں اگر خاص ایام میں آیتِ سجدہ سنیں (کسی سے) تو ان پر سجدہ واجب نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۸۸ جلد ۳)

مسئلہ: ۔ٹیپ ریکارڈ پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۸۸ جلد ۳)

مسئلہ: ۔اگر کسی نے لاؤڈ سپیکر پر تلاوت قرآن سن لی اور اس میں سجدہ آئے تو سننے والے پر جبکہ سننے والے کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ کی آیت ہے، اس پر سجدہ واجب ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۸۷ جلد ۳)

مسئلہ: ۔ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا کیونکہ یہ قاری

(پڑھنے والے) ہی کی آواز ہے اور گراموفون سے جو آواز نکلتی ہے اس کو نقل اور عکس تلاوت کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲ جلد ۱۲)

مسئلہ: ۔اگر کسی پرندے کو آیتِ سجدہ رٹادی گئی تو اس کے پڑھنے سے بھی سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ کیونکہ پرندہ کا پڑھنا تلاوت صحیحہ نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی، کسی شخص نے خود اس کی تلاوت تو نہیں سنی مگر اس کی آواز پہاڑ یا دیوار یا گنبد سے ٹکرا کر اس کے کان میں پڑی تو صدائے بازگشت کے سننے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

الغرض اصول یہ ہے کہ تلاوت صحیحہ کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، ٹیپ ریکارڈ کی آواز تلاوت نہیں اس لئے اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے۔ (تلاوت صحیحہ نہیں ہے) اور لاؤڈ سپیکر آواز کو دور تک پہنچاتا ہے اور جو آواز مقتدیوں تک پہنچتی ہے وہ بعینہ (جوں کی توں) امام کی تلاوت وتکبیر کی آواز ہوتی ہے۔ برخلاف ٹیپ ریکارڈ کے کیونکہ ٹیپ آواز کو محفوظ کر لیتا ہے۔ اب جو ٹیپ ریکارڈ بجایا جائے گا یہ اس تلاوت کا عکس ہوگا جو اس پر کی گئی وہ بذاتِ خود تلاوت نہیں۔ اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۲۳۱ جلد ۳)

مسئلہ: ۔دل دل میں آیتِ سجدہ پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا کیونکہ تلاوت کرنا ضروری ہے۔ بغیر تلاوت کے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ (زبان سے پڑھنے سے ہوتا ہے۔)

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ ص ۴۴۶ بحوالہ درمختار ص ۵۵ جلد اول وفتاویٰ محمودیہ ص ۲۲ جلد ۶)

مسئلہ: ۔مجمع عام میں اگر آیتِ سجدہ واعظ تقریر کرنے والے سے سنی جائے تو سب جاننے والے علیحدہ علیحدہ سجدہ کریں کیونکہ آیتِ سجدہ سننے اور پڑھنے سے واجب ہوجاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲۶ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۷۱ جلد اول)

مسئلہ: ۔تمام قرآن مجید کے سجدہ ہائے تلاوت (یعنی چودہ سجدے) اخیر میں ایک ساتھ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ اسی وقت کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۷۲۱ جلد اول)

مگر تاخیر کی گنجائش جب ہے جب کہ سجدۂ تلاوت نماز میں نہ ہو، کیونکہ نماز میں فوراً

ادا کرے گا۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: ۔طلوع اور غروب اور زوال آفتاب کے وقت سجدۂ تلاوت بھی حرام ہے مگر جب کہ آیتِ سجدہ انہی اوقات میں پڑھے تو سجدہ بھی ان اوقات میں درست ہے اور صبح کی نماز کے بعد تا طلوع آفتاب اور بعدِ نماز عصر تا غروب اور صبح صادق پر سجدۂ تلاوت درست ہے۔ (جب کہ انہی اوقات میں سجدۂ تلاوت کیا جائے۔)

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۳۱ جلد ۴ و آپ کے مسائل ص ۸۵ جلد ۳)

مسئلہ: ۔ سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے نہ کیا یعنی سننے والوں نے، تو پڑھنے والے پر کچھ گناہ نہیں ہے اور پڑھنے والا سننے والوں کی طرف سے سجدۂ تلاوت نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۳۱ جلد ۴)

مسئلہ: ۔ بلا وضو سجدۂ تلاوت جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲۷ جلد ۴)

مسئلہ: ۔آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور اُٹھ کر کچھ آگے یاد نہ آئے اور رکوع میں چلا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے نماز صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۴ ص ۴۲۶)

مسئلہ: ۔آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور اٹھ کر کچھ آگے یاد نہ آئے اور رکوع میں چلا جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے نماز صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲۶ جلد ۴)

مسئلہ: ۔اگر کسی نے نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا، پھر کسی وجہ سے دوبارہ نماز دُہرانے کی ضرورت پیش آگئی اور پھر وہی آیتِ سجدہ پڑھی تو دوبارہ سجدہ کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۳۸ جلد ۴)

مسئلہ: ۔اگر کوئی شخص آیتِ سجدہ لکھے یا دل دل میں پڑھے زبان سے نہ کہے یا ایک ایک حروف کرکے یعنی ہجے سے پڑھے پوری آیت ایک ساتھ نہ پڑھے یا اسی طرح کسی سے سنے تو ان سب صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۱۷۸ جلد ۲)

مسئلہ: ۔سجدۂ تلاوت جن کو ادا نہیں کیا ان کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ اندازہ کرکے سجدۂ تلاوت پورا کرے۔ روزانہ جس قدر ہو سکے سجدے بہ نیت قضا کرلیا کرے۔ اس کا کفارہ یہ ہی ہے کہ سجدے کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲۹ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۷۱۲ جلد اول)

مسئلہ: ۔جمعہ اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیت سجدہ نہ پڑھنا چاہیئے اس لئے

کہ سجدہ کرنے میں مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ سجدہ تلاوت انھیں لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز واجب ہے۔ اداء یا قضاء نیز حیض و نفاس والی عورتوں پر واجب نہیں، نابالغ پر اور ایسے مجنون پر واجب نہیں ہے جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو گیا ہو، خواہ اس کے بعد زائل ہو یا نہیں۔ اور جس مجنون کا جنون ایک دن رات سے کم رہے اس پر واجب ہے، اسی طرح مست اور جنب یعنی جس کو نہانے کی حاجت ہو اس پر بھی واجب ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۷۸ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص سونے کی حالت میں آیتِ سجدہ تلاوت کرے اس پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے بعد اطلاع کے جب کہ سونے والے کو معلوم ہو جائے کہ میں نے سجدہ کی آیت پڑھی تھی۔ (علم الفقہ ص ۱۷۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔ آیتِ سجدہ کا کسی انسان سے سننا، خواہ پوری آیت سنے یا صرف لفظ سجدہ مع ایک لفظ ماقبل یا بعد کے سنے اور خواہ وہ عربی زبان سے یا کسی اور زبان میں اور خواہ سننے والا جانتا ہو کہ یہ ترجمہ آیتِ سجدہ کا ہے یا نہ جانتا ہو لیکن نہ جاننے کی صورت میں ادائے سجدہ میں جس قدر تاخیر ہوگی اس میں وہ معذور سمجھا جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۱۷۷ جلد ۲)

مسئلہ:۔ مقتدی سے اگر آیتِ سجدہ سنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہوگا، نہ اس پر نہ اس (امام پر نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں، ہاں جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں خواہ وہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو ان پر سجدہ واجب ہوگا۔

(علم الفقہ ص ۱۷۸ جلد اول)

یعنی کسی مقتدی نے اپنے امام کے پیچھے زور سے سجدہ کی آیت پڑھ دی تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، صرف جماعت سے الگ لوگوں پر ہوگا۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ سجدۂ تلاوت میں نیت نہیں باندھی جاتی، بلکہ سجدہ کی نیت سے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھ جائے، سلام پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، نیز بیٹھے بیٹھے سجدۂ تلاوت کر لینا جائز ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا افضل ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۸۴ جلد ۳)

مسئلہ:۔ بعض لوگ سجدۂ تلاوت کر کے دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں، یہ غلط ہے یعنی

سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔ (اغلاط العوام ص ۴۷)

مسئلہ:۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام آیات سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں تلاوت کرے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی مشکل کو دفع فرماتا ہے اور ایسی حالت میں اختیار ہے کہ سب آیتیں ایک دفعہ پڑھ لیں اور اس کے بعد چودہ سجدے کرلیں، یا ہر ایک کو پڑھ کر اس کا سجدہ کرتے جائیں۔ (علم الفقہ ص ۱۸۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ خارج نماز کا سجدہ نماز میں اور نماز کا خارج میں بلکہ دوسری نماز میں بھی ادا نہیں کیا جاسکتا پس اگر کوئی شخص نماز میں آیتِ سجدہ پڑھے اور سجدہ کرنا بھول جائے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا، جس کی تدبیر اس کے سوا کوئی نہیں کہ توبہ کرے یا ارحم الراحمین اپنے سے معاف فرمادے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی دوسرے سے آیتِ سجدہ سنے خواہ دوسرا بھی نماز میں ہو تو یہ سجدہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا، نماز کے اندر نہ ادا کیا جائے بلکہ خارج نماز میں ادا کرے۔ (علم الفقہ ص ۱۷۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ نماز کا سجدہ خارج نماز میں اس وقت ادا نہیں ہوسکتا جب کہ نماز فاسد نہ ہو، اگر فاسد ہوجائے اور اس کا مفسد خروجِ حیض یعنی حیض کا آنا نہ ہو تو سجدہ خارج میں ادا کرلیا جائے اور اگر حیض کی وجہ سے نماز میں فساد آیا ہو تو وہ سجدہ معاف ہوجاتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی دوسرے سے آیتِ سجدہ سنے خواہ دوسرا بھی نماز میں ہو تو یہ سجدہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا، نماز کے اندر ادا نہ کیا جائے بلکہ بلکہ خارج نماز میں۔ (علم الفقہ ص ۱۷۹ جلد ۲)

مسئلہ:۔ ساری سورت کی تلاوت کرنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا غلط ہے۔ صرف سجدہ سے بچنے کیلئے وہ آیتِ سجدہ نہ چھوڑے کیونکہ اس میں سجدہ کرنے سے گویا انکار ہے۔

(بہشتی زیور ص ۲۵ جلد ۲ و علم الفقہ ص ۱۸۱ جلد ۲)

مسئلہ:۔ تراویح میں امام نے دو رکعت کی نیت باندھی، پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دو رکعت پوری کیں، پھر دو رکعت کی نیت باندھی اور سہواً (غلطی سے) وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی تو اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا کیونکہ

تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۲۸۶ فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۲۸ جلد ۴)

مسئلہ:۔ امام نے سورۂ الم سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا اور پھر اسی جگہ نمازِ فجر (وغیرہ) میں اسی سورت کو دوبارہ پڑھا تو دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۰۴ جلد ۴، الاشباہ ص ۱۹۱)

مسئلہ:۔ بعض عورتیں قرآن شریف پر ہی سجدہ کر لیتی ہیں، یہ غلط ہے، کیونکہ اس سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوتا۔ (بہشتی زیور ص ۴۲ جلد ۲)

مسئلہ:۔ اگر ایک آیتِ سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کئی بار کی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور ایک آیت، سجدہ کی پڑھی جائے پھر وہی آیت مختلف لوگوں سے سنی جائے جب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اگر سننے والے مجلس نہ بدلیں تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، خواہ پڑھنے والے کی مجلس بدل جائے یا نہ بدلے۔ اور اگر سننے والے کی مجلس بدل جائے تو اس پر متعدد سجدے واجب ہوں گے خواہ پڑھنے والے کی مجلس بدلے یا نہ بدلے، اگر پڑھنے والے کی مجلس بدل جائے گی تو اس پر بھی متعدد سجدے واجب ہوں گے۔

مجلس بدلنے کی دو صورتیں ہیں: ایک حقیقی دوسری حکمی

اگر مکان (جگہ) بدل جائے تو حقیقی، اور اگر مکان نہ بدلے بلکہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جس سے یہ سمجھا جائے کہ پہلے فعل کو قطع (پہلے کام کو ختم) کر کے اب یہ دوسرا فعل شروع کیا ہے تو حکمی ہے۔

حقیقی کی مثال (۱) دو گھر جدا جدا ہوں اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا جائے بشرطیکہ ایک دو قدم سے زیادہ چلنا پڑے۔ (۲) سوار ہو اور اتر پڑے۔

حکمی کی مثال: آیتِ سجدہ کی تلاوت کر کے دو ایک لقمے سے زیادہ کھانا کھالیا یا کسی سے دو ایک کلمے سے زیادہ باتیں کرنے لگا، یا لیٹ کر سو گیا، یا خرید و فروخت میں مشغول ہو گیا، اگر ایک دو لقمہ سے زیادہ نہ کھائے، کسی سے ایک دو کلمہ سے زیادہ باتیں نہ کرے، لیٹ کر نہ سوئے بلکہ بیٹھے بیٹھے سوئے، تو ان سب صورتوں میں مجلس نہ بدلے گی۔ اسی طرح کوئی تسبیح پڑھنے لگے یا بیٹھے سے کھڑا ہو جائے تب بھی مجلس مختلف نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر ایک آیتِ سجدہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں پڑھی جائے تو اختیار ہے کہ سب

کے بعد سجدہ کیا جائے یا پہلی ہی تلاوت کے بعد کیونکہ ایک ہی سجدہ اپنے ماقبل اور مابعد کی تلاوت کے لئے کافی ہے۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ سب کے بعد سجدہ کیا جائے۔
(علم الفقہ ص ۱۸۰ جلد ۲)

مسئلہ: ۔ اگر ایک ہی جگہ سجدہ کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے سب دفعہ پڑھ کر اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کر سجدہ کر لے پھر اس سجدہ کی آیت کو دہراتا رہے (جیسا کہ حفظ کرنے والوں کو ضرورت پیش آتی ہے) اور اگر جگہ بدل گئی تب اسی کو دہرایا پھر تیسری جگہ جا کے وہی آیت پھر پڑھی، اسی طرح برابر جگہ بدلتی رہی تو جتنی دفعہ دہرائے یعنی پڑھے اتنے ہی مرتبہ سجدہ کرے۔ (بہشتی زیور ص ۴۳ جلد ۲ بحوالہ مجمع الانہر ص ۱۵۸)

مسئلہ: ۔ اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو جتنی بھی آیتیں پڑھیں اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ: ۔ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا، لیکن چلا پھرا نہیں جہاں بیٹھا تھا وہیں کھڑے کھڑے وہی آیت پھر دہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: ۔ ایک جگہ سجدہ کی آیت پڑھی پھر اٹھ کر کسی کام کو چلا گیا پھر اسی جگہ آ کر دوبارہ وہی آیت پڑھی تب بھی دو سجدے کرے۔ (کیونکہ مجلس بدل گئی)۔

مسئلہ: ۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی آیت پڑھی پھر جب قرآن شریف کی تلاوت کر چکا تو اسی جگہ بیٹھے کسی اور کام میں مشغول ہو گیا جیسے کھانا کھانے لگا، یا عورت بچے کو دودھ پلانے لگی، اس کے بعد پھر وہی آیت اسی جگہ پڑھی تب بھی دو سجدے واجب ہوں گے کیونکہ جب کوئی اور کام کرنے لگے، تو ایسا سمجھیں گے کہ جگہ بدل گئی۔

مسئلہ: ۔ گھر کے کمرہ یا دالان کے ایک کونے میں سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت پڑھی تب ایک ہی سجدہ کافی ہے چاہے جتنی مرتبہ پڑھے۔ البتہ اگر دوسرے کام میں لگ جانے کے بعد وہی آیت پڑھے گی تو دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا۔ پھر تیسرے کام میں لگنے کے بعد اگر پڑھے، تو تیسرا سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: ۔ اگر بڑا گھر ہو تو دوسرے کونے میں جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: ۔مسجد کا بھی یہی حکم ہے جو ایک کوٹھری کا حکم ہے۔اگر سجدہ کی آیت کئی دفعہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے دہرایا کرے یا مسجد میں ادھر ادھر ٹہل ٹہل کر پڑھے۔

مسئلہ: ۔اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے سب دفعہ پڑھ کر آخر میں سجدہ کرے، یا ایک دفعہ پڑھ کر سجدہ کر لیا، پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت پڑھی۔(بہشتی زیور ص۴۵ جلد۲)

مسئلہ: ۔پڑھنے والے کی جگہ نہیں بدلی، ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک آیت کو بار بار پڑھتا رہا لیکن سننے والے کی جگہ بدل گئی کہ پہلی دفعہ اور جگہ سنتا تھا اور دوسری دفعہ اور جگہ، تو پڑھنے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور سننے والے پر کئی سجدے واجب ہیں جتنی دفعہ سنے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ: ۔اگر سورت میں کوئی شخص آیت نہ پڑھے بلکہ فقط سجدہ کی آیت پڑھے تو اس کا کچھ حرج نہیں ہے۔اور اگر نماز میں ایسا کرے تو اس میں شرط یہ ہے کہ وہ اتنی بڑی ہو کہ چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو۔لیکن بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو دو ایک آیت کے ساتھ ملا کر پڑھے۔(بہشتی زیور ص۴۵ جلد۲ بحوالہ مجمع الانہر ص۱۵۸ جلد اول وشرح وقایہ ص۲۳۲ جلد اول)

مسئلہ: ۔اگر کسی کے سجدہ ہائے تلاوت رہ گئے ہوں (ادا نہ کر سکا انتقال ہو گیا) تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گیہوں یا اس کے قیمت کا صدقہ کرے۔

(جواہر الفقہ ص۳۹۲ جلد اول)

ان آیات کا بیان جن پر سجدہ تلاوت واجب ہے

قرآن مجید میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے ایک سجدہ واجب ہوتا ہے، تفصیل ان آیتوں کی یہ ہے۔

(۱) سورۂ اعراف کے اخیر میں یہ آیت: ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون .(پ ۹)

(۲) سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: وللہ یسجد من فی السموٰت

والارض طوعا و کرھا و ظلالھم بالغدو الاصال .(پ۱۳)

(۳) سورۂ نحل کے پانچویں رکوع کے اخیر کی یہ آیت: وللّٰہ یسجد مافی السمٰوٰت ومافی الارض من دابۃ والملائکۃ وھم لایستکبرون یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون مایؤمرون. (پ۱۴)

(۴) سورۂ بنی اسرائیل کے بارھویں رکوع میں آیت: ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا ط۔(پ۱۵)

(۵) سورۂ مریم کے چوتھے رکوع میں آیت: واذاتتلیٰ علیھم ایت الرحمٰن خرّوا سجداً وبکیا ط(پ۱۶)

(۶) سورۂ حج کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: الم تران اللہ یسجدلہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدّواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ط ان اللہ یفعل مایشاء اللہ ط(پ۱۷)

(۷) سورۂ فرقان کے پانچویں رکوع کی یہ آیت: واذاقیل لھم اسجدوا للرحمن قالوا وماالرحمن انسجدلماتامرنا وزادھم نفورا ط(پ۱۹)

(۸) سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: الایسجدوا اللہ الذی یخرج الخبء فی السمٰوٰت والارض ویعلم ماتخفون وماتعلنون، اللہ لاالٰہ الاھو رب العرش العظیم ط(پ۱۹)

(۹) سورۂ الم تنزیل السجدہ کے دوسرے رکوع میں آیت: انما یومن بایٰاتنا الذین اذاذکروابھا خروا سجداً وسبحوا بحمدربھم وھم لایستکرون. (پ۲۱)

(۱۰) سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: وخر راکعا واناب ط فغفرنالہ ذلک وان لہ عندنالزلفیٰ وحسن ماٰب ط(پ۲۳)

(۱۱) سورۂ حم کے پانچویں رکوع میں یہ آیت: فان استکبروا فاالذین عندربک یسبحون لہ باللیل والنھار وھم لایسئمون ط(۲۴)

(۱۲) سورۂ نجم کے آخر میں یہ آیت: فاسجدو اللہ واعبدوا. (پ۲۷)

(۱۳) سورۂ انشقت میں یہ آیت: فمالهم لایؤمنون واذا قرئ علیهم القرآن لایسجدون ط (پ۳۰)

(۱۴) سورۂ اقراء میں آیت: واسجدوا اقترب ط (پ۳۰)

نوٹ: مالکیہ اور حنفیہ سورۂ حج کی آیت کو ان مقامات میں شمار نہیں کرتے جن میں سجدۂ تلاوت کیا جاتا ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۷۵۵ جلد اول)

مورخہ ۲/ رمضان المبارک [illegible]
۱۲/ ۵/ ۱۹۸۶ء

تراویح ختم پر حافظ کا نذرانہ لینا!

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں:

کہ رمضان المبارک میں حفاظ کرام تراویح سناتے ہیں اور ختم تراویح کے بعد لوگ حافظ صاحب کو کچھ نذرانہ دیتے ہیں عام طور سے یہی ہے کہ کوئی رقم اس کیلئے طے نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ بر وقت کپڑے وغیرہ یا صرف روپیہ جتنا بن پاتا ہے لوگ دیتے ہیں کیا حافظ صاحب کے لئے نذرانہ لینا جائز نہیں ہے؟ اگر حافظ صاحب نے نذرانہ لیا تو کیا اس قرآن کے سننے سنانے والوں کو کوئی ثواب ملے گا یا نہیں۔ کیا نذرانہ لینے والے حافظ صاحب کے پیچھے تراویح پڑھنے سے تراویح صحیح نہیں ہوگی اور کیا اس کا ثواب نہیں ملے گا؟

جواب جلد عنایت کیا جائے یہاں سخت اختلاف ہے۔

المستفتی ایم مختار احمد - نزد سنگم اسٹوڈیو۔ سرکل گنج۔ مظفرپور

نمبر ۱۱۶۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:

قرآن پڑھنا اور سننا بھی طاعت و عبادت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوگا۔ متقدمین کا یہی مسلک ہے لیکن متاخرین حنفیہ نے امام اعظم اور متقدمین کے مسلک میں وقت کی ضروریات اور حالات کے پیش نظر کچھ وسعت پیدا کی اور توسیع بتلایا۔ تعلیم قرآن کے ختم ہو جانے کے خطرہ کی بنیاد پر تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا مسجدوں کی آبادی اور جماعت کے متروک ہو جانے کے خطرہ کی بنا پر اذان اور اقامت اور امامت پر اجرت کو درست کہا گیا۔
رمضان کی تراویح میں قرآن سنانے پر متقدمین کی رائے ہمیں معلوم نہیں۔ غالباً اس جزئیہ پر متقدمین ساکت ہیں۔ اس وقت بھی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم دیوبند کا فتوی یہی ہے کہ رمضان شریف میں قرآن سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اور پہلے سے اجرت مقرر کرنا درست نہیں۔ اور اگر یہ بات پہلے سے جانی بوجھی ہو کہ ہم قرآن سنائیں گے تو پیسے ملیں گے اور سننے والے یہ سمجھتے ہوں کہ ہم قرآن سنیں گے اور ہم کچھ دیں گے تو اس صورت میں بھی قرآن سنانے پر کچھ لینا یا کچھ دینا جائز نہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہماری رائے یہ ہے کہ اگر تراویح کے موقع پر کچھ لینا اور کچھ دینا حرام قرار دے دیا جائے تو کچھ دنوں کے بعد حفاظ کی تعداد میں کمی آتی جائے گی اور تھوڑے عرصے کے بعد مسجدوں میں تراویح کے اندر قرآن ختم کرنے کا سلسلہ مسدود ہو جائے گا۔ رمضان کے دو ارکان میں سے ایک رکن یعنی قیام لیل کمزور پڑ جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ مسجدوں سے تراویح کی جماعت بند ہو جائے گی۔ اور جہاں جہاں سورۂ تراویح ہوگی اس میں بہت تھوڑے لوگ

میں قرآن کریم سننے سنانے کا اہتمام کرتے ہیں اور اسی کی برکات
کا مشاہدہ یہ ہے کہ حفاظ کی تعداد میں الحمدللہ ہر سال
اضافہ ہوتا جاتا ہے بعض علاقوں میں ایسا جمود طاری تھا
کہ بچوں کو حفظ قرآن کرانے کا نام ہی نہ لیتے تھے لیکن شائق
حق قرآن شریف کا سمجھتے تھے کہ رمضان شریف میں
دور دراز علاقہ سے کسی حافظ جی کو بلا کر سن لیا جائے
اور اس پر ان کو معاوضہ یا نذرانہ دیدیا جائے۔ لیکن
جب لین دین بند ہوا تو الحمدللہ اس علاقہ میں خود وہاں
کے مسلمانوں بچوں میں حفظ قرآن کی رغبت پیدا ہوئی
اور بغیر کچھ لین دین آج وہ علاقہ اس معاملہ میں خود کفیل
ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تراویح میں سننے سنانے پر اجرت یا نذرانہ کا نام
~~ہے لین دین شرعاً مطلقاً [illegible] کے اعتبار سے حق~~
قرآن کریم کے ادب و احترام کے یہی صورت مناسب ہے۔ بلکہ
خود حفاظ کرام کے بھی اعزاز و اکرام کا سبب ہے۔ اور یہ امور ایسے
ظاہر ہیں کہ جن پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ جو شخص
جب چاہے مشاہدہ کر لے فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد شفیع غفرلہ بلندشہری

الجواب صحیح
[illegible]

دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح
[illegible]

۲۲ ش / ۱۲۱۸ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

سوال ۱: رمضان میں حفاظ کرام قرآن سنانے کی اجرت کو جائز کرنے کیلئے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ ایک دو فرض نمازوں کی امامت اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔ تو کیا اس طرح حیلہ کرنے سے اجرت لینا جائز ہوگا؟

جائز کی صورت میں حضرت تھانوی کی مندرجہ ذیل عبارت کی کیا توجیہ ہوگی۔

"یہاں مقصود امامت نہیں ہے بلکہ تراویح میں قرآن سنانا ہے اس لئے یہ بھی جائز نہیں" امداد الفتاویٰ جلد اول صفحہ ۳۸۴

نیز اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ دیانات میں حیلہ جائز نہیں ہے

سوال ۲: سامع کا اجرت متعین کرکے اجرت لینا کیسا ہے؟

نوٹ: سامع کو اہل محلہ اس بات کا پابند بناتے ہیں کہ تم کو ہماری مسجد میں نماز پڑھنی ہوگی۔ تو کیا ایسی صورت میں سامع کو اپنے محبوس وقت کی اجرت لینا جائز ہوگا؟

المستفتی
محمد حسن شاہ گڑھی

باسمہ تعالیٰ
۹۰/۴
الجواب وباللہ التوفیق

(۱) توجیہ کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

نفل کی نماز جماعت سے پڑھنا

مخدومی و مکرمی حضرت مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت اقدس میں ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ قرآن مجید بعد نماز عشاء یا تہجد میں نفلوں میں قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس حافظ کے پیچھے کثیر تعداد میں نمازی قرآن سننے کے لئے ثواب کی نیت سے شریک ہو جائیں تو کیا اس طریقہ سے نفلوں میں قرآن سننا اور سنانا جائز ہے۔ یا ناجائز۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زیادہ تعداد میں نفلوں کی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ اور کیا ان لوگوں کو اس طریقہ سے ثواب ہوگا یا نہیں؟ نوازش فرما کر جواب سے مستفید فرمائیں: عین کرم ہوگا۔

فقط والسلام

(والمستفتی) محمد مستقیم دیوبند محلہ ضیاء الحق

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

باسمہ تعالیٰ

وھو المستعان باللہ التوفیق

درمختار میں ہے الیکرہ ذالک و علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذلامانع رالی قولہ) ولو لم ینو الامامۃ لاکراھۃ علی الامام اور اسی کے تحت شامی میں ہے لو اقتدی بہ واحد او اثنان ثم جاءت جماعۃ اقتدوا بہ قال الرحمتی ینبغی ان تکون الکراھۃ علی المتاخرین ۱۲۔

ان عبارات سے معلوم ہوا دو تین مقتدیوں سے زیادہ کو جماعت میں لے کر امامت کرے تو احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔ البتہ اگر صرف دو تین مقتدیوں کو لے کر جماعت شروع کر دے اور بعد میں آنے والے خود آ کر شریک جماعت ہو جائیں

اور امام ان کے امامت کی نیت نہ کرے تو امام پر اور ان دو تین مقتدیوں پر جو شروع سے شریک جماعت تھے کراہت نہ آئے گی۔ بلکہ کراہت صرف بعد میں آنے والوں پر ہوے گی ھکذا فی الفتاوی المحمودیہ ص ۱۶۱ ج ۲ وفی الفتاوی بدار العلوم دیوبند

الجواب صحیح
حبیب الرحمن خیرآبادی مفتی دار العلوم دیوبند

واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ العبد نظام الدین اعظمی
مفتی دار العلوم دیوبند ۲۴ رمضان ۱۴۰۸ھ

۲۴/۹/۱۴۰۸ھ
تنزیہ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے
واللہ اعلم بالصواب ۲۴/۹/۱۴۰۸ھ

مآخذ ومراجع کتاب

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیو بند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم	الفرقان بک ڈپو ۳۱ نیا گاؤں لکھنو
فتاوی دار العلوم	مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ سابق مفتی اعظم دیو بند	مکتبہ دار العلوم دیو بند
فتاوی رحیمیہ	مولانا سید عبد الرحیم صاحب مدظلہم	مکتبہ منشی اسٹریٹ راندیر سورت
فتاوی محمودیہ	مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیو بند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاوی عالمگیری	علامہ سید امیر احمد	مطبع نولکشور لکھنؤ
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیو بند
علم الفقہ	مولانا عبد الشکور صاحبؒ لکھنوی	
عزیز الفتاوی	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ	
امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی
امداد الفتاوی	مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی	ادارہ تالیفات اولیاء دیو بند
فتاوی رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیو بند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمن الجزریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیو بند

ردالمحتار و درالمختار	علامہ ابن عابدینؒ	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
اشرف الجواب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	کتب خانہ محمودیہ دیوبند
صغیری کبیری		لکھنو
صحاح ستہ		کتب خانہ رشیدیہ دہلی
ہدایہ		
نور الایضاح و اشرف الایضاح		مکتبہ تھانوی دیوبند
رکعت تراویح	مولانا حبیب الرحمٰن صاحب	مدرسہ مفتاح العلوم اعظم گڑھ
انوار المصابیح	مولانا قاسم نانوتویؒ	مکتبہ دار العلوم دیوبند
حصن حصین	باضافہ وحواشی وفوائد مولانا ادریس صاحب	نصیر بک ڈپو نظام الدین دہلی نمبر ۱۳
مسائل سجدہ سہو	مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند	حرا اکیڈمی
فضائل رمضان	مولانا محمد زکریا	بستی نظام الدین دہلی
انوار الباری شرح بخاری	مولانا تھانویؒ	کتب خانہ محمودیہ دیوبند

ختم شدہ

☆☆☆